URDU

PAST PAPERS

Presented by:

Urdu Books Whatsapp Group

STUDY GROUP

0333-8033313
راؤ ایاز

0343-7008883
پاکستان زندہ باد

0306-7163117
محمد سلمان سلیم

اردو
بارھویں
بہاول پور بورڈ
ملتان بورڈ
ساہیوال بورڈ
سرگودھا بورڈ
فیصل آباد بورڈ
ڈی۔جی۔خان بورڈ
گوجرانوالا بورڈ
راولپنڈی بورڈ
لاہور بورڈ

فہرست

حصہ معروضی بورڈ پیپرز 2011-2019

1- وائرلیس کس نے ایجاد کی؟ (2 مرتبہ)
(A) ایڈیسن (B) [illegible] (C) نیوٹن (D) [illegible]

2- مولانا ظفر علی خان کے مشہور اخبار کا نام کیا تھا؟ (8 مرتبہ)
(A) کوہستان (B) زمیندار (C) جنگ (D) نوائے وقت

3- یحییٰ بن منصور کے بیٹے کا نام کیا تھا؟ (6 مرتبہ)
(A) زید (B) حامد (C) [illegible] (D) [illegible]

4- محمد بن قاسم کا جلوس کس شہر سے روانہ ہوا؟ (6 مرتبہ)
(A) دمشق (B) [illegible] (C) [illegible] (D) بغداد

5- "رسالہ اسباب بغاوت ہند" کس کی تصنیف ہے؟ (3 مرتبہ)
(A) نذیر احمد (B) سرسید احمد (C) حالی (D) حسرت

6- زندگی ہے ۔۔۔۔۔۔ کوئی طوفان ہے: (2 مرتبہ)
(A) لیکن (B) کیونکہ (C) یا (D) مگر

7- روز گھاس چرتا ۔۔۔۔۔۔ (7 مرتبہ)
(A) رہتا ہے (B) رہا ہے (C) رہی ہے (D) سب تھے

8- محنت کرو ۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر بننے کا خواب ادھورا رہ جائے گا: (2 مرتبہ)
(A) لیکن (B) چونکہ (C) ورنہ (D) کیونکہ

9- قلم دوات میز پر: (6 مرتبہ)
(A) ہیں (B) ہو (C) ہے (D) پڑی ہیں

10- کتوبات اقبال: (4 مرتبہ)
(A) چھپ گئی (B) چھپ گئے (C) چھپ گیا (D) چھپے

11- ؟علامت ہے: (9 مرتبہ)
(A) مختصر ٹھہراؤ (B) سوال پوچھنا (C) زیادہ ٹھہراؤ (D) جملوں کا ملانا

12- ()علامت ہے: (11 مرتبہ)
(A) جملہ معترضہ کی ادائیگی (B) جملوں کا ملانا (C) تفصیل بیان کرنا (D) نفرت کا اظہار کرنا

13- سوالیہ کی تعریف کریں: (12 مرتبہ)
(A) پوری تفصیل بیان کرنا (B) سوال پوچھنا (C) ہو بہو بات کہنا (D) مکمل ٹھہراؤ

14- ندائیہ کی تعریف کریں: (9 مرتبہ)
(A) پکارنا (B) زیادہ ٹھہراؤ (C) سال پوچھنا (D) مکمل ٹھہراؤ

15- ڈالنا: (3 مرتبہ)
(A) اس نے تیل ڈالا (B) بچے نے کتاب پھاڑ ڈالی (C) اسلم نے ڈاکہ ڈالا (D) پانی کب ڈالو گے؟

16- چاہنا: (2 مرتبہ)
(A) میں تمھیں چاہتا ہوں (B) وہ گھر جانا چاہتا ہے (C) تم کیا چاہ رہے ہو (D) ہر کسی کو چاہنا اچھی بات نہیں

17- چکنا: (2 مرتبہ)
(A) میں نماز پڑھ چکا ہوں (B) اس نے قرض چکا دیا (C) کھانا بہت چکنا ہے (D) ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

18- پانا: (2 مرتبہ)
(A) خبردار کوئی باہر نہ جانے پائے (B) اس نے انعام پایا (C) اس نے اپنا مقصد پالیا (D) وہ تنخواہ پا کر گھر آیا

19- اٹھنا: (2 مرتبہ)
(A) آگ تیزی سے بھڑکی (B) اسلم درد کی شدت سے بلبلا اٹھا (C) وہ اٹھ بیٹھا (D) عامر صبح سویرے اٹھ گیا

20- سرسید کی وفات کے بعد علی گڑھ کالج کا سیکرٹری کسے بنایا گیا؟
(A) الطاف حسین حالی (B) نواب محسن الملک (C) نذیر احمد دہلوی (D) نواب وقار الملک

ختم نبوت ﷺ زندہ باد　　　　عظمت صحابہ زندہ باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈمن "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈمن کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی و غیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کر کے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈمن سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی و ذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈمن سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسیج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہرگز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد　　　　پاکستان پائندہ باد

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو

63۔ وزارش کے فوائد درج ذیل ہیں۔ یہ علامت ہے۔ (3 مرتبہ)
(A) ختمہ (B) وقفہ (C) تفصیلیہ (D) رابطہ

64۔ ختمہ کی اردو میں علامت ہے:
(A) ، (B) : (C) ۔ (D) ؛

65۔ نکلنا
(A) وہ شام کے بعد چل نکلا (B) ابھی سورج نہیں نکلا (C) اسے کالج سے نکال دیا (D) تم گھر سے باہر نکل جاؤ

66۔ رکھنا:
(A) کتاب میز پر رکھی ہے (B) اس نے کرہ سر پر اٹھا رکھا ہے (C) قلم میز پر رکھ دو (D) امرود ٹوکری میں رکھ دو

67۔ دینا:
(A) فقیر نے صدا دی (B) وہ خط دے آیا (C) میں نے کتاب میز پر رکھ دی (D) ہم نے رقم ادھار دی

68۔ ڈالنا:
(A) پانی جگ میں ڈالنا (B) تیری جدائی نے مار ڈالا (C) کپڑے تھیلے میں ڈال دو (D) ہم نے مل کر جھگڑا ڈالا

69۔ بیٹھنا:
(A) وہ زمین پر بیٹھا ہوا ہے (B) پرندے درخت پر جا بیٹھے (C) وہ گاڑی میں بیٹھ گیا ہے (D) وہ بس پر بیٹھ کر آیا

70۔ سبق "نواب محسن الملک" مولوی عبدالحق کی کس کتاب سے لیا گیا ہے؟
(A) یادگار غالب (B) حیات جاوید (C) چند ہم عصر (D) آب حیات

71۔ گھوڑا گاڑی ---------- (2 مرتبہ)
(A) بک گیا (B) بک گئی (C) بک گئے (D) بک گئیں

72۔ بادل روز آتے ہیں ---------- بارش نہیں ہوتی۔
(A) بلکہ (B) لیکن (C) کیونکہ (D) چونکہ

73۔ باپ اور بیٹا ----------
(A) آ رہا ہے (B) آ رہی ہے (C) آ رہے ہیں (D) آ رہیں ہیں

74۔ " " علامت ہے: (3 مرتبہ)
(A) واوین کی (B) توسین کی (C) لکیر کی (D) سوالیہ کی

75۔ ارے ---------- یہ کار اتنی سستی مل گئی:
(A) ؟ (B) ۔ (C) ، (D) !

76۔ ختمہ ظاہر کرتا ہے: (4 مرتبہ)
(A) چلنے کو (B) بھاگنے کو (C) مکمل ٹھہراؤ کو (D) ختم پڑھنے کو

77۔ : علامت ہے: (4 مرتبہ)
(A) تفصیلیہ کی (B) فجائیہ کی (C) واوین کی (D) رابطہ کی

78۔ چلنا:
(A) آؤ ل کر میچ دیکھنے چلیں (B) میرے ساتھ تیز تیز چلو (C) چلیے چلیے آپ جیسے بہت دیکھے (D) مداری رسے پر چلتا ہے

79۔ جانا: (2 مرتبہ)
(A) مجھے کشمیر جانا ہے (B) تمھیں یہاں سے جانا ہوگا (C) مجھے کالج جلدی جانا ہے (D) یہاں سے چلے جاؤ

80۔ رکھنا:
(A) بلال نے آج روزہ رکھا (B) اپنی دولت اپنے پاس رکھو
(C) سنگ ہر شخص نے ہاتھوں میں اٹھا رکھا ہے (D) کرسی یہاں رکھ دیجیے

81۔ کرنا: (3 مرتبہ)
(A) یہ تم کیا کر رہے ہو؟ (B) وہ یہاں آیا کرتا ہے (C) تم بھی کمال کرتے ہو (D) میرا یہ کام کرنا

82۔ چاہنا:
(A) میں آپ کو بہت چاہتا ہوں (B) کسی کو چاہتے رہنا کوئی گناہ نہیں (C) اکرم دوسری شادی کرنا چاہتا ہے (D) میں آپ کا بھلا چاہتا ہوں

83۔ "سیرت العمرین" کس کی تصنیف ہے؟ (5 مرتبہ)
(A) شبلی نعمانی (B) سید سلیمان ندوی (C) علامہ ابن جوزی (D) امام ابوحنیفہ

84۔ سرسید احمد خان کا انتقال کب ہوا؟ (3 مرتبہ)
(A) 1895ء　(B) 1896ء　(C) 1897ء　**(D)** 1898ء

85۔ نواب سید مہدی علی خان کس کا اصل نام تھا؟
(A) وقار الملک　**(B)** محسن الملک　(C) شبلی　(D) سلیم اللہ خان

86۔ کونسی ایسی بری بلا ہے جو انسان کو بے کس اور بے بس کر دیتی ہے؟
(A) دولت　(B) مشکلات　**(C)** افلاس　(D) غرور

87۔ گھر عورت کی سلطنت: (6 مرتبہ)
(A) ہوتی ہے　**(B)** ہوتا ہے　(C) ہوتی ہیں　(D) ہوتے ہیں

88۔ ------- انگلیاں برابر نہیں ہوتیں: (2 مرتبہ)
(A) پانچوں　(B) پانچ　(C) چھ　(D) سات

89۔ اس کا گھر بار اور دکانیں سب کچھ: (3 مرتبہ)
(A) بک گئیں　**(B)** بک گیا　(C) بک گئی　(D) بک گئے

90۔ اگرچہ وہ غریب ہے ------- دیانت دار ہے: (2 مرتبہ)
(A) البتہ　(B) جبکہ　**(C)** لیکن　(D) تاکہ

91۔ ------- امتحان سر پر ہے اس لیے سخت محنت کر رہا ہوں:
(A) کیونکہ　(B) البتہ　(C) جبکہ　**(D)** چونکہ

92۔ ندائیہ کی علامت استعمال ہوتی ہے:
(A) مکمل ٹھہراؤ کیلئے　**(B)** مخاطب کرنے کیلئے　(C) جواب دینے کیلئے　(D) جملے کی تکمیل کیلئے

93۔ : علامت ہے۔
(A) ختمہ　(B) سکتہ　(C) فجائیہ　**(D)** رابطہ

94۔ ! علامت ہے۔ (4 مرتبہ)
(A) سکتہ　**(B)** ندائیہ　(C) وقفہ　(D) رابطہ

95۔ زید ------ اسلم اور اکرم گہرے دوست ہیں:
(A) :　**(B)** ،　(C) !　(D) :-

96۔ آنا:
(A) سکول سے جلدی آنا　**(B)** بازار سے سبزی لے آؤ　(C) آج جلدی گھر آ جانا　(D) میں نے تمہارے پاس آنا ہے

97۔ پڑنا:
(A) بچہ چھت سے گر پڑا　(B) اسے کام پڑ گیا　(C) وہ بستر پر پڑا رہا　(D) کتاب پڑی رہنے دو

98۔ جانا:
(A) وہ لاہور گیا　(B) وہ ہر روز کالج جاتا ہے　(C) تمھیں یہاں سے جانا ہوگا　**(D)** وہ لاہور چلا گیا

99۔ دینا:
(A) مجھے اپنی کتاب دینا　**(B)** بچے نے کھلونا توڑ دیا　(C) یہ کتاب اسے دے آنا　(D) اس نے مجھے مٹھائی دی

100۔ رہنا: (2 مرتبہ)
(A) باہر بارش ہو رہی ہے　(B) وہ لاہور رہتا ہے　(C) اس کا یہاں رہنا ممکن نہیں　(D) وہ دو سال یہاں رہا

101۔ امریکہ کی فیڈرل حکومت نے کون سا عظیم الشان مرکز کھولا؟
(A) سپر مارکیٹ　(B) جوتا مارکیٹ　**(C)** ایسٹ ویسٹ سنٹر　(D) ہنومابے

102۔ نواب محسن الملک کی اکیلی تصنیف کا موضوع کیا ہے؟
(A) ادبی　(B) سیاسی　(C) تاریخی　**(D)** مذہبی

103۔ قرطبہ کا قاضی کے ابتدائی منظر میں کس شہر کا ذکر ہے؟
(A) قرطبہ　**(B)** غرناطہ　(C) قاہرہ　(D) آگرہ

104۔ نذیر احمد دہلوی نے کونسا مجوزہ خطاب قبول نہ کیا؟
(A) شمس العلماء　(B) خان بہادر　(C) بابائے اردو　**(D)** غیور جنگ

126۔ لڑکے اور لڑکیاں تعلیم حاصل ________ (2 مرتبہ)
(A) کر رہی ہیں (B) کر رہا ہے (C) کر رہے ہے (D) کر رہے ہیں

127۔ اس کا قلم، کتاب اور کاپیاں سب گم ________
(A) ہو گئی (B) ہو گئے (C) ہو گیا (D) ہو گئیں

128۔ جہاں جملہ معترضہ ہو وہاں کون سی علامت استعمال ہوتی ہے؟ (4 مرتبہ)
(A) ؟ (B) ۔ (C) " " (D) ( )

129۔ واوین وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں (2 مرتبہ)
(A) تھوڑا ٹھہراؤ ہو (B) زیادہ ٹھہراؤ ہو (C) قول نقل کیا جائے (D) جملہ معترضہ ہو

130۔ جملے میں کونسی درست علامت لگائی گئی ہے: احمد، علی، اسلم اور شکیل لاہور چلے گئے
(A) ؟ (B) ۔ (C) ! (D) ،

131۔ آؤ:
(A) کل میرے گھر آنا (B) نماز پڑھنے مسجد آیا کرو (C) تم مسجد میں نماز پڑھنے آؤ (D) تم کب آئے؟

132۔ دیا:
(A) مجھے کچھ رقم ادھار دو (B) علی کو اپنی کتاب دو (C) کل میں نے حساب کا پرچہ دیا (D) بچہ گرتے ہی رو دیا

133۔ کرنا:
(A) اپنا کام جلدی ختم کرو (B) گندے کپڑے تبدیل کرو (C) اپنا سبق پڑھا کرو (D) تم کیا کر رہے ہو؟

134۔ اٹھنا: (3 مرتبہ)
(A) صبح جلدی اٹھا کرو (B) نماز کیلئے فوراً اٹھ جاؤ (C) وہ شیر دیکھتے ہی بھاگ اٹھا (D) تم کھانے سے پہلے ہی اٹھ گئے

135۔ مصطفیٰ نے ہوائی کے سفر کیلئے کراچی جانا تھا کس ہوائی کمپنی کا ٹکٹ خریدا؟ (2 مرتبہ)
(A) پی۔آئی۔اے (B) پی۔او۔اے۔سی (C) ایروایشیا (D) انڈین ایئرلائن

136۔ مضمون مناقب عمر بن عبدالعزیزؒ کے مصنف کا نام ہے:
(A) سید سلیمان ندوی (B) علامہ شبلی نعمانی (C) امیر علی (D) مولانا الطاف حسین حالی

137۔ شبلی نعمانی نے ندوۃ العلماء قائم کیا:
(A) دہلی میں (B) دیوبند میں (C) لکھنؤ میں (D) علی گڑھ میں

138۔ ڈاکٹر زیدی کی عمر "[illegible]" میں کتنی ہے! (2 مرتبہ)
(A) 50 سال (B) 66 سال (C) 55 سال (D) 45 سال

139۔ اس نے کتاب تو کہیں چھپائی ________ جھوٹ بھی بولا
(A) پھر (B) بلکہ (C) لیکن (D) چنانچہ

140۔ بادل خوب گرجا ________ بارش نہ ہوئی!
(A) تو (B) پر (C) مگر (D) چنانچہ

141۔ قلم دوات یہاں ________
(A) پڑی ہیں (B) پڑے ہیں (C) پڑی ہے (D) پڑا تھا

142۔ سچ اور دیانت داری انسان کو بہادر ________ (2 مرتبہ)
(A) بنا دیتی ہے (B) بنا دیتے ہیں (C) بنا دیتا ہے (D) بناتے ہیں

143۔ بھرپور ٹھہراؤ کی علامت کہلاتی ہے: (2 مرتبہ)
(A) وقفہ (B) سکتہ (C) ختمہ (D) خط

144۔ واوین کی تعریف کریں! (4 مرتبہ)
(A) کسی لفظ کی تشریح کرنے والا (B) کسی کا قول اس کے الفاظ میں لکھنا
(C) جملے کے درمیان وضاحتی کلمات کو پیش کرنا (D) کوئی مختصر ٹھہراؤ مقصود ہو

145۔ پڑا: (2 مرتبہ)
(A) اسے کام پڑ گیا (B) وہ سکول میں پڑھتا ہے (C) بچہ کرسی سے گر پڑا (D) وہ کالج پڑھتا ہے

146۔ جانا:
(A) مجھے کراچی جانا ہے (B) مجھے کالج جلدی جانا ہے (C) یہ کتاب لے جاؤ (D) تمہیں یہاں سے جانا ہوگا

147۔ دینا:
(A) مجھے کتاب دینا (B) مجھے کچھ رقم ادھار دینا (C) کتاب میز پر رکھ دو (D) مجھے امتحان دینا ہے

148۔ ڈاکٹر برہان نے برساتی اتار کر کہاں رکھی تھی؟
(A) کرسی کے بازوؤں پر (B) پلنگ پر (C) میز پر (D) دروازے پر

149۔ ہوائی کے پہلوان کا نام ہے جو ریاض الدین کے ہمسائے میں رہتا تھا:
(A) انوکی (B) ٹائیگر (C) ہارڈ بائیلڈ ہیگرٹی (D) جان فورمین

150۔ چراغ حسن حسرت لاہور آئے تو انہوں نے کہاں قیام کیا:
(A) نئی دنیا کے دفتر میں (B) زمیندار کے دفتر میں (C) امروز کے دفتر میں (D) نوائے وقت کے دفتر میں

(2 مرتبہ)
151۔ ریڈیو کس نے ایجاد کیا؟
(A) فنلے مورس (B) مارکونی (C) جان ہیرڈ (D) بارڈین

152۔ ندیم اور سمیرا کالج--------
(A) گئی (B) گئیں (C) گئے (D) گیا

153۔ آدمی پر اچھے دن آئیں --------برے، اسے اللہ کا شکر گزار رہنا چاہیے:
(A) یا (B) چاہے (C) اگر (D) کہ

154۔ ہم دس بجے اسٹیشن پر پہنچ گئے ------گاڑی کو بارہ بجے آنا تھا:
(A) مگر (B) لیکن (C) جبکہ (D) اگرچہ

(5 مرتبہ)
155۔ (!) علامت ہے:
(A) تفصیلیہ (B) واوین (C) سوالیہ (D) ندائیہ

156۔ آپ کتنے بہن بھائی ہیں؟ اس جملے میں استعمال ہونے والی علامت ہے:
(A) وقفہ (B) سوالیہ (C) سکتہ (D) فجائیہ

(5 مرتبہ)
157۔ تفصیلیہ کی تعریف کریں:
(A) جب کوئی تفصیل دینا مقصود ہو (B) حیرت اور خوشی کے اظہار کیلئے (C) کسی دانا کا قول لکھتے وقت (D) کسی لفظ کی تشریح کرنے کیلئے

158۔ جانا:
(A) وہ جاتا ہے (B) وہ کل جائے گا (C) وہ کب جائے گا؟ (D) جلد یہاں سے چلے جاؤ

159۔ لینا:
(A) تم کیا کچھ لو گے (B) وقت پر دوائی لینا (C) وہ یہ کتاب لے سکتا ہے (D) اس نے کتاب پڑھ لی

160۔ آنا:
(A) وہ گھر آنا چاہتا ہے (B) اسے سکول چھوڑ آؤ (C) وہ کب آیا ہے (D) وہ آتا ہے

161۔ رہنا:
(A) وہ کہاں رہتا ہے (B) وہ ہمارے پاس رہتا ہے (C) وہ سکول جاتا رہا (D) وہ گاؤں میں رہتا ہے

162۔ روانگی کے وقت محمد بن قاسم کی فوج کی تعداد تھی؟
(A) دس ہزار (B) پانچ ہزار (C) پچیس ہزار (D) پانچ سو

(2 مرتبہ)
163۔ مولانا ظفر علی خان کتنی دیر میں نظم مکمل کر لیا کرتے تھے؟
(A) دو دنوں میں (B) دو گھنٹے میں (C) آدھ گھنٹے میں (D) ایک مہینے میں

164۔ قرطبہ کا قاضی امتیاز علی تاج کا لکھا ہوا ہے:
(A) افسانہ (B) ناول (C) خاکہ (D) ڈرامہ

165۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اپنے خاندان کے کس فرد سے بہت محبت تھی؟
(A) ابن سلیمان (B) عبدالملک (C) ام عمر (D) مکحول

(2 مرتبہ)
166۔ سید احمد شہید نے جام شہادت نوش کیا:
(A) سیالکوٹ میں (B) پشاور میں (C) بالاکوٹ میں (D) دہلی میں

167۔ اس نے حلف-------
(A) لی (B) پکڑا (C) لیے (D) اٹھایا

168۔ اسلم میرا شاگرد ہی نہیں ------ رشتہ دار بھی ہے (2 مرتبہ)
(A) البتہ　(B) جبکہ　**(C) بلکہ**　(D) چونکہ

169۔ ------ محنت کرو گے تو کامیابی یقینی ہے: (2 مرتبہ)
(A) مگر　(B) تم　**(C) اگر**　(D) جبکہ

170۔ تمہارا مزاج ------ (2 مرتبہ)
(A) کیسے ہیں　**(B) کیسا ہے**　(C) کیسی ہے　(D) کیا ہے

171۔ ایک انار ------
(A) کئی بیمار　**(B) سو بیمار**　(C) سو بیکار　(D) سو خربوزے

172۔ قائداعظمؒ نے فرمایا ------ کام، کام، اور کام
(A) (؛)　(B) (ا)　**(C) (:)**　(D) (:-)

173۔ وقفہ کی تعریف کریں: (6 مرتبہ)
(A) مختصر رکنا　(B) اختتام　(C) سوال پوچھنا　**(D) سکتے سے زیادہ ٹھہراؤ**

174۔ ختمہ کی تعریف کریں: (6 مرتبہ)
(A) سب سے کم ٹھہرنا　(B) مختصر رکنا　**(C) اختتام**　(D) سوال پوچھنا

175۔ چاہنا: (2 مرتبہ)
(A) معافی چاہتا ہوں　**(B) میں پڑھنا چاہتا ہوں**　(C) چائے چاہتا ہوں　(D) دوائی چاہتا ہوں

176۔ پڑنا:
(A) کہاں پڑا ہے　(B) رومال پڑا　**(C) بچہ ماں کو دیکھ کر رو پڑا**　(D) یہ کیا پڑا ہے؟

177۔ دینا:
(A) یہ رومال دینا　**(B) اس نے ہنسا دیا**　(C) رقم ادھار دینا　(D) مجھے ادھار دینا ہے

178۔ مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا: (3 مرتبہ)
(A) 1915ء میں　(B) 1939ء میں　**(C) 1906ء میں**　(D) 1947ء میں

179۔ اکبری نے دو روپے والا ازار بند کتنے میں خریدا؟
(A) چار آنے میں　(B) چھ آنے میں　(C) تین آنے میں　(D) آٹھ آنے میں

180۔ زبیر کو پھانسی دینے کی خدمت سرانجام دی: (3 مرتبہ)
(A) عبداللہ نے　**(B) قاضی یحییٰ بن منصور نے**　(C) محمد حسین نے　(D) عبدالرحمٰن نے

181۔ بیگم اختر ریاض الدین نے سپر مارکیٹ سے کتنے ڈالر کی خریداری کی؟
(A) 16 ڈالر　(B) 20 ڈالر　**(C) 32 ڈالر**　(D) 30 ڈالر

182۔ دو میز اور ایک کرسی ------
(A) ٹوٹ گئے　**(B) ٹوٹ گئی**　(C) ٹوٹ گئیں　(D) ٹوٹ گیا

183۔ اخبار جہاں ہفتہ وار ------
(A) شائع ہوتا ہے　(B) شائی ہوتی ہے　(C) شائع ہوتی ہیں　(D) شائی ہوتے ہیں

184۔ وہ فیل ہو گیا ------ اس نے محنت کی:
(A) کیونکہ　(B) چونکہ　**(C) اگرچہ**　(D) مگر

185۔ علم حاصل کرو ------ تمہیں چین جانا پڑے: (2 مرتبہ)
(A) اگر　(B) سو　**(C) خواہ**　(D) مگر

186۔ ؟ علامت ہے: (2 مرتبہ)
(A) سکتہ کی　(B) توسین کی　(C) رابطہ کی　**(D) سوالیہ کی**

187۔ لینا:
(A) اس نے کتاب خرید لی　(B) میں نے قلم لینا ہے　(C) اسلم نے گھڑی لی ہوئی ہے　(D) اس نے مجھے پنسل لے دی

188۔ کرنا:
(A) وہ کام کرتا ہے　(B) میرا کام کرو　**(C) نماز پڑھا کرو**　(D) وہ کیا کر رہا ہے؟

(2 مرتبہ)

231۔ حجاج بن یوسف کو کس نے خط لکھا؟

(A) زبیدہ (B) ہاجرہ **(C) نائلہ** (D) ام عمارہ

232۔ سبق قرطبہ کا قاضی میں زہیر کی دایہ کا کیا نام ہے؟

(A) حلیمہ (B) سعدیہ **(C) عاتکہ** (D) ام عمارہ

233۔ دھن اور دولت:

(A) آتا جاتا ہے **(B) آنی جانی ہے** (C) آتے جاتے ہیں (D) آنی جانی ہیں

234۔ یہ عورت:

(A) اچھی گاتی ہے (B) خوب اچھی گاتی ہے **(C) اچھا گاتی ہے** (D) اچھی گاتی ہیں

(2 مرتبہ)

235۔ جناب تشریف۔۔۔۔۔۔۔

(A) لاؤ (B) لے آؤ (C) لے جاؤ **(D) لائیں**

236۔ تم فارغ بیٹھے ہو۔۔کام ابھی باقی ہے:

(A) چونکہ **(B) جبکہ** (C) بلکہ (D) مگر

(2 مرتبہ)

237۔ تم اگر محنت کرو گے۔۔۔۔۔امتحان میں پاس ہو جاؤ گے:

(A) جبکہ (B) لیکن (C) کیونکہ **(D) تو**

(2 مرتبہ)

238۔ رابطہ کی تعریف ہے:

(A) رابطہ کرنا **(B) وقفہ سے زیادہ ٹھہرنا** (C) بات ختم کرنا (D) مختصر قیام کرنا

(2 مرتبہ)

239۔ تفصیلیہ کی علامت استعمال ہوتی ہے:

(A) تفصیل بتانے کیلئے (B) جذبات کے اظہار کیلئے (C) رابطہ کرنا (D) کوئی بھی نہیں

(8 مرتبہ)

240۔ قوسین کی علامت ہے:

(A) ( ) (B) " " (C) ۔ (D) ؟

241۔ اکرم۔۔۔۔۔۔میرے پاس آؤ:

(A) ۔ (B) : **(C) !** (D) ؟

242۔ لینا:

(A) مجھے قلم لینا ہے **(B) مریض نے دوائی پی لی** (C) میں نے کب کہا ادھار لو (D) لو، وہ اچھا لگے

243۔ اٹھنا:

(A) تم کب اٹھو گے؟ (B) یہاں سے فوراً اٹھ جاؤ

(C) سپاہی کو دیکھتے ہی چور بھاگ اٹھا (D) تم اتنی جلدی کیسے اٹھ گئے؟

244۔ پانا:

(A) میں نے جو چاہا، پالیا **(B) جنید لاہور بڑی مشکل سے جا پایا** (C) پہلے آیئے پہلے پایئے (D) میں نے آپ کو بڑی مشکل سے پا

245۔ لگنا:

(A) مجھے اچھے کیوں لگتے ہو؟ (B) خیال کرو میں تمہارا کچھ لگتا ہوں **(C) بچہ سانپ کو دیکھ کر شور مچانے لگا** (D) حبیب تمہارا کیا لگتا ہے؟

(2 مرتبہ)

246۔ اخبار "نئی دنیا" کا کولمبس ہے:

(A) مولانا ظفر علی خان (B) شائق احمد عثمانی **(C) چراغ حسن حسرت** (D) حکیم غلام مصطفیٰ

247۔ جن نے اکبری کو لونگ رکھنے کو کہا:

(A) جیب میں **(B) چوٹی میں** (C) تعویز بنا کر بازو پر باندھنا (D) گلے میں لٹکانا

248۔ احتیاج وافلاس کے بیٹے کا نام تھا:

(A) مشورہ (B) خسرو آرام (C) تدبیر و مشورہ **(D) محنت پسند خردمند**

(4 مرتبہ)

249۔ نواب محسن الملک نے حیدرآباد دکن میں جو محکمہ قائم کیا وہ تھا:

(A) ڈاک (B) مال گزاری **(C) بندوبست** (D) فنانس

250۔ سرسید احمد خان کے جاری کردہ رسالے کا نام تھا:

(A) زمیندار (B) انقلاب (C) نئی دنیا **(D) تہذیب الاخلاق**

251۔ مجھے تنگ نہ کرو۔۔۔۔۔امی کو بتا دوں گی:

(A) اس لیے (B) کہ **(C) ورنہ** (D) لیکن

252- اگرچہ وہ غریب ہے ------ ایماندار ہے۔
(A) لیکن (B) اس لیے (C) چنانچہ (D) لہذا

253- میں نے ملتان کے آموں کو ---------
(A) میٹھے پایا (B) میٹھا پایا (C) میٹھا پائے (D) میٹھے پائے

254- وقفے سے زیادہ ٹھہراؤ کیلئے جو علامت استعمال ہوتی ہے وہ ہے: (5 مرتبہ)
(A) رابطہ (B) ختمہ (C) وقفہ (D) سکتہ

255- یہ - علامت ہے:
(A) ختمہ (B) رابطہ (C) سکتہ (D) ندائیہ

256- جملہ معترضہ لکھنے سے پہلے اور بعد میں جو علامت استعمال ہوتی ہے اسے کہتے ہیں: (2 مرتبہ)
(A) تفصیلیہ (B) لجائیہ (C) واوین (D) قوسین

257- لاہور پنجاب کا ------ کراچی سندھ کا ---- کوئٹہ بلوچستان کا ------ اور پشاور صوبہ خیبر پختونخواہ کا دارالحکومت ہے۔
(A) ، (B) ! (C) ؛ (D) :-

258- پانا:
(A) میں بروقت نہ پہنچ پایا (B) نیکی کرو اور اجر پاؤ (C) اس نے محنت کی اور اسکا پھل پایا (D) اس کام میں کیا کھویا اور کیا پایا

259- لینا:
(A) ہمیں اس سے کیا لینا (B) زاہد نے روزہ افطار کرلیا (C) جلدی سے کتاب لاؤ (D) شازیہ نے دراز سے قلم لیا

260- آنا:
(A) میں آپ کی بیماری کا سن کر چلا آیا (B) دیر ہو رہی ہے جلدی آؤ
(C) جاوید صاحب نے شام کی گاڑی سے آنا ہے (D) آپ کب جائیں گے؟

261- ہونا:
(A) یہ سانحہ کب ہوا؟ (B) یہاں کیا ہو رہا ہے؟ (C) یہ واقعہ کیسے ہوا؟ (D) کاش! یہ زخم بھی بھرا ہوتا

262- شبلی نعمانی نے حضرت عمرؓ کی سیرت پر کونسی کتاب لکھی؟
(A) المامون (B) الغزالی (C) الفاروق (D) سیرت النعمان

263- مذہبی لحاظ سے عمر بن عبدالعزیزؒ کو کیا لقب دیا گیا؟
(A) عثمان ثانی (B) سعد ثانی (C) طلحہ ثانی (D) عمر ثانی

264- بدرالدین طیب جی کون تھے؟
(A) سرسید کے قریبی دوست (B) علی گڑھ کے حامی (C) علی گڑھ کے مخالف (D) علی گڑھ کے استاد

265- نواب محسن الملک کا اصل نام کیا ہے؟
(A) نواب حامد علی خاں (B) نواب قدرت اللہ خاں (C) نواب شاہد علی خاں (D) نواب سید مہدی علی خاں

266- سبق "تشکیل پاکستان" کے مصنف کا نام کیا ہے؟
(A) شاہد احمد دہلوی (B) میاں بشیر احمد (C) سید عبداللہ (D) رشید احمد صدیقی

267- چوری اس کا خاندانی پیشہ:
(A) تھی (B) تھا (C) تھیں (D) تھے

268- آپ کب تشریف ------ گے؟
(A) لاؤ (B) لائے (C) لائی (D) لائیں

269- میں نے آموں کو ------ پایا:
(A) میٹھے (B) میٹھی (C) میٹھا (D) میٹھیں

270- اخبار چھپ ------ ہے:
(A) گئی (B) گیا (C) گئے (D) گئیں

271- گندم ------ فروخت جاری ہے:
(A) کا (B) کے (C) کی (D) گئیں

272- استفہامیہ علامت کی نشاندہی کریں: (2 مرتبہ)
(A) ؟ (B) - (C) ' (D) :

294۔ ہوائی کا دارالسلطنت کونسا شہر ہے؟ (2 مرتبہ)
(A) سان فرانسسکو (B) ہونولولو (C) روم (D) نیو یارک

295۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے وفات کے وقت کل کتنی دولت چھوڑ دی؟ (7 مرتبہ)
(A) 20 دینار (B) 25 دینار (C) 100 دینار (D) 17 دینار

296۔ قرارداد پاکستان کب منظور ہوئی؟
(A) 23 مارچ 1940ء کو (B) 29 فروری 1940ء کو (C) 12 اکتوبر 1940ء کو (D) 17 فروری 1940ء کو

297۔ محمد بن قاسم نے بصرہ میں کتنے دن قیام کیا؟ (2 مرتبہ)
(A) 40 دن (B) 30 دن (C) 3 دن (D) 25 دن

298۔ ان دونوں میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا فرق ہے:
(A) بیس اکیس (B) انیس بیس (C) چالیس پچاس (D) دو چار

299۔ درخت سے کبوتر اور فاختائیں اڑ ۔۔۔۔۔۔۔ (2 مرتبہ)
(A) گئے (B) گئیں (C) گئی (D) گیا

300۔ چچا بھتیجا لڑ ۔۔۔۔۔۔۔۔ (4 مرتبہ)
(A) پڑا (B) پڑے (C) پڑی (D) پڑیں

301۔ مجھے اردو نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔
(A) آتے (B) آتی (C) آتیں (D) آتا

302۔ مرض بڑھتا گیا ۔۔۔۔۔۔ دوا کی (3 مرتبہ)
(A) توں توں (B) جوں جوں (C) جیسے جیسے (D) جب جب

303۔ ہائے اللہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ اتنا خوفناک شیر:
(A) (،) (B) (:۔) (C) (!) (D) (.)

304۔ ڈالنا:
(A) تم اس سے تعلق توڑ ڈالو (B) شیشہ مت توڑو (C) جیب میں ڈالو (D) ڈول میں ڈالو

305۔ جانا: (2 مرتبہ)
(A) تم جاؤ (B) تم یہاں سے چلے جاؤ (C) مجھے جانا ہے (D) ہم جائیں

306۔ کرنا:
(A) یہ کام کرنا (B) بچہ ماں کو دیکھ کر رونے لگا (C) وہ یہاں آیا کرتا ہے (D) تم یہ کام مت کرو

307۔ لگنا:
(A) وہ اچھا لگتا ہے (B) میرا یہ کام کرنا (C) بچہ رونے لگا (D) یہ باغ لگتا ہے

308۔ ڈاکٹر زیدی سبق ۔۔۔۔۔۔۔ کا کردار ہے:
(A) ہوائی (B) دستک (C) پہلی فتح (D) تشکیل پاکستان

309۔ رسالہ "تہذیب الاخلاق" ۔۔۔۔۔۔۔ نے جاری کیا تھا: (2 مرتبہ)
(A) حالی (B) سر سید احمد خاں (C) ظفر علی خاں (D) مولوی عبدالحق

310۔ ایوب عباسی کا تعلق ۔۔۔۔۔۔۔۔ یونیورسٹی سے تھا:
(A) پنجاب (B) علی گڑھ (C) کراچی (D) پشاور

311۔ علم آدمی کا خزانہ ہوا ۔۔۔۔۔۔۔۔
(A) کرتے ہیں (B) کرتا ہے (C) کرتی ہے (D) کرتی ہیں

312۔ میں نے بہت سمجھایا ۔۔۔۔۔۔۔ وہ اپنی ضد پر قائم رہا:
(A) اگرچہ (B) بلکہ (C) پر (D) تو

313۔ کامیابی اور ناکامی اللہ کے ہاتھ ۔۔۔۔۔۔۔۔
(A) ہوتا ہے (B) ہوتی ہے (C) ہوتے ہیں (D) ہوتی ہیں

314۔ چونکہ عثمان بیمار ہے ۔۔۔۔۔۔۔ آج کالج نہیں آیا:
(A) تو (B) اگرچہ (C) اس لیے (D) تاکہ

315۔ کوئی اقتباس نقل کرتے ہوئے علامت استعمال ہوتی ہے:
(A) قوسین (B) رابطہ (C) واوین (D) ندائیہ

316۔ وقفہ میں ---------- ٹھہراؤ ہوتا ہے:
(A) رابطہ سے زیادہ (B) ختمہ سے زیادہ **(C) سکتہ سے زیادہ** (D) فجائیہ سے زیادہ

317 خواتین و حضرات ______ ایک ضروری اعلان سنیے۔ میں خواتین و حضرات کے بعد علامت استعمال ہوگی۔ (2 مرتبہ)
(A) : (B) :- **(C) !** (D) ؛

318۔ حیرت کا اظہار کرنے کیلئے علامت استعمال ہوتی ہے: (2 مرتبہ)
(A) : (B) :- (C) :- **(D) !**

319۔ رکھنا: (2 مرتبہ)
(A) کتاب کہاں رکھی ہے؟ **(B) بچوں نے شور مچا رکھا ہے** (C) تم پیسے رکھو (D) علی روزے رکھتا ہے

320۔ لینا:
(A) بازار سے سبزی لیتے آنا (B) تم کیا لائے ہو؟ **(C) علی نے کتاب لے لی ہے** (D) اچھی مٹھائی لانا

321۔ سکتا:
(A) تم جا سکتے ہو (B) وہ سکتہ میں رہ گیا (C) علی حیرت سے سکتے میں چلا گیا (D) علی سکنہ شریف پورہ میں رہتا ہے

322۔ ڈالنا:
(A) دودھ جگ میں ڈالو (B) اکرم نے ووٹ ڈال دیا (C) شائستہ نے کمیٹی ڈالی ہے **(D) ابا جان نے اخبار پڑھ ڈالا ہے**

323۔ خاندان بنی امیہ کا دستِ بازو تھا:
(A) ابن جوزی (B) میمون بن مہران **(C) مسلمہ بن عبدالملک** (D) ابوقلابہ

324۔ ڈاکٹر زیدی کے معالج کا نام تھا:
(A) ڈاکٹر فرقان **(B) ڈاکٹر برہان** (C) ڈاکٹر نعمان (D) ڈاکٹر لقمان

325۔ اعظم اور کنول سکول ---------
(A) گئی **(B) گئے** (C) گئیں (D) گیا

326۔ وہ عورت بڑی --------- ہے (2 مرتبہ)
(A) لڑاکی (B) لڑاکن **(C) لڑاکا** (D) لڑاکو

327۔ میں نے آج اخبار نہیں ---------
(A) پڑھی (B) پڑھے **(C) پڑھا** (D) پڑھیں

328۔ عبارت میں سب سے کم ٹھہراؤ کو کہتے ہیں:
(A) ختمہ (B) وقفہ **(C) سکتہ** (D) ندائیہ

329۔ دکھ اور خوشی کے اظہار کے لیے علامت استعمال ہوتی ہے:
(A) فجائیہ (B) استفہامیہ (C) سوالیہ (D) قوسین

330۔ لینا:
(A) تم نے کتاب خرید لی (B) وکیل نے ملزم کو آڑے ہاتھوں لیا (C) مجلس میں ادب سے بیٹھنا چاہیے (D) فضول بیٹھنا منع ہے

331۔ چاہنا:
(A) امجد نیلم کو چاہتا ہے (B) وہ کہتا ہے کہ اسلام آباد جائے (C) وہ مجھ سے قرض چاہتا ہے **(D) ہمیں والدین کی عزت کرنی چاہیے**

332۔ آنا:
(A) میرے لیے آم لے آنا (B) تم میرے گھر آنا (C) میرا یہاں آنا جانا لگا رہتا ہے (D) تم مجھے اب ادھر نظر نہ آنا

333۔ محنت پسند خردمند کے مصنف کا نام ہے:
(A) میاں بشیر احمد (B) مرزا ادیب **(C) مولانا محمد حسین آزاد** (D) نسیم حجازی

334۔ دمشق سے روانگی کے وقت محمد بن قاسم کی فوج کی تعداد تھی: (2 مرتبہ)
(A) تین ہزار (B) دس ہزار (C) سات ہزار **(D) پانچ ہزار**

335۔ نظم "بحیرہ قلزم" کس نے لکھی؟
(A) مرزا غالب **(B) مولانا ظفر علی خان** (C) چراغ حسن حسرت (D) مجید امجد

336۔ "جنگ" دلچسپی سے ---------
(A) پڑھی جاتی ہے (B) پڑھے جاتے ہیں **(C) پڑھا جاتا ہے** (D) پڑھی جاتی ہیں

337۔ کھیت میں دو مرد اور تین عورتیں کام ---------
(A) کر رہے ہیں (B) کر رہی ہے **(C) کر رہی ہیں** (D) کر رہے ہے

338۔ ساری کلاس کامیاب ہوگئی۔۔۔۔۔۔۔اسلم فیل ہوگیا:

(A) جب کہ　(B) اگرچہ　(C) تو　(D) کیونکہ

339۔ جب بھی مانگو۔۔۔۔۔۔۔اللہ سے مانگو

(A) سو　**(B)** صرف　(C) تو　(D) اور

340۔ اٹھنا:

(A) وہ چیخ اٹھا　(B) جلدی اٹھو　(C) یہاں سے اٹھ جاؤ　(D) وہ اٹھ گیا

341۔ ہونا:

(A) وہ کالج سے ہوکر آیا　(B) وہ آج کل کہاں ہوتا ہے　**(C)** یہ ڈرامہ دیکھا ہوا ہے　(D) واجد تندرست ہوگیا

342۔ پڑنا:

(A) وہ فرش پر پڑا رہا　**(B)** اسلم گر پڑا　(C) وہ سڑک پر پڑا ہے　(D) کاپی میز پر پڑی ہے

343۔ ڈالنا:　(3 مرتبہ)

(A) اس نے لیٹر بکس میں خط ڈالا　(B) اسلم نے گلاس میں پانی ڈالا　**(C)** کتے کو مار ڈالو　(D) کپ میں چائے ڈال دو

344۔ دینا:

(A) مجھے کھانا دو　**(B)** اکرم نے قلم توڑ دیا　(C) گلاس دے جاؤ　(D) اس نے تحفے میں پھول دیے

345۔ اکبری نے کلثی سے کونسا رشتہ استوار کیا؟

(A) پھوپھی اور بھتیجی　(B) مالکہ اور نوکرانی　(C) ہمسائی کا　**(D)** ماں اور بیٹی کا

346۔ ڈاکٹر برہان نے کیا پہن رکھا تھا؟　(2 مرتبہ)

(A) اوورکوٹ　**(B)** برساتی　(C) واسکٹ　(D) سویٹر

347۔ قاضی یحییٰ بن منصور کس شہر میں قاضی تھا؟

(A) بغداد　**(B)** غرناطہ　(C) دمشق　(D) قرطبہ

348۔ "کلیات میر" بازار میں عام۔۔۔۔۔۔

(A) ملتے ہیں　(B) ملتا ہے　**(C)** ملتی ہے　(D) ملتی ہیں

349۔ آپ کا حکم سر۔۔۔۔۔

(A) ماتھے پر　**(B)** آنکھوں پر　(C) ناک پر　(D) ٹانگوں پر

350۔ تقریر۔۔۔۔۔۔۔آسان نہیں

(A) کرنی　(B) کرنے　(C) کرنیں　**(D)** کرنا

351۔ تفصیلیہ سے مراد ہے:　(2 مرتبہ)

(A) کسی کو آواز دینا　(B) سوال کرنا　(C) جملے مکمل کرنا　**(D)** کسی بات کو تفصیل سے بتانا

352۔ سوالیہ کی علامت استعمال ہوتی ہے:

(A) تفصیل بتانے کیلئے　(B) غصے کا اظہار کرنے کیلئے　**(C)** کوئی بات پوچھنے کیلئے　(D) سابقہ جملے کی وضاحت کیلئے

353۔ لینا:

(A) مجھے کتاب لینی ہے　(B) ادھار رقم نہ لو　**(C)** جلدی سے کھانا کھالو　(D) اکبر نے ایک کار لی

354۔ چلنا:

(A) لڑکی قالین پر چلتی ہے　**(B)** آؤ کرکٹ کی سیر کرنے چلیں　(C) زیادہ تیز نہ چلو　(D) چلتے ہو تو چین کو چلیے۔

355۔ لگنا:

(A) یہ عورت میری خالہ لگتی ہے　(B) تم مجھے اچھے کیوں لگتے ہو　**(C)** بجلی بند ہوتے ہی طالبات رونے لگیں　(D) میرے منہ نہ لگو

356۔ اٹھنا:

(A) آج تم بڑی جلدی اٹھ بیٹھے　(B) تم تو یوں اٹھے کہ پھر نہ بیٹھے

(C) اٹھو زمانہ قیامت کی چال چل گیا　**(D)** فائر کی آواز سن کر چوکیدار جاگ اٹھا

357۔ رکھنا:

(A) چارپائی زمین پر رکھو　**(B)** ہم نے شہر میں مکان کرائے پر لے رکھا ہے

(C) بچے نے آج روزہ رکھا ہے　(D) تم اپنی دولت اپنے پاس رکھو

358۔ سید احمد بریلوی کہاں شہید ہوئے؟

(A) ایبٹ آباد　(B) سیالکوٹ　**(C)** بالاکوٹ　(D) پشاور

359۔ [illegible]
(A) [illegible] (B) [illegible] (C) [illegible] **(D)** [illegible]

360۔ [illegible] (2 مرتبہ)
(A) [illegible] **(B)** [illegible] (C) [illegible] (D) [illegible]

361۔ اسلم نے کتاب [illegible] ______
(A) خریدے (B) خریدا **(C)** خریدی (D) خریدنے

362۔ [illegible] ______
(A) [illegible] (B) گئے ہیں (C) گیا ہے (D) گئی ہیں

353۔ [illegible] نے ______ [illegible]
(A) تب (B) جب (C) اگر **(D)** مگر

354۔ آپ کو [illegible] پسند ہے ______ [illegible]
(A) اور **(B)** یا (C) [illegible] (D) [illegible]

365۔ / یہ علامت ہے (2 مرتبہ)
(A) علامت [illegible] **(B)** خط فاصل (C) واوین (D) استفہامیہ

366۔ کرنا:
(A) رات کو پڑھا کرو (B) خوب عیش کرو (C) تھوڑی دیر آرام کرو (D) دن رات محنت کرو

367۔ لگنا: (2 مرتبہ)
(A) [illegible] (B) کشتی کنارے سے لگی (C) مجھے بھوک لگی ہے **(D)** گاڑی چلنے لگی ہے

368۔ پانا:
(A) میں نے اسے گھر پر ہی پایا **(B)** ہم اس سے نہیں مل پائے (C) ہم نے اسے گھر پر اکیلا پایا (D) میں نے علی کو بہت اداس پایا

369۔ آنا:
(A) کسی روز میرے گھر آنا **(B)** بھائی کو بھی ساتھ لانا (C) میرے سامنے مت آنا (D) ذرا ادھر تو آؤ

370۔ ہونا:
(A) اس کے ہاں بیٹا ہوا ہے (B) مجھ سے ناراض مت ہونا (C) میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے **(D)** وہ میرے گھر آیا ہوا ہے

371۔ اورنگزیب عالمگیر کا سن وفات ہے: (2 مرتبہ)
(A) 1706ء **(B)** 1707ء (C) 1708ء (D) 1709ء

372۔ موبائل ٹیلی فون کب ایجاد ہوا؟ (2 مرتبہ)
(A) 1982ء (B) 1983ء **(C)** 1984ء (D) 1985ء

373۔ درخت پر چار کبوتر اور ایک فاختہ ______
(A) بیٹھے ہیں **(B)** بیٹھی ہے (C) بیٹھا ہے (D) بیٹھیں ہیں

374۔ ماں بیٹا حج کرنے ______ (2 مرتبہ)
(A) چلا گیا (B) چلی گئی **(C)** چلے گئے (D) چلیں گئیں

375۔ سچ بولو ______ جان چلی جائے
(A) مبادا (B) اگر (C) اگرچہ **(D)** خواہ

376۔ ______ محنت کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے:
(A) جب (B) اگرچہ **(C)** اگر (D) جیسے جیسے

377۔ جملوں کے درمیان علامت استعمال ہوتی ہے:
(A) ؟ (B) : **(C)** ۔ (D) :

378۔ آنا:
(A) وہ امتحان دے آیا (B) میرے پاس آؤ (C) وہ دیر سے آیا ہے (D) تم کہاں سے آئے ہو

379۔ دینا:
(A) مجھے اپنی کتاب دو (B) کسی کو ادھار مت دینا **(C)** اسے یہ بات سمجھا دو (D) ذرا یہ قلم دینا

380۔ رہنا:
(A) تم کہاں رہتے ہو (B) وہ ہر کام میں پیچھے رہتا ہے **(C)** وہ پڑھ رہا ہے (D) وہ بہت اداس رہتا ہے

381۔ اٹھنا:
(A) وہ صبح جلدی اٹھتا ہے (B) یہ دھواں کہاں سے اٹھتا ہے (C) اٹھو میرے ساتھ چلو (D) آگ بھڑک اٹھی

382۔ کلکتہ کے حوالے سے ہوائی سبق میں کس شاعر کا ذکر کیا گیا ہے؟
(A) مرزا غالب (B) میر تقی میر (C) مرزا سودا (D) علامہ اقبال

383۔ پیغام رسانی کے لیے تانبے کی تاروں کی بجائے کون سے ریشے استعمال کیے جاتے ہیں؟
(A) ریشم کے ریشم (B) بصری ریشے (C) کاٹن کے ریشے (D) نائیلون کے ریشے

384۔ بی ہجن نے مزاج دار بہو کے کس زیور میں ڈورا لوانے کا کہا؟ (2 مرتبہ)
(A) گلوبند (B) دھگدگی (C) بالی پتے (D) بازوبند

385۔ ---------- میں سکول پہنچا تو گیٹ بند ہو چکا تھا:
(A) لیکن (B) چونکہ (C) جب (D) تب

386۔ ناقابل التفات چیزیں نعمتیں بن ----------
(A) جاتی ہیں (B) جاتی ہے (C) جاتے ہیں (D) جاتا ہے

387۔ تین گلاس، چار پلیٹیں اور ایک کپ ٹوٹ ---------- (3 مرتبہ)
(A) گئی (B) گئیں (C) گئے (D) گیا

388۔ اسلم ------ حامد اور محمود بازار گئے:
(A) : (B) ۔ (C) :- (D) ،

389۔ رہنا:
(A) مجھے یہاں رہنا ہے (B) اب رہنے بھی دو (C) وہ ملتان میں رہتا ہے (D) وہ اکثر روتا رہتا ہے

390۔ اٹھنا:
(A) وہ درد سے بلبلا اٹھا (B) وہ صبح سویرے اٹھا (C) اسے جا کر اٹھاؤ (D) اب اٹھ بھی جاؤ

391۔ پانا:
(A) مجھے اسے پانا ہے (B) تم ضرور صلہ پاؤ گے (C) میں نے ایک نقشہ پایا (D) کیا تم یہ کام کر پاؤ گے

392۔ چاہنا:
(A) میں اسے چاہتا ہوں (B) وہ گھر جانا چاہتی ہے (C) میں معافی چاہتا ہوں (D) جو چاہے لے لو

393۔ جانا:
(A) مجھے ملتان جانا ہے (B) وہ اکثر ملتان جاتا ہے (C) آپ کہاں جائیں گے؟ (D) میرے کمرے سے نکل جاؤ

394۔ ایوب عباسی کا گھر بارہ مہینے بنا رہتا تھا: (3 مرتبہ)
(A) کالج ہاسٹل (B) تھرڈ کلاس کا مسافر خانہ (C) دینی مدرسہ (D) بھوت بنگلہ

395۔ جان بیرڈ کس کے موجد ہیں؟ (2 مرتبہ)
(A) ریڈیو (B) ٹیلی فون (C) ٹیلی ویژن (D) وائرلیس

396۔ سبق "ہوائی" کی مصنفہ نے پہلی جھلک کہاں لگائی؟ (2 مرتبہ)
(A) کراچی (B) ممبئی (C) کلکتہ (D) ٹوکیو

397۔ آپ چائے لیں گے ---- پانی: (3 مرتبہ)
(A) اور (B) پھر (C) نہ (D) یا

398۔ اگر وہ خفا ہے ------ اس کو منا لو: (2 مرتبہ)
(A) پھر (B) تب (C) تو (D) جب

399۔ "کلیات ناصر کاظمی" چھپ ---------- (2 مرتبہ)
(A) گئے ہیں (B) گئیں ہیں (C) گیا ہے (D) گئی ہے

400۔ کمرے میں چار کرسیاں اور ایک میز ---------- (2 مرتبہ)
(A) پڑی ہے (B) پڑا ہے (C) پڑے ہیں (D) پڑیں ہیں

401۔ مکمل ٹھہراؤ کیلئے کونسی علامت استعمال ہوتی ہے: (2 مرتبہ)
(A) : (B) ۔ (C) ؟ (D) :

402۔ کرنا: (2 مرتبہ)
(A) خوب مزے کرو (B) گھر جا کر آرام کرو (C) دل لگا کر پڑھا کرو (D) اس کی بات پر یقین نہ کر:

403۔ ڈالنا: (2 مرتبہ)
(A) پلیٹ میں حلوہ ڈالو (B) لیٹر بکس میں خط ڈالو (C) ہم نے سانپ کو مار ڈالا (D) شلوار میں ازار بند ڈالو

404۔ بیٹھنا: (2 مرتبہ)
(A) زمین پر مت بیٹھو (B) میں حوصلہ ہار بیٹھا ہوں (C) کرسی پر بیٹھو (D) تو یہاں کیوں بیٹھا ہے؟

405۔ لینا: (2 مرتبہ)
(A) یہ کتاب خرید لو (B) چائے لو (C) کسی سے ادھار نہ لو (D) ذرا دم تو لو

406۔ لگنا: (2 مرتبہ)
(A) مجھے بھوک لگی ہے (B) گاڑی درخت میں لگی ہے (C) تم کیوں رونے لگے؟ (D) اسے چوٹ لگی ہے

407- مسلمانوں کا نصب العین ہے:
(a) عزت (b) شہرت (c) اسلام (d) دولت

408- "دستک" میں نوجوان ڈاکٹر کا نام ہے (2مرتبہ)
(a) زیدی (b) برہان (c) ذیشان (d) آیان

409- موبائل ٹیلی فون کا دوسرا نام ہے:
(a) ہیڈ فون (b) کار فون (c) گراموفون (d) ائیرفون

410- علاوہ زبیر کی ہے: (2مرتبہ)
(a) خالہ (b) ممانی (c) چچی (d) دائی

411- سرسید کے ساتھیوں میں سے تھے
(a) اقبال (b) غالب (c) مولانا حالی (d) فیض

412- تبلیغی جماعت جا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
(a) رہی ہے (b) رہے ہیں (c) رہی ہیں (d) رہیں ہیں

413- روزنامہ "خبریں" شائع ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
(a) گیا ہے (b) گئی ہے (c) گئی ہیں (d) گئیں ہیں

414- میاں بیوی جا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
(a) رہی ہے (b) رہا ہے (c) رہے ہیں (d) رہیں ہیں

415- اس نے ایک گھوڑا اور چار بکریاں:
(a) خریدی (b) خریدے (c) خریدیں (d) خرید لیے

416- کسی چیز کی تفصیل بیان کرتے وقت علامت استعمال کی جاتی ہے:
(a) وقفہ کی (b) سکتہ کی (c) قوسین کی (d) تفصیلیہ کی

417- رموز جمع ہے:
(a) رمز کی (b) موزے کی (c) مازو کی (d) ان میں سے کوئی بھی نہیں

418- کسی کا قول لکھا جاتا ہے: (2مرتبہ)
(a) قوسین میں (b) واوین میں (c) ندائیہ میں (d) فجائیہ میں

419- آنا
(a) رات کو جلدی گھر آؤ (b) بچے کو سکول چھوڑ آؤ (c) بس پر کالج آؤ اور جاؤ (d) دوسروں کے کام آؤ

420- لینا
(a) میں نے کتاب پڑھ لی ہے (b) اس نے یہ کتاب ادھار لی ہے (c) وہ اچھی خبر لایا ہے (d) اس نے صبح شام دوائی لی

421- دینا
(a) بچہ رو دیا (b) اس نے مجھے خط دیا (c) خیرات دینا اچھی بات ہے (d) پڑھائی کو وقت دو

422- میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں اس جملے میں "چکا" ہے
(a) اصل فعل (b) امدادی فعل (c) ناقص فعل (d) لازم فعل

423- جانا
(a) تمہارا وہاں جانا نہ جانا برابر ہے (b) کرسی پر بیٹھ جاؤ (c) کھانا کھاؤ اور گھر جاؤ (d) وہ آج لاہور گیا

424- زبیر قرطبہ کے قاضی کا کیا لگتا تھا؟
(a) ملازم (b) لے پالک (c) بھائی (d) بیٹا

425- مکمل ٹھہراؤ کی علامت ہے:
(a) سکتہ (b) رابطہ (c) وقفہ (d) ختمہ

426- ان میں سے سوالیہ کی علامت کون سی ہے؟
(a) - (b) ! (c) ؟ (d) '

427- کسی جملے یا پیرے کے اختتام پر کون سی علامت لگائی جاتی ہے:؟
(a) سکتہ (b) رابطہ (c) ختمہ (d) وقفہ

428- ڈالنا
(a) کپڑے دھوپ میں ڈالو (b) اپنی تقدیر بدل ڈالو (c) وہ گائے کو چارہ ڈال رہا ہے (d) گھر میں شور مت ڈالو

429- کرنا
(a) جو کرو دل سے کرو (b) کاش تم محنت کرتے (c) مخبری مت کرو (d) جلدی اٹھا کرو

430- بیٹھنا
(a) میرا گلا بیٹھا ہوا ہے (b) آرام سے بیٹھو (c) میں گستاخی کر بیٹھا (d) دھوپ میں نہ بیٹھو

431- لینا
(a) تم چائے لوگے (b) میں نے تجھے ڈھونڈ لیا (c) یہ قلم میں نے کل لیا (d) نہ کچھ لیا نہ دیا

432- ڈاک کے لیے مسلمانوں نے جو جداگانہ محکمہ قائم کیا اس کا نام تھا (2 مرتبہ)
(a) دیوان البرید (b) دیوان العرض (c) تیز رفتار (d) تیز گام

433- سبق "ایوب عباسی" کے مصنف ہیں: (2 مرتبہ)
(a) مولانا حالی (b) رشید احمد صدیقی (c) شاہد احمد دہلوی (d) مولوی نذیر احمد

434- "عمر ثانی" لقب دیا گیا:
(a) حضرت عمر فاروقؓ (b) عمر بن ہشام کو (c) عمر بن عبدالعزیز (d) ابن خلدون کو

435- سبق "دستک" کا تعلق کس ادبی صنف سے ہے:
(a) افسانہ (b) ڈرامہ (c) ناول (d) داستان

436- اکبری کو کس کے لاڈ پیار نے زندگی بھر مصیبت میں رکھا؟
(a) ماں کے (b) باپ کے (c) خالہ کے (d) نانی کے

437- "ادبی دنیا" باقاعدگی سے ----------
(a) پڑھی جاتی ہے (b) پڑھا جاتا ہے (c) پڑھا جاوے گا (d) پڑھی جاوے ہے

438- ماں بچے کی روز سے بیمار ----------
(a) ہے (b) ہیں (c) ہوئے (d) ہوئے ہیں

439- اچھا ہے ---------- برا، دوست تو اپنا ہے
(a) اگر (b) پھر (c) تو (d) یا

440- گولی کی آواز سن کر پولیس ---------- ہوگئی
(a) چوکنا (b) چوکنی (c) چوکنے (d) چوکنیں

441- واہ ---------- کیا اچھا موسم
(a) ! (b) ، (c) : (d) ——

442- (:) علامت کہلاتی ہے: (3 مرتبہ)
(a) وقفہ (b) سکتہ (c) خط (d) رابطہ

443- خطبہ حجۃ الوداع کے اہم نکات یہ ہیں (آخر میں علامت آئے گی) (2 مرتبہ)
(a) سکتہ (b) وقفہ (c) ختمہ (d) تفصیلیہ

444- آنا
(a) وقت پر کالج چلے آؤ (b) آؤ مل کر کھیلیں (c) اب تو آنا جانا لگا رہے گا (d) آؤ ناں آؤ، اندر آؤ

445- لینا
(a) لاؤ میری کتاب مجھے دو (b) ہمیں آپ سے کیا لینا دینا (c) میں نے سامان گاڑی میں رکھ لیا ہے (d) اپنے حصے کا کھانا کھاؤ

446- پڑنا
(a) غم نہ کر زندگی پڑی ہے ابھی (b) اب آپ کو مجھ سے پالا پڑا ہے
(c) معمولی بات سے وہ میری نظروں سے گر گیا ہے (d) قدم رکھتے ہی وہ زمین پر گر پڑا

447- ہونا

(a) کاش ابھی لے وقت سے فائدہ اٹھایا ہوتا
(b) شام ہو گئی مگر آپ نہیں آئے
(c) آپ کو کیا ہو گیا ہے؟
(d) ایسا ہونا تو نہیں چاہیے

448- کرنا

(a) بڑوں کی خدمت کرو
(b) محنت کرو، کامیابی ملے گی
(c) والدین کا احترام کرنا عبادت ہے
(d) وقت پر گھر آیا کرو

449- مولانا جب تک دفتر میں رہتے تھے بڑی ---------- رہتی تھی۔

(a) چہل پہل
(b) خاموشی
(c) افسردگی
(d) رونق

450- "قطعات" کے شاعر ہیں:

(a) اکبر الٰہ آبادی
(b) انور مسعود
(c) علامہ اقبال
(d) حیدر علی آتش

451- الٰہی آج کا ---------- یہ کیا دیکھ رہا ہے؟

(a) موسم
(b) دن
(c) آفتاب
(d) انسان

452- ---------- وہ محنت کرتا تو کامیاب ہو جاتا

(a) جب
(b) یا
(c) اگر
(d) چوں کہ

453- باپ، بھائی، بیٹا کوئی ساتھ نہ ----------

(a) جائے گا
(b) جائیں گے
(c) جاوے گا
(d) جائے گی

454- جناب عالی ----------

(a) ،
(b) !
(c) ؟
(d) :

455- رابطہ کی علامت ہے:

(a) " "
(b) ؟
(c) :
(d) !

456- رہنا

(a) تم میرے پاس رہو
(b) وقت ایک سا نہیں رہتا
(c) علی سو رہا ہے
(d) وہ کہاں رہتا ہے

457- لگنا

(a) اسے سردی نہیں لگتی
(b) تم میرے کچھ نہیں لگتے
(c) اس کے ہاتھ خزانہ لگا ہے
(d) میں پڑھنے لگا ہوں

458- لینا

(a) یہ کتاب رکھ لو
(b) دشمن کا نام بھی مت لینا
(c) تم نے کیا لینا ہے
(d) کمبل اوپر لو

459- کرنا

(a) اس نے کچھ نہیں کرنا
(b) مجھ سے روز ملا کرو
(c) کوئی ڈھنگ کا کام کرو
(d) حد نہ کرو

460- ایوب عباسی کس یونیورسٹی کے ملازم تھے؟

(a) علی گڑھ
(b) عثمانیہ
(c) پنجاب
(d) کلکتہ

461- مواصلات کے نظام کے لیے مسلمان حکمرانوں نے کون سا محکمہ قائم کیا؟

(a) دیوان خاص
(b) دیوان عام
(c) دیوان البرید
(d) دیوان سنگھ مفتون

462- جنگ بلقان وطرابلس کب ہوئی؟

(a) 1912ء میں
(b) 1911ء میں
(c) 1910ء میں
(d) 1913ء میں

463- دیوان غالب شائع ہو ----------

(a) چکی ہے
(b) چکے ہیں
(c) چکا ہے
(d) چکی ہیں

464- رشوت لینے سے کم ہمتی اور بزدلی پیدا ----------

(a) ہوتی ہے
(b) ہوتے ہیں
(c) ہوتا ہے
(d) ہوتی ہیں

465- خط کی علامت کہاں استعمال ہوتی ہے؟

(a) جملہ معترضہ کے دونوں جانب
(b) تفصیل کے لیے
(c) تخاطب کے لیے
(d) حیرت کا اظہار

466- رابطہ کی تعریف ہے ----------

(a) سب سے کم ٹھہراؤ
(b) سکتہ سے زیادہ ٹھہراؤ
(c) وقفہ سے زیادہ ٹھہراؤ
(d) جملے کے خاتمے پر

467- جانا

(a) وہ لاہور نہیں گیا۔
(b) وہ کل جائے گا
(c) اب تم جا سکتے ہو
(d) آنکھ بچا کر بھاگ جاؤ

468- پڑنا
(a) کتاب پڑی رہنے دو　(b) وہ ٹھوکر لگتے ہی گر پڑا　(c) میں رات بھر مسجد میں پڑا رہا　(d) وہ بات بات پر الجھ پڑتا ہے

469- رہنا
(a) وہ امتحان میں ناکام رہا　(b) وہ گاؤں میں رہتا ہے　(c) وہ گاڑی سے رہ گیا　(d) سورج چھپ رہا ہے

470- پانا
(a) محنتی آدمی مقصد پالیتا ہے　(b) خبردار! چور جانے نہ پائے
(c) وہ اسے پانا چاہتا ہے　(d) محض دولت پالیتا ہے کامیابی نہیں

471- انیسویں صدی میں بہار میں کونسی مسلم تحریک نے جنم لیا؟
(a) دیوبند　(b) سرسید تحریک　(c) فرائضی تحریک　(d) تحریک آزادی

472- فرانسیسی "ر" کے حرف کا تلفظ کس اردو حرف سے کرتے ہیں؟
(a) ع　(b) غ　(c) س　(d) ص

473- شاہ امان اللہ خان نے اپنے زمانے میں جو بستی بسائی تھی اس کا نام کیا رکھا تھا؟
(a) دارالحرب　(b) دارالقیام　(c) دارالامان　(d) دارالمحتسب

474- بہت سی جاگیریں بنو امیہ کی طرف سے عنایت ----------
(a) ہوئی تھی　(b) ہوئی تھیں　(c) ہوئیں تھیں　(d) ہوئے تھے

475- اس پر اعتماد کرلو----------وہ دھوکے باز نہیں
(a) کیونکہ　(b) چونکہ　(c) اگرچہ　(d) اس لئے

476- چونکہ احمد بیمار ہے----------آج سکول نہیں گیا
(a) اس لئے　(b) اگرچہ　(c) تاکہ　(d) تو

477- ناقابل التفات چیزیں نعمتیں بن----------
(a) جاتی ہیں　(b) جاتیں ہیں　(c) جاتی ہے　(d) جاتے ہیں

478- (:-) علامت ہے:　(4 مرتبہ)
(a) وقفہ کی　(b) رابطہ کی　(c) سوالیہ کی　(d) تفصیلیہ کی

479- یا اللہ----------میری مدد فرما۔ (یا اللہ کے بعد کونسی علامت استعمال ہوگی؟)
(a) ؛　(b) !　(c) :　(d) ،

480- (!) علامت ہے::　(3 مرتبہ)
(a) فجائیہ　(b) سکتہ　(c) رابطہ　(d) ختمہ

481- استفہامیہ کی تعریف ہے:
(a) جملے کی وضاحت　(b) پکارنا　(c) تفصیل بیان کرنا　(d) پوچھنا یا دریافت کرنا

482- رہنا
(a) اسلم کہاں رہتا ہے؟　(b) تم ملتان آتے رہو　(c) مجھے یہاں رہنا ہے:　(d) ہم کئی دن یہاں رہے

483- کرنا
(a) وہ یہاں آیا کرتا ہے　(b) تم یہ کام بھی کرو　(c) مجھے سبق یاد کرنا ہے　(d) کچھ کام تم بھی کرو

484- آنا
(a) علی روزانہ سکول آتا ہے　(b) وہ آج لاہور سے آیا　(c) دیر سے مت آنا　(d) سامان لے آؤ

485- اُٹھنا
(a) وہ بستر سے اُٹھا　(b) یہاں سے مت اُٹھنا　(c) میں درد سے بلبلا اُٹھا　(d) اب اٹھو بھی

486- محمد بن قاسم نے کہا خدا مجھے بنائے:
(a) رستم　(b) شیخ　(c) عالی حوصلہ　(d) بہادر

487- سبق "ہوائی" میں کار کس ماڈل کی تھی؟
(a) 1856ء　(b) 1857ء　(c) 1858ء　(d) 1860ء

488- لڑکیوں نے کہا ہم کالج جا----------
(a) رہی ہیں　(b) رہیں ہیں　(c) رہی ہے　(d) رہے ہیں

489- میں نے ترکی کی عورتوں کو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔
(a) گوری پایا (b) گورا پایا (c) گوری پائیں (d) گوریاں پائیں

490- لڑکا لڑکی جا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
(a) رہی ہے (b) رہا ہے (c) رہی ہیں (d) رہے ہیں

491- قلم دوات ٹوٹ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔
(a) گئی ہے (b) گیا ہے (c) گئی ہیں (d) گئے ہیں
(3 مرتبہ)

492- "ادبی دنیا" بند ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔
(a) چکی ہیں (b) چکا ہے (c) چکے ہیں (d) چکی ہیں

493- چیزوں کی تفصیل بتانے سے پہلے علامت استعمال ہوتی ہے:
(a) واوین کی (b) قوسین کی (c) تفصیلیہ کی (d) رابطے کی
(2 مرتبہ)

494- قوسین کا دوسرا نام ہے:
(a) یاسین (b) تحسین (c) آفرین (d) خطوط وحدانی
(2 مرتبہ)

495- آپ کا کیا نام ہے۔ اس جملے کے آخر پر کون سی علامت لگے گی:
(a) ۔ (b) ؟ (c) ! (d) =
(4 مرتبہ)

496- ندائیہ کی علامت ہے:
(a) = (b) ؟ (c) ( ) (d) !

497- ڈالنا
(a) جلیل نے کلیم کو مار ڈالا (b) گلاس میں پانی ڈالو (c) اس نے تھیلے میں بلی ڈالی (d) جگ میں پانی ڈال دو

498- چکنا:
(a) اسے چک پڑ گئی (b) وہ لاہور کی چکا چوند میں گم ہو گیا (c) میں نماز پڑھ چکا ہوں (d) دو من وزن "چکنا" آسان نہیں

499- خدایا! آرزو میری یہی ہے میرا نور بصیرت عام کر دے۔ اس شعر میں امدادی فعل ہے:
(a) میری (b) یہی (c) کر (d) دے

500- میں یہ کام کر سکتا ہوں۔ اس جملے میں "سکتا" ہے
(a) امدادی فعل (b) اصل فعل (c) لازم فعل (d) ناقص فعل

501- سبق "پہلی فتح" کے مصنف کا نام ہے:
(a) مولوی نذیر احمد (b) شاہد احمد دہلوی (c) نسیم حجازی (d) مرزا ادیب

502- سبق "ظفر علی خاں" کس کتاب سے لیا گیا ہے؟
(a) مردم دیدہ (b) دھنک پر قدم (c) چند ہم عصر (d) حیات جاوید

503- قرطبہ کے قاضی کا نام تھا:
(a) قاضی یحییٰ بن منصور (b) یحییٰ بن ہشام (c) ابن منصور (d) منصور بن یحییٰ

504- اُس کے ہوش و حواس
(2 مرتبہ)
(a) جاتی رہی (b) جاتے رہے (c) جاتا رہا (d) جاتی رہیں

505- آپ خیریت ۔۔۔۔۔۔۔۔
(a) ہیں (b) ہے (c) سے ہیں (d) سے ہے

506- اس کو تو ۔۔۔۔۔۔۔ سانپ سونگھ گیا:
(a) جو (b) جیسے (c) یونہی (d) چنانچہ

507- چونکہ وہ دھوکے باز نہیں ۔۔۔۔۔۔۔ اس پر اعتماد کرلو
(a) اس لئے (b) چونکہ (c) چنانچہ (d) سو

508- سچ ہے ۔۔۔۔۔۔۔ اتفاق میں برکت ہے:
(2 مرتبہ)
(a) ۔: (b) : (c) ؛ (d) ،

509- آپ کب تشریف لائیں گے ۔۔۔۔۔۔۔
(a) ! (b) ، (c) ؟ (d) ۔

510- آنا:
(a) وہ کالج آیا۔ (b) بازار سے سودا لے آؤ (c) اس نے کام کر دکھایا (d) وہ گھر آ گئی

511- دینا:
(a) اکرم کو کتاب دو۔ (b) اسلم کو قلم دیتا ہے۔ (c) مجھے سبزی لا دو (d) مجھے بیس روپے دو

512- لینا:
(a) اُدھار مت لو۔ (b) یہ قلم تم لے لو (c) دکان سے کتاب لاؤ (d) سانس آہستہ لو۔

513- لگنا:
(a) دو دیوار سے جا لگا (b) مجھے سردی لگ رہی ہے (c) آپ مجھے اچھے لگتے ہیں۔ (d) آپ کی گفتگو اچھی لگی

514- محنت پسند خردمند نے کس کا دودھ پیا؟
(a) کمال (b) تدبیر (c) امید (d) احتیاج

515- "بحیرۂ قلزم" "لندن کی ایک صبح" کس شاعر کی نظمیں ہیں؟
(a) علامہ اقبال (b) جوش ملیح آبادی (c) ظفر علی خان (d) احسان دانش

516- شاہد احمد دہلوی رشتہ میں نذیر احمد کے کیا تھے؟
(a) بھائی (b) چچا (c) بیٹے (d) پوتے

517- رستم کس جنگ میں مارا گیا؟
(a) جنگ موتہ (b) جنگ قادسیہ (c) جنگ یرموک (d) جنگ نہروان

518- بصری ریشہ کب ایجاد ہوا؟
(a) 1960ء (b) 1965ء (c) 1970ء (d) 1975ء

519- اگرچہ طلوا امیر ہے ---------- کنجوس ہے۔
(a) تو (b) لیکن (c) جو (d) کہ

520- ---------- تم آئے نہ میں جا سکا
(a) اگرچہ (b) چونکہ (c) تو (d) نہ

521- میں سوچ لوں ---------- جواب دوں گا۔
(a) مگر (b) پر (c) تو (d) یا

522- پڑھنا لکھنا ----------
(a) میرے مشغلے ہیں (b) میرا اشاغل ہیں (c) میری مشغلہ ہے (d) میرا مشغلہ ہے

523- سکتہ ---------- ہوتا ہے: (2 مرتبہ)(2018)
(a) مختصر ٹھہراؤ (b) طویل ٹھہراؤ (c) مکمل ٹھہراؤ (d) ٹھہراؤ

524- استفہامیہ ---------- ہے۔
(a) پکارنے کی علامت (b) حیرت کی علامت (c) سوالیہ علامت (d) جملہ معترضہ کی علامت

525- لگنا:
(a) تم میرے کیا لگتے ہو (b) بچہ خوبصورت لگ رہا ہے (c) تیر نشانے پر جا لگا (d) تم اچھے لگتے ہو

526- جانا:۔
(a) مجھے مسجد جانا ہے (b) دل کا شیشہ آخر ٹوٹ گیا (c) یہاں سے جاؤ (d) تم کیا جانتے ہو

527- اٹھنا
(a) بچہ اٹھ گیا ہے (b) مریض درد سے بلبلا اٹھا (c) جلدی اٹھو (d) یہاں سے کب اٹھو گے

528- لینا:
(a) اخبار لیتے آؤ (b) کتاب لاؤ (c) عدنان نے کوٹھی خرید لی ہے (d) ثمینہ کھیل میں حصہ لیتی ہے

529- "دل میں اک لہر سی اٹھی ہے ابھی" اس غزل کے شاعر ہیں:
(a) ناصر کاظمی (b) مرزا غالب (c) تابش دہلوی (d) خواجہ میر درد

530- سبق "مناقب عمر بن عبدالعزیز" کے مصنف ہیں:
(a) سید سلیمان ندوی (b) علامہ شبلی نعمانی (c) سرسید احمد خان (d) محمد حسین آزاد

531- ہمیشہ وقت صبح کا اور سدا موسم ---------- کا رہتا تھا:
(a) خزاں (b) گرمی (c) بہار (d) سردی

532- نظم "سراغ راہرو" کے شاعر ہیں:
(a) علامہ محمد اقبال (b) فیض احمد فیض (c) مجید امجد (d) جوش ملیح آبادی

633- وہ صرف ذہین ہی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایماندار بھی ہے

(a) لیکن (b) اگرچہ (c) بلکہ (d) اور

634- "ختمہ" کی علامت ہے:

(a) ؟ (b) ۔ (c) : (d) ،

635- :۔ یہ علامت ہے:

(a) سکتہ (b) وقفہ (c) سوالیہ (d) تفصیلیہ

536- آنا

(a) تم کب آؤ گے؟ (b) علی نے آج آنا ہے (c) وہ امتحان دے آیا ہے۔ (d) نوید ہمارے گھر آیا ہے۔

537- دینا

(a) میری رقم واپس دو (b) دل کی بات کہہ دو (c) مجھے معافی دو۔ (d) ایک گلاس پانی دینا

538- رہنا

(a) تم میرے گھر رہو۔ (b) سدا خوش رہو۔ (c) وہ اداس رہتا ہے۔ (d) ثنا پڑھ رہی ہے۔

539- اُٹھنا

(a) آگ بھڑک اٹھی (b) صبح جلدی اُٹھنا (c) دھواں کہاں سے اُٹھتا ہے؟ (d) وہ بستر سے نہیں اُٹھتا۔

(2 مرتبہ)

540- عمر بن عبدالعزیزؒ کے غلام کا نام تھا:

(a) یوسف (b) عبدالملک (c) مزاحم (d) وقار

541- انگریز دہلی میں داخل ہوئے

(a) 1803ء (b) 1840ء (c) 1873ء (d) 1903ء

542- اکرم نے کتاب، قلم اور کاپی:

(a) خریدی (b) خریدے (c) خریدا (d) خریدو

543- پڑنا

(a) وقاص نے پاؤں پڑ کر معافی مانگ لی (b) یہ زمین پر کیا پڑا ہے؟ (c) وہ تو کب سے بیمار پڑا ہے (d) بوڑھا زمین پر گر پڑا

544- اٹھنا

(a) وہ اٹھا اور چل دیا (b) صبح سویرے جلدی اٹھا کرو

(c) اب تو سارا وطن جاگ اٹھا ہے (d) میرا دوستوں پر سے اعتماد اٹھ گیا ہے

545- جانا:

(a) مجھے کالج جانا ہے (b) خدا کے لیے اب جاؤ (c) اس کے ہوش جاتے رہے (d) کچھ دیر اور رک جائیے

546- دینا:

(a) علامہ اقبال نے قوم کو خودی کا درس دیا (b) ذرا احمد کو آواز دو

(c) آپ کو یہ کتاب کس نے دی؟ (d) غرور انسان کو خاک میں ملا دیتا ہے

547- رہنا:

(a) احمد لاہور میں رہتا ہے (b) اکرم دو سال سے اس مکان میں رہ رہا ہے

(c) اتنی دیر آپ کہاں رہے؟ (d) ہمیشہ اصولوں پر قائم رہنا چاہیے

548- سبق "قرطبہ کا قاضی" ادب کی کونسی صنف ہے؟

(a) افسانہ (b) ڈراما (c) ناول (d) داستان

549- "ہوائی" کس ملک کی ریاست ہے:

(a) برطانیہ (b) جاپان (c) امریکہ (d) ڈنمارک

550- سبق "دستک" کے مصنف کا نام ہے:

(a) نسیم حجازی (b) میرزا ادیب (c) نذیر احمد (d) حالی

551- وہ میرا دوست نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بھائی ہے:

(a) جبکہ (b) بلکہ (c) حالانکہ (d) یقیناً

552- آپ کیا کھانا پسند کریں گے؟

(a) ؟ (b) : (c) ۔ (d) ؛

553- رہنا:

(a) تم گھر میں رہو (b) وہ یہاں رہتا ہے (c) میں پڑھنے کے بعد سو رہا (d) تمہیں طالب علم کے ساتھ رہنا چاہیے

554- اٹھنا:

(a) وہ صبح جلدی اٹھا (b) آگ تیزی سے بھڑک اٹھی (c) دھواں اٹھ رہا ہے (d) تمہیں محفل سے اٹھ نہیں جانا چاہیے

2016

555- S.A.S کس ملک کی ائیر سروس ہے؟

(A) سویڈن (B) ڈنمارک (C) ناروے (D) ہوائی

556- ٹوکیو سے ہونولولو جاتے ہوئے کون سا سمندر ہے؟

(A) بحرالکاہل (B) بحر ہند (C) بحراوقیانوس (D) بحیرہ عرب

557- ______ ہم نے میچ جیت لیا:

(A) ہائے (B) افسوس (C) آہا (D) اف

558- ______ زمانہ ترقی کرتا جارہا ہے توں توں محبت ختم ہوتی جارہی ہے:

(A) جیسے جیسے (B) اگرچہ (C) ویسے ویسے (D) جوں جوں

559- احمد نے یہ امر تجویز ______:

(A) کی (B) کیا (C) کیے (D) ہوئے

560- غصے کے اظہار کے لئے علامت استعمال ہوتی ہے:

(A) ! (B) : (C) ( ) (D) " "

561- شاہد ______ میرے پاس آؤ۔ (علامت استعمال ہوگی)

(A) ، (B) ؟ (C) ۔ (D) !

562- بیٹھنا:

(A) آپ کرسی پر بیٹھیں (B) بچہ صبح سویرے اٹھ بیٹھا (C) تم کہاں بیٹھے ہو (D) پرندہ گھونسلے میں بیٹھا ہے

563- آنا:

(A) صبح کام پر جلدی آنا (B) وہ کالج دیر سے آتا ہے (C) وہ جیل سے بھاگ آیا (D) مہمان آگئے

564- پانا:

(A) خدا کو پانا بہت مشکل ہے (B) عمران نے ہیرا کو پالیا (C) وہ چند قدم چل پایا (D) وہ دوست کو پانا چاہتا ہے

565- لینا:

(A) شاہد نے کپڑا لیا (B) ذرا مٹھائی لے آؤ (C) اس نے کار لی (D) میں نے دوا پی لی

566- ہونا:

(A) وہ سویا ہوا ہے (B) بہت برا ہوا ہے (C) کیا ہوا ہے؟ (D) کل بارش ہوئی ہے

567- اکبری کے بگاڑ میں کس کا زیادہ حصہ تھا؟

(A) ماں (B) باپ (C) نانی (D) دادی

568- محمد بن قاسم نے قلعے پر حملے کے لئے کتنے آدمی لے جانے کی خواہش کی؟

(A) دوسو (B) تین سو (C) چار سو (D) پانچ سو

569- بیگم اختر ریاض الدین کے خاوند کتنا عرصہ پہلے ہوائی جا چکے تھے؟

(A) دو مہینے (B) تین مہینے (C) چار مہینے (D) پانچ مہینے

570- ڈاکٹر زیدی نے کیا لپیٹ رکھا تھا؟

(A) لحاف (B) مفلر (C) کمبل (D) چادر

571- اخبار "نئی دنیا" کا دفتر کس گلی میں تھا؟

(A) چونا گلی (B) بازہ گلی (C) نتھیا گلی (D) بند گلی

572- میں نہیں چاہتا ______ وہ یہاں آئے:

(A) کیونکہ (B) کہ (C) تو (D) مگر

573- جانا:

(A) بات کی حقیقت جانو (B) کالج جایا کرو (C) اجازت دیں تو ہم جائیں (D) گھر آجاؤ

574۔ دیا:
(A) اللہ نے مجھے اپنا گھر دیا ہے (B) اسلم کو جگا دو (C) مجھے کھانا دو (D) پھر مجھے الزام نہ دینا

575۔ چاہنا:
(A) دل چاہے تو آجانا (B) مزدور کو کام چاہیے (C) پوچھو وہ کیا چاہتا ہے (D) میں گھر جانا چاہتا ہوں

576۔ رکھنا:
(A) اس نے ڈاڑھی رکھ لی (B) نام میں کیا رکھا ہے (C) قلم دوات میز پر رکھی ہے (D) اس نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے

577۔ آنا:
(A) بازار سے آتا لے آؤ (B) آیئے آیئے تشریف لایئے (C) اسے باتیں کرنے کا ڈھب آتا ہے (D) گھر میں مہمان آنے والے ہیں

578۔ بلقیس جہانی بیگم کا کس علاقے سے تعلق تھا؟
(A) دلی سے (B) پنجاب سے (C) لکھنؤ سے (D) بھوپال سے

579۔ بند کر دو جی اخبار کو! بند کر دو! میں یوں اخبار نہیں نکالنا چاہتا۔ کس نے کہا؟
(A) مولوی نذیر احمد (B) ظفر علی خان نے (C) چراغ حسن حسرت نے (D) ابن انشا نے

580۔ وہ حسین ہی نہیں بلکہ شوخ ـــــــ ہے:
(A) بھی (B) تو (C) مگر (D) ہی

581۔ اس جملے کے بعد کون سی علامت لگے گی "میں تمہارا خون پی جاؤں گا":
(A) ؟ (B) ؛ (C) ! (D) :-

582۔ وقفہ کا مقصد ہے:
(A) قول بیان کرنا (B) پکارنا (C) مکمل ٹھہراؤ (D) نصف ٹھہراؤ

583۔ چلنا:
(A) چل پڑو (B) کدھر چلے؟ (C) اب چلتا ہوں (D) یہ کیا کر چلے ہو؟

584۔ چاہنا:
(A) تم کیا چاہتے ہو؟ (B) ہم کو حسرت تھی کہ چاہے جاتے (C) بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں (D) دس بجے چاہتے ہیں

586۔ دیا:
(A) خدا رزق دیتا ہے (B) اس نے قلم توڑ دیا (C) کون آواز دے رہا ہے (D) اس نے سلام دیا

587۔ رکھنا:
(A) قلم کہاں رکھا ہے؟ (B) اس ملک میں کیا رکھا ہے؟ (C) پیالہ رکھ دو (D) ہم نے علم اٹھا رکھا ہے

588۔ لسبیلہ کے علاقے میں محمد بن قاسم کی فوج کا مقابلہ کس نے کیا؟
(A) راجا داہر (B) بھیم سنگھ (C) راجا پورس (D) رستم

589۔ تقریر کے وقت محسن الملک کے منہ سے جھڑتے تھے:
(A) پھول (B) موتی (C) گلاب (D) نگینے

590۔ ماہنامہ "ادبی دنیا" بند ہو ـــــــ: (2 مرتبہ)
(A) چکی ہے (B) چکا ہے (C) چکے ہیں (D) چکی ہیں

591۔ وہ چور نہیں ـــــــ ڈاکو بھی ہے:
(A) چونکہ (B) کیوں کہ (C) بلکہ (D) نیز

592۔ عبارت میں سب سے چھوٹے وقفے کے لئے علامت لگائی جاتی ہے:
(A) رابطہ کی (B) وقفہ کی (C) سکتہ کی (D) قوسین کی

593۔ آہا ـــــ ہم جیت گئے۔ آہا کے بعد علامت استعمال ہوگی: (2 مرتبہ)
(A) فجائیہ کی (B) ندائیہ کی (C) قوسین کی (D) وقفہ کی

594۔ مکمل جملے کے خاتمے پر علامت لگائی جاتی ہے:
(A) سوالیہ کی (B) ختمہ کی (C) قوسین کی (D) ندائیہ کی

595۔ رابطہ کی علامت کی نشاندہی کریں: (2 مرتبہ)
(A) : (B) - (C) :- (D) ؛

596۔ آنا:
(A) میرے پاس آجاؤ (B) بازار سے کتاب لے آؤ (C) کمرہ جماعت میں جلدی آؤ (D) عزت کھو دیتا ہے ہر روز کا آنا جانا

597۔ پانا:
(A) تم نے لڑائی سے کیا پایا؟ (B) اس نے منزل پالی ہے (C) وہ گاڑی نہ پاسکا (D) طوفان میں کوئی گھر سے نہ نکل پایا

598۔ پڑنا:
(A) ہماری فوج دشمن پر ٹوٹ پڑی (B) اسے گھاٹا پڑ گیا ہے (C) مریض ہسپتال میں پڑا ہے (D) لڑکی نے کتاب پڑھ لی ہے

599۔ لینا:
(A) کسی کا امتحان لینا اچھا نہیں (B) میں نے اسے کتاب لے دی (C) کسی نے میری جیب کاٹ لی ہے (D) آیان مقابلے میں انعام لے آیا

600۔ ہونا:
(A) دوست کے افسوس کے لئے ہو آؤ (B) بڑھاپے میں کمزوری کا ہو جانا فطری ہے (C) اسے کیا ہو گیا ہے (D) جمیل ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے۔

601۔ بڑے میاں ڈاکٹر زیدی سے علاج کروانا چاہتے تھے:
(A) والد کا (B) بیوی کا (C) بیٹے کا (D) بھائی کا

602۔ ابن انشاء کراچی میں رہتے ہوئے نہ دیکھ سکے تھے:
(A) کلفٹن (B) لانڈھی (C) لیاری (D) منگھوپیر

603۔ دن ہو۔۔۔۔۔۔رات، خدا کو کبھی نہ بھولو:
(A) چاہے (B) یا (C) بلکہ (D) چونکہ

604۔ شور۔۔۔۔مچاؤ:
(A) نہ (B) نا (C) نہیں (D) ناں

605۔ ماں اور بیٹی چرخہ کات: (2 مرتبہ)
(A) رہی ہیں (B) رہی ہے (C) رہے ہیں (D) رہا ہے

606۔ آپ کہاں چلے۔۔۔۔۔اس کے بعد کون سی علامت آئے گی:
(A) ۔ (B) ؟ (C) : (D) :-

607۔ اقوام متحدہ کے اہم اداروں کے نام یہ ہیں۔۔۔۔اس جملے کے آخر میں کون سی علامت آئے گی:
(A) سکتہ (B) ختمہ (C) رابطہ (D) تفصیلیہ

608۔ اگر کسی کو پکارنا یا بلانا یا مخاطب کرنا مقصود ہو تو کون سی علامت آتی ہے؟ (4 مرتبہ)
(A) سوالیہ (B) رابطہ (C) ندائیہ (D) تفصیلیہ

609۔ دینا:
(A) ذرا زبیر کو آواز دینا (B) آپ نے مجھے ایک کتاب دی (C) ہماری فوج نے دشمن کا غرور خاک میں ملا دیا (D) دو اور دو چار ہوتے ہیں

610۔ رکھنا:
(A) اس نے چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے (B) آج کا کام کل پر نہ اٹھا رکھو (C) اپنے سے زیادہ دوسروں کا خیال رکھو (D) اپنا مشن جاری رکھو

611۔ آنا:
(A) آپ کل آئیے گا (B) بازار سے انڈے ضرور لانا (C) میری کتاب لے آؤ (D) بلال نے کب آنا ہے

612۔ اٹھنا:
(A) دیر سے اٹھنا بری بات ہے (B) ماریہ اٹھ بیٹھی (C) شاباش اپنی جگہ سے مت اٹھنا (D) خوشخبری سن کر حمید کھل اٹھا

613۔ پانا:
(A) مارے ادب کے میں بول نہ پایا (B) میں نے کئے کا صلہ پایا (C) ہم نے گواہوں کو جھوٹا پایا (D) ہم نے کاغذات کو درست پایا

614۔ شاہد دہلوی نے مولوی نذیر احمد دہلوی کو آخری بار کتنی عمر میں دیکھا؟ (2 مرتبہ)
(A) پانچ برس (B) چھ برس (C) سات برس (D) آٹھ برس

615۔ جوں جوں وقت قریب آیا۔۔۔۔۔پریشانی بڑھتی گئی:
(A) توں توں (B) ویسے ویسے (C) جیسے جیسے (D) پھر بھی

616۔ روزنامہ "خبریں" شائع ہو:
(A) گئی ہے (B) گیا ہے (C) گئی ہیں (D) گئیں ہیں

617۔ صحیح گرامر کے مطابق نشان دہی کیجئے۔

(A) ۔ (B) ؟ (C) ( ) (D) ۔

618۔ نکلنا:

(A) تمہاری جیب سے رقم کیسے نکلی (B) سورج نکل رہا ہے (C) وہ اس اور کے لے نکل جاتا ہے (D) پہاڑ سے پانی کا چشمہ نکلا

619۔ بیٹھنا:

(A) آرام سے بیٹھ جاؤ (B) سلیمہ نوکری سے ہاتھ دھو بیٹھی (C) استاد کرسی پر بیٹھا (D) بچے کو درست میں بٹھاؤ

620۔ دینا:

(A) میں نے قرض واپس کر دیا (B) سلیم نے کلیم کو قرض حسنہ دیا (C) اسلم نے آج پرچہ دینا تھا (D) مجھے کتاب دے جاؤ

621۔ ڈالنا:

(A) بچے نے کتاب پھاڑ ڈالی (B) جگ میں پانی ڈالو (C) قلم میں روشنائی ڈالو (D) گملے میں پانی ڈال دو

622۔ رکھنا:

(A) ترازو بکرے سے بھر کر رکھا ہے (B) کتاب الماری میں رکھی ہے (C) اس نے سامان باندھ رکھا ہے (D) اس کے سینے میں دل کی جگہ پتھر رکھا ہے

623۔ کس مغل بادشاہ نے پیغام رسانی کے لئے کبوتر پال رکھے تھے؟

(A) بابر (B) جہانگیر (C) شاہ جہاں (D) اکبر

624۔ پڑنا:

(A) بچہ چھت سے گر پڑا (B) کتا سڑک پر پڑا ہے (C) مجھے اس سے کام پڑ گیا (D) کتاب پڑھ لو

625۔ جانا:

(A) روزانہ کالج جایا کرو (B) جلدی سے ناشتہ لے جاؤ (C) وہاں جا کر مراد پالو (D) لاہور جا کر قسمت بدل لو

626۔ دینا:

(A) اسے کتاب دے دو (B) اسے چائے دے آؤ (C) کسی کو کچھ دے کر احسان نہ جتاؤ (D) خیرات دینا اچھی بات ہے

627۔ وہ بدزبان ہی نہیں ــــــ بدتمیز بھی ہے:

(A) مگر (B) لیکن (C) خواہ (D) بلکہ

628۔ "مکاتیب غالب" چھپ ــــــ:

(A) گیا (B) گئے (C) گئی (D) گئیں

629۔ پڑنا:

(A) گاڑی چل پڑی (B) اسے کام پڑ گیا (C) وہ بستر پر پڑا رہا (D) کتاب میز پر پڑی ہے

630۔ چکنا:

(A) سورج ڈوب چکا (B) اسے چک پڑ گئی (C) اس کا نشانہ چوک گیا (D) اس نے اپنا حساب چکا دیا

631۔ کرنا:

(A) بحث مت کریں (B) میرا کام ضرور کرنا (C) صبح سویرے اٹھا کرو (D) آپ بھی کمال کرتے ہیں

632۔ ڈالنا:

(A) گلاس میں پانی ڈالو (B) بچے نے اخبار پھاڑ ڈالا (C) جگ میں دودھ ڈالو (D) آج کا کام کل پر نہ ڈالو

633۔ دینا:

(A) مجھے کچھ رقم ادھار دینا (B) مجھے کتاب دینا (C) مجھے امتحان دینا ہے (D) میں نے پرچہ دے دیا

634۔ قادسیہ کی جنگ میں ایرانیوں کو کس شخصیت پر بھروسا تھا؟

(A) رستم (B) سہراب (C) محمد بن قاسم (D) مثنیٰ

635۔ ڈاکٹر گبرگ اسکیموؤں پر کتاب لکھنے کے لئے کہاں جا کر رہے؟

(A) انگلینڈ (B) فن لینڈ (C) پولینڈ (D) گرین لینڈ

636۔ ــــــ کچھ بھی ہو، اس پر اثر نہیں ہوگا:

(A) اگر (B) مگر (C) چاہے (D) چنانچہ

637۔ بیٹھنا:

(A) سب آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں (B) آؤ، یہاں بیٹھو
(C) اک پرندہ میری دیوار پہ آ بیٹھا ہے (D) وہ میرے حق میں بیٹھ گیا ہے

638۔ نکلنا:

(A) زخم سے خون بہہ نکلا (B) [illegible] (C) [illegible] (D) [illegible]

639۔ دینا:

(A) اس نے مجھے گلے سے لگا لیا (B) [illegible] (C) [illegible] (D) [illegible]

640۔ پانا:

(A) کس نے اس کا نشان پایا ہے (B) [illegible] (C) [illegible] (D) [illegible]

641۔ ڈاکٹر زیدی کس مرض میں مبتلا تھے؟

(A) تپ دق (B) ملیریا (C) [illegible] (D) [illegible]

642۔ مارکونی نے وائرلیس بنانے میں پہلی کامیابی کب حاصل کی؟ (3 مرتبہ)

(A) 1894 (B) 1895 (C) 1896 (D) 1897

643۔ مزاج دار (اکبری) نے کون سی دو چیزیں پسند کیں؟

(A) تسبیح، خاک شفا (B) نارجیل، کھجوریں (C) سرمہ، خاک شفا (D) سرمہ، نارجیل

644۔ لڑکے اور لڑکیاں تعلیم حاصل ـــــــــ:

(A) کرتی ہیں (B) کرتے ہیں (C) کرتا ہے (D) کرتی ہے

645۔ اٹھنا:

(A) تم کب اٹھو گے؟ (B) وہ شہر سے اٹھ آیا ہے (C) بچہ گدگدی سے کھل اٹھا (D) تحصیل مجھے دیکھ کر اٹھ آیا

646۔ جانا:

(A) وہ لاہور چلا گیا ہے (B) وہ نکل جائے گا (C) اب تم جا سکتے ہو (D) وہ کانپ جاتا رہتا ہے

647۔ نکلنا:

(A) سورج نکلا چاہتا ہے (B) شکاری جنگل سے نکل آیا (C) زخم سے خون بہہ نکلا (D) وہ اپنا کام نکالنا چاہتا ہے

648۔ پڑنا:

(A) کتاب پڑی رہنے دو (B) میں رات بھر مسجد میں پڑا رہا (C) وہ ٹھوکر لگتے ہی گر پڑا (D) وہ بات بات پر الجھ پڑتا ہے

649۔ رکھنا:

(A) دوسروں کا خیال رکھو (B) میں روزے رکھ رہا ہوں (C) قلم دوات یہاں رکھی ہے (D) بچوں نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے

650۔ جلسے میں عورتیں بھی آئی ہوئی ـــــــــ:

(A) تھی (B) تھے (C) تھیں (D) تھا

651۔ آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں ـــــ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا:

(A) لہٰذا (B) اگرچہ (C) جب کہ (D) کیوں کہ

652۔ رکھنا:

(A) آپ نے چابی کہاں رکھی ہے (B) ہر شخص نے پتھر اٹھا رکھا ہے (C) میز پر کتاب رکھ دو (D) ٹوکری زمین پر رکھو

653۔ جانا:

(A) جاؤ اپنا کام کرو (B) مجھے ملتان جانا ہے (C) آپ کہاں جائیں گے (D) کاش وہ آ جاتا!

654۔ لینا:

(A) ہمیں اس سے کیا لینا ہے (B) میری رقم لاؤ (C) یہ رقم رکھ لیں (D) بازار سے سودا لانا

655۔ دینا:

(A) مجھے سو روپے دو (B) مجھے سبق سکھا دو (C) ہاتھ میں ہاتھ دو (D) مجھے قلم دو

656۔ چاہنا:

(A) باپ بیٹے کیا چاہتے ہیں (B) طلبہ کو محنت کرنی چاہیے (C) میں اسے چاہتا ہوں (D) مجھے نظر عنایت چاہیے

657۔ مزاج دار بہو سے مراد کہانی کا کون سا کردار ہے؟

(A) زلفن (B) اکبری (C) مجن (D) اصغری

658۔ قلم دوات میز پر ـــــــــ:

(A) ہیں (B) ہو (C) ہے (D) پڑی ہیں

659۔ اس کے ہوش و حواس ـــــــــ: (2 مرتبہ)

(A) جاتے رہے (B) جاتی رہیں (C) جاتی رہیں (D) جاتی ہیں

660۔ ڈالنا:

(A) اس نے کوڑا باسکٹ میں ڈالا (B) اس نے سانپ کو مار ڈالا (C) اس نے برتن میں پانی ڈالا (D) گلاس میں پانی ڈال دو

661۔ وقفہ میں کس سے زیادہ دیر کے لئے رکنا پڑتا ہے:

(A) سکتہ (B) رابطہ (C) ختمہ (D) تفصیلیہ

662۔ رہنا:

(A) وہ میرے پڑوس میں رہتا ہے (B) وہ اس گھر میں رہتے ہیں (C) اس کی پٹائی جاتی رہی (D) میرا یہاں رہنا مشکل ہے

663۔ سکنا:

(A) اگر محنت کرو تو پاس ہو سکتے ہو (B) مریض سکتے میں ہے (C) وقفہ اور سکتہ علامات ہیں (D) تم نے اپنا سکہ نہیں بتایا

664۔ کرنا:

(A) تم میرا یہ کام کرنا (B) تم کمال کرتے ہو (C) وہ یہاں آیا کرتا تھا (D) تم کیا کر رہے ہو

665۔ آنا:

(A) یہاں آؤ (B) اسلم صبح سویرے آیا (C) اسے سکول چھوڑ آؤ (D) تمھیں میرے گھر آنا ہے

2017

666۔ لڑکیاں کالج آئی ہوئی:

(A) تھی (B) تھیں (C) تھا (D) تھے

667۔ تم رونا بند کرو گے ــــــــــــــ نہیں:

(A) خواہ (B) کہ (C) مگر (D) چاہے

668۔ آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں ــــــــــــــ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا: (2 مرتبہ)

(A) تاکہ (B) اگرچہ (C) مگر (D) کیوں کہ

669۔ مناسب علامت لگائیں کیا تم اسکول جاؤ گے

(A) ، (B) ؟ (C) ۔ (D) :-

670۔ سکتے سے زیادہ ٹھہراؤ کے لئے علامت استعمال ہوتی ہے: (4 مرتبہ)

(A) ختمہ (B) قوسین (C) وقفہ (D) تفصیلیہ

671۔ خسرو آرام کس قسم کا بادشاہ تھا؟

(A) بہادر (B) بزدل (C) شیطان صفت (D) فرشتہ سیرت

672۔ کتب خانہ خدیویہ کہاں واقع ہے؟

(A) مصر (B) ایران (C) یونان (D) ترکی

673۔ تفصیلیہ کی علامت کی نشان دہی کیجئے: (3 مرتبہ)

(A) :- (B) ۔ (C) .... (D) =

674۔ جملے میں نفرت کے اظہار کیلئے علامت استعمال کی جاتی ہے: (2 مرتبہ)

(A) ختمہ (B) فجائیہ (C) ندائیہ (D) تفصیلیہ

675۔ کسی بڑے جملے کے اندر چھوٹے چھوٹے جملوں کو الگ کرنے کے لیے علامت لگائی جاتی ہے:

(A) تفصیلیہ (B) ختمہ (C) سکتہ (D) وقفہ

676۔ جملے میں دو سے زیادہ اسماء کے درمیان علامت استعمال کی جاتی ہے:

(A) واوین (B) سوالیہ (C) سکتہ (D) قوسین

677۔ ــــــــــــــ اس نے شیر کو دیکھا وہ کانپنے لگا:

(A) لیکن (B) جوں جوں (C) جیسے جیسے (D) جونہی

678۔ ہم نے اس گائے کی نسل کو مفید ــــــــــــــ

(A) پائی (B) پایا (C) پائیں (D) پائے

679۔ ایسی باتوں سے عزت اور وقار ــــــــــــــ

(A) جاتی رہتی ہے (B) جاتا رہتا ہے (C) جاتے رہتے ہیں (D) جاتی رہتی ہیں

680۔ اس کے بیوی بچے آ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔:

(A) گیا (B) گئے (C) گئیں (D) گئی

681۔ علامہ محمد اقبال کے خیال میں خودی کی کتنی منازل ہیں؟

(A) 2 (B) 3 (C) 4 (D) 5

682۔ دلھن کون تھی؟

(A) گھریلو ملازمہ (B) مزاج دار کی سہیلی (C) جمن کی بھانجی (D) گھریلو عورت

683۔ جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کے سپہ سالار کون تھے: (2مرتبہ)

(A) خالد بن ولیدؓ (B) موسیٰ بن نصیر (C) طارق بن زیاد (D) سعد بن وقاصؓ

684۔ کمرے میں استاد تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ شاگرد:

(A) یا (B) نہ (C) مگر (D) بلکہ

685۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ آتا تو میں اس کی مدد کرتا:

(A) اگر (B) بلکہ (C) بے شک (D) چاہے

686۔ "کلیات آتش" چھپ ۔۔۔۔۔۔۔۔:

(A) گئی ہے (B) گئے ہیں (C) گئیں ہیں (D) گیا ہے

687۔ آپ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انتظار نہ کریں:

(A) میرا (B) میرے کا (C) میری (D) میرے

688۔ کسی شخص کے قول کے دونوں طرف کی کون سی علامت استعمال ہوتی ہے:

(A) واوین (B) تفصیلیہ (C) قوسین (D) خط

689۔ کسی کو پکارنے یا مخاطب کرنے کیلئے کون سی علامت استعمال ہوتی ہے:

(A) واوین (B) ندائیہ (C) رابطہ (D) ختمہ

690۔ حمص کے عیسائی نے کس کی شکایت کی؟

(A) مزاحم (B) ابن جوزی (C) عبدالملک (D) عباس

691۔ مولوی نذیر احمد کس ادارے سے فارغ التحصیل تھے؟ (3مرتبہ)

(A) دلی کالج (B) پنجاب یونیورسٹی (C) علی گڑھ (D) فورٹ ولیم کالج

692۔ ہم نے سنگتروں کو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(A) میٹھے پائے (B) میٹھا پایا (C) میٹھے پایا (D) میٹھی پائی

693۔ گھر عورت کی جنت ۔۔۔۔۔۔۔۔: (4مرتبہ)

(A) ہوتی ہے (B) ہوتا ہے (C) ہوتیں ہیں (D) ہوتے ہیں

694۔ یہ گھوڑا گاڑی کس ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے؟

(A) کا (B) کی (C) کے (D) کیں

695۔ آزاد کشمیر کے درج ذیل اضلاع ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ علامت آئے گی:

(A) : (B) ؟ (C) :- (D) !

696۔ سکتہ سے زیادہ ٹھہراؤ ہوتا ہے:

(A) ختمہ (B) رابطہ (C) وقفہ (D) سوالیہ

697۔ کسی کو مخاطب کرنے کیلئے علامت لگتی ہے:

(A) ندائیہ (B) وقفہ (C) قوسین (D) واوین

698۔ زبیر کو پھانسی کس نے دی؟

(A) عبداللہ نے (B) جلاد نے (C) ہجوم نے (D) قاضی نے

699۔ وہ قلم دوات کس ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(A) کی ہے (B) کا ہے (C) کے ہیں (D) کی ہیں

700۔ ماں بیٹا ہنسی خوشی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(A) رہتا تھا (B) رہتے تھے (C) رہتی تھی (D) رہتی تھیں

701۔ اس کے بیوی بچے ــــــــــــ (2 مرتبہ)

(A) آگیا (B) آگئی (C) آگئیں **(D)** آگئے

702۔ اسے گھر بھیج دو ــــــــ باہر نکال دو۔

(A) نہ (B) مگر (C) چونکہ **(D)** یا

703۔ پاکستان کے دس بڑے شہر یہ ہیں ــــــــ (2 مرتبہ)

(A) ۔ (B) ؟ (C) ! **(D)** :-

704۔ سبحان اللہ ــــــــ کیا سہانا سماں ہے:

(A) ؟ (B) :- (C) ۔ **(D)** !

705۔ اظہار نفرت کے لیے کونسی علامت آئے گی؟

(A) ختمہ (B) قوسین (C) رابطہ **(D)** فجائیہ

706۔ زبیر کا جرم کیا تھا:

(A) قتل (B) اغوا (C) چوری (D) ڈاکا

707۔ حمص کے عیسائی نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کس کے مطابق فیصلہ چاہا:

(A) بائبل (B) انجیل **(C)** قرآن پاک (D) حدیث پاک ﷺ

708۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ مولانا ظفر علی خان استاد ہیں: (2 مرتبہ)

(A) زبان کے **(B)** زبان اور محاورے کے (C) سیاحت کے (D) سیاست کے

709۔ کس دریا کو ٹیڑھی میڑھی جوئے کم آب کہا گیا ہے:

(A) دریائے نیلم **(B)** دریائے کابل (C) دریائے ستلج (D) دریائے راوی

710۔ ــــــــ وہ نہیں آتا، اس لیے میں بھی نہیں جاتا:

(A) کیونکہ (B) اگر (C) جبکہ **(D)** چونکہ

711۔ جوں جوں بلندی پر گئے ــــــــ ٹھنڈک بڑھتی گئی: (2 مرتبہ)

(A) ویسے ویسے (B) تیسے تیسے **(C)** توں توں (D) اس لیے

712۔ ــــــــ ادبی دنیا ــــــــ بند ہو گیا ہے:

(A) ( ) **(B)** " " (C) ' ' (D) ۔

713۔ سعدیہ ــــــــ ساجدہ اور ارم ذہین طالبات ہیں:

(A) ، (B) ؛ (C) : (D) :-

714۔ جملے میں سکتے سے زیادہ ٹھہراؤ کے لیے لگاتے ہیں: (2 مرتبہ)

(A) ختمہ **(B)** وقفہ (C) رابطہ (D) خط

715۔ آپ اچھے انسان ہیں ــــــــ

(A) تفصیلیہ (B) ندائیہ **(C)** ختمہ (D) سکتہ

716۔ ـــــــ یہ علامت کس کی ہے:

(A) ختمہ (B) قوسین (C) فجائیہ **(D)** خط

717۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کی تجہیز و تکفین کے مصارف کے بعد کتنے دینار باقی بچے؟

(A) 10 (B) 15 (C) 20 (D) 5

718۔ ہر طرف ہری ہری گھاس ــــــــ ہے:

(A) اگا **(B)** اگی (C) اگیں (D) اگے

719۔ کھانا کھالو ــــــــ چلے جانا:

(A) پھر (B) جب (C) تب (D) مگر

720۔ لڑکیاں کپڑے دھو ــــــــ

(A) رہیں ہیں (B) رہی ہے (C) رہیں ہے **(D)** رہی ہیں

721۔ جب سکتے سے زیادہ ٹھہراؤ مقصود ہو تو کونسی علامت استعمال ہوتی ہے؟

(A) رابطہ　(B) وقفہ　(C) ختمہ　(D) تفصیلیہ

722۔ واوین کی علامت کونسی ہے: (2 مرتبہ)

(A) :　(B) " "　(C) !　(D) -

723۔ الٰہی

(A) !　(B) :　(C) ؛-　(D) ،

724۔ مسلمان حکمرانوں نے مواصلات کو ترقی دی:

(A) گھڑسواری سے　(B) اونٹوں سے　(C) کبوتروں سے　(D) ریل گاڑیوں سے

725۔ اس نے گھوڑا گاڑی خرید ــــــــــــــــ

(A) لیا　(B) لیے　(C) لی　(D) لیں

726۔ لڑکیوں نے کہا: ہم کھانا کھا

(A) رہی ہیں　(B) رہے ہیں　(C) رہیں ہے　(D) رہیں ہیں

727۔ آمنہ ــــــــ گاتی ہے:

(A) اچھا　(B) اچھی　(C) اچھے　(D) اچھا اچھا

728۔ جملے میں سب سے کم ٹھہراؤ کی علامت ہے:

(A) سکتہ　(B) وقفہ　(C) ختمہ　(D) رابطہ

729۔ ہمارے قومی اداروں کی تفصیل یہ ہے:

(A) :　(B) !　(C) :-　(D) -

730۔ خط کی علامت ہے: (3 مرتبہ)

(A) -　(B) ــــــــــ　(C) ()　(D) """"

731۔ ٹیلی گرافی کا موجد کون تھا؟

(A) فنلے مورس　(B) ہرٹز　(C) ڈاکٹر فلیمنگ　(D) مارکونی

732۔ تجہیز و تکفین کے بعد عمر بن عبدالعزیز کی کتنی وراثت بچی؟

(A) 17 دینار　(B) 13 دینار　(C) 10 دینار　(D) 19 دینار

733۔ کتنے دنوں بعد جہاز کو حبشہ پر پہنچا؟

(A) 9 دن　(B) 18 دن　(C) 10 دن　(D) 15 دن

734۔ وہ گھر نہ گیا ــــــــ سکول چلا گیا:

(A) اس لیے　(B) بلکہ　(C) جبکہ　(D) البتہ

735۔ جو بوئے گا ــــــــ کاٹے گا:

(A) پھر　(B) وہی　(C) تب　(D) جب

736۔ کسی کو مخاطب کرنے کے لئے علامت لگتی ہے:

(A) وقفہ　(B) ندائیہ　(C) قوسین　(D) واوین

737۔ ارے انداز قائم کرو ــــــــ علامت آئے گی:-

(A) ؟　(B) ؛　(C) " "　(D) -

738۔ بیگم اختر ریاض الدین نے کار کا ماڈل کیا بتایا؟

(A) 1857ء　(B) 1858ء　(C) 1903ء　(D) 1803ء

739۔ پہلا تار اٹلی سے فرانس کب بھیجا گیا؟ (2 مرتبہ)

(A) 28 مارچ 1899ء　(B) 27 مارچ 1899ء　(C) 28 مارچ 1799ء　(D) 27 مارچ 1799ء

740۔ وصیت کے لیے مسلمہ نے عمر بن عبدالعزیز کو کتنی رقم دینا چاہی؟

(A) ایک لاکھ دینار　(B) دو لاکھ دینار　(C) تین لاکھ دینار　(D) دس لاکھ دینار

741۔ "قصص ہند" پڑھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔:
(A) گئے (B) گیا **(C)** گئی (D) گئیں

742۔ ایم۔۔۔۔اے، پی۔۔۔۔ایچ۔۔۔۔ڈی میں علامت آئے گی (2 مرتبہ)
(A) رابطہ (B) سکتہ (C) وقفہ **(D)** ختمہ

743۔ مناقب عمر بن عبدالعزیزؒ، علامہ شبلی نعمانی کی کس کتاب سے لیا گیا ہے؟
(A) الفاروق **(B)** مقالاتِ شبلی (C) الغزالی (D) المامون

744۔ "اکبری کی حماقتیں" میں شاہ صاحب نے بیگم کو کتنی لونگیں دیں؟
(A) 12 (B) 13 (C) 14 (D) 15

745۔ "تمہاری نیکیاں زندہ تمہاری خوبیاں باقی" سے کس سبق کا آغاز ہوتا ہے؟
(A) مولوی نذیر احمد دہلوی (B) قرطبہ کا قاضی (C) نواب محسن الملک **(D)** ایوب عباسی

746۔ علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ کب حاصل ہوا؟
(A) 1920ء (B) 1921ء (C) 1922ء (D) 1923ء

747۔ شاہد احمد دہلوی نے مولوی نذیر احمد کو آخری بار۔۔۔۔۔۔۔۔برس کی عمر میں دیکھا۔
(A) پانچ (B) سات (C) نو (D) گیارہ

748۔ علی پر اعتماد کرلو۔۔۔۔۔۔۔۔وہ دھوکہ باز نہیں:
(A) چونکہ **(B)** کیونکہ (C) اگرچہ (D) اس لیے

749۔ شاہد نے یہ امر تجویز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔:
(A) کیا (B) کیے (C) کی (D) کیں

750۔ قلم دوات یہاں:
(A) پڑے ہیں **(B)** پڑی ہے (C) پڑی ہیں (D) پڑے ہے

751۔ سکتہ سے زیادہ ٹھہراؤ کیلئے استعمال ہوتا ہے:
(A) ختمہ (B) رابطہ **(C)** وقفہ (D) خط

752۔ حیدرآباد کا بجٹ کس ملک کے بجٹ کے نمونے پر تھا؟
(A) ترکی (B) افغانستان **(C)** مصر (D) برطانیہ

753۔ ڈاکٹر زیدی کا ٹمپریچر کتنا تھا؟
(A) 100 (B) 101 (C) 102 (D) 103

754۔ اس کا مال اسباب، دکانیں اور زمین بک۔۔۔۔۔۔۔:
(A) گئی (B) لئے (C) گئیں (D) گیا

755۔ میں نے "جنگ" پڑھ۔۔۔۔۔۔۔۔:
(A) لیے **(B)** لیا (C) لی (D) لیں

756۔ اگرچہ وہ غریب ہے۔۔۔۔۔۔۔ایماندار ہے۔
(A) جبکہ **(B)** مگر (C) کیونکہ (D) چنانچہ

757۔ تم آؤ۔۔۔۔۔۔۔۔تمہارا بھائی، ایک ہی بات ہے:
(A) یا (B) ورنہ (C) جو (D) تو

758۔ فارسی زبان کو عدالتوں سے کب خارج کیا گیا؟
(A) 1836ء **(B)** 1837ء (C) 1838ء (D) 1839ء

759۔ بحوالہ "پہلی فتح" فوج کی قیادت کتنے سال کے نوجوان کے سپرد تھی؟
(A) سترہ سالہ (B) اٹھارہ سالہ (C) انیس سالہ (D) بیس سالہ

760۔ بحوالہ "مولانا ظفر علی خان" کلکتے کے بعد مصنف نے کس شہر میں ملازمت اختیار کی؟
(A) دہلی (B) لکھنو **(C)** لاہور (D) کراچی

761۔ بحوالہ "ایک سفرنامہ جو کہیں کا بھی نہیں ہے" افغانستان میں چھاپے کا کام کون کرتا ہے؟

(A) پرائیویٹ **(B)** گورنمنٹ پریس (C) محکمہ آثار قدیمہ (D) محکمہ تعلیم

762۔ وہ خوب صورت تو ہے ــــــــ اخلاق اچھے نہیں ہیں۔

(A) جبکہ **(B)** مگر (C) افسوس (D) چونکہ

763۔ اس کا باغ، دکانیں اور زمین سب بک ــــــــ (2 مرتبہ)

(A) گیا **(B)** گئی (C) گئے (D) گئیں

764۔ اللہ ایک ہے۔ میں علامت آئی ہے۔ (2 مرتبہ)

(A) وقفہ (B) رابطہ **(C)** ختمہ (D) تفصیلیہ

765۔ اکبری کو کس کے لاڈ پیار نے بگاڑا؟

(A) ماں کے (B) بہن کے (C) دادی کے **(D)** نانی کے

766۔ نواب محسن الملک کو مطلق نہیں آتی تھی۔

(A) انگریزی (B) اردو (C) عربی (D) فارسی

767۔ مولانا ظفر علی خاں کو تو عمر سے محروم ہونے کی وجہ تھی۔ (2 مرتبہ)

(A) بیماری **(B)** ورزش (C) فاقہ کشی (D) کم خوراک

768۔ مشکل کے وقت مال، روپیہ، جائیداد کچھ کام نہیں ــــــــ:

(A) آتی (B) آتے (C) آتیں **(D)** آتا

769۔ ــــــــ وہ آتا تو میں جاتا۔

(A) چوں کہ (B) کیوں کہ **(C)** اگر (D) جب

770۔ سبق "ہوائی" کس نے لکھا:

(A) ریاض الدین **(B)** بیگم اختر ریاض الدین (C) سلیم اختر (D) میاں بشیر احمد

771۔ زبیر نے کس کا قتل کیا، بحوالہ سبق قرطبہ کا قاضی: (2 مرتبہ)

(A) دوست **(B)** رقیب (C) چچازاد (D) ماموں زاد

772۔ ہم نے پہاڑی لوگوں کو جفاکش ــــــــ:

(A) پایا (B) پائی (C) پائے (D) پائیں

773۔ کسی بڑے جملے کے چھوٹے اجزاء کو الگ کرنے کیلئے علامت لگائی جاتی ہے:

(A) سوالیہ **(B)** وقفہ (C) رابطہ (D) فجائیہ

774۔ سکتے سے زیادہ ٹھہراؤ پر علامت لگائی جاتی ہے:

(A) رابطہ **(B)** وقفہ (C) ندائیہ (D) استفہامیہ

775۔ خسرو آرام بادشاہ تھا:

(A) بڑا ظالم **(B)** فرشتہ سیرت (C) بے وقوف (D) چالاک

776۔ سبق "مواصلات کے جدید ذرائع" کا مصنف ہے:

(A) ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی **(B)** ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن (C) بیگم اختر ریاض الدین (D) حسن نظامی

777۔ سبق "ہوائی" صنفِ ادب ہے:

(A) افسانہ **(B)** سفرنامہ (C) ڈرامہ (D) ناول

778۔ ــــــــ آگے راستہ بند تھا، اس لیے ہمیں واپس آنا پڑا:

(A) جبکہ (B) کیوں کہ **(C)** چونکہ (D) جب

779۔ بیگم نے فرمایا ہم نہیں آئیں ــــــــ:

(A) ہیں **(B)** گے (C) گی (D) گئیں

780۔ عزیز ساتھیو ــــــــ غور سے سنو۔

(A) ، **(B)** ! (C) ۔ (D) ؟

781۔ سوالیہ جملے کے بعد کون سی علامت استعمال ہوتی ہے:

(A) ۔ **(B)** ؟ (C) ، (D) !

2018

782۔ خدا کسی شریف انسان کو نہ لے جائے:
(A) ہوائی (B) کلکتہ (C) ہانگ کانگ (D) ہونولولو

783۔ محمد بن قاسم سپہ سالار بنے تو ان کی عمر تھی:
(A) سترہ سال (B) انیس سال (C) اکیس سال (D) تیئس سال

784۔ عمرؓ بن عبدالعزیز مذہب کی تصویر تھے:
(A) عملی (B) مجسم (C) مکمل (D) جامع

785۔ دریائے کابل بیچوں بیچ بہتا ہے:
(A) گاؤں کے (B) قصبے کے (C) پہاڑوں کے (D) شہر کے

786۔ علی نے کاغذ، قلم اور پنسلیں:
(A) خریدی (B) خریدا (C) خریدیں (D) خریدے

787۔ اگرچہ وہ میرا بیٹا ہے ______ نافرمان ہے:
(A) لیکن (B) بلکہ (C) چاہے (D) کیونکہ

788۔ ڈالنا:
(A) گلاس میں پانی ڈالو (B) مہنگائی نے مار ڈالا (C) مصیبت نہ ڈالو (D) کتاب بستے میں ڈال دو

789۔ رہنا:
(A) آپ کہاں رہتے ہیں (B) آج کام رہنے دو (C) وہ بس سے رہ گیا (D) سورج طلوع ہو رہا ہے

790۔ رکھنا:
(A) اس نے قبضہ جما رکھا ہے (B) میں نے قلم رکھا (C) دوسروں کا خیال رکھو (D) کرسی یہاں رکھ دو

791۔ چکنا:
(A) میں کھانا کھا چکا (B) میں نے حساب چکا دیا (C) چکنا پراٹھا اچھا نہیں (D) اسے قرض چکانا پڑا

792۔ بیگم اختر ریاض الدین کس کام میں طاق ہو گئی تھیں؟
(A) گھر سمیٹنے میں (B) بوریا بستر سمیٹنے میں (C) دولت سمیٹنے میں (D) شہرت سمیٹنے میں

793۔ لڑکا اور لڑکی ______:
(A) آئی (B) آئے (C) آئیں (D) آیا

794۔ ______ آپ کی بھینس مر گئی۔
(A) سبحان اللہ (B) افسوس (C) واہ (D) جزاک اللہ

795۔ خاموش بیٹھو ______ کمرے سے نکل آؤ۔
(A) یا (B) اگرچہ (C) بلکہ (D) بے شک

796۔ استاد نے اسے خوب ڈانٹا ______ وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔
(A) حالانکہ (B) چونکہ (C) مگر (D) البتہ

797۔ ______ تم نہ آئے تو پھر کون آئے گا؟
(A) سو (B) پھر (C) جو (D) اگر

798۔ ہونا:
(A) یہ کیا ہو رہا ہے (B) ہر روز ایسا ہی ہوتا ہے
(C) کاش میں نے وقت سے فائدہ اٹھایا ہوتا (D) آپ سچے ہو

799۔ لگنا:
(A) وہ آپ کا کیا لگتا ہے (B) آخر کار وہ کام کرنے لگا
(C) وہ مجھے اچھا لگتا ہے (D) آپ کو میری کون سی بات بری لگی

800۔ دینا:
(A) مجھے سو روپے دو (B) ذرا ہاتھ میں ہاتھ دو
(C) وقت ہمیں کئی سبق دیتا ہے (D) ہماری فوج نے دشمن کا غرور خاک میں ملا دیا۔

801۔ رہنا:
(A) ارشد گاؤں میں رہتا ہے (B) اتنی دیر کہاں رہے
(C) شاہ زیب دو سال سے چمن میں رہ رہا ہے (D) وہ اپنے گھر میں رہتا ہے

802۔ ڈاکٹر زیدی کی اٹھارہ بیس برس پہلے خوب چلتی تھی:
(A) دکان (B) دوائی (C) پریکٹس (D) کتاب

803۔ ہم شرماشری میں نہیں گئے:
(A) سپر مارکیٹ (B) جونا مارکیٹ (C) انار کلی (D) چونا منڈی

804۔ "گنجینۂ گوہر" سے سبق لیا گیا ہے: (2 مرتبہ)
(A) دستک (B) ایوب عباسی (C) قرطبہ کا قاضی (D) مولوی نذیر احمد دہلوی

805۔ ہوائی کا وقت جاپان سے پیچھے ہے:
(A) 2 گھنٹے (B) 5 گھنٹے (C) 20 گھنٹے (D) 24 گھنٹے

806۔ ________ آگے راستہ بند تھا، اس لئے ہمیں واپس آنا پڑا:
(A) اگرچہ (B) اگر (C) چونکہ (D) جبکہ

807۔ وقفے سے زیادہ ٹھہراؤ کی علامت ہے:
(A) ، (B) : (C) ! (D) ؟

امدادی افعال کے صحیح استعمال کو مدنظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجئے۔

808۔ لگنا:
(A) آگ کیسے لگی (B) کشتی کنارے جا لگی (C) اسے پینٹ کوٹ کیسا لگ رہا ہے (D) وہ آپ کا کیا لگتا ہے

809۔ آنا:
(A) وہ گھر آ گیا ہے (B) اب آ بھی جاؤ (C) برسات کا موسم آ رہا ہے (D) باغ میں چلے آؤ

810۔ پڑنا:
(A) مجھے ضروری کام پڑ گیا (B) کتاب میز پر پڑی ہے (C) بچہ دوڑتے ہوئے گر پڑا (D) گیند کہاں پڑی ہے

811۔ چکنا:
(A) وہ اپنا قرض ادا کر چکا ہے (B) اسے چک پڑ گئی ہے (C) یہ فرش بہت چکنا ہے (D) احمد نے قرض چکا دیا

812۔ کلنٹہ کس کی جائے پیدائش ہے:
(A) مرزا غالب کی (B) بیگم اختر ریاض الدین (C) میر تقی میر کی (D) میر انیس کی

813۔ جیسے جیسے وہ مجھ سے دور ہوتے گئے ________ دل سے اترتے گئے:
(A) ایسے ایسے (B) کیسے کیسے (C) جوں جوں (D) ویسے ویسے

814۔ میں نے سلمٰی کی زلفوں کو لمبا ________
(A) پایا (B) پائیں (C) پائے (D) پائی

815۔ السلام علیکم کے بعد کون سی علامت لگے گی:
(A) :- (B) ؟ (C) (:) (D) !

امدادی افعال کے صحیح استعمال کو مدنظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجئے۔

816۔ دینا:
(A) اس نے مجھے انعام دیا (B) ڈاکیے نے آج خط دیا۔ (C) اسلم نے ادھار رقم دی۔ (D) میں نے اسے سمجھا دیا۔

817۔ نکلنا:
(A) کلاس سے نکل جاؤ۔ (B) امجد نے مجھے کمرے سے نکال دیا۔
(C) وہ جانب منزل چل نکلا۔ (D) مریض کا دم نکل گیا۔

818۔ رہنا:
(A) وہ ایک مدت سے یہاں رہتا ہے۔ (B) اب رہنے بھی دو۔
(C) اسلم کرائے کے مکان میں رہ رہا ہے۔ (D) آرام سے رہو۔

819۔ لینا:
(A) اس نے اپنا انتقام لیا۔ (B) وہ پرس لے اڑا۔ (C) یہ رقم رکھ لیجئے۔ (D) امجد نے نئی گاڑی لی۔

820۔ ڈالنا
(A) اپنا بستر بکس میں ڈال دو۔ **(B)** صنم نے مار ڈالا۔ (C) جیب میں رقم ڈالو۔ (D) گلاس میں پانی ڈالو۔

821۔ ابو جی عباس کس رنگ کی شیروانی پہنتے تھے:
(A) سفید (B) سیاہ (C) سرخ **(D)** گلابی

822۔ کلی کی موتیوں کی جوڑی کتنے پیسے کی تھی:
(A) تین (B) چار (C) پانچ (D) چھ

823۔ ملک فراخ کے بادشاہ کا نام تھا:
(A) دل آرام (B) بہرام **(C)** خسرو آرام (D) ہشام

824۔ دوڑ سے آیا ______ کام مکمل کر لیا: (2 مرتبہ)
(A) اور (B) بلکہ (C) چونکہ **(D)** البتہ

825۔ راوی لاہور میں ______:
(A) بہتی ہے **(B)** بہتا ہے (C) بہتے ہیں (D) بہہ رہا ہے

826۔ یہ کام کرو ______ وہ کام کراؤ۔
(A) نہ (B) یوں **(C)** یا (D) جو

827۔ یہ گھاس ______ سبز ہے۔
(A) کتنا **(B)** کتنی (C) کتنے (D) کیسا

828۔ قلم دوات کہاں رکھی ہے
(A) ۔ **(B)** ؟ (C) : (D) !

829۔ لگنا:
(A) وہ خوبصورت لگتا ہے (B) وہ تمہیں کیا لگا؟ **(C)** وہ دیوار سے جا لگا۔ (D) وہ اتنا بدصورت کیوں لگتا ہے۔

830۔ لینا:
(A) ہمیں اس سے کیا لینا۔ (B) جلدی سے کتاب لاؤ۔ **(C)** اشفاق نے روزہ افطار کر لیا۔ (D) خیام نے دکان سے قلم اٹھایا

831۔ کرنا:
(A) تم یہاں کیا کرتے ہو (B) وہ سکول کا کام کرتا رہا **(C)** وہ دل لگا کر پڑھا کرتے تھے۔ (D) تم یہ کیا کرتے رہتے ہو؟

832۔ ڈالنا:
(A) بلی نے چوہوں کو مار ڈالا۔ (B) ہم نے ووٹ ڈالا۔ (C) اس نے جیب میں پیسے ڈالے۔ (D) تم نے پلیٹ میں کھانا ڈالا۔

833۔ سکنا:
(A) وہ انگلش بول سکتا ہے (B) وہ دیکھ لیتا ہے (C) تم عربی سیکھتے ہو۔ (D) اس نے سب کچھ سیکھا۔

834۔ کاملی ہوٹل میں روزانہ کا اچھا کمرہ ہے۔ (2 مرتبہ)
(A) ایک ڈالر (B) سات ڈالر (C) دس ڈالر **(D)** چار ڈالر

835۔ چنال جوہری زبردستی فن کے لیے باندھ دیتا تھا۔ (2 مرتبہ)
(A) دو سو روپے (B) پانچ سو روپے (C) پچاس روپے (D) ایک سو روپے

836۔ مولوی نذیر احمد شادی کے وقت ملازم تھے: (2 مرتبہ)
(A) پندرہ روپے کے (B) دس روپے کے (C) بیس روپے کے (D) پچاس روپے کے

837۔ میں نے یہاں کے آم میٹھے -------
(A) پائیں (B) پائی **(C)** پائے (D) پایا

838۔ یہ عورت بڑی ______
(A) لڑاکی ہے (B) لڑاکو ہے (C) لڑاکیں ہے **(D)** لڑاکا ہے

839۔ تم نے آج اخبار جنگ ______
(A) دیکھی **(B)** دیکھا (C) دیکھیں (D) دیکھیے

840۔ آج عمران کالج نہیں آسکا ______ اس کا بیٹا بیمار تھا۔
(A) اگرچہ (B) کہ **(C)** کیونکہ (D) چنانچہ

841۔ مختصر ترین ٹھہراؤ کے لئے علامت استعمال ہوگی۔ (2مرتبہ)

(A) ، (B) (C) " " (D) ؟

842۔ رہنا:

(A) علی لاہور جا رہا ہے (B) اصولوں پر قائم رہنا چاہئے (C) ہنگامہ رات بھر جاری رہا۔ (D) شاہد گاؤں میں رہتا ہے

843۔ لگنا:

(A) تیر نشانے پر جا لگا (B) میں کیسا لگ رہا ہوں؟ (C) ٹی وی پر کارٹون لگے ہوئے ہیں (D) کیا آپ کو بری بات بری لگی۔

844۔ کرنا:

(A) غلط کام مت کریں (B) میں نے یہ کام کر دیا ہے (C) کاش وہ محنت کرتا (D) کھانا وقت پر کھایا کرو

845۔ ڈالنا:

(A) چائے میں چینی ڈالنا۔ (B) گڑھے میں مٹی ڈالو۔ (C) بچے نے کتاب پھاڑ ڈالی۔ (D) یہ خط ڈال آؤ۔

846۔ لینا:

(A) میں نے یہ مکان خرید لیا ہے۔ (B) مجھے قلم لا دو۔ (C) بازار سے کتاب لے آؤ۔ (D) قسمت ہمیں کہاں لے آئی؟

847۔ علامہ ابن جوزی نے کون سی کتاب لکھی تھی؟

(A) الفاروق (B) المامون (C) الغزالی (D) سیرت العمرین

848۔ ڈاکٹر زیدی کے دروازے کی گھنٹی بجی تو کون آیا؟

(A) فقیر (B) سقا (C) کوئی بھی نہیں (D) ڈاکٹر برہان

849۔ ایسٹ ویسٹ سنٹر کی ایمان شکن چیز کون سی ہے؟

(A) طلبہ کی گاڑیاں (B) جاپانی باغ (C) لوگوں کا لباس (D) لائبریری

850۔ مخط کہتے ہیں۔

(A) وقف مطلق کو (B) سوالیہ کو (C) وقف خفیف کو (D) لکیر کو

851۔ میرے دو قلم اور ایک کاپی کھو۔

(A) گئے ہیں (B) گئیں ہیں (C) گئی ہیں (D) گئی ہے

852۔ وہ حافظ قرآن ہی نہیں ________ عالم بھی ہے۔

(A) صرف (B) حالانکہ (C) اگرچہ (D) بلکہ

853۔ سچ بولو ________ ندامت سے بچے رہو۔

(A) چنانچہ (B) البتہ (C) تاکہ (D) چاہیے

854۔ آنا:

(A) اسے سکول چھوڑ آؤ (B) وہ جلدی واپس آجائے گا (C) میں ابھی آتا ہوں (D) آؤ لاہور چلتے ہیں

855۔ پانا:

(A) چور بہت سامال دیکھ کر خوش ہوا (B) خبردار چور نہ جانے پائے۔ (C) اللہ کرے تم جلد اپنی منزل پالو۔ (D) محض دولت پالینا کامیابی نہیں

856۔ دینا:

(A) ذرا مجھے اپنا قلم دینا (B) میں نے سعد کو خط لکھ دیا ہے (C) اللہ ہر ایک کو رزق دیتا ہے (D) وہ تمہیں کچھ نہ کچھ ضرور دے گا

857۔ سکنا:

(A) میرا سگا بھائی ہے (B) سکون کی زندگی بسر کرو۔ (C) آپ چاہیں تو شام کو آسکتے ہیں (D) وہ تین اسما کے ذکر میں ہمیشہ سکتہ لگتا ہے

858۔ نکلنا:

(A) یہاں سے نکلتے جاؤ (B) کام نکل گیا تو وہ بیگانہ ہوگیا (C) یہ مصیبت کدھر سے آنکلی۔ (D) دیکھو چور ہاتھ سے نکل نہ جائے

859۔ محنت پسند خردمند کو کس کا شاگرد بتایا گیا:

(A) کمال کا (B) محنت کا (C) ہنر کا (D) غرور کا

860۔ مولانا ظفر علی خاں عام طور پر کتنی دیر میں نظم مکمل کر لیا کرتے تھے:

(A) دو گھنٹے میں (B) ڈیڑھ گھنٹے میں (C) ایک گھنٹے میں (D) آدھ گھنٹے میں

861۔ وہ صرف چھوٹا ہی نہیں ______ چور بھی ہے:-
(A) لیکن (B) بلکہ (C) کیونکہ (D) چونکہ

862۔ آنا:
(A) کسی روز میرے گھر آنا (B) میرے سامنے مت آؤ۔ (C) ادھر ادھر کو آؤ۔ (D) سنبھالے آؤ۔

863۔ ڈالنا:
(A) اس نے لیٹر بکس میں خط ڈالا۔ (B) اسلم نے گلاس میں پانی ڈالا۔ (C) بلی نے چوہے کو مار ڈالا۔ (D) اس نے سالن میں نمک ڈالا۔

864۔ لگنا:
(A) مجھے بھوک لگی ہے (B) کشتی کنارے پر جا لگی۔ (C) مزدور کے سر میں اینٹ لگی۔ (D) اسلم اچھا لگتا ہے۔

865۔ رکھنا:
(A) کتابیں سنبھال رکھو۔ (B) کپڑے الماری میں رکھو۔ (C) روزے رکھنے فرض ہیں۔ (D) کاپی میز پر رکھو۔

866۔ پڑنا:
(A) وہ فرش پر پڑا رہا۔ (B) بچہ گر پڑا۔ (C) کاپی میز پر پڑی ہے۔ (D) اسلم نے اماں پڑھا۔

867۔ نواب محسن الملک کو بہت شوق تھا:
(A) سیر کا (B) تحریر کا (C) تقریر کا (D) مطالعے کا

868۔ دبیر کو کس نے پھانسی دی:
(A) جلاد نے (B) اس کے باپ نے (C) عبداللہ نے (D) فوج نے

869۔ آپ کے مزاج ______:
(A) کیا ہیں (B) کس طرح ہیں (C) کیسے ہیں (D) کیسا ہیں

870۔ میں نے ارشد ______ کتاب دی:
(A) کو ہی (B) ہی کو (C) کو تو (D) بھی کو

871۔ "کلیات مجید امجد" چھپ ______: (2 مرتبہ)
(A) گئے (B) گئی (C) گیا (D) گئیں

872۔ جو کرے گا ______ سو بھرے گا:
(A) ؛ (B) ، (C) : (D) :-

873۔ علی۔ الہام۔ خیام اور ریحان گہرے دوست ہیں:
(A) ؟ (B) ؛ (C) ، (D) :

امدادی افعال کے صحیح استعمال کو مدنظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجئے۔

874۔ چاہنا:
(A) وہ اسے چاہتا ہے (B) مجھے اس نے چاہا (C) موسم خزاں آیا چاہتا ہے (D) اسے چاہا گیا

875۔ آنا:
(A) وہ یہاں آیا۔ (B) تم میرے پاس آؤ۔ (C) مجھے کالج چھوڑ آؤ۔ (D) ذرا یہاں آنا۔

876۔ پانا:
(A) اس نے آخر کار اسے پالیا (B) وہ اسے پانا چاہتا ہے (C) میں دو ماہ تک یہ کام ختم کر پاؤں گا (D) میرے لئے اسے پانا ممکن نہیں ہے

877۔ پڑنا:
(A) میرا گھر راستے میں پڑتا ہے (B) اسے مجھ سے کام پڑ گیا۔ (C) وہ سکول میں پڑھتا ہے (D) بلی چوہوں پر ٹوٹ پڑی۔

878۔ اٹھنا:
(A) وہ یہاں سے اٹھا۔ (B) اس نے بوجھ اٹھایا (C) وہ اٹھتے ہی گر گیا۔ (D) بچہ بھوک سے بلبلا اٹھا۔

879۔ سبق "تشکیل پاکستان" مصنف کی تصنیف ______ سے ماخوذ ہے۔
(A) کارنامہ مجاہد اسلام (B) عظیم شخصیات (C) قصص الانبیاء (D) کارنامہ اسلام

880۔ سبق "مولانا ظفر علی خان" تصنیف ہے۔
(A) میاں بشیر احمد کی (B) چراغ حسن حسرت کی (C) مولوی عبدالحق کی (D) شاہد احمد دہلوی کی

881۔ ابن انشا کا اصل نام ہے:
(A) شبیر احمد (B) شیر محمد (C) بشیر احمد (D) نذیر محمد

882۔ ریل گاڑی کا آغاز ______ میں ہوا:

(A) 1836ء (B) 1830ء (C) 1840ء (D) 1842ء

883۔ "کلیاتِ فیض" گزشتہ برس ______:

(A) چھپی تھی (B) چھپے تھے (C) چھپا تھا (D) چھپی تھیں

884۔ جیسے جیسے اس کا علاج ہوتا رہا ______ مرض کی شدت میں کمی آتی گئی:

(A) جیسے جیسے (B) تیسے تیسے (C) اسی طرح (D) ویسے ویسے

885۔ روشنی ہو ______ تاریکی، کام تو کرنا ہوگا:

(A) یا (B) اور (C) تو (D) و

886۔ کرنا:

(A) نماز پڑھا کرو (B) استاد کا ادب کرو (C) ہر کام بسم اللہ پڑھ کر کرو (D) تم یہ کیوں کر رہے ہو؟

887۔ ہونا:

(A) کاش! وہ میرے گھر آیا ہوتا (B) اس کے ساتھ بہت برا ہوا۔ (C) ہوا چلی تو کیا ہوا؟ (D) تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

888۔ رہنا:

(A) ندی کا پانی بہہ رہا ہے (B) تم کہاں رہتے ہو؟ (C) وہ ہر کام میں پیچھے رہتا ہے۔ (D) اسلم کا قلم وہیں رہ گیا۔

889۔ آنا:

(A) میں آ گیا ہوں۔ (B) تمہیں یہاں نہیں آنا چاہئے تھا (C) میں تمہارے گھر آؤں گا (D) کیا دن نکل آیا ہے؟

890۔ جانا:

(A) وہ سکول گیا (B) وہ گھر جا رہا ہے۔ (C) میز کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ (D) مجھے کراچی جانا ہے۔

891۔ نواب محسن الملک ______ زبان نہیں جانتے تھے:

(A) اردو (B) فارسی (C) عربی (D) انگریزی

892۔ شلوار قمیص یہاں ______

(A) رکھا ہے (B) رکھی ہے (C) رکھی ہیں (D) رکھے ہیں

893۔ پرنسپل صاحب آ ______:

(A) رہے ہیں (B) رہیں ہیں (C) رہا ہے (D) رہی ہے

894۔ پانا:

(A) ایک پاؤ دہی لاؤ۔ (B) کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے۔ (C) اس نے اپنی منزل پالی۔ (D) وہ وقت پر نہ پہنچ پایا۔

895۔ ہونا:

(A) اسے بخار ہو گیا (B) شام ہو گئی ہے (C) میاں ایسا ہی ہوتا ہے (D) اس نے بنک سے قرضہ لیا ہوا ہے

896۔ دینا:

(A) اس نے مجھے تحفہ دیا (B) میز پر قلم رکھ دینا (C) وہ پرچہ دے آیا ہے (D) اسے رقم ادھار دینا

897۔ لینا:

(A) سبق یاد کر لو (B) کوا روٹی لے اڑا (C) میں نے اسے کتاب لے دی (D) بازار سے پھل لا دو

898۔ کرنا:

(A) اپنا کام وقت پر کیا (B) صبح سویرے اٹھا کرو (C) دودھ میں چینی حل کر دو (D) مریض نے ناشتہ نہیں کیا

899۔ ڈالنا:

(A) کاغذ ٹوکری میں ڈال دو (B) اس نے گائے کو گھاس ڈالی (C) چوہے نے کتابیں کتر ڈالیں (D) جگ میں دودھ ڈال دو

2019

900۔ نجمن نے اکبری کو کتنی لونگیں دیں؟

(A) ایک (B) دو (C) تین (D) چار

901۔ "ہوائی" کے دارالحکومت کا نام ہے۔

(A) ٹوکیو (B) ہونولولو (C) ہانگ کانگ (D) نیویارک

902۔ مولانا ظفر علی خاں ________ محروم تھے۔

(A) تو بہ سے (B) آنکھ سے (C) بازو سے (D) پاؤں سے

903۔ "مکتوبات اقبال" چھپ ________۔

(A) گیا (B) گئی (C) گئے (D) گئیں

904۔ اس لئے "اخبار جہاں" تا حال شائع نہیں ________۔

(A) ہوئی (B) ہوا (C) ہوئے (D) ہوئیں

905۔ سفید عورتوں کو ________ کہا جا سکتا ہے۔

(A) گوری (B) گوریاں (C) گورا (D) گورے

906۔ رضا غریب ہی نہیں ________ بیمار بھی ہے۔

(A) کیونکہ (B) لیکن (C) اس لیے (D) بلکہ

907۔ عمیر محنتی ہے ________ ذہین نہیں۔

(A) تاکہ (B) لیکن (C) البتہ (D) چونکہ

908۔ مناسب علامت لگائیں: تم کب آؤ گے۔

(A) ، (B) ؟ (C) - (D) :-

909۔ ندائیہ کی علامت یہ ہے:

(A) :- (B) : (C) — (D) !

910۔ اٹھنا:

(A) وہ صبح جلدی اٹھتا ہے (B) یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے (C) اٹھو! میرے ساتھ چلو (D) آگ بھڑک اٹھی

911۔ رکھنا:

(A) قلم کہاں رکھا ہے (B) کتابیں میز پر رکھ دو۔ (C) مجھے روزہ رکھنا ہے (D) ہم نے اسے سر پر بٹھا رکھا ہے

912۔ چاہنا:

(A) چاہنا کوئی بری بات نہیں (B) تم کیا چاہتے ہو (C) بزرگوں کا ادب چاہیے۔ (D) وہ میرا بھلا چاہتا ہے

913۔ سکتا:

(A) تم جا سکتے ہو۔ (B) وہ سکتہ میں رہ گیا (C) وہ سکتے میں چلا گیا (D) علی سکتہ شریف پورہ میں رہتا ہے

914۔ ڈالنا:

(A) دودھ ٹب میں ڈالو (B) اکرم نے ووٹ ڈال دیا۔ (C) شائستہ نے کیتلی ڈالی۔ (D) ابا جان نے اخبار پڑھ ڈالا ہے

915۔ نواب محسن الملک نے ریاست کا بجٹ نمونے پر مرتب کیا:

(A) مصر کے (B) ترکی کے (C) علی گڑھ کے (D) عراق کے

916۔ آج حمید کالج نہیں آ سکا ________ اس کا بیٹا بیمار تھا۔

(A) اگرچہ (B) کہ (C) کیوں کہ (D) چنانچہ

917۔ میں نے یہاں کے آم میٹھے ________۔

(A) پائیں (B) پائی (C) پائے (D) پایا

918۔ چوں کہ وہ بیمار ہے ________ کالج نہیں آیا۔

(A) اس لیے (B) لہٰذا (C) اگرچہ (D) تاکہ

919۔ تم نے اخبار "جنگ" ________۔

(A) دیکھی (B) دیکھا (C) دیکھیں (D) دیکھے

920۔ لینا:

(A) میں نے یہ مکان خرید لیا (B) مجھے قلم لا دو (C) بازار سے کتاب لے آؤ (D) قسمت ہمیں کہاں لے آئی؟

921۔ رہنا:

(A) علی کافی دیر تک پڑھتا رہا (B) اصولوں پر قائم رہو (C) ہنگامہ رات بھر جاری رہا (D) ندیم گاؤں میں رہتا ہے

922۔ لگنا:

(A) تیر نشانے پر جا لگا (B) میں کیسا لگ رہا ہوں؟ (C) وہ تمہارا کیا لگتا ہے؟ (D) کیا آپ کو میری بات بری لگی؟

923۔ کرنا:
(A) غلط کام مت کریں (B) میں نے ذمہ کام کر لیا (C) کاش! وہ محنت کرتا (D) کھانا وقت پر کھایا کرو

924۔ ڈالنا:
(A) چائے میں چینی ڈالنا (B) گڑھے میں مٹی ڈالو (C) بچے نے کتاب پھاڑ ڈالی (D) یہ خط ڈال آؤ

925۔ عیسائی نے کہا: میں فیصلہ چاہتا ہوں۔
(A) تورات کے مطابق (B) قرآن کے مطابق (C) انجیل کے مطابق (D) قانون کے مطابق

926۔ سرسید کے رسالے کا نام تھا۔
(A) تہذیب الاخلاق (B) رسالہ اسباب بغاوت ہند (C) مخزن (D) الہلال

927۔ احتیاج اور افلاس نے لباس پہنا۔
(A) عاجزانہ (B) عامیانہ (C) بزرگانہ (D) شاہانہ

928۔ اوکھلی میں سر دیا تو کیا ڈرنا۔
(A) دھمکوں سے (B) دھمکیوں سے (C) طعنوں سے (D) لوگوں سے

929۔ احمد کامیاب ہو گیا ______ ارشد ناکام رہا۔
(A) کیونکہ (B) جبکہ (C) خواہ (D) مگر

930۔ لشکر شکست کھا کر بھاگ ______۔
(A) گئے (B) گیا (C) گئی (D) گئیں

931۔ واہ! اما تو ______۔
(A) اچھی ہے (B) اچھی ہیں (C) اچھا ہے (D) اچھے ہیں

932۔ دفتر جلدی آنا ______ کام مکمل ہو جائے۔
(A) اگرچہ (B) البتہ (C) اگر (D) تاکہ

933۔ قائداعظم نے فرمایا ______ کام، کام اور کام۔
(A) ______ (B) ! (C) : (D) :-

934۔ احمد ______ حسن اور بلال بھائی ہیں۔
(A) ! (B) ، (C) : (D) -

935۔ وقف خفیف کہتے ہیں۔
(A) سکتہ (B) وقفہ (C) ختمہ (D) خط

936۔ رکھنا:
(A) چابی جیب میں رکھیں (B) قلم میز پر رکھنا (C) سامان کمرے میں رکھو (D) میں نے بستہ اٹھا رکھا ہے

937۔ آنا:
(A) آپ کب آؤ گے؟ (B) گھر جلدی آنا (C) اس کا دل بھر آیا (D) وہ کل آئے گا

938۔ اٹھنا:
(A) احمد درد سے چلا اٹھا (B) وہ اٹھ کر چلا گیا (C) ہال میں شور اٹھا (D) عمر جلدی اٹھتا ہے

939۔ پڑنا:
(A) پتوں پر شبنم پڑی ہے (B) بچہ بیمار پڑا ہے (C) وہ سوچ میں پڑ گیا (D) وہ صبح سویرے جاگ پڑا

940۔ جانا:
(A) مجھے لاہور جانا ہے (B) وہ گھر نہیں گیا (C) تم کہاں جاؤ گے؟ (D) گھر جلدی آ جاؤ

941۔ مولوی نذیر احمد ______ سے فارغ التحصیل ہوئے۔
(A) علی گڑھ کالج (B) دلی کالج (C) امرتسر کالج (D) گورنمنٹ کالج

942۔ دمشق سے روانگی کے وقت محمد بن قاسم کی فوج ______ ہزار تھی۔
(A) تین (B) چار (C) پانچ (D) چھ

943۔ وہ دیر سے آیا ______ کام مکمل کر کے لایا۔
(A) کہ (B) چونکہ (C) البتہ (D) تاکہ

944۔ میری تنخواہ بڑھا دو ______ کام چھوڑ دوں گا۔
(A) اگر　(B) کہ　(C) البتہ　**(D) ورنہ**

945۔ علی نے کتاب، قلم اور کاپی ______۔
(A) خریدے　**(B) خریدی**　(C) خریدا　(D) خریدیں

946۔ اس کا پلاٹ، مکانات، دکانیں سب کچھ بک ______۔
(A) گئے　(B) گئیں　**(C) گیا**　(D) گئی

947۔ واہ ______ کتنا سہانا موسم ہے۔
(A) !　(B) ،　(C) ۔　(D) :

948۔ "تم کہاں جا رہے ہو" جملے کے آخر میں ______ کی علامت آئے گی۔
(A) سکتہ　(B) وقفہ　**(C) سوالیہ**　(D) ختمہ

949۔ رہنا:
(A) دن بھر شور رہا۔　(B) تم کہاں رہتے ہو؟　(C) اصولوں پر قائم رہو۔　**(D) وہ آرام سے رہ رہا ہے۔**

950۔ اٹھنا:
(A) امجد دیر سے اٹھا۔　**(B) اس کا چہرہ کھل اٹھا۔**　(C) آپ کب اٹھیں گے؟　(D) دیر سے اٹھنا بری بات ہے

951۔ پانا:
(A) وہ وقت پر نہ پہنچ پایا۔　(B) سوچا کیا کھویا، کیا پایا　(C) محنت کا پھل پاؤ۔　(D) اچھے لوگ عزت پاتے ہیں

952۔ دینا:
(A) ادھار مت دو۔　(B) زکوٰۃ دیا کرو۔　**(C) مجھے کتاب دے دو۔**　(D) کھیتوں کو پانی دینا ہے۔

953۔ ہونا:
(A) تمہیں کیا ہوا ہے؟　**(B) پتے بکھرے ہوئے تھے**　(C) کاش آج بارش ہو۔　(D) یہ واقعہ کب ہوا؟

954۔ بھوپال کی بیگم کا نام تھا۔
(A) اصغری بیگم　(B) اکبری بیگم　(C) خورشید بیگم　**(D) بلقیس جہانی بیگم**

955۔ سیرت العمرین کے مصنف ہیں۔
(A) شبلی نعمانی　**(B) علامہ ابن جوزی**　(C) سید سلیمان ندوی　(D) مولانا حالی

956۔ "ایوب عباسی" کا تعلق تھا۔
(A) پنجاب یونیورسٹی سے　**(B) علی گڑھ یونیورسٹی سے**　(C) کراچی یونیورسٹی سے　(D) پشاور یونیورسٹی

957۔ محنت پسند خردمند بیٹا تھا۔
(A) ہمت اور تحمل کا　**(B) احتیاج اور افلاس کا**　(C) تدبیر اور مشورہ کا　(D) حسد اور فریب کا

958۔ "ہوائی" ریاست ہے۔
(A) برطانیہ کی　(B) جاپان کی　**(C) امریکہ کی**　(D) ڈنمارک کی

959۔ وہ میرا دوست ہی نہیں ______ بھائی ہے۔
(A) جبکہ　**(B) بلکہ**　(C) حالانکہ　(D) چنانچہ

960۔ ہجوم نعرے لگا ______۔
(A) رہا تھا　(B) رہے تھے　(C) رہی تھی　(D) رہیں تھیں

961۔ باپ اور بیٹا خیریت سے لاہور پہنچ ______۔
(A) گیا　**(B) گئے**　(C) گئیں　(D) گئی

962۔ مال، دولت، جائیداد کچھ نہ ______۔
(A) رہا　(B) رہی　(C) رہے　(D) رہیں

963۔ ______ محنت کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔
(A) جب　(B) اگرچہ　**(C) اگر**　(D) جیسے

964۔ آپ کیا کھانا پسند کریں گے۔ علامت آئے گی۔
(A) سوالیہ　(B) ندائیہ　(C) فجائیہ　(D) سکتہ

965۔ سکتہ اور وقفہ سے زیادہ ٹھہراؤ کیلئے علامت استعمال ہوتی ہے۔
(A) قوسین　(B) سوالیہ　**(C) رابطہ**　(D) واوین

986۔ لینا:
(A) اس نے کھلونا لیا (B) جلدی ناشتہ لے آؤ (C) وہ اخبار پڑھ لیتا ہے (D) وقت پر دوائی لینا

987۔ چاہنا:
(A) جب دل چاہے آ جانا (B) چاہے جو مرضی کر لو وہ لاہور جائے گا (C) میں اسے بہت چاہتا ہوں (D) نماز کا وقت ہوا چاہتا ہے

968۔ دینا:
(A) علامہ اقبال نے خودی کا درس دیا (B) ذرا احمد کو آواز دو
(C) آپ کو یہ کتاب کس نے دی؟ (D) غرور انسان کو خاک میں ملا دیتا ہے۔

969۔ اٹھنا:
(A) وہ درد سے بلبلا اٹھا (B) وہ صبح سویرے اٹھا (C) اسے جا کے اٹھاؤ (D) اب اٹھ بھی جاؤ

970۔ آنا:
(A) میرے پاس آؤ (B) اکرم کو سکول چھوڑ آؤ (C) صبح جلدی آنا (D) وہ کالج دیر سے آیا

971۔ "SAS" کس ملک کی ائیر لائن ہے۔
(A) ڈنمارک (B) ساؤتھ افریقہ (C) سوئٹزرلینڈ (D) جاپان

972۔ مولوی نذیر احمد پنجابی کٹڑے کی مسجد میں کہاں سے پڑھنے آتے تھے۔
(A) کلکتہ سے (B) لکھنؤ سے (C) بجنور سے (D) رانچی سے

973۔ بصری ریشے (Micro Links) کب ایجاد ہوئے:
(A) 1950ء (B) 1960ء (C) 1970ء (D) 1980ء

974۔ محمد بن ہارون کہاں کا گورنر تھا:
(A) دیبل (B) کوفہ (C) بصرہ (D) مکران

975۔ نواب محسن الملک نے کس ریاست کا بجٹ بنایا:
(A) جونا گڑھ (B) حیدر آباد (C) لوہارو (D) پٹیالہ

976۔ کامیابی اور ناکامی اللہ کے ہاتھ میں ______۔
(A) ہوتی ہیں (B) ہوتی ہے (C) ہوتے ہیں (D) ہوتا ہے

977۔ اگر چہ وہ غریب ہے ______ دیانت دار ہے۔
(A) بلکہ (B) کیوں کہ (C) لیکن (D) تاکہ

978۔ ان میں سے واوین کی علامت کون سی ہے:
(A) " " (B) ؛ (C) ( ) (D) ______

979۔ اقتباس یا قول کا حوالہ دینا مقصود ہو تو کون سی علامت لگاتے ہیں:
(A) خط (B) وقفہ (C) قوسین (D) واوین

980۔ سب سے کم ٹھہراؤ کے لیے کونسی علامت استعمال ہوتی ہے۔
(A) ؟ (B) " " (C) ! (D) ،

981۔ پانا:
(A) جھوٹ سے تم نے کیا پایا (B) وہ وقت پر نہیں پہنچ پایا (C) ہم نے آم میٹھے پائے (D) ہم نے پتھروں کو کالا پایا

982۔ ہونا:
(A) بچہ رو دیا (B) کتاب پر نام لکھا ہوا ہے (C) گھنٹہ بارش ہوتی رہی (D) سخت سردی ہوگئی

983۔ پڑنا:
(A) میز پر کاغذ نہیں پڑا (B) سڑک پر چھلکا پڑا تھا (C) لڑکا گر پڑا (D) میں نے خط پڑھا

984۔ رکھنا:
(A) کتاب کہاں رکھی ہے (B) طلبہ نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے (C) اس کا نام اللہ رکھا ہے (D) یہاں قلم رکھا ہے۔

985۔ چکنا:
(A) تقریر شروع ہو چکی ہے (B) فرش چکنا ہے (C) آٹے کی چکی پر جاؤ (D) چکنی چپڑی باتیں نہ کرو

986۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات ہوئی۔
(A) 1700ء میں (B) 1707ء میں (C) 1713ء میں (D) 1720ء میں

987۔ اکبری کے خاوند کا نام ________ تھا:
(A) محمد عاقل (B) محمد فاضل (C) محمد عاقل (D) محمد عادل

988۔ جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کا مقابلہ ہوا۔
(A) قریش سے (B) ایرانیوں سے (C) رومیوں سے (D) شامیوں سے

989۔ اکبری کو سسرال میں ________ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔
(A) سلیقہ شعار بہو (B) تمیزدار بہو (C) مزاج دار بہو (D) اکبری

990۔ "سکتہ" کہتے ہیں:
(A) بہت زیادہ ٹھہراؤ کو (B) مختصر ترین ٹھہراؤ کو (C) سوال کرنے کو (D) جملے کے اختتام کو

991۔ جب تفصیل دینا مقصود ہو تو تمہیدی جملے کے بعد لگاتے ہیں:
(A) وقفہ (B) ندائیہ (C) تفصیلیہ (D) رابطہ

992۔ جب کوئی جملہ ختم ہو تو کون سی علامت لگاتے ہیں؟
(A) ختمہ (B) سکتہ (C) رابطہ (D) ندائیہ

993۔ لگنا:
(A) مجھے چوٹ لگی (B) بچے کو سردی لگی (C) زاہد ہنسنے لگا (D) لڑکی کیسی لگی؟

994۔ رہنا:
(A) امتحان کیسا رہا؟ (B) بچہ روتا رہا (C) آج یہاں رہ جاؤ (D) رہنے دو، کوئی اور بات کرو

995۔ دینا:
(A) مجھے پیسے ادھار دینا (B) مجھے کتاب دینا (C) اس نے سب کو رلا دیا (D) مجھے امتحان دینا ہے

996۔ نکلنا:
(A) چور بھاگ نکلا (B) میرا انعام نکلا (C) احمد کی کیتلی نکلی (D) الٹرساؤنڈ نکلا

997۔ محمد بن قاسم کی فوج کی مجموعی تعداد کتنی تھی؟
(A) دس ہزار (B) گیارہ ہزار (C) بارہ ہزار (D) نو ہزار

998۔ کلکتہ کے حوالے سے سبق "ہوائی" میں کس شاعر کا نام آیا ہے؟
(A) میر تقی میر (B) مرزا غالب (C) مرزا سودا (D) علامہ اقبال

999۔ اکبری کے خاوند کا نام تھا:
(A) محمد عاقل (B) محمد فاضل (C) محمد کامل (D) محمد بخش

1000۔ رسالہ "تہذیب الاخلاق" کس نے جاری کیا؟
(A) علامہ اقبال (B) سرسید احمد خان (C) حالی (D) نذیر احمد

1001۔ وہ حسین ہی نہیں بلکہ شوخ ________ ہے۔
(A) بھی (B) تو (C) مگر (D) بلکہ

1002۔ کمرے میں استاد تھا ________ شاگرد۔
(A) یا (B) نہ (C) مگر (D) ہی

1003۔ ہجوم نعرے لگا ________۔
(A) رہے ہیں (B) رہی ہے (C) رہا ہے (D) رہی ہیں

1004۔ وقفہ سے زیادہ ٹھہراؤ کے لیے جو علامت استعمال ہوتی ہے، وہ ہے۔
(A) ختمہ (B) رابطہ (C) وقفہ (D) سکتہ

1005۔ حیرت اور خوشی کے اظہار کے لیے کونسی علامت استعمال ہوتی ہے؟
(A) ندائیہ (B) رابطہ (C) سکتہ (D) وقفہ

1006۔ رابطہ کی علامت ہے۔
(A) " " (B) ؟ (C) : (D) !

1007۔ پڑنا:
(A) وہ فرش پر پڑا رہا (B) کتے کو مار ڈالو (C) کاپی کہاں پڑی ہے (D) اسلم گر پڑا

1008۔ لینا:
(A) میں نے کتاب پڑھ لی (B) اس نے کتاب ادھار لی (C) وہ خبر لایا ہے (D) میں لے دوں گی

1009۔ اٹھنا:
(A) جلدی اٹھو (B) یہاں سے اٹھو (C) رونق اٹھا (D) وہ اٹھ گیا

1010۔ آنا:
(A) وہ امتحان دے آیا (B) میرے پاس آؤ (C) وہ دور سے آیا (D) تم کب آئے

1011۔ دینا:
(A) اس نے مجھے تحفہ دیا (B) بچھڑ دیا (C) خیرات دینا اچھی بات ہے (D) پڑھائی کو وقت دو

1012۔ سبق "قرطبہ کا قاضی" کے مصنف کون ہیں:
(A) آغا حشر (B) میرزا ادیب (C) امتیاز علی تاج (D) اشفاق احمد

1013۔ فقیر کی دعا سے بلقیس جہانی بیگم کے ہاں کتنے بچے پیدا ہوئے:
(A) 2 (B) 3 (C) 4 (D) 5

1014۔ سپر مارکیٹ کتنے بازاروں کا مجموعہ ہے:
(A) 10 (B) 15 (C) 20 (D) 25

1015۔ چراغ حسن حسرت نے کلکتہ چھوڑنے کے بعد کس شہر میں ملازمت کی۔
(A) لاہور (B) کراچی (C) دہلی (D) لکھنؤ

1016۔ محمد بن قاسم کی بیوی کا کیا نام تھا:
(A) فہمیدہ (B) زبیدہ (C) ناہیدہ (D) زاہدہ

1017۔ معروف کتاب "پطرس کے مضامین" بہت دلچسپ ________:
(A) ہے (B) ہیں (C) تھے (D) تھیں

1018۔ ماں اور بیٹی چہل قدمی کر ________۔
(A) رہی ہے (B) رہی ہیں (C) رہے ہیں (D) رہا ہے

1019۔ وہ ضرور آئے گا ________ مجھے اس نے خود بتایا ہے۔
(A) جبکہ (B) کیونکہ (C) خواہ (D) ورنہ

1020۔ تم نے کپڑے استری کر لیے ________ نہیں:
(A) کہ (B) پھر (C) ورنہ (D) مگر

1021۔ آپ یہاں تشریف ________:
(A) رکھو (B) رکھ (C) رکھا (D) رکھیں

1022۔ کسی کا قول ہو بہو تحریر کرنا ہو تو قول کے شروع اور آخر میں کون سی علامت لگاتے ہیں:
(A) قوسین (B) ندائیہ (C) واوین (D) وقفہ

1023۔ کوئی تفصیل دینے کے لئے علامت لگاتے ہیں:
(A) ختمہ (B) تفصیلیہ (C) رابطہ (D) واوین

1024۔ کسی جملے میں وقفہ سے زیادہ ٹھہراؤ کے لئے کون سی علامت لگاتے ہیں:
(A) سکتہ (B) رابطہ (C) فجائیہ (D) واوین

1025۔ نکلنا:
(A) فریدہ جھوٹی نکلی۔ (B) بات چل نکلی۔ (C) وہ دور نکل گئی۔ (D) خواب سچا نکلا۔

1026۔ چاہنا:
(A) میں پاکستان کو چاہتا ہوں (B) بڑوں کا ادب کرنا چاہئے۔ (C) میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ (D) چاہنا نہ چاہنا، کس کے بس میں ہے۔

1027۔ رکھنا:
(A) کھیل میں کیا رکھا ہے۔ (B) مجھے فضول کیوں بٹھا رکھا ہے (C) قلم کہاں رکھا ہے۔ (D) چیزیں نیچے رکھ دو۔

1028۔ لگنا:
(A) بچے کو نیند آنے لگی۔ (B) نفیس کو گرمی لگی۔ (C) اسے ٹھوکر لگی۔ (D) اس کی آنکھ لگی۔

حصہ نظم سے اہم اشعار کی تشریح بورڈ پیپرز 2011-2019

1۔ نہ مظلوم کی آہ وزاری سے ڈرنا   نہ مفلوک کے حال پر رحم کرنا
ہوا و ہوس میں خودی سے گزرنا   تعیش میں جینا، نمائش پہ مرنا

نظم کا عنوان: اسلامی مساوات   **شاعر کا نام:** مولانا الطاف حسین حالی

تشریح: اس بند میں مولانا حالی امیر لوگوں کی خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو اس قوم کے امیر طبقے کے لوگ بدکار اور بے حس ہو جاتے ہیں۔ انھیں دنیا و آخرت کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔ وہ اتنے سخت اور پتھر دل ہو چکے ہوتے ہیں کہ کسی مظلوم کی چیخ پکار، آہ وزاری کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ بالکل نہیں ڈرتے کہ مظلوم کی آہ و بکا اور بددعا سے وہ بدحال ہو سکتے ہیں۔ انھیں کسی غریب کو برے حال میں دیکھ کر رحم نہیں آتا۔ وہ صرف اور صرف لالچ اور خود غرضی کا شکار رہتے ہیں اور وہ صرف اپنی عیاشی اور مستی میں مگن رہتے ہیں۔ وہ نمود و نمائش اور دکھاوے کے لئے سب کچھ کرتے ہیں اور ظاہری شان و شوکت کے لئے ہی سب کچھ کرتے ہیں۔ انھیں آخرت کی یا اپنے آخری وقت کی فکر نہیں ہوتی اور اسی طرح وہ ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔

کب وہ سنتے ہیں کہ ہے کون دہائی دیتا   اونچے لوگوں کو ہے اونچا ہی سنائی دیتا

2۔ پہنچتا ہے ہر اک مے کش کے آگے دور جام اس کا   کسی کو تشنہ لب رکھتا نہیں ہے لطف عام اس کا   (2 مرتبہ)
گواہی دے رہی ہے اس کی یکتائی پہ ذات اس کی   دوئی کے نقش سب جھوٹے، ہے سچا ایک نام اس کا   (2 مرتبہ)

نظم کا عنوان: حمد   **شاعر کا نام:** مولانا ظفر علی خان

شعر نمبر 1 تشریح: اس شعر میں شاعر نے اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر پیاسے کو اس کی خواہش اور آرزو کے مطابق نعمتیں دیتا ہے۔ وہ کائنات میں ہر چیز کو رزق عطا کرتا ہے اور ہر ایک کو اس کی ضرورت اور خواہش کے مطابق وہ چیز مل جاتی ہے جو اس کے نصیب میں ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا دور جام ہر مے کش تک پہنچتا ہے اور وہ کسی کو پیاسا نہیں رکھتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت بے حد و حساب ہے۔ وہ پتھر میں کیڑے کو رزق دیتا ہے اور ماں کے پیٹ میں پرورش پانے والے بچے کو بھی۔ وہ بہت رحم کرنے والا ہے اور سب کو اپنے فضل و کرم سے نوازتا ہے۔ اس کا فیض عام ہے اور ہر ایک اس سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ وہ ہر ایک کی سنتا اور مصیبت میں اس کی مدد کرتا ہے۔

شعر نمبر 2: اس شعر میں شاعر نے اللہ تعالیٰ کی یکتائی کی صفت کو واضح کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اور اس ساری کائنات پر اس کی حکمرانی یہ بات ثابت کر رہی ہے کہ وہی اس کائنات کا یکتا اور صحیح حکمران ہے۔ اور اس کی ذات اس کی یکتائی اور واحدانیت کی گواہ ہے۔ دنیا میں کوئی دوسرا خدا، کائنات کا حاکم یا مالک ہے یہ سب باتیں، سب نقش جھوٹے ہیں اور صرف اس کا نام سچا ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی حاکم، مالک اور رازق ہے بقول شاعر:

دوسرا کون ہے جہاں تو ہے   کون جانے تجھے کہاں تو ہے

اس شعر میں دنیا کی سب سے بڑی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی ذات واحد ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس بات کی گواہ خود اس کی ذات ہے۔ اس کے مقابلے میں جو بھی ہوگا وہ بالکل جھوٹا ہوگا۔ سچا نام صرف اسی کا ہے۔ کائنات کا سارا نظام اسی خدائے واحد کی مرضی کے تابع ہے۔ کائنات کا سارا نظام صرف اسی کے حکم سے چل رہا ہے۔ اس لئے ہمیں صرف اسی کو ماننا چاہیئے اور صرف اسی پر بھروسا کرنا چاہیئے۔

3۔ کسی قوم کا جب الٹتا ہے دفتر   تو ہوتے ہیں مسخ ان میں پہلے تونگر   (دو مرتبہ)
کمال ان میں رہتے ہیں باقی، نہ جوہر   نہ عقل ان کی ہادی، نہ دین ان کا رہبر   (تین مرتبہ)

نظم کا عنوان: اسلامی مساوات   **شاعر کا نام:** مولانا الطاف حسین حالی

تشریح: اس بند میں شاعر نے قوموں کے زوال کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ فطرت کے اصول اور قوانین کبھی تبدیل نہیں ہوتے۔ جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو سب سے پہلے اس قوم کے امیر لوگوں کی سیرت اور کردار غلط اور خراب ہو جاتا ہے وہ بدکردار ہو جاتے ہیں۔ ان کے اندر کوئی خوبی، اچھائی یا صفت باقی نہیں رہتی۔ انسان کی رہنما اس کی عقل ہوتی ہے یا اس کا دین ایمان۔ لیکن ان امیر لوگوں کی نہ تو عقل کام کرتی ہے جو ان کی رہنمائی کر سکے اور نہ ان کا دین ان کی رہنمائی کرتا ہے کیونکہ دین پر ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے اور عقل کو وہ اچھے کاموں میں استعمال نہیں کرتے اور دین کے اصولوں کی پیروی نہیں کرتے۔ دولت اور امارت کی وجہ سے انھیں زندگی کی تمام سہولتیں میسر ہوتی ہیں اس لئے انھیں دین یا دین کے اصولوں کی فکر نہیں ہوتی۔ وہ اس قدر گمراہ ہو چکے ہوتے ہیں کہ انھیں دنیا میں عزت اور بے عزتی کی پرواہ نہیں رہتی اور انھیں آخرت کی فکر بھی نہیں ہوتی۔

4۔ سر بہ سر صدق و صفا   سر بہ سر مہر و مروت، سر بہ سر لطف عنایت، سر بہ سر خیر البشر ﷺ   (2 مرتبہ)

نظم کا عنوان: نعت   **شاعر کا نام:** حفیظ تائب

تشریح: اس شعر میں شاعر نے حضور ﷺ کی ذاتی خوبیوں اور صفتوں کا ذکر کیا ہے۔ شاعر لکھتا ہے کہ آپ ﷺ سراسر محبت ہی محبت اور شفقت ہی شفقت ہیں۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ انسانوں سے محبت کی ہے اور ان سے پیار اور ہمدردی کی ہے۔ آپ ﷺ کی ذات سچائی اور پاکیزگی کا پیکر ہے۔ اسی لئے تو آپ ﷺ کو ساری کائنات میں سے اعلیٰ ترین اخلاق کا اعلیٰ ترین نمونہ اور مثال قرار دیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دشمن اور کافر بھی آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے۔ آپ ﷺ کی ذات مہربانی اور کرم کا مجسم ہے۔ آپ ﷺ سراسر مہربانی اور مہربانی ہیں۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ دوسروں سے

الفت اور پیار کا مظاہرہ کیا اور کبھی کسی کو اپنی مہربانیوں اور نوازشوں سے محروم نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے زندگی بھر انسانوں میں محبت اور شفقت تقسیم کی اور سچائی کو تھامے رکھا۔ ہمیں بھی آپ ﷺ کے اس اسوہ پر عمل کرنا چاہیے۔

5۔ شمس و قمر کو ضد ہے کہ گرم سفر رہیں بے رنگیوں میں خالق شام و سحر رہیں
شہروں میں انقلاب، بیاباں میں انقلاب محفل میں انقلاب، شبستان میں انقلاب (دو مرتبہ)

نظم کا عنوان: تغیر **شاعر کا نام:** احسان دانش

شعر نمبر 1: تشریح: شاعر لکھتا ہے کہ زندگی میں ہر وقت تبدیلی کا عمل جاری ہے اور ہر شے مسلسل حرکت میں ہے۔ اسی طرح سورج اور چاند بھی مسلسل حرکت میں ہیں۔ ان کا سفر جاری ہے۔ جس کے نتیجے میں صبح و شام ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ سورج اور چاند کا یہ سفر دن اور رات کے پیدا ہونے کا باعث بنتا ہے۔ چنانچہ کائنات میں تغیر و تبدیلی ہی ایک مستقل سچائی اور حقیقت ہے۔ ٹھہراؤ یا سکون حقیقت نہیں۔ حرکت میں برکت ہے کے مصداق حرکت ہی اصول فطرت ہے۔ جمود اصول فطرت نہیں بقول اقبال جنبش سے ہے زندگی جہاں کی یہ رسم قدیم ہے یہاں کی

شعر نمبر 2: اس شعر میں شاعر نے مثالوں کے ذریعے واضح کیا ہے کہ زندگی مسلسل تبدیلی کا نام ہے۔ ٹھہراؤ یا سکون زندگی میں ہے ہی نہیں۔ چنانچہ شہروں اور جنگلوں میں بھی تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ محفلوں اور شبستانوں میں بھی۔ کسی شہر اور اس کے رہائشیوں کے حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ تبدیلی ان کی قسمت اور مقدر ہے اور وہ ہو کر رہتی ہے۔ اچھے حالات برے حالات میں اور برے حالات اچھے حالات میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح محفلوں کی رونقیں بھی ہمیشہ نہیں رہتی۔ یہ بھی بکھرتی رہتی ہیں اور صرف ان کی یاد باقی رہ جاتی ہے اور یہی ان کا نصیب اور مقدر ہے۔

6۔ اجڑا سا وہ نگر کہ ہڑپہ ہے جس کا نام اس قریہ شکستہ و شہر خراب سے (دو مرتبہ)
عبرت کی اک چھٹانک برآمد نہ ہو سکی کچھ کل پڑا ہے منوں کے حساب سے

نظم کا عنوان: قطعات **شاعر کا نام:** انور مسعود

تشریح: اس قطعہ میں شاعر نے ہڑپا کے کھنڈرات کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہڑپا اور موہنجوڈرو کی قدیم تہذیبوں میں ایک اجڑا ہوا شہر دریافت ہوا ہے۔ اس کا نام ہڑپہ ہے۔ یہ تباہ حال شہر دیکھنے سے انسان کو سبق اور درس حاصل کرنا چاہیے کہ کیسی کیسی بستیاں، کس طرح تباہ ہو گئیں۔ کس طرح ختم ہو گئیں۔ مگر ہم لوگ اس سے عبرت اور سبق حاصل کرنے کی بجائے ہم نے اس شہر کے باسیوں کے طرز زندگی اور رہن سہن کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر لیا ہے یعنی جو کرنے والا کام تھا وہ کیا نہیں اور غیر ضروری تحقیق میں لگ گئے ہیں۔ فرض کریں اگر ہمیں معلوم ہو بھی جائے کہ وہ تباہ حال، تباہ شدہ قوم کیسے زندگی بسر کرتی تھی تو اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ صرف ہم اپنا وقت اور پیسہ ضائع کریں گے۔ اس کی بجائے ہمیں ان سے عبرت حاصل کر کے اپنی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

7۔ بہار آئی کھلے گل زیب صحن بوستاں ہو کر عنادل نے مچائی دھوم سرگرم فغاں ہو کر (تین مرتبہ)
بچھا فرش زمرد اہتمام سبزہ تر میں چلی مستانہ وش باد صبا عنبر فشاں ہو کر

نظم کا عنوان: خدا سرسبز رکھے اس چمن کو مہرباں ہو کر **شاعر کا نام:** اکبر الہ آبادی

شعر نمبر 1: تشریح: شاعر لکھتا ہے کہ بہار کا موسم آ گیا ہے۔ باغوں میں پھول کھل اٹھے ہیں۔ جن سے باغ خوب صورت ہو گئے ہیں اور اس خوب صورت منظر کو دیکھ کر باغ میں رہنے والی بلبلوں نے بھی خوشی میں گیت گانے شروع کر دیئے ہیں اور وہ اس پیارے موسم کی آمد کی خوشی بڑے اچھے انداز میں منا رہی ہیں۔ دراصل شاعر نے اپنے وطن کو چمن قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ میرے وطن میں خوشحالی اور ترقی کا آغاز ہو گیا ہے۔ برے حالات سے اچھے حالات کی طرف میرا وطن بڑھنا شروع ہو گیا اور اس چمن یعنی وطن کے رہنے والے لوگ اس کے حالات بدلنے کی وجہ سے بہت خوش ہیں اور اس خوشی میں گیت گا رہے ہیں۔

شعر نمبر 2: شاعر لکھتا ہے کہ بہار کے آنے سے باغ میں ہرا ہرا فرش بچھ گیا ہے۔ گویا بہار نے سارے فرش اور ساری زمین پر ہرے رنگ کے قیمتی موتی بکھیر دیئے ہیں۔ اس منظر میں اور بھی خوب صورتی اور دل کشی صبح کی خوشبودار اور ٹھنڈی ہوا نے پیدا کر دی ہے۔ جو مستی کے عالم میں چل رہی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ باغ میں ٹھنڈی خوشبودار ہواؤں اور سرسبز زمرد جیسے فرش نے باغ کے نظارے کی دل فریبی میں اضافہ کر دیا ہے۔

8۔ کلبلاتی بستیاں، مشکل سے دو چار آدمی کتنا کم یاب آدمی ہے کتنا بسیار آدمی (2 مرتبہ)
پتلی گردن، پتلے ابرو، پتلے لب، پتلی کمر جتنا پیارا آدمی، اتنا طرح دار آدمی

نظم کا عنوان: آدمی **شاعر کا نام:** سید ضمیر جعفری

شعر نمبر 1: تشریح: اس شعر میں سید ضمیر جعفری نے ماضی کے انسان اور آج کے انسان کا موازنہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اخلاقی اقدار اور انسانی رویے کے بدلے سے انسان مشکل اور مصیبت میں پھنس گیا ہے اور انسان میں سکھ، سکون اور چین ختم ہو گیا ہے۔ ہر بندہ دکھ اور پریشانی میں مبتلا ہے۔ بستیاں دکھوں کی آماجگاہ بن چکی ہیں۔ دنیا میں انسانوں کی تعداد تو بہت بڑھ چکی ہے۔ لیکن ان میں اچھے انسان بہت کم ہیں جو اخلاقی لحاظ سے بہتر ہوں اور اپنے رویوں سے دوسروں کو دکھ اور تکلیف نہ پہنچاتے ہوں۔ یعنی آبادی بڑھ جانے کی وجہ سے نفسا نفسی کا عالم ہے۔ دکھی، لاچار، مجبور اور بے سہارا لوگوں کے دکھ بانٹنے والے انسان بہت کم رہ گئے ہیں۔

شعرنمبر2: اس شعر میں شاعر نے آج کے انسان کی بات کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ آج کے آدمی کو ذرا دیکھیں۔ اس نے اپنی حالت کیا بنا رکھی ہے۔ اس کی گردن پتلی ہوئی ہے۔ اس کے ابرو، لب اور کمر بھی پتلی ہوگئی ہے۔ وہ بیمار اور کمزور ہو چکا ہے۔ لیکن وہ بظاہر جتنا بیمار اور کمزور نظر آتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ شوخ اور بانکا انسان بننے کی کوشش کرتا ہے۔ انسان اپنی اس حالت کا ذمہ دار خود ہے۔ اس نے اپنی زندگی اس طرح بنالی ہے کہ اس میں طرح طرح کے بناؤ سنگھار اور فضول قسم کے انداز اور طریقے مل گئے ہیں جن سے اس کی زندگی عجیب طرح کی ہوگئی ہے۔

9۔ صاحب خلق عظیم و صاحب لطف عمیم　صاحب حق صاحب شق القمر، خیر البشرﷺ　(2مرتبہ)
رونما کب ہوگا راہ زیست پر منزل کا چاند　ختم کب ہوگا اندھیروں کا سفر، خیر البشرﷺ

نظم کا عنوان: نعت　**شاعر کا نام:** حفیظ تائب

شعرنمبر1:تشریح: حفیظ تائب نے اس شعر میں حضورﷺ کو خلق عظیم قرار دیا ہے اور وہ لکھتے ہیں اے خیر البشر آپﷺ سارے زمانے میں روز ازل سے یوم ابد تک سارے ہی انسانوں میں سے بہترین انسان ہیں۔ آپ کا اخلاق ہی بہت بڑا معجزہ ہے۔ کافروں نے دشمنی اور مخالفت کے باوجود آپﷺ کو صادق اور امین کہا۔ اس کے علاوہ دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ آپﷺ نے چاند کو دو ٹکڑوں میں کر کے دکھایا اور دنیا والوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ آپﷺ کی مہربانی اور کرم ہر عام و خاص کے لئے یکساں تھا اور آپﷺ سدا حق پر قائم رہے اور ہمیشہ انصاف کرتے رہے۔ آپﷺ کی زندگی سب سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ اس لئے قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ ''بے شک تمہارے لئے رسولﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے''۔

شعرنمبر2: حفیظ تائب فرماتے ہیں کہ آپﷺ ہمارے لئے ہماری منزل کا چاند ہیں اور ہماری زندگی کے اس سفر میں کب آپﷺ کی زیارت ہوگی اور یہ چاند طلوع ہو کر ہمیں قبر کے اندھیرے میں روشنی فراہم کرے گا اور ہماری زندگیوں میں معاشرے کے دکھوں، تکلیفوں کا جو اندھیرا ہے وہ کب دور ہوگا۔ وہ اسی وقت دور ہوگا جب آپﷺ ہم پر مہربانی کریں گے اور آپﷺ کا چاند ہماری اندھیری زندگی، اندھیری قبر اور محشر کی نفسا نفسی میں ہماری مدد کرے گا۔ مراد یہ ہے کہ جب آپﷺ ہماری شفاعت فرمائیں گے تو ہماری نجات ہوگی۔ یوں آپﷺ دونوں جہانوں میں ہمارے لئے رحمت ہیں۔ یہ شرف صرف آپﷺ کو ہی حاصل ہے کہ آپﷺ اس دنیا میں بھی انسانوں پر مہربانیاں فرماتے ہیں بلکہ اگلی دنیا میں بھی آپﷺ مہربانی فرما کر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی سفارش کریں گے۔

10۔ سوئے خزاں، بہار گلستاں روانہ ہے　ہر برگ کا سکوت سراپا فسانہ ہے　(2مرتبہ)
نکہت کی کوششیں کہ نکلنا نصیب ہو　موسم کو یہ لگن کہ بدلنا نصیب ہو

نظم کا عنوان: تغیر　**شاعر کا نام:** احسان دانش

شعرنمبر1:تشریح: احسان دانش نے بہار کے خزاں میں بدلنے کا ذکر کرتے ہوئے دراصل زندگی میں عروج و زوال کی وضاحت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ باغ میں بہار آتی ہے تو وہ دراصل خزاں کی طرف سفر کر رہی ہوتی ہے اور ہر پتے کی خاموشی بھی وقتی اور بے حقیقت ہوتی ہے۔ گویا بہار کے بعد خزاں کا آنا مقدر ہے اور یہ قدرتی نظام کا حصہ ہے۔ اسی طرح پتوں کی خاموشی بھی مستقل نہیں۔ یہ ابھی خاموش ہیں تو کچھ دیر میں ان کی آوازیں سنائی دے سکتی ہیں۔ یعنی اگر یہ ابھی خزاں کی وجہ سے سوکھ کر گر گئے ہیں تو تھوڑے عرصے کے بعد بہار آئے گی تو نئے پتے نکل آئیں گے اور بہار کی ہوا سے یہ پھر بجنے لگیں گے۔ یعنی کائنات میں تبدیلی کا عمل جاری رہے گا اور ہر شے تبدیلی کے عمل سے دوچار ہے۔ کبھی کوئی چیز ایک حالت میں نہیں رہے گی۔ کبھی امارت تو کبھی غربت، کبھی دکھ تو کبھی سکھ۔ یہ سب زندگی کا حصہ ہیں۔

شعرنمبر2: شاعر لکھتا ہے کہ کائنات کی ہر شے تبدیلی کی خواہش مند ہے اور زندگی میں ہر کہیں، ہر آن تبدیلی کا عمل جاری و ساری ہے۔ باغوں میں پھول کھلتے ہیں۔ پھولوں میں موجود خوشبو مسلسل اس کوشش میں رہتی ہے کہ کسی طرح پھولوں سے باہر نکلے اور فضا میں پھیل جائے۔ گویا خوشبو کا پھولوں میں ہمیشہ رہنا ممکن نہیں، اسے باہر نکلنا ہی ہے۔ اسی طرح ہر موسم کو بھی لگن اور شوق ہوتا ہے کہ اس میں تبدیلی آئے۔ کوئی بھی موسم ہمیشہ نہیں رہتا اور ہر ایک کو بدل بدل کر آنا ہوتا ہے اور اسے اس بات کا علم ہوتا ہے۔ اس لئے وہ آنے والے موسم کا منتظر رہتا ہے۔ یعنی زندگی میں اونچ نیچ، امیری غریبی، خوشی، غم مسلسل نہیں ہوتے ان میں رد و بدل جاری رہتا ہے۔

11۔ ہر اک ذرہ فضا کا داستاں اس کی سناتا ہے　ہر اک جھونکا ہوا کا آ کے دیتا ہے پیام اس کا　(2مرتبہ)
سراپا معصیت میں ہوں، سراپا مغفرت وہ ہے　خطا کوشی روش میری، خطا پوشی ہے کام اس کا　(3مرتبہ)

نظم کا عنوان: حمد　**شاعر کا نام:** مولانا ظفر علی خان

شعرنمبر1:تشریح: مولانا ظفر علی خان نے اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی موجودگی کا احساس دلاتے ہوئے کہا کہ فضا کا ہر ایک ذرہ اور ہوا کا جھونکا ہمیں یہ پیغام دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ فضا کا ذرہ ذرہ اسی کی داستاں سناتا ہے اور ہوا کا ہر جھونکا بھی اس کا پیغام لے کر آتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور ہر شے پر اس کی حکمرانی ہے۔ گویا کائنات کی ہر شے اس کے ہونے کی گواہی دیتی ہے اور اس کا نام اور پیغام عام کر رہی ہے۔ وہ ہر کہیں موجود ہے وہ سارے جہانوں اور ان کے اندر موجود ہر چیز پر قادر ہے۔ سارے جہانوں پر اسی کا حکم چل رہا ہے۔ دنیا کا معمولی سے معمولی کام بھی اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا۔ اس لئے ہمیں چاہیے ہم بھی اپنے آپ کو اس کے تابع اور فرمانبردار کر لیں تاکہ کامیابی حاصل کر سکیں۔

شعرنمبر2: اس شعر میں مولانا ظفر علی خان نے انسان کی حقیقت بیان کی ہے کہ انسان گناہوں سے بھرے ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات سراپا رحمت ہے، سراپا مغفرت ہے۔ انسان کا کام غلطیاں کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور مہربانیوں سے ہماری غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے شاعر کہنا چاہتا ہے کہ

میں ایک گنہگار انسان ہوں۔ میرا دامن گناہوں سے داغ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ میں سرتاپا گنہ گار ہوں اور میرا خدا سراسر بخشش ہی بخشش ہے۔ میں اپنے گناہوں پر شرمسار ہوں اور اپنے رب سے آس لگائے بیٹھا ہوں کہ وہ مجھے ضرور بخش دے گا۔ وہ غفور الرحیم ہے، غفار و ستار ہے۔ اس لئے وہ میری غلطیوں پر پردہ ڈالے گا اور مجھے رسوا ہونے سے بچائے گا۔ شاعر کے مطابق جب اللہ تعالیٰ ہمیں بخشتا بھی ہے اور ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی بھی کرتا ہے تو ہم کیوں نہ اس کے احسان مند رہیں اور اس کے احکام کے مطابق زندگی بسر کریں اور اس کی رضا حاصل کریں۔

12۔ کارزارِ دہر میں وجہِ ظفر، وجہِ سکوں　　عرصۂ محشر میں وجہِ درگزر، خیر البشر ﷺ　　(4 مرتبہ)
کب ملے گا ملتِ بیضا کو پھر اوجِ کمال　　کب شبِ حالات کی ہوگی سحر، خیر البشر ﷺ

نظم کا عنوان: نعت　　**شاعر کا نام:** حفیظ تائب

شعر نمبر 1: تشریح: حفیظ تائب نے اس شعر میں نبی کریم ﷺ کی صفات بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ سبھی انسانوں سے بہترین انسان ہیں۔ آپ ﷺ اس دنیا کی زندگی میں جو کہ ایک جنگ سے کم نہیں ہے اس میں کامیابی کا سبب ہیں اور ہماری زندگی کے دکھوں، تکلیفوں اور زندگی کی اس جنگ کی مصائب میں سکون کا باعث ہیں۔ آپ ﷺ کی نظرِ کرم ہماری ان مصیبتوں اور دکھوں کو کم کر سکتی ہے۔ آپ ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کے ذکر سے لوگوں کو سکون ملتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی نوازشات اور مہربانیاں اس دنیا کے علاوہ اگلی دنیا، اگلے جہان کے لئے بھی ہیں۔ آپ ﷺ اس میں بھی انسانوں کے کام آئیں گے اور جب قیامت کے روز اعمال کا حساب کتاب ہوگا تو آپ ﷺ ہم گنہگاروں کی اللہ تعالیٰ سے شفاعت فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے رحم دلانے اور معاف کرانے کا سبب بن جائیں گے۔ یوں آپ ﷺ دونوں جہانوں میں ہمارے لئے باعثِ رحمت ہیں۔

شعر نمبر 2: حفیظ تائب نبی کریم ﷺ سے سوال کرتے ہوئے مخاطب ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خیر البشر ﷺ، اے رسول اللہ ﷺ ہم اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ ہمیں منزل نہیں مل رہی اور ہم مسلسل ناکام ہو رہے ہیں۔ ہمارا یہ اندھیرا، اندھیروں کا یہ سفر کب ختم ہوگا اور ہمیں کب منزل ملے گی؟ کب ہم کامیابیوں سے ہم کنار ہو کر دنیا میں عزت و آبرو پائیں گے۔ ہماری قوم آج زوال کا شکار ہے۔ ہماری قوم کو پھر سے کمال اور ترقی کب نصیب ہوگا۔ ہماری قوم بہت برے حالات کا شکار ہے۔ اس کے حالات پر اندھیری رات چھائی ہوئی ہے اس کی صبح ہونے کے آثار نظر نہیں آ رہے۔ آپ ﷺ ہم پر نظرِ کرم فرمائیں تاکہ ہمیں پھر سے عروج حاصل ہو اور ہم اپنی عزت، وقار اور کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکیں۔ ہم پر خصوصی کرم فرمائیں تاکہ ہماری مایوسی میں بھی امید کی روشنی آئے اور ہم دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔

13۔ یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا　　کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا　　(3 مرتبہ)
وہی دوست ہے خالقِ دوسرا کا　　خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا　　(3 مرتبہ)

نظم کا عنوان: اسلامی مساوات　　**شاعر کا نام:** مولانا الطاف حسین حالی

تشریح: اس بند میں مولانا الطاف حسین حالی نے قرآن پاک کی تعلیمات اور انسان کے دنیا میں آنے کا مقصد بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید جو کہ نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا۔ وہ کتاب ہدایت ہے اور انسانوں کی راہنمائی کے لئے نازل ہوئی ہے۔ ہدایت کی اس کتاب کا پہلا سبق ہی یہ ہے کہ سارے انسان اللہ تعالیٰ کا ایک کنبہ ہیں اور اس اعتبار سے سب انسان برابر ہیں اور بھائی چارے کے رشتے سے بندھے ہوئے ہیں۔ سب کا ایک دوسرے پر حق ہے۔ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کا دوست وہی ہے جو اس کے بندوں سے محبت کا رشتہ قائم رکھتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے بندوں سے محبت نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا دوست نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید سرچشمۂ رشد و ہدایت ہے اور وہ انسانوں کو ایک برادری قرار دے کر ایک دوسرے کے کام آنے کی تلقین کرتا ہے اور انسانوں کے درمیان محبت اور ہمدردی کا رشتہ قائم رکھنے کی نصیحت کرتا ہے۔ قرآن کی نظر میں سارے انسان برابر ہیں۔ کسی میں کسی بھی قسم کا کوئی فرق یا امتیاز نہیں کیونکہ سب اللہ کی مخلوق ہیں۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر　　خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

14۔ بلائیں شاخِ گل کی لیں نسیمِ صبح گاہی نے　　ہوئیں کلیاں شگفتہ روئے رنگیں تاں ہو کر　　(2 مرتبہ)
کیا پھولوں نے شبنم سے وضو صحنِ گلستاں میں　　صدائے نغمۂ بلبل اٹھی بانگ اذاں ہو کر　　(2 مرتبہ)

نظم کا عنوان: خدا سرسبز رکھے اس چمن کو مہرباں ہو کر　　**شاعر کا نام:** اکبر الٰہ آبادی

شعر نمبر 1: تشریح: اکبر الٰہ آبادی نے موسمِ بہار میں باغ کی رونق اور منظر کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ صبح کے وقت چلنے والی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بھی اس موسم کی دلکشی اور حسن میں اضافہ کر رہی ہے۔ وہ پھولوں بھری شاخوں پر قربان ہو رہی ہے۔ درختوں پر نئی کلیاں، رنگین اور خوب صورت چہروں کی طرح کھل رہی ہیں اور خوب صورت پھولوں سے گویا بہار آگئی ہو۔ کلیاں پھول بن رہی ہیں اور پھول عجیب قسم کی بہار دکھا رہے ہیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں اور پرندے خوشی کے گیت گا رہے۔ اس رونق اور بہار میں سارا باغ مہک رہا ہے۔

شعر نمبر 2: اکبر الٰہ آبادی لکھتے ہیں کہ موسمِ بہار آ گیا ہے۔ باغوں میں تازگی آگئی ہے۔ پھول کھل رہے ہیں۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ بلبل نے صبح کی نماز کے لئے اذان دی ہے جسے سن کر پھولوں کی چٹیاں اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کرنے لگی ہیں۔ گویا اس پیارے موسم میں ہرے بھرے باغوں کے درخت، پھول اور پرندے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور جب چٹیاں کھلتی، درختوں کی ٹہنیاں جھومتی اور پرندے بولتے تو ایسے لگتا تھا کہ ساری مخلوق اپنے رب یعنی اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف کر رہی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ وہ چیزیں تو بے زبان ہیں جبکہ ہم جاندار ہیں اور قوتِ گویائی رکھتے ہیں۔ تو کیوں نہ ہم بھی اپنے دن کا آغاز اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کریں۔

15۔ ہو گئی ختم اس کی حجت اس زمین کے رہنے والوں پر — کہ کہا پہنچا ہے ان سب تک محمد ﷺ نے کلام اس کا
بجھاتے ہی رہے پھونکوں سے کافر اس کو رہ رہ کر — مگر نور اپنی ساعت پر رہا ہو کر تمام اس کا (تین مرتبہ)

نظم کا عنوان: حمد — شاعر کا نام: مولانا ظفر علی خاں

شعر نمبر 1: تشریح: مولانا ظفر علی خاں نے اس شعر میں نبی پاک ﷺ کے تبلیغِ دین کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا کلام زمین پر بسنے والوں تک پہنچا دیا ہے اور دنیا والوں پر خدا کی دلیل اور حجت واضح کر دی ہے اور اب ان کے پاس کوئی حیلہ یا بہانہ نہیں رہا کہ ہمارے پاس خدا کا پیغام نہیں آیا کیونکہ یہ کام نبی کریم ﷺ نے احسن طریقے سے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالے سے ہر ضروری بات اور اس کا ہر حکم آپ ﷺ نے دنیا والوں تک پہنچا دیا ہے۔ اس لیے اب کوئی اس کی ذات سے انکار نہیں کر سکتا۔ اب بھی انسانوں کو اللہ تعالیٰ کو ماننا اور اس کے احکام پر عمل کرتے چلے جانا چاہیے اور نبی آخری الزماں ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی''

شعر نمبر 2: حمد کا یہ شعر نعتیہ طرز کا ہے اور مولانا ظفر علی خاں نے اس میں نبی پاک ﷺ کی اس دنیا میں آمد اور کافروں کی مخالفت اور دشمنی کے باوجود آپ ﷺ کی دینِ اسلام میں کامیابیوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ کافروں نے ہر ممکن کوشش کی کہ اسلام دنیا میں نہ پھیلے اور اللہ تعالیٰ کا نام دنیا میں عام نہ ہو مگر ان کی ہر کوشش بے کار اور رائیگاں ہوگئی۔ ان کی ساری کوششوں، مخالفتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کا نور یعنی دینِ اسلام مکمل ہوا اور اس کی روشنی سارے عالم میں پھیل کر رہی اور ساری دنیا پر غالب آ گیا۔ گویا دنیا کی کوئی طاقت اللہ تعالیٰ کے نام کو عام ہونے اور اسلام کی روشنی کو پھیلنے سے روک نہیں سکتی۔ کیونکہ یہ دینِ فطرت ہے۔ اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ جو لوگ اسے مٹانے کی کوشش کریں گے وہ ہمیشہ منہ کی کھائیں گے اور خود مٹ جائیں گے اسلام دشمن طاقتوں کے تمام ہتھکنڈے ناکام ہوں گے اور اسلام کو ہی عروج حاصل رہے گا۔

16۔ کلرکوں سے آگے بھی افسر ہیں کتنے — جو بے انتہا صاحبِ غور بھی ہیں
ابھی چند میزوں سے گزری ہے فائل — مقامات آہ و فغاں اور بھی ہیں (2 مرتبہ)

نظم کا عنوان: قطعات — شاعر کا نام: انور مسعود

تشریح: اس قطعے میں انور مسعود نے ایک معاشرتی برائی، رشوت، کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ رشوت ستانی کے سبب ہمارا دفتری نظام بہت بگڑا ہوا ہے۔ کوئی بھی کام وقت پر نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دفتری نظام میں بہت سے کلرک اور افسر ہیں جن کے ہاتھوں سے ہر فائل باری باری گزرتی ہے۔ یہ فائل پہلے کلرکوں کے پاس پھر افسروں کے ہاتھ آتی ہے اور یوں یہ ایک طویل سفر کر کے آخر تک پہنچتی ہے۔ اس طویل سفر کے باعث ہر فائل پر عمل درآمد اور فیصلہ بہت تاخیر سے ہوتا ہے اور اس دوران ہر ایک کلرک اور افسر کو فائل آگے تک پہنچانے کے لئے پیسے لگانے پڑتے ہیں یعنی رشوت دینی پڑتی ہے۔ تب کہیں جا کر وہ فائل کسی نتیجے پر پہنچنے کے قابل ہوتی ہے۔ سائل اس دوران بہت پریشان رہتا ہے اور منتظر بھی کہ کب اس کے فیصلے کی نوبت آتی ہے اور اس کی درخواست کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے۔

17۔ ہوائے شوق میں شاخیں جھکیں خالق کے سجدے کو — ہوئی تسبیح میں مصروف ہر پتی زباں ہو کر
خدا سرسبز رکھے اس چمن کو مہرباں ہو کر

نظم کا عنوان: — شاعر کا نام: اکبرؔ الٰہ آبادی

شعر نمبر 1: تشریح: اکبرؔ الٰہ آبادی نے موسم بہار کی آمد پر باغ میں آنے والی تازگی اور شوخی کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ درختوں کی شاخیں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں جھک گئی ہیں اور پھولوں کی پتیوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا شروع کر دی ہے۔ گویا ان پیارے موسم میں ہرے بھرے باغوں کے درخت، پھول اور پرندے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ بہار کی مستی میں درخت اور پرندے، ٹہنیاں اور پھولوں کی پتیاں بھی شاعر کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف نظر آتے ہیں۔ شاعر کا تخیل بہت اعلیٰ اور باریک بین ہے کہ اسے درخت اور پھولوں کی پتیاں جو کہ بے جان ہیں وہ بھی خدا تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف نظر آتی ہیں۔ یہ مثال دے کر شاعر ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح کرنے کی تلقین کر رہا ہے۔

18۔ عمر بھر صحرا نوردی کی، مگر شادی نہ کی — قیس دیوانہ بھی تھا، کتنا سمجھدار آدمی
دانش و حکمت کی ساری روشنی کے باوجود — کم ہی ملتا ہے زمانے میں کم آزار آدمی (2 مرتبہ)

نظم کا عنوان: آدمی — شاعر کا نام: سید ضمیر جعفری

شعر نمبر 1: تشریح: سید ضمیر جعفری نے مشہور زمانہ عاشق قیس (جسے مجنوں بھی کہا جاتا ہے) کی صحرا نوردی اور عقل پر طنز کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ قیس جسے دنیا والے مجنوں اور دیوانہ کہتے ہیں۔ حقیقت میں دیوانہ نہ تھا۔ وہ ایک سمجھدار اور عقلمند انسان تھا۔ اس لئے اس نے شادی کرنے کی بجائے ساری عمر صحراؤں اور جنگلوں میں پھرتے گزار دی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شادی کے بعد جو حالات آئیں گے وہ ان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ان حالات میں اسے جو دکھ اٹھانے پڑیں گے وہ نہیں اٹھا سکے گا۔ اس لئے اس نے پوری زندگی ایک کالی کلوٹی لڑکی کے عشق میں گزار دی اور اسی کی خاطر دیوانہ بنا جنگلوں اور صحراؤں میں پھرتا رہا اگر وہ ہوس کا پجاری اور عورت کا دلدادہ ہوتا تو وہ لیلیٰ کی بجائے کسی اور سے شادی رچا کے خاموش ہو جاتا اور اپنی زندگی کی گاڑی ہانکنے لگتا اور یوں اس کی زندگی گزر جاتی۔

شعر نمبر 2: سید ضمیر جعفری دنیا میں اچھے اور بھلے مانس لوگوں کی کمیابی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اب زمانہ بدل چکا ہے۔ اخلاقی اقدار بدل چکی ہیں۔ اب زمانے اور معاشرے میں عقلمندی اور دانائی کی باتیں عام ہو چکی ہیں۔ علم کی روشنی اور سائنس کی ترقی نے دنیا کو بہت بدل دیا ہے۔ اب معاشرے میں

بڑے بڑے دانشور اور دانا لوگ مل جائیں گے۔ ان کی کوئی کمی نہ ہے۔ اعلیٰ ڈگریوں اور بہت زیادہ علم رکھنے والوں کی کمی نہیں ہے مگر ایسا آدمی شاید ہی ملے جو زیادہ دکھ دینے والا نہ ہو۔ دوسروں کا ہمدرد ہو۔ ایک دوسرے کا خیال رکھنے والا اور عوام کا بھلا چاہنے والا ہو۔ اس معاشرے اور دنیا میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو دوسروں کو دکھ دیتے ہیں خوش نہیں۔ بلکہ کچھ تو ایسے بھی ہیں جو دوسروں کے دکھ پر خوش ہوتے ہیں۔

19۔ تھا کبھی علم آدمی، دل آدمی، پیار آدمی　آج کل زر آدمی، قصر آدمی، کار آدمی　(دو مرتبہ)

نظم کا عنوان: آدمی　**شاعر کا نام:** سید ضمیر جعفری

تشریح: سید ضمیر جعفری نے ماضی اور حال کے انسانوں کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک زمانہ تھا جب آدمی کی عزت اور قدر و منزلت کا معیار تھا کہ اس کے پاس کتنا علم ہے۔ وہ دل کا کتنا اچھا اور ملنسار اور پیار کرنے والا ہے۔ مگر اب ان باتوں کی حیثیت ختم ہو چکی ہے۔ زمانہ بدل چکا ہے۔ اب انسان کے پرکھنے اور اس کی عزت و مقام کا معیار بھی بدل گیا ہے۔ اب انسان کی قدر کی بنیاد یہ ہو گئی ہے کہ اس کے پاس دولت کتنی ہے، اس کے محلات، کوٹھیاں اور کاریں کتنی ہیں؟ اس زمانے میں صاحب علم، نیک دل اور محبت و شفقت کرنے والے آدمی کی کوئی عزت اور قدر نہیں ہوتی۔ لوگ صرف اس کی عزت کرتے ہیں۔ اسے سلام کرتے ہیں جو دولت مند، امیر، محلات اور گاڑیوں کا مالک ہو۔ اگر چہ وہ کتنا ہی بداخلاق، ظالم، بے رحم ہی کیوں نہ ہو۔

20۔ ترا شباب امانت ہے ساری دنیا کی　تو خار زار جہاں میں گلاب پیدا کر　(5 مرتبہ)
سکون خواب ہے بے دست و پا ضعیفی کا　تو اضطراب ہے خود اضطراب پیدا کر　(4 مرتبہ)

نظم کا عنوان: نوجوان سے خطاب　**شاعر کا نام:** مجاز لکھنوی

شعر نمبر 1: تشریح: شاعر نوجوان سے مخاطب ہے اور کہتا ہے کہ اے نوجوان تیری جوانی تیری ذاتی ملکیت نہیں یہ ساری دنیا کی امانت ہے تو اس کا حق ادا کر اور اس دکھ بھری دنیا کو خوب صورت اور حوصلہ مند شخصیت بنانی چاہئے کہ ستارے بھی جھک کر سلام کریں۔ ہمارے نوجوان اس دنیا کو جو دکھوں سے بھری ہوئی ہے۔ ایسی خوب صورت دنیا میں تبدیل کر دیں جہاں سکھ ہی سکھ ہو۔ خوب صورتی ہی خوب صورتی ہو۔ شاعر جوانوں کو مسلمانوں کے نقش قدم پر چلنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ قوم کی نظر اپنے نوجوانوں پر ہوتی ہے اس لئے جوانوں کو تاریخ سے سبق ضرور حاصل کرنا چاہئے۔

شعر نمبر 2: شاعر قوم کے نوجوانوں کو درس دیتے ہوئے کہتا ہے۔ اے نوجوان ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ سستی اور کاہلی میں نہ پڑ۔ اپنی اور ملک و قوم کی ترقی کے لئے بے چین ہو جا کیونکہ جوانی نام ہی اضطراب اور بے چینی کا ہے۔ عمل اور کام کرنے کا دور جوانی ہے۔ اے نوجوان حرکت ہی زندگی ہے اور یہ تڑپ اور بے چینی ہی کامیابی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ جبکہ ٹھہراؤ اور سکون تو کمزوری اور عاجزی کا نام ہے۔ شاعر کہنا چاہتا ہے کہ نوجوانوں کے دلوں میں کچھ کر گزرنے کی تڑپ ہونی چاہئے اور انھیں اسی تڑپ سے کام لے کر مصروف عمل رہنا چاہیے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔

21۔ ایک بوسیدہ، خمیدہ، پیڑ کا کمزور ہاتھ　سیکڑوں گرتے ہوؤں کی دستگیری کا امیں　(3 مرتبہ)
آہ ان گردن فرازان جہاں کی زندگی　اک جھکی ٹہنی کا منصب بھی جنھیں حاصل نہیں　(2 مرتبہ)

نظم کا عنوان: ایک کوہستانی سفر کے دوران میں　**شاعر کا نام:** مجید امجد

تشریح: مجید امجد نے اس اقتباس میں ایک پہاڑی سفر کے دوران دیکھا ہوا منظر پیش کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ کس طرح ایک درخت کی جھکی ہوئی ٹہنی مسافروں کو ایک خطرناک موڑ عبور کرنے میں مدد دے رہی ہے اور انھیں غاروں میں گر جانے سے بچا رہی ہے۔ شاعر اس ٹہنی سے سبق لیتے ہوئے کہتا ہے کہ انسانوں کو بھی چاہئے کہ کم از کم اتنی سی خدمت تو انسانوں کی کریں جتنی یہ کمزور ٹہنی کر رہی ہے۔ مگر شاعر کو دکھ ہوتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ انسان تو ایک دوسرے کی اتنی سی مدد بھی نہیں کرتے۔

شاعر کہنا چاہتا ہے کہ درخت کی کمزور ٹہنی سینکڑوں لوگوں کی مدد کر رہی ہے لیکن ہمارے معاشرے کے امیر لوگ جو نام نہاد بڑے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں وہ دوسرے انسانوں کے دکھوں سے بے نیاز ہو کر عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور کسی کے کام آنا پسند نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ لوگ انسانوں کی بڑی خدمت کر سکتے ہیں۔ شاعر کے مطابق بڑے لوگ مدد نہیں کرتے لیکن کمزور لوگ ضرور ایک دوسرے کے ہمدرد ہوتے ہیں اور وہ کمزور ٹہنی کی طرح ہمیشہ دوسروں کی مدد کے لئے بے تاب رہتے ہیں۔

22۔ ترے قدم پہ نظر آئے محفل انجم　وہ بانکپن وہ اچھوتا شباب پیدا کر　(4 مرتبہ)

نظم کا عنوان: نوجوان سے خطاب　**شاعر کا نام:** مجاز لکھنوی

تشریح: شاعر مسلم نوجوانوں کے جذبے اور ہمت کو ابھارنے کی کوشش کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ حوصلہ اور عمل طاقت کا بنیادی ہتھیار ہے۔ اس لئے شاعر جوان کو جرات اور دلیری سے کام لینے کی نصیحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اے نوجوان! ایسا بانکپن اور ایسی جوانی پیدا کر کہ ستاروں کی محفل تیرے قدموں میں ہو۔ یعنی نوجوان اپنی شخصیت کو ایسے تشکیل دے کہ ستارے بھی جھک کر انھیں سلام کریں۔ نوجوان دنیا میں ایسا عروج حاصل کریں کہ انسان تو انسان آسمان والے بھی اس کا اعتراف کریں۔ اس کی جرات، بہادری اور حوصلے کی تعریف کریں۔ اس لئے شاعر جوانوں کو ستاروں پر کمند ڈالنے کا مشورہ دے کر ان میں عمل و محنت کی صفات پیدا کرنا چاہتا ہے شاعر کو بہادر، جرات مند، بلند نگاہ اور مضبوط ارادوں کے حامل نوجوان پسند ہیں۔ اس لئے وہ بقول اقبال انھیں بلندیوں تک پہنچنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ محبت مجھے ان جوانوں سے ہے　ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

2016

23 مری افتادگی بھی میرے حق میں اس کی رحمت تھی — کہ گرتے گرتے بھی میں نے لیا دامن ہے تھام اس کا (3 مرتبہ)

نظم کا نام: حمد — شاعر کا نام: مولانا ظفر علی خاں

تشریح: شاعر تشریح طلب شعر میں اپنی بے بسی اور اللہ کی رحمت کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انسان کو مصائب اور طرح طرح کے دکھوں نے مجھے عاجز اور بے بس کر کے رکھ دیا مگر اس کا کرم ہے کہ میری عاجزی اور بے بسی بھی میرے حق میں اس کی رحمت بن گئی کیونکہ میں نے حالات کے ہاتھوں بے بسی کے عالم میں گرتے گرتے بھی اس کا دامن تھام لیا ہے۔ میری بے بسی نے مجھے اس کی راہ دکھادی ہے۔ میں اسی کے حضور دست سوال دراز کئے ہوئے ہوں۔ یہ اس کا کرم ہے کہ برے حالات میں گمراہی کی راہ پر چل پڑنے کی بجائے میں اس کی طرف چل پڑا اور اسی سے اپنا حال دل بیان کر دیا۔ وہ بہت مہربان ہے اور مصائب میں ہماری مدد کرنے والا ہے۔ اب میں اس کی پناہ میں ہوں۔ اس کی پناہ میں آنے سے میں مایوسی اور بد دلی سے بھی بچ گیا ہوں اور گمراہ ہونے سے بھی۔ انسان مصیبت میں گھبر کر گمراہ ہونے کی بجائے اسی کا دامن تھام لے تو یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ جس نے اپنے بندے کو یہ توفیق عطا فرمائی۔ مصیبت میں اللہ تعالیٰ کا دامن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی تھاما جاتا ہے۔

جب جوش میں آتا ہے تیرا قلزم رحمت — حسرت سے فرشتے ہیں گنہگار کو تکتے

24 جلال آتش و برق و سحاب پیدا کر — اجل بھی کانپ اٹھے، وہ شباب پیدا کر (3 مرتبہ)

صدائے تیشہ مزدور ہے ترا نغمہ — تو سنگ و خشت سے چنگ و رباب پیدا کر

نظم کا نام: نوجوان سے خطاب — شاعر کا نام: مجاز لکھنوی

تشریح: مجاز لکھنوی لکھتے ہیں اے نوجوان! اپنے اندر آگ، بجلی اور بادل جیسا جلال پیدا کر کہ اور ایسی جوانی پیدا کر موت بھی تجھ سے ڈرے۔ شاعر کہنا چاہتا ہے یہ کہ نوجوانوں کو اپنی شخصیت کو مضبوط اور رعب دار بنانا چاہئے۔ ان کی شخصیت ایسی مضبوط اور رعب دار ہو کہ دشمن اس سے ڈریں حتیٰ کہ موت بھی ان سے آنکھ ملاتے ہوئے گھبرائے۔ نوجوانوں کو مضبوط، صاحب جلال اور حوصلہ مند ہونا چاہئے۔

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا — شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری

اے نوجوان! تیرا نغمہ کوئی عیش و عشرت والا نغمہ نہیں، تیرا نغمہ تو مزدور کے تیشے کی آواز ہے۔ تو مزدوروں والا تیشہ سنبھال اور پتھر اور اینٹوں سے راگ پیدا کر۔ شاعر کہنا یہ چاہتا ہے کہ نوجوانوں کو عیش و عشرت کی طرف مائل نہیں ہونا چاہئے بلکہ خوب محنت کرنی چاہئے تاکہ اس محنت کے ثمر سے خود بھی مستفید ہوں اور ملک و قوم بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ طرز عمل اختیار کئے بغیر نہ انفرادی ترقی ممکن ہے نہ قومی سطح پر اجتماعی ترقی کا امکان رہتا ہے۔

مشقت کی ذلت جنھوں نے اٹھائی — جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی

25۔ نہ دنیا میں ذلت نہ عزت کی پروا — نہ عقبیٰ میں دوزخ نہ جنت کی پروا

نظم کا نام: اسلامی مساوات — شاعر کا نام: الطاف حسین حالی

تشریح: جن لوگوں کو دولت کے باعث زندگی کی تمام آسائشیں میسر ہوتی ہیں اس لئے جب انھیں دین کے اصولوں کی پرواہی نہیں تو دین ان کی رہنمائی کیسے کر سکتا ہے۔ وہ اس قدر گمراہ ہو جاتے ہیں کہ نہ انھیں اس دنیا میں عزت اور بے عزتی کی پروا رہتی ہے۔ نہ اگلی دنیا میں جنت کی خواہش یا دوزخ کا ڈر رہتا ہے۔

درد دل پاس وفا جذبہ ایماں ہونا — آدمیت ہے یہی اور یہی انساں ہونا

منافقت کا نصاب پڑھ کر محبتوں کی کتاب لکھنا — بہت کٹھن ہے، خزاں کے ماتھے پہ داستان گلاب لکھنا

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ قوم پر زوال آتا ہے تو سب سے پہلے اس کے امرا گمراہی کا شکار ہو کر بدکردار ہو جاتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں عزت ملنے یا نہ ملنے اور جنت میں جانے یا دوزخ میں جانے کے بارے میں بالکل بے پروا ہو جاتے ہیں۔

26۔ کس پر یہاں تغیر کا افسوں نہیں — اس بزم میں نصیب کسی کو سکوں نہیں

نظم کا نام: تغیر — شاعر کا نام: احسان دانش

تشریح: کون ہے جس پر مسلسل تبدیلیوں کا اثر نہیں ہوتا؟ کوئی بھی نہیں۔ کون ہے جسے اس دنیا میں سکون یا ٹھہراؤ میسر ہے؟ کسی کو بھی نہیں۔ تبدیلی ایک فطری عمل ہے اور حقیقت تو یہی ہے کہ زندگی نام ہی تبدیلی کا ہے۔ اس میں سکون یا ٹھہراؤ ہے ہی نہیں۔ چنانچہ ہمیں اس اصول فطرت کو سمجھ لینا چاہئے کہ حرکت یا تغیر ہی جاری و ساری رہے گا۔ کوئی چیز، فرد یا قوم سدا ایک حالت میں رہ ہی نہیں سکتی۔ اس پر اچھا وقت بھی آسکتا ہے تو اس کے بعد برا وقت بھی آسکتا ہے۔ برا وقت آسکتا ہے تو اس کے بعد اچھا وقت بھی آسکتا ہے۔ مستقل طور پر ایک حالت رہنی ممکن ہی نہیں۔ یہی اصول مصیبت میں گھرے ہوئے انسان کو حوصلہ دیتا ہے کہ اس کی یہ حالت ہمیشہ نہیں رہے گی۔

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا — کہ صبح شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

27۔ زندگی پیچھے کہیں منہ دیکھتی ہی رہ گئی — کتنا اونچا لے گیا جینے کا معیار آدمی

نظم کا نام: آدمی — شاعر کا نام: سید ضمیر جعفری

تشریح: انسان نے زندگی کا معیار اتنا اونچا کر لیا ہے کہ گزارہ کرنے کے لئے اسے اپنی ہمت سے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ گویا انسان نے زندگی کا معیار اتنا اونچا کر لیا ہے کہ زندگی کہیں پیچھے ہی رہ گئی ہے، وہ زندگی سے لطف اندوز ہونے کے لائق رہا ہی نہیں۔

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا — زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

شاعر کو دکھ ہے کہ عام آدمی کی زندگی کو کوئی اہمیت نہیں۔ دولت مندوں نے زندگی کا معیار بلند کر کے عام آدمی کے لئے مسائل پیدا کر دیے ہیں۔

2017

28۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

نشان ہلال نُما راہ میں بتاتے ہیں — کہ تھوڑی دور پہ آگے سوار جاتے ہیں

غبارِ راہ نشاں ہے کسی تگ و پو کا — یقین ہوتا ہے نقشِ قدم سے رہرو کا

نظم کا عنوان: سراغِ راہرو

شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

تشریح: اس شعر میں شاعر نے ہلال نما نشانات کا ذکر کیا ہے۔ ان نشانات کا تعلق دراصل گھڑ سواروں سے ہے کیونکہ گھوڑے کے نعلین (گھوڑے کے پاؤں کے نیچے قوس نام لوہا) کی مماثلت چونکہ پہلی رات کے چاند سے ہوتی ہے لہٰذا شاعر نے اسی نسبت سے نشان ہلال نما کا ذکر کیا ہے۔ یہ ہلال نما نشانات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ابھی گھڑ سوار کچھ دور آگے گئے ہیں۔ جس طرح پہلی رات کا چاند آہستہ آہستہ بدر کامل میں بدلتا ہے۔ اس طرح سفر جب بتدریج اپنے آغاز سے انجام کی طرف بڑھتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کے نقوش واضح ہونے لگتے ہیں۔ ابتدا میں یہ نشانات مدہم ہوتے ہیں مگر جوں جوں قدم آگے بڑھتا ہے، قدموں کے نشان روشن ہوتے جاتے ہیں۔ اقبالؒ نے ترقیِ آدم کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا:

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے۔

انسانی زندگی کی طرف نگاہ دوڑائی جائے تو وہاں بھی یہی کیفیت اور رفتار دکھائی دیتی ہے۔ بچہ، بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے کی طرف بڑھتا ہے تو اس کی گزری ہوئی زندگی، حال سے مل کر مستقبل کی صورت بناتی ہے۔ پھر عمر میں اضافے کے ساتھ ساتھ تجربے میں اضافہ بھی ضروری ہے۔ تو اس شعر میں شاعر ہلال نما نشانوں کا ذکر کرتا ہے جن سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی سوار ہیں جو یہاں سے گزرے ہیں، اسی لیے زمین پر گھوڑے کے نعلین کے نشانات موجود ہیں۔

29۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

کہاں بندگانِ ذلیل اور کہاں وہ — بسر کرتے ہیں بے غم قوت و ناں وہ

پہنتے نہیں جز سمور و کتاں وہ — مکاں رکھتے ہیں رشکِ خُلدِ جناں وہ

نظم کا عنوان: اسلامی مساوات

شاعر کا نام: مولانا الطاف حسین حالی

تشریح: اس بند میں حالی کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی زندگی کے طور اطوار ہی نرالے ہیں۔ وہ عیش و عشرت اور ناز و نعم کے پروردہ ہیں۔ ادنیٰ اور مفلوک الحال لوگوں کا ان سے کیا مقابلہ؟ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کبھی غربت کا منہ تک نہیں دیکھا اور بھوک پیاس اور تنگی انھیں چھو کر نہیں گزری۔ اسی لیے انھیں ان لوگوں کا کوئی خیال نہیں جو زندگی کی بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہیں۔ وہ سمور و کتاں جیسے باریک اور قیمتی لباس زیبِ تن کرتے ہیں اور ان کے گھر محل نما ہوتے ہیں جو جنت کے محلات کیلئے بھی رشک کا سامان ہیں۔ وہ اس قدر نازک مزاج ہو چکے ہیں کہ سواری کے بغیر ان کا ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھتا۔

مساوات اور دوسروں کیلئے دل میں رحم مسلمانوں کا طریقہ رہا ہے۔ لیکن اب مسلمان اپنے ذاتی مفاد کو اہمیت دیتے ہیں اور عیش پرستی کا شکار ہیں۔ اسلام کے نامور فاتح طارق بن زیاد کا یہ واقعہ اسلامی تاریخ کا شاہکار ہے کہ جب طارق بن زیاد اندلس کے ساحل پر پہنچا تو اس نے کشتیوں کو جلانے کا حکم دیا اور اپنے سپاہیوں سے کہا کہ دو ہی راستے سامنے ہیں: فتح یا شہادت۔ اقبالؒ نے بھی ظاہری اسباب سے لاتعلقی کو درویشی کا سرمایا قرار دیا ہے:

ساماں کی محبت میں مُضمر ہے تن آسانی
مقصد ہے اگر منزل، غارت گرِ ساماں ہو

30۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔ (3 مرتبہ)

رُونما کب ہوگا راہِ زیست پر منزل کا چاند — ختم کب ہوگا اندھیروں کا سفر، خیر البشرؐ

نظم کا عنوان: نعت

شاعر کا نام: حفیظ تائب

تشریح: نعت کے اس شعر میں شاعر حضورؐ سے گزارش کر رہے ہیں کہ آپؐ کی ذات مبارک سے دنیا میں گمراہی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ لیکن طاغوتی طاقتوں نے پھر ویسے ہی حالات پیدا کر دیے ہیں۔ جس کی وجہ سے اہل ایمان فکر مند ہیں چاروں طرف ظلم و ستم کا رواج دوبارہ چھا گیا ہے۔ شاعر حضورؐ کی وساطت سے دُعا گو ہے کہ یہ اندھیروں کا سفر کب ختم ہوگا۔ انسانی زندگی آج جتنی اندھیروں میں سفر کر رہی ہے ایسی حالت پہلے کبھی نہ تھی۔ ہم پر مہربانی فرما۔ تیری ہی ذات ایسی ہے جس سے انسانیت کو کسی خیر کی توقع رکھنی چاہیے۔

2018

31۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

دل رہینِ صومعہ، دستار رہن مے کدہ — تھا ضمیر جعفری بھی اک مزے دار آدمی
پہلے کشتی ڈوب جاتی تھی نظر کے سامنے — اب گرے گا بحرِ اوقیانوس کے پار آدمی

نظم کا عنوان: آدمی

شاعر کا نام: سید ضمیر جعفری

تشریح: ان اشعار میں شاعر خود سے مخاطب ہو کر دیکھتا ہے کہ میرے بھی پاؤں دو کشتیوں میں ہیں اپنے آپ سے مخاطب ہونا دراصل موجودہ عہد کے ازبر نے خطاب ہے لکھتے ہیں۔ ضمیر جعفری ایک دانا انسان ہوا کرتا تھا مگر تھا وہ بھی بہت دلچسپ آدمی۔ اس کا دل تو عبادت گاہوں میں ہوتا تھا مگر اس کی پگڑی شراب خانے والوں کے پاس گروی ہوتی تھی۔ گویا وہ بھی کھرا آدمی نہیں تھا، ایک منافق انسان تھا جو دہری زندگی بسر کرتا رہا۔

مے بھی ہوٹل میں پیو چندا بھی دو مسجد میں — شیخ بھی خوش رہے شیطان بھی ناراض نہ ہو

ہم زوال کے دور میں جی رہے ہیں۔ ہمارا مقدر یہی بن چکا ہے کہ ہمارا بیڑہ غرق ہو۔ یہ بیڑا پہلے بھی غرق ہوتا رہا۔ فرق اب یہ پیدا ہو گیا ہے کہ پہلے تو ہمارا بیڑہ ہمارے سامنے ہی غرق ہوا کرتا، اب امریکہ جا کر غرق ہوا کرے گا یعنی پہلے ہماری ساری تباہی ہماری اپنی پیدا کردہ تھی اب ہماری تباہی میں امریکہ کا ہاتھ بھی ہوگا کہ ہم روز بروز زیادہ سے زیادہ اس کے زیر اثر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

32۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

راتوں کو ہے سحر کی تجلی کا انتظار — ہے ہر صدا فراقِ خموشی میں بے قرار

نظم کا عنوان: تغیر

شاعر کا نام: احسان دانش

تشریح: شاعر ان اشعار میں لکھتا ہے کہ زندگی تبدیلی کا نام ہے۔ ہر مخلوق یا ہر شے مسلسل تبدیلی کے عمل سے گزر رہی ہے۔ رات ہوتی ہے تو اسے مسلسل صبح کی روشنی کا انتظار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ رات کو دوام نہیں، اس کے بعد صبح کا ہونا اور اندھیرے کے بعد اجالے کا آنا قدرتی امر ہے۔ ہر آواز جو ہمیں سنائی دیتی ہے خموشی کی جدائی میں بے چین ہوتی ہے۔ آواز کو خموشی کا انتظار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آواز کو دوام نہیں، اس کے بعد خاموشی ہی کو آنا ہے۔ آواز کے بعد خاموشی اور خاموشی کے بعد آواز کا آنا قدرتی امر ہے۔ نہ آواز کو دوام ہے نہ خاموشی کو۔

دنیا میں اعتبارِ عروج و زوال کیا؟ — دو دن میں چاند بڑھ گیا دو دن میں گھٹ گیا

33۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

پریشاں اگر قحط سے اک جہاں ہے — تو بے فکر ہیں کیونکہ گھر میں سماں ہے
اگر باغِ امت میں فصلِ خزاں ہے — تو خوش ہیں کہ اپنا چمن گل فشاں ہے

نظم کا عنوان: اسلامی مساوات

شاعر کا نام: مولانا الطاف حسین حالی

تشریح: شاعر ان اشعار میں لکھتا ہے کہ اگر قحط سے دنیا پریشان ہے تو دولت مند بے فکر رہتے ہیں کیوں کہ ان کے گھروں میں ہر قسم کی اجناس ہیں۔ اگر باغِ امت میں فصلِ خزاں ہے تو وہ پھر بھی خوش رہتے ہیں کیوں کہ ان کا اپنا گھر بالکل محفوظ ہے۔ غریبوں کا انہیں کوئی احساس نہیں۔

تمہاری لونڈیاں انبار میں ریشم کے تلتی ہیں — ہماری بیٹیوں کے تن کی عریانی نہیں جاتی

جوش ملیح آبادی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک امیر عورت کو دیکھا جو گاڑی سے نیچے اتر رہی تھی اور اس کے جسم پر بہت کم لباس تھا۔ جس کی وجہ سے اس کا جسم عریاں نظر آ رہا تھا۔ اسی دوران ایک بھکارن مانگتی ہوئی اس عورت کے پاس آئی تو میں نے دیکھا کہ اس بھیک مانگنے والی عورت کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے تو مجھے محسوس ہوا کہ ایک عورت کو امارت نے ننگا کر دیا اور دوسری کو غربت نے۔

گندم امیرِ شہر کی ہوتی رہی خراب — بیٹی مگر غریب کی فاقوں سے مر گئی

جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو سب سے پہلے اس کے امرا بدکردار، بے حس اور ظالم ہو جاتے ہیں۔ انھیں دنیا و آخرت کی کوئی پروا نہیں رہتی۔ انھیں نہ دنیاوی عزت کا احساس رہتا ہے نہ آخرت میں جنت کے حصول کی آرزو رہتی ہے۔ انھیں تو صرف ذاتی عیش و آرام اور نمود و نمائش ہی سے غرض رہ جاتی ہے۔ اگر ملک میں قحط پڑ جائے اور لوگ پریشانی میں مبتلا ہوں تو انھیں اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ وہ بالکل بے فکر رہتے ہیں کیونکہ ان کے اپنے گھروں میں سب کچھ موجود ہوتا ہے۔ چونکہ انھیں کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی اس لئے وہ دوسروں کی تکلیف کی پروا نہیں کرتے۔

2019

34۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

یونہی یہ گردِ سرِ راہ خوش نما تارے — رواں ہیں جن کی جبینوں سے حُسن کے دھارے
زمیں کا نور ہیں اور آسماں کی زینت ہیں — کسی کی شوخیِ رفتار کی علامت ہیں

نظم کا عنوان: سراغِ راہرو

شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

تشریح: بظاہر ان اشعار سے لگتا ہے کہ شاعر کا اشارہ سفرِ معراج کی طرف ہے اور شاعر نے کہکشاں، چاند، سورج اور ستاروں کو شوخیٔ رفتار کی علامت قرار دیا ہے ۔ اگر جوش خطابت کو دیکھا جائے تو اشارہ انسان کے باعمل ہونے کی طرف ہے۔

کوشش میں ہے شرط ابتداء انسان سے پھر چاہیے مانگنی مدد یزداں سے

جب تک نہ کام دست و بازو سے لیا پائی نہ نجات نوح نے طوفان سے

کوئی بھی چیز از خود نہیں ہو سکتی۔ جس طرح زمین پر رگز کا نشان سانپ کے گزرنے کی دلیل ہے، ہلال نما نشان کسی سوار کے گزرنے کی دلیل ہے، راستے کا غبار کسی کے گزرنے کی دلیل ہے، صنم کا ہونا صنم تراش کے ہونے کی دلیل ہے، اسی طرح آسمان پر بنی ہوئی یہ راہ جسے ہم کہکشاں کہتے ہیں از خود وجود میں نہیں آگئی۔ یہ چاند اور یہی روشن سورج بھی کسی کے نقوشِ قدم ہیں۔ اسی طرح خوب صورت ستارے جو راستے کی گرد کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور خوب صورت منظر پیش کرتے ہیں کسی اور ہستی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہ سورج، چاند، ستارے، زمین کو روشنی عطا کرتے ہیں اور آسمان کو خوب صورتی بخشتے ہیں مگر یہ کسی عظیم ہستی کے ادھر سے گزرنے کی علامت بھی ہیں۔ شاعر نے واقعہ معراج کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی انداز کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو جس میں واقعہ معراج کی طرف اشارہ ہے۔

کہکشاں پر جمی ہوئی ہے نظر

اسی طرف سے ہوا تھا ان کا گزر (اطہر صدیقی)

جس طرح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر ایک راستہ بنایا ہوا ہے جس پر چاند اور ستارے چلتے ہیں۔ اس طرح اس دنیا میں بھی راستوں پر چلنے والے چاند اور ستارے ہیں۔ جن کی محنت اور عمل سے زندگی قدم قدم چلتی ہوئی آج اس مقام پر پہنچ گئی ہے۔

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی ستارے جس کے گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے

35۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

وہی دوست ہے خالقِ دوسرا کا خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا

یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

نظم کا عنوان: اسلامی مساوات

شاعر کا نام: مولانا الطاف حسین حالی

تشریح: کتابِ ہدیٰ کا یہ پہلا سبق تھا کہ ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ وہی خالقِ دوسرا کا دوست ہے جس کو خلائق سے ولا کا رشتہ ہے۔ یہی عبادت، یہی دین و ایماں ہے کہ دنیا میں انساں انساں کے کام آئے۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

جب عرب قوم زوال کی حالت میں تھی تو اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کو اس کی اصلاح کے لیے اور دنیا بھر میں اپنا پیغام پہنچانے کے لیے بھیجا۔ آپ ﷺ ہی کے ذریعے انسانوں کی رہنمائی کے لیے قرآن کریم نازل فرمایا جو انسانوں کے لیے ہدایت کی آخری اور ہر اعتبار سے مکمل کتاب ہے۔ ہدایت کی اس کتاب کا پہلا سبق ہی یہ ہے کہ سارے انسان اللہ تعالیٰ کا ایک کنبہ ہیں۔ اس اعتبار سے سب انسان برابر ہیں اور بھائی چارے کے رشتے سے بندھے ہوئے ہیں۔ سب کا ایک دوسرے پر حق ہے۔ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کا دوست وہی ہے جو اس کے بندوں سے محبت کا رشتہ قائم رکھتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے بندوں سے محبت نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا دوست نہیں ہو سکتا۔ سب سے بڑی عبادت اور دین اور ایمان کا اہم ترین اصول یہ ہے کہ انسان دنیا میں دوسرے انسانوں کے کام آئے۔ اس کی مصیبت میں ممکن حد تک مدد کرے۔

رکھتے ہیں جو اوروں کے لیے پیار کا جذبہ وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھرا نہیں کرتے

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

الغرض قرآن کریم انسانوں کو انسانوں کے کام آنے کی ہدایت دیتا ہے اور انھیں ایک برادری قرار دے کر ایک دوسرے کے کام آنے کو عبادت کا درجہ دیتا ہے۔ اس لیے ہمیں پوری کوشش کرنی چاہیے کہ دوسرے انسانوں سے محبت کا رشتہ قائم کریں اور ان کے دکھ درد میں ان کے کام آئیں۔

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے آتے ہیں جو کام دوسروں کے

36۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

خوش خصال و خوش خیال، خوش خبر، خیر البشر ﷺ خوش نژاد و خوش نہاد و خوش نظر، خیر البشر ﷺ

دل نواز و دل پذیر و دل نشین و دل کشا چارہ ساز و چارہ کار و چارہ گر، خیر البشر ﷺ

نظم کا عنوان: نعت

شاعر کا نام: حفیظ تائب

تشریح: ان اشعار میں حضور کی صفات کا ذکر بڑے حسین پیرائے میں کیا ہے کہ حضور نیک خصلت یعنی اچھی عادت والے ہیں۔ آپ کی ذات سب سے اعلیٰ ہے۔

آپؐ کی ذات سب سے اعلیٰ ہے آپؐ کی بات سب سے اعلیٰ ہے

آپ کی دوسری اور تیسری خوبی خوش خیال اور خوش خبری کی ہے۔ آپؐ دونوں جہانوں کے رحمت اللعالمین بن کر آئے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے
وما ارسلنک الا رحمۃ اللعلمین (ترجمہ) بے شک آپؐ کو دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

خوشبو ہے دو عالم میں تیری اے گل چیدہ کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصاف حمیدہ

یا خیر البشر! آپؐ ساری کائنات میں ازل سے ابد تک تمام انسانوں میں سے بہترین انسان ہیں۔ آپؐ نیک عادات کے مالک ہیں اور نہایت اچھی سوچ رکھنے والے ہیں۔ آپؐ انسانوں کو اچھی اچھی خوش خبریاں دینے والے ہیں۔ آپ کا تعلق نہایت اعلیٰ خاندان سے ہے۔ آپؐ نیک طبع انسان ہیں اور حسن و جمال میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ آپؐ عظیم ترین انسان ہیں اور عظیم ترین اخلاق کے مالک ہیں۔ جو بھی اعلیٰ اخلاق کی باتیں ہو سکتی ہیں سب آپؐ کی ذاتِ اقدس میں موجود ہیں۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

جو بھی اعلیٰ صفات اور اعلیٰ اخلاقی اقدار ممکن ہیں وہ سب آپ ﷺ میں موجود ہیں تو ہم رہنمائی کے لئے صرف آپ ﷺ کی طرف کیوں نہ دیکھیں۔ ہم تو صرف آپ ﷺ ہی سے رہنمائی حاصل کریں گے۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

دوسرے شعر کے پہلے مصرعے میں چار صفات کا ذکر کیا ہے، یہ چاروں صفات کا دل سے تعلق ہے یعنی آپ دل نواز اور دل پذیر کے ساتھ ساتھ دل نشین اور دلکشا بھی ہیں۔

مردہ روحوں کو دی آپؐ نے زندگی مل گئی ہر مرض کی شفا آپؐ سے

اس لیے یا خیر البشر! آپؐ ساری کائنات میں ازل سے لے کر ابد تک سارے انسانوں میں سے بہترین انسان ہیں۔ آپؐ پریشان دلوں کو تسلی دینے والے ہمدرد انسان ہیں۔ آپؐ اپنے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے کائنات کی پسندیدہ ترین شخصیت ہیں۔ آپؐ کی شخصیت ایسی پسندیدہ اور متاثر کرنے والی ہے کہ انسانوں کے دلوں میں گھر کر لیتی ہے۔ آپؐ پژمردہ دلوں کو شگفتہ کر دینے والی ہستی ہیں۔ آپؐ انسانوں کے بگڑے ہوئے کام سنوارنے والے اور ان کی مشکلوں کو نظر کرم سے آسان بنا دینے والے ہیں۔ آپؐ نگاہِ کرم سے بیماروں کا علاج کر دینے والے ہیں۔ آپؐ کائنات کے عظیم ترین انسان ہیں اور عظیم ترین اخلاق اوصاف کے مالک ہیں۔

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

آپ کی ذاتِ اقدس میں اس قدر خوبیاں ہیں اور ایسی کشش ہے کہ آپؐ دوسروں کے دلوں میں گھر کر لیتے ہیں اور ان کی پسندیدہ ترین شخصیت بن جاتے ہیں۔ جب آپ ﷺ ہی تمام تر اعلیٰ اوصاف کے مالک ہیں اور انسانوں کے کام سنوارنے والے ہیں تو ہم کیوں نہ انھی کی طرف دیکھیں، انھی کے نقوشِ قدم پر چلیں اور انھی سے دنیا جہان کی تاریکی میں روشنی حاصل کریں۔ جب ان سے بہتر کوئی چارہ گر دنیا میں ہے ہی نہیں تو ہم کیوں نہ انھی کا دامن تھامیں اور دکھ درد میں ان کی چارہ گری پر بھروسا رکھیں۔

لطف ہی لطف ہے اس رحمتِ عالم کی نظر خیر ہی خیر ہیں شاہ دوسرا کے جلوے

37۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

گواہی دے رہی ہے اس کی یکتائی پہ ذات اس کی دُوئی کے نقش سب جھوٹے، ہے سچا ایک نام اُس کا

نظم کا عنوان: حمد

شاعر کا نام: مولانا ظفر علی خاں

تشریح: اس شعر میں اس دنیا کی سب سے بڑی حقیقت کو بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ کی ذات واحد ہے

دوسرا کون ہے جہاں تو ہے کون جانے تجھے کہاں تو ہے

علامہ اقبال نے کیا خوب لکھا ہے:

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے حکمراں ہے ایک وہی باقی بتانِ آذری
کبھی جو دیر سے لوٹوں تو مری ماں کی طرح وہ میرے رزق کا حصہ نکال رکھتا ہے

کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اس کے واحد ہونے کی گواہ خود اس کی اپنی ذات ہے۔ اس کے مقابلے میں جو بھی شرک کا انداز ہوگا بالکل جھوٹا ہوگا۔ سچا نام صرف اسی کا ہے۔ اس جیسا سچا نام رکھنے والا کوئی اور ہے ہی نہیں۔ کائنات کا سارا نظام اسی خدائے واحد کی مرضی کے تابع ہے۔ وہی ساری کائنات اور سارے جہانوں کا مالک ہے۔ صرف اسی کے حکم سے نظامِ ہستی چل رہا ہے۔ اس میں کسی اور کا کوئی دخل نہیں۔ اس کا کوئی شریک ہے ہی نہیں۔ کائنات کا سارا نظام صرف اسی کے حکم سے چل رہا ہے۔ وہی سچا نام ہے جس پر ہمیں بھروسا کرنا چاہیے۔ جب سارا نظام چلنا ہی صرف اسی کے حکم سے ہے تو ہم کیوں مشکل وقت میں کسی اور طرف دیکھیں۔

زمانے میں سب کچھ ہے لاشریک وہ ہے، وہی وحدہٗ لاشریک
اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا بھی جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا

حصہ غزل سے اہم اشعار کی تشریح بورڈ پیپرز 2011-2019

1۔ رونے سے کام بس کہ شب اے ہم نشیں رہا — آنکھوں پہ کھینچتا میں سر آستیں رہا (4 مرتبہ)
نازک مزاج تھا میں بہت اس چمن کے بیچ — جب تک رہا تو خندۂ گل سے حزیں رہا (4 مرتبہ)
ہمدم جو دیکھتا ہوں پہلو میں دل نہیں — بیٹھا تھا اس کے پاس، میرا دل وہیں رہا

شاعر کا نام: غلام ہمدانی مصحفی

تشریح: شعر نمبر 1: غلام ہمدانی مصحفی نے یہاں اپنے رونے کی کیفیت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں۔اے میرے دوست مجھے رات رونے سے کام رہا اور میں اپنی آستین کو اپنی آنکھوں پر کھینچتا رہا۔شاعر کہتا ہے کہ اس نے رات بہت تکلیف میں گزاری۔وہ بہت دکھی اور غمگین ہے اس لئے وہ رات بھر روتا رہا اور اپنی آستین سے اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کو صاف کرتا رہا۔شاعر نے اپنے دکھ کی کیفیت اور شدت کو اپنے رات بھر رونے سے منسلک کر کے اس کی شدت واضح کی ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس نے بہت حوصلہ رکھا لیکن اب اس کی ہمت جواب دے گئی ہے اور وہ بے بس ہو کر ساری رات اپنے دکھوں اور غموں پر آنسو بہاتا رہا ہے اور ساری رات اس کی اسی حالت میں گزری ہے اور وہ ایک لمحے کے لئے بھی نہیں سو سکا۔

شعر نمبر 2: شاعر نے اس دنیا کو باغ سے تشبیہ دے کر اپنے آپ کو بدنصیب قرار دیا ہے اور کہتا ہے کہ اس خوب صورت دنیا میں جو ایک باغ کی طرح ہے، میں رہتے ہوئے بھی وہ اداس اور غمگین ہے اور اسے رنگ برنگے پھولوں سے بھی خوشی اور مسرت حاصل نہیں ہو پاتی۔کیونکہ شاعر بہت نازک مزاج اور حساس قسم کا انسان ہے اس لئے جب وہ ان پھولوں، باغ کی خوب صورتی کے ختم ہونے، دنیا کے فنا ہونے کا سوچتا ہے تو وہ غمگین اور اداس ہو جاتا ہے۔حقیقت میں غلام ہمدانی مصحفی نے جن حالات میں زندگی گزاری وہ بڑا کٹھن دور تھا۔زندگی بڑی حقیر تھی اور لوگ زندگی کو گزار نہیں رہے تھے بلکہ زندگی کے دن پورے کر رہے تھے۔اس لئے شاعر ان حالات میں بہت نازک مزاج اور حساس بن گیا کہ کلی کے چٹکنے سے بھی اسے تکلیف اور دکھ محسوس ہوتا تھا۔اس لئے شاعر کہہ رہا ہے کہ وہ ایک نازک مزاج آدمی ہے اس پر چھوٹی چھوٹی باتوں کا اثر بھی بہت ہوتا ہے اور وہ پریشان ہو جاتا ہے۔

شعر نمبر 3: شاعر نے اپنے محبوب کو دیکھنے سے ہونے والی بے قراری کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اے دوست! میں محسوس کر رہا ہوں کہ جیسے میرے اندر میرا دل ہے ہی نہیں، کہیں کھو گیا ہے۔کچھ دیر پہلے میں اپنے محبوب کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔وہیں سے اٹھ کر آیا ہوں اور اپنے آپ کو دل سے محروم محسوس کر رہا ہوں۔میرا خیال ہے کہ آتے ہوئے میں اپنا دل وہیں چھوڑ آیا ہوں۔دراصل شاعر کا محبوب سے ملنے کے بعد کہیں اور دل نہیں لگ رہا۔اس لئے وہ بہت بے چین ہے اور دوبارہ اس سے ملنے کی خواہش مند بھی ہے۔کیونکہ اب اسے دیکھنے کے بعد اس کا دل کسی اور کام کو نہیں کر رہا صرف اسے دیکھتے رہنے کا خواہش مند ہے۔

2۔ جو کچھ کہ ہم نے کی ہے تمنا، ملی مگر — یہ آرزو رہی ہے کہ کچھ آرزو نہ ہو (2 مرتبہ)
جوں شمع جمع ہوویں اگر اہل زبان ہزار — آپس میں چاہیے کہ کبھی گفتگو نہ ہو
جوں صبح، چاک سینہ، مرا، اے رفوگراں! — یا توں کسو کے ہاتھ سے ہرگز رفو نہ ہو

شاعر کا نام: خواجہ میر درد

شعر نمبر 1: تشریح: خواجہ میر درد لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق و مالک ہے۔وہ ہماری ضروریات پوری کرتا ہے۔ہم دعاؤں کے ذریعے اسی سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں وہ ہماری دعائیں قبول کر کے انھیں پورا کرتا ہے ہمیں دنیا میں جو کچھ ملتا ہے۔اسی سے ملتا ہے۔ہم دنیا میں جو بھی خواہش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پوری کر دیتا ہے مگر پھر بھی ہمارے دل میں حسرت رہتی ہے۔ہماری آرزوئیں ختم نہیں ہوتیں اور ہم اس سے کچھ اور مانگتے ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ جو مانگتے ہیں وہ مل جاتا ہے کیونکہ اس کی عطا کی کوئی حد ہے ہی نہیں۔اس لئے ہمیں صرف اسی سے اپنی حاجتیں پوری ہونے کی دعائیں مانگنی چاہئیں۔

شعر نمبر 2: اس شعر میں درد اہل زبان کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ہزار اہل زبان بھی اکٹھے ہو جائیں تو انھیں شمع کی مانند آپس میں گفتگو نہیں کرنی چاہیئے۔اکثر شعرا نے زبان کو شمع قرار دیا ہے اور شمع شاعری میں ضبط نفس کی علامت ہے جو عشق میں خاموشی سے جلتی رہتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے لیکن آہ نہیں بھرتی۔اسی طرح عاشق کو بھی شکوہ نہیں کرنا چاہیئے۔خاموشی گفتگو سے کہیں بہتر ہوتی ہے۔خاموشی میں عافیت ہے۔مسائل خاموشی سے نہیں، گفتگو سے پیدا ہوتے ہیں۔شاعر بھی شمع کی مانند خاموش رہنے کی نصیحت کر رہا ہے اور اہل زبان کو کہتا ہے کہ اگر وہ جمع ہوں تو زبان کا استعمال نہ کریں اور خاموش رہیں۔اسی میں ان کی بہتری ہے۔

شعر نمبر 3: میر درد نے سینے کے چاک یا شگاف کو صبح سے تشبیہ دی ہے وہ کہتا ہے کہ صبح جب طلوع ہوتی ہے تو وہ پھیلتی ہے اس کو سینا نہیں جا سکتا۔اس کی ہونے والی روشنی کو ختم یا قید نہیں کیا جا سکتا اسی طرح ایک عاشق کا سینہ رفوگر سے مرمت نہیں ہو سکتا۔دراصل شاعر کہنا چاہتا ہے کہ میں بہت دکھی ہوں، میرا دل زخمی ہے مگر دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو میرے دکھوں کا علاج کر سکے اور میرے دل کے زخموں کو بھر سکے۔حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان کے دکھوں کا علاج تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔انسان انسان کو صرف سہارا دے سکتا ہے۔اس کی حوصلہ افزائی کر سکتا ہے مگر افسوس دنیا میں لوگ یہ بھی نہیں کرتے۔وہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ایک دوسرے کے دکھ نہیں بانٹتے۔

3۔ موت! کیا آ کے فقیروں سے تجھے لینا ہے — مرنے سے آگے ہی، یہ لوگ تو مر جاتے ہیں (8 مرتبہ)

شاعر کا نام: خواجہ میر درد

شعر نمبر 1: تشریح: خواجہ میر درد نے اس شعر میں موت اور زندگی کی بے ثباتی کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔اے موت! ہم جیسے فقیروں سے تجھے آ کر

کیا لینا ہے۔ ہمارے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں جس سے تو ہمیں محروم کرے گی۔ ہم نے دنیا میں دل لگایا ہی نہیں کہ ہمیں تیرے آنے سے دکھ ہوگا اور دنیا سے جانے کا غم ہوگا۔ ہم نے تو جیتے جی اپنے آپ کو مار رکھا ہے۔ ہم تو دنیا سے یوں لاتعلق رہے جیسے ہم زندہ ہی نہیں ہیں اس لئے اے موت تیرے آنے سے ہمیں کیا فرق پڑے گا۔ میر درد اہل تصوف تھے۔ اہل تصوف کا مقولہ ہے ''قبل موت سے پہلے اپنے نفس پر موت وارد کر لو'' یعنی جب ایک انسان نفس امارہ پر قابو پا لیتا ہے تو اسے آخرت کی پروا نہیں رہتی۔ شاعر کہنا چاہتا ہے کہ جب ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ موت نے ہم سے سب کچھ لے لینا ہے تو پھر یہ دنیاوی ساز و سامان، یہ آسائشیں، خواہشیں ضرورتیں کس لئے ہیں۔ یہ حرص و ہوس کس لئے ہے۔ اس سے ہمیں سبق سیکھنا چاہیے اور دنیا میں دل لگانے کی بجائے آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔

4۔ دید وا دید جو ہو جائے غنیمت سمجھو — جوں شرر ہم اے اہل نظر جاتے ہیں (5 مرتبہ)

بے ہنر دشمنی اہل ہنر سے آ کر — منہ پہ چڑھتے تو ہیں، پر جی سے اتر جاتے ہیں (6 مرتبہ)

شاعر کا نام: خواجہ میر درد

شعر نمبر 1: تشریح: شاعر کہتا ہے کہ زندگی نہایت مختصر اور عارضی ہے۔ ہماری زندگی ایک چنگاری کی مانند ہے۔ جس طرح چنگاری پل بھر میں جل بجھتی ہے اسی طرح زندگی کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ اس لئے اس نہایت مختصر، عارضی اور ناپائیدار زندگی میں آپس میں کچھ دیر مل بیٹھنا اور ایک دوسرے سے ملاقات کر لینا بھی غنیمت ہے۔ اس لئے اس زندگی سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور ایک دوسرے سے تعلقات اور روابط قائم رہنے چاہئیں۔ آپس میں ملتے جلتے رہنا چاہئے جتنا بھی موقع اور وقت ملے، ایک دوسرے سے ملنے کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے کیونکہ بعد میں پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

شعر نمبر 2: میر درد نے اس شعر میں ہنرمند اور بے ہنر لوگوں کا موازنہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ ہنرمند ہوتے ہیں۔ ان کا ظرف بھی بڑا ہوتا ہے۔ بے ہنر لوگ ان کی برابری کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اہل ہنر عجز و انکساری کو پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے انھیں ہنرمند بنایا ہے جبکہ بے ہنر لوگ صرف باتیں کر کے اپنی عزت اور شان بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں اور بے ہنر لوگ ہنرمندوں سے حسد کرتے ہیں اور خود کوئی ہنر سیکھ کر اس سے استفادہ کرنے کی بجائے اہل ہنر لوگوں سے جلتے ہیں اور ان سے بغض اور دشمنی میں ان سے زیادتیاں بھی کرتے ہیں مگر اس سے ان کی عزت بڑھنے کی بجائے وہ ہنرمند لوگوں کی نظر میں گر جاتے ہیں اور اہل ہنر کے دلوں میں ان کے لئے جگہ نہیں رہتی۔

5۔ عشرت قتل گہ اہل تمنا مت پوچھ — عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا (2 مرتبہ)

شاعر کا نام: مرزا اسد اللہ خاں غالب

شعر نمبر 1: تشریح: شاعر نے اس شعر میں ایک عاشق کی سب سے بڑی خواہش کا اظہار کیا ہے وہ یہ ہے کہ عاشق کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کے ہاتھوں قتل ہو جائے یا اس کی خاطر قربان ہو جائے۔ عاشق اپنے محبوب کے لئے جان قربان کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ عاشق لوگ بڑے بہادر ہوتے ہیں وہ ننگی تلوار کو دیکھ کر ڈرتے نہیں بلکہ خوش ہوتے ہیں کہ محبوب کی خاطر مرنے جا رہے ہیں۔ شاعر کہنا چاہتا ہے کہ محبت کرنے والے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتے وہ جان بھی ہنسی خوشی قربان کر دیتے ہیں اور قتل گاہ کی طرف خوشی خوشی چلے جاتے ہیں۔ اور جب جلاد تلوار کو نیام سے نکالتا ہے تو وہ اسے دیکھ کر اتنے خوش ہوتے ہیں جیسے عید کا دن ہو۔

6۔ کیا فرق داغ و گل میں کہ جس گل میں بو نہ ہو — کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل میں تو نہ ہو (2 مرتبہ)

ہووے نہ حول و قوت اگر تیرے درمیاں — جو ہم سے ہو سکے ہے، سو ہم سے کبھو نہ ہو (2 مرتبہ)

شاعر کا نام: خواجہ میر درد

شعر نمبر 1: تشریح: میر درد نے پھول اور اس کی خوشبو کا موازنہ دل اور اس میں موجود خدا کی محبت سے کیا ہے وہ کہتے ہیں جس پھول میں خوشبو نہ ہو اس کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ ایسے پھول اور داغ میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ میر درد ایک صوفی شاعر ہیں۔ صوفیا کے نزدیک دل خدا کا گھر ہے اور اس میں اگر خدا کی یاد نہ ہو تو وہ ایک خالی اور ویران مکان کی طرح ہے۔ وہ دل خوشبو کے بغیر ایک پھول کی مانند ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ وہ دل کس کام کا جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات موجود نہ ہو۔ صرف اس دل کی قدر و قیمت ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہو۔ ایسا دل ان لوگوں کا ہوتا ہے جو مسلسل اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ شاعر کے مطابق وہ دل دل رہتا ہے جس میں اللہ کی یاد نہ ہو ورنہ وہ صرف خون کا ایک لوتھڑا ہے۔ بے کار چیز ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لئے ہمیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنا چاہیے۔

شعر نمبر 2: میر درد نے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مہربانی کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔ اے اللہ اگر تیری طاقت درمیان نہ ہو تو ہم جو کر سکتے ہیں ایسا کبھی نہ کر پاتے۔ شاعر نے حول و قوت کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ کی مرضی نہ ہو تو کچھ نہیں کر سکتے۔ حدیث مبارکہ ہے ''گناہ سے بچنے کی طاقت یا نیکی کرنے کی قوت کسی کو حاصل نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے جو عظیم اور بلند مرتبہ ہے''۔ چنانچہ شاعر کے مطابق اے خدا! اگر تو نے ہمیں کچھ کرنے کی ہمت اور طاقت عطا نہ فرمائی ہوتی جو کچھ ہم زندگی میں کر رہے ہیں ہم سے کبھی نہ ہو سکتا۔ ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں تیری دی ہوئی ہمت اور طاقت سے کرتے ہیں ورنہ ہم خود کسی قابل نہیں۔ بقول اکبر الہ آبادی

جو کچھ کہ ہوا، ہوا کرم سے تیرے — جو کچھ ہوگا، تیرے کرم سے ہوگا

7۔ علائق سے ہوں بیگانہ ولیکن اے دل غمگین — تجھے کچھ یاد تو ہو گا کسی سے دوستی کب تھی (2 مرتبہ)
حیات چند روزہ بھی حیات جاوداں اُٹھی — جو کام آئی جہاں کے وہ متاعِ عارضی کب تھی

شاعر کا نام: فراق گورکھپوری

شعر نمبر1: تشریح: فراق گورکھپوری کہتے ہیں کہ دنیا میں کسی سے تعلق رکھنا پسند نہیں کرتا کیونکہ دنیا کے یہ تمام تعلق عارضی ہوتے ہیں۔ بے وفا ہوتے ہیں کسی تعلق اور رشتے میں خلوص اور وفا نہیں۔ لیکن اے میرے غمگین دل تو یہ بھی جانتا ہے کہ ہماری کسی سے دوستی دلی نہ تھی۔ اس لئے تو پریشان نہ ہو کہ کوئی ہم سے بے وفائی کرے گا۔ شاعر کہتا ہے کہ میں تنہا ہوں۔ دوستوں سے تعلق نہیں رکھتا تو کوئی بات نہیں۔ میں دلی طور پر ہی دوستوں سے تعلقات بنانے سے ڈرتا ہے کہ اس نے پہلے کسی سے دوستی کی تھی مگر اس کا دوست بے وفا نکلا جس سے اس کے دل پر چوٹ لگی اور اس کا دل ٹوٹ گیا۔ اس لئے وہ اب کسی سے بھی دوستی یا تعلق قائم کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اس معاملے میں اس کا دل پہلے ہی دکھی ہے کہیں دوبارہ پھر نہ ٹوٹ جائے۔

شعر نمبر2: فراق گورکھپوری نے لوگوں کے کام آنے والے، لوگوں کی بھلائی کرنے والے شخص کی زندگی کو عام زندگی نہیں بلکہ حیات جاوداں قرار دیا ہے کیونکہ اس سے لوگوں کا بھلا ہوتا ہے۔ شاعر کہنا چاہتا ہے کہ زندگی عارضی ہے، ختم ہونے والی ہے مگر یہی زندگی اگر ذاتی مفاد، ذاتی مقاصد سے ہٹ کر گزاری جائے یعنی کسی کے کام آیا جائے تو یہی زندگی دائمی ہو جاتی ہے۔ یعنی لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی اسے یاد رکھتے ہیں۔ وہ مر کر بھی لوگوں کے دلوں میں زندہ ہوتا ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے عظیم انسان گزرے ہیں جنھوں نے دوسروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہوئے جان قربان کر دی۔ وہ عظیم لوگ آج بھی دنیا میں زندہ ہیں لوگ ان کا نام بڑی عقیدت اور احترام سے لیتے ہیں۔ ان کے نام رہتی دنیا تک موجود رہیں گے۔ جیسا کہ حضرت امام حسینؓ کی دین اسلام کی سربلندی اور بقا کے لئے قربانی ہمیشہ یاد رکھی جائے گی اور جب تک دنیا قائم ہے ان کا نام لیا جاتا رہے گا۔ بڑے بڑے لیڈر، رہنما، شاعر، ادیب بزرگ اور ولی آج بھی لوگوں کے دلوں پر راج کرتے ہیں کیونکہ ان لوگوں کے اعمال، ان کی سوچیں اور خیالات فلاح عامہ کے لئے تھے۔ جو شخص صرف ذاتی خواہشات کا غلام بن کر رہے گا مرنا اس نے بھی ہے لیکن مرنے کے بعد لوگ چند دن اس کا نام لیں گے۔ پھر وہ قصہ پارینہ بن جائے گا اور کوئی اس کا نام لینے والا اور جاننے والا نہ ہوگا۔ اس لئے شاعر ہمیں ایسی زندگی گزارنے اور دنیا سے ایسے جانے کا کہہ رہا ہے کہ ہمارے مرنے اور دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی لوگ ہمیں یاد رکھیں اور ہم ان کے دلوں میں زندہ رہیں۔

8۔ ہم کسی راہ سے واقف نہیں، جوں نورِ نظر — رہنما تو ہی تو ہوتا ہے جدھر جاتے ہیں (3 مرتبہ)
آہ! معلوم نہیں ساتھ سے اپنے شب و روز — لوگ جاتے ہیں چلے، سو یہ کدھر جاتے ہیں (5 مرتبہ)

شاعر کا نام: خواجہ میر درد

شعر نمبر1: تشریح: میر درد کہتے ہیں کہ ہمارا رہنما خدا تعالیٰ ہے۔ وہی ہمیں سیدھی راہ دکھاتا اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ انسان آنکھوں کی روشنی کی طرح ہے جو دیکھ تو سکتی ہے مگر اسے راستوں کا علم تو نہیں ہوتا۔ ایسے ہی ہمیں بھی سیدھی راہ کا علم نہیں ہوتا۔ ہم کسی بھی رستے سے واقف نہیں۔ اے خدا زندگی میں تو ہی ہماری راہنمائی کرتا اور ہمیں سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔ تیرے سوا ہماری رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں۔ ہم جس بھی راستے پر چلتے ہیں جہاں بھی جاتے ہیں تیری رہنمائی کی بدولت ہی منزل پر پہنچتے ہیں۔ اس لئے ہمیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے رہنمائی طلب کرنی چاہیے اور اس کو راضی رکھنا چاہئے اور اس کا شکر یہ بھی ادا کرتے رہنا چاہئے۔

شعر نمبر2: میر درد نے اس شعر میں دنیا کی بے ثباتی اور عارضی پن کا ذکر کیا ہے اور وہ سوالیہ انداز میں کہتے ہیں کہ دنیا میں لوگ آتے ہیں اور پھر نجانے کدھر چلے جاتے ہیں۔ کسی کو بھی پتا نہیں ہوتا کہ وہ کب اس دنیا سے چلا جائے گا۔ ہمارے سامنے دیکھتے ہی دیکھتے کتنے لوگ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور اگلی دنیا میں چل جاتے ہیں مگر ہمیں یہ علم نہیں کہ وہ ہم سے رخصت ہو کر کہاں جاتے ہیں کیونکہ کسی کو بھی اگلی دنیا کے بارے کچھ علم نہیں۔ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ہمارے اپنے جب ہم سے بچھڑتے اور رخصت ہوتے ہیں تو ہمیں بہت دکھ ہوتا ہے۔

9۔ وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں — سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو (3 مرتبہ)
یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے — ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو (4 مرتبہ)
یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہیں — عدو کے ہو لئے جب تم تو میرا امتحاں کیوں ہو (4 مرتبہ)

شاعر کا نام: مرزا اسد اللہ خاں غالب

شعر نمبر1: تشریح: مرزا غالب اس شعر میں محبوب کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ بار بار ناراضگی کا سبب پوچھنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ اگر تمہارا دل بات کرنے کو نہیں چاہتا تو ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھو۔ ہمیں بھی آپ کی ضرورت نہیں۔ اگر تم اپنی ضد پر قائم ہو تو ہم بھی اپنی ضد پر قائم ہیں۔ شاعر محبوب سے کہتا ہے کہ جب وہ اپنی عادت بدلنے اور اپنے برے رویے کی اصلاح کرنے کے لئے تیار نہیں تو ہم اپنا شعار اور انداز کیوں بدلیں۔ ہم نے بھی اس بات کو انا اور عزت کا معاملہ بنا دیا ہے۔ ہم خود کیوں اس سے پوچھنے چل پڑیں کہ ہم سے ناراض کیوں ہو۔ ہم خود اس سے بات نہیں کریں گے جب تک وہ اپنا رویہ اور شعار نہیں بدلتا۔

شعر نمبر2: اس شعر میں غالب نے اپنے محبوب کو فتنہ قرار دیا ہے اور لکھتے ہیں کہ اے محبوب! اگر تیرے ساتھ کسی کو دوستی ہو جائے تو اس کا تباہ و برباد ہونا لازم ہے۔ کیونکہ محبوب جس سے محبت کرتا ہے وہ سب کچھ اسی کو سمجھ لیتا ہے اور پھر اسی کی قسمت میں تکلیفیں، مصیبتیں اور بربادی لکھ دی جاتی ہے۔ کیونکہ شاعر کہتا ہے کہ اس کا محبوب بڑا ظالم اور ستم گر ہے۔ اس سے دوستی بھی دشمنی کے برابر ہے اور اس کا انداز دشمنوں والا ہی ہے۔ اس لئے شاعر نے محبوب کو فتنہ

قرار دیا ہے اور کہتا ہے کہ انسان کو برباد کرنے کے لئے یہ فتنہ کم تو نہیں کہ اسے ایسا دوست مل جائے جو دشمنوں سے بھی بدتر ہو اور وہ سارے کام دشمنوں والے کرلے۔ اے محبوب ہم نے تمہیں دوست بنالیا ہے اس لئے اب زمانے اور دنیا والوں کو ہمارے ساتھ دشمنی کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہمارا دوست ہی دشمنوں کی طرح ہمارے ساتھ سلوک کر رہا ہے۔

شعر نمبر 2: شاعر اپنے محبوب سے شکوہ کرتے ہوئے کہتا ہے اے محبوب جب تم نے میرے رقیب سے دوستی کرلی ہے اور اس کے محبوب بن گئے ہو تو مجھے کس لئے آزماتے ہو اور میرا امتحان کیوں لیتے ہو۔ اگر اس ستانے کو آزمانا کہتے ہیں تو مجھے بتادو کہ ستانا کس کو کہتے ہیں۔ شاعر کا دوست اس کے دشمن اور مخالف کا دوست بن چکا ہے۔ مگر اب بھی اسے آزمارہا ہے کہ اس کی محبت کس قدر پکی ہے یہ تو آزمانے والی بات نہ ہوئی بلکہ ستانے والی بات ہوئی۔ اس لئے شاعر محبوب سے التجا کررہا ہے کہ اب چونکہ تمہارا تعلق ہمارے دشمن کے ساتھ ہے اس لئے ہمیں آزمانا جو کہ اصل میں ستانا ہے، بند کردو۔ اب اس کی حاجت نہیں رہی۔ اب ہم اس آزمانے اور ستانے سے بیزار آچکے ہیں۔

10-

شور برپا ہے خانۂ دل میں	کوئی دیوار سی گری ہے ابھی	(3 مرتبہ)
بھری دنیا میں جی نہیں لگتا	جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی	(2 مرتبہ)
تو شریکِ سخن نہیں ہے تو کیا	ہم سخن تیری خامشی ہے ابھی	

شاعر کا نام: ناصر کاظمی

شعر نمبر 1: تشریح: شاعر بہت دکھی ہے اور وہ لکھتا ہے کہ ہمارے دل میں زبردست شور برپا ہے اور ایسے لگتا ہے کہ گھر کی کوئی دیوار گری ہے یعنی میرے دل کی خواہشات اور آرزوؤں کا خون ہوا ہے۔ ہماری خواہشیں پوری نہیں ہورہی۔ اس لئے ہمارا دل فریاد کررہا ہے اور وہ گھبراہٹ کا شکار ہے۔ جیسے کوئی ناگوار واقعہ رونما ہو چکا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اس سبب سے دل کے اندر ایک طوفان سا امنڈ آیا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے کوئی بری صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔ جس سے میں بہت پریشان ہوگیا ہوں اور میرے دل کو چین نہیں آرہا۔

شعر نمبر 2: شاعر نے اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر دل اداس ہو تو ہر شے اداس معلوم ہوتی ہے اور اگر دل خوش ہو تو دکھ بھی اتنی تکلیف نہیں پہنچاتے۔ شاعر کا دل بھی اداس ہے اس لئے وہ دنیا کی رونقوں کے باوجود کہتا ہے کہ میرا جی خوش نہیں ہے لیکن یہ سمجھ نہیں آرہا کہ کس وجہ سے میرا دل اداس ہے۔ یہاں کسی چیز کی کمی ہے۔ جس کی وجہ سے میں بے دلی کا شکار ہوں اور میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس دنیا کو چھوڑ دوں۔ سب کچھ میرے پاس ہونے کے باوجود میں خوش نہیں ہوں اور مجھے یہ دنیا اور اس کی رونقیں اچھی نہیں لگتیں۔ مجھ پر عجیب پریشانی اور اداسی کی کیفیت طاری ہے۔ جس کا بظاہر کوئی سبب بھی نہیں ہے۔

شعر نمبر 3: شاعر محبوب سے جدائی میں اس کی یاد کو اپنا ساتھی قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ اے محبوب اگرچہ تو محفل میں بالکل خاموش بیٹھا رہا تو نے میرے ساتھ کوئی بات نہیں لیکن اس کے باوجود تو میرے ساتھ محوِ گفتگو تھا۔ تیری خاموشی مجھے تیری ساری باتیں اور خیالات سے آگاہ کررہی تھی۔ شاعر اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے کہ تو اس وقت میرے پاس نہیں اور مجھ سے گفتگو بھی نہیں کررہا۔ میرا جی تو یہی چاہتا تھا کہ تو پاس ہو اور تجھ سے گفتگو کروں لیکن اس سے مجھ کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ میں تیری خاموشی ہی سے ہم کلام ہو لیتا ہوں۔ گویا محبوب کی عدم موجودگی میں شاعر اس کی یادوں ہی سے جی بہلارہا ہے اور تصور میں اس سے باتیں کررہا ہے۔ بقول مومن خان مومن: تم میرے پاس ہوتے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

11-

بس کہ دشوار ہے کہ ہر کام کا آساں ہونا	آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا	(4 مرتبہ)
وائے دیوانگیِ شوق کہ ہر دم مجھ کو	آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیراں ہونا	
کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ	ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا	(3 مرتبہ)

شاعر کا نام: مرزا اسد اللہ خاں غالب

شعر نمبر 1: تشریح: مرزا غالب کہتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اشرف مخلوق ہے اور اسے یہ شرف اسے اس لئے حاصل ہے کہ وہ ایک دوسرے کے کام آئے۔ پیار، محبت اور ہمدردی سے پیش آئے۔ بقول شاعر یہ کام دیکھنے میں آسان ہے لیکن پھر بھی بہت مشکل ہے کیونکہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جس انسان کے اندر خلوص و محبت کی کمی ہے۔ اس کے اندر انسانیت کی بھی کمی ہے اور کبھی کبھار تو وہ حیوان بن جاتا ہے اس لئے شاعر کہتا ہے کہ انسانیت کا راستہ صحیح معنوں میں آسان ہے لیکن اس میں مشکل یہی ہے کہ اس آسان راستے پر بہت کم لوگ چلتے ہیں کیونکہ انسان کے لئے اس کا انسان ہونا کوئی آسان کام نہیں وہ صحیح معنوں میں انسان اس وقت بنتا ہے جب اس میں انسانی صفات اور خوبیاں ہوں۔ اس کی اخلاقی اقدار اعلیٰ ہوں۔ اس کا کردار بہترین ہو۔ جس کا کردار صحیح نہیں۔ اخلاقی قدروں میں گراوٹ ہے۔ وہ شخص آدمی تو ہے لیکن انسان نہیں۔ گویا آدمی کے لئے انسان بننا اتنا آسان کام نہیں ہے اس میں بڑی محنت کی ضرورت ہے بقول شاعر: فرشتے سے بہتر ہے انسان ہونا مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

شعر نمبر 2: مرزا غالب نے انسانی فطرت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسان کو جس کام سے منع کیا جائے وہ اس کام کو لازمی کرتا ہے۔ اس شعر میں شاعر نے اپنے عشق کی جنونیت کی بات کرتے ہوئے اپنے بارے میں کہا ہے کہ وہ بھی انسان ہے اور فطرت کے مطابق بار بار وہ کام کررہا ہے جس سے اسے روکا جارہا ہے بالکل اسی طرح جیسے ایک عاشق کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح محبوب کے کوچے تک پہنچ جائے۔ مگر جب وہ محبوب کی گلی میں جاتا ہے تو اسے اپنے آپ پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے۔ ایسے میں اسے اپنے محبوب کی گلی کی طرف نہیں جانا چاہیے۔ جہاں اس کی پذیرائی نہیں ہوتی۔ ادھر رخ کرنے کا کوئی مقصد ہی نہیں مگر وہ جبلت میں، اپنے محبوب کے عشق میں بار بار ادھر کا رخ کرتا ہے اور ہر بار حیران بھی ہوتا ہے کہ یہاں کیوں آیا ہے۔

شعر نمبر 3: شاعر کہتا ہے کہ میرے محبوب نے مجھے قتل کرنے کے بعد ظلم و ستم کرنے سے توبہ کرلی ہے اور ارادہ کرلیا ہے کہ آئندہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

دراصل شاعر نے یہاں طنزاً اپنے محبوب کی شرمندگی اور توبہ کا ذکر کیا ہے اور کہتا ہے کہ میرے محبوب نے کتنی جلدی اپنے ظلم و ستم سے توبہ کی مگر اس توبہ سے پہلے اس نے مجھے مار ڈالا ہے۔ اس سے مراد ہے کہ اس نے ظلم و ستم کرنا تو چھوڑ دیا ہے مگر اس سے مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا کیونکہ مجھ پر تو وہ ظالم کی حد کر چکا ہے اور میری جان تک لے چکا ہے۔ بقول شاعر

وہ آئے ہیں پشیماں لاش پر اب — تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

12- صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل — یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لاالہٰ میں ہے (4 مرتبہ)
وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا — یہ سنگ و خشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے (3 مرتبہ)
مہ و ستارہ سے آگے مقام ہے جس کا — وہ مشتِ خاک ابھی آوارگانِ راہ میں ہے (3 مرتبہ)

شاعر کا نام: علامہ اقبال

شعر نمبر 1: تشریح: علامہ اقبال لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کی خدائی کے بت توڑے تھے۔ اس واقعے سے یہ نکتہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں جتنے لوگ اس قوت اور حکومت کے دعوے دار ہیں وہ باطل ہیں اور ان کی حیثیت پتھر کے بے جان بتوں جیسی ہے۔ اقبال کہنا یہ چاہتے ہیں کہ یہ دنیا ایک بت خانہ ہے جس میں ایک حق پرست انسان حضرت ابراہیمؑ کا کردار ایک بت شکن کا ہے کیونکہ حق پرست بندہ دنیاوی بتوں کو توڑتا اور اللہ تعالیٰ کے نام کو دنیا میں پھیلاتا ہے اور ساری دنیا میں توحید کی روشنی پھیلاتا ہے۔ وہ لوگوں کو بتوں کی پوجا کرنے سے منع کرتا ہے اور خدا کے دامن کو تھامنے کی نصیحت کرتا ہے۔ وہ انھیں بتاتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ شاعر کے مطابق لاالہٰ میں وہ راز چھپا ہے جس کو جان لینے کے بعد بندہ دل سے ایسے عقیدے پر قائم ہو جاتا ہے جس سے تمام دنیاوی بت ٹوٹ جاتے ہیں اور یہ راز ہمیں سیدھی راہ یعنی اللہ کی راہ پر چلاتا ہے۔

شعر نمبر 2: اقبال اپنی قوم کے افراد سے مخاطب ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان کو جو دنیاوی مال و دولت، مقام مرتبہ، عیش و آرام نظر آتے ہیں۔ حقیقت میں وہ کچھ بھی نہیں ہیں اور نہ ہی انسان کی زندگی کا مقصد صرف ان چیزوں کا حصول ہے۔ انسان کی دنیا تو وہ ہوگی جو وہ خود پیدا کرے گا۔ اس کا مطلب ہے دنیا میں انسان کے آنے کا مقصد صرف دنیاوی کامیابی نہیں بلکہ روحانی مراتب حاصل کرنا، آخرت کی تیاری اور اگلی دنیا کے سفر کے زادِ راہ کو پانا ہے یعنی انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور ایک دوسرے کے کام آنے کے لئے دنیا میں بھیجا ہے اور اس کا کام اعلیٰ اقدار کو اپنانا اور احکامِ الٰہی کی پیروی میں زندگی گزارنا ہے۔

شعر نمبر 3: علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اے انسان یہ ساری کائنات تمہارے لئے تخلیق کی گئی ہے۔ اس لئے تو اپنی صلاحیتوں سے کام لے اور چاند ستاروں پر کمند ڈال بلکہ تیرا مقام اس سے بھی آگے ہے۔ مگر تو ابھی صحیح اور سیدھے رستے پر نہیں چل رہا بھٹکا ہوا ہے۔ اس لئے اے انسان تو راہِ حق پر گامزن ہو جا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کر، اس سے سچی محبت کرے اور اعلیٰ انسانی اقدار کو اپنا لے اور دنیاوی حرص و ہوس سے بچ کر اپنے آپ کو اعلیٰ مقام پر لے جا اس طرح تو اس اعلیٰ مقام تک پہنچ سکتا ہے جو چاند ستاروں کو بھی نصیب نہیں۔

13- اے طائرِ لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی — جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی (5 مرتبہ)
دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ — ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی (2 مرتبہ)
آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

شاعر کا نام: علامہ محمد اقبالؒ

شعر نمبر 1: تشریح: اقبال نے اس شعر میں ایک صحیح اور سچے مسلمان کو طائرِ لاہوتی قرار دیا ہے اور تمثیلی انداز میں پرندے کو مخاطب کر کے مسلمانوں کو جھنجھوڑا ہے۔ وہ کہتے ہیں اے طائرِ لاہوتی، یعنی زمان و مکان کی قید سے آزاد، معرفتِ الٰہی کے لئے جدوجہد میں معروف انسان، جس رزق سے انسان کی عزت مجروح ہوتی ہو، اس کے وقار اور شان میں کمی آتی ہو، انسان اپنی ہی نظروں سے گر جاتا ہو اس رزق کے حصول سے بہتر ہے کہ انسان بھوکا رہ لے اور بھوک سہہ کر مر جائے۔ انسان کو رزق کی تلاش تو کرنی چاہیے مگر اپنے مقام اور عزت کا خیال رکھنا چاہیے۔ اگر انسان اس کا خیال نہیں رکھے گا تو بے عزت اور ذلیل ہوگا۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ اپنی انا اور عزت کو قائم رکھتے ہوئے رزق تلاش کریں۔

شعر نمبر 2: اقبال نے اس شعر میں دو مشہور بادشاہوں دارا اور سکندر کا موازنہ ایک درویش سے کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ انسان جو بادشاہ ہے لیکن اس درویش سے حقیر ہے جو اللہ سے ڈرتا نہیں۔ جو شخص حضرت علیؓ کی طبیعت اور مزاج سے تھوڑا سا بھی سبق حاصل کرے جس کی روح میں حضرت علیؓ شیرِ خدا کی عادات ہوں۔ ان کی صفات ہوں۔ مراد یہ ہے کہ جو شخص حضرت علیؓ کے کردار کو اپنانا چاہتا ہو۔ انھی کی طرح بہادر ہو۔ اعلیٰ انسانی اقدار کا مجسمہ ہو۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پورا خیال رکھنے والا ہو۔ رزقِ حلال کماتا ہو، ہر حال میں راضی برضا رہنے والا ہو اس کے مقابلے میں بڑے بڑے عالی مرتبہ بادشاہ بھی کم تر اور ہیچ ہیں۔ اس درویش کا مقام و مرتبہ ان شان و شوکت والے حکمرانوں سے بلند تر ہوتا ہے۔

شعر نمبر 3: اقبالؒ کہتے ہیں کہ شیر کبھی لومڑی نہیں بن سکتا کیونکہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔ اللہ کے شیروں کو لومڑی کے انداز نہیں آتے۔ لومڑی بزدل ہوتی ہے، ڈٹ کر سامنے نہیں آتی وہ مکر و فریب سے اپنا مقصد حاصل کرتی ہے جبکہ شیر مکر و فریب سے کام نہیں لیتا۔ ڈٹ کر سامنا کرتا ہے اور بہادری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ یہی طرزِ عمل نوجوانوں کا ہونا چاہیے جو کہ اللہ کے شیر ہیں۔ انھیں مکر و فریب نہیں بہادری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ شاعر دراصل مسلمان نوجوانوں کو نصیحت کر رہا ہے کہ انھیں بہادری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ بے خوفی سے سچ بولنا چاہیے اور سچ پر قائم رہنا چاہیے۔ سچ کے مقابلے میں بزدلی نہیں دکھانی چاہیے اور کسی مصلحت کا شکار ہوئے بغیر سچ پر ڈٹے رہنا چاہیے۔

14۔ کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنجِ فغاں کیوں ہو نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو
کیا غمخوار نے رسوا، لگے آگ اس محبت کو نہ لاوے تاب جو غم کی، وہ میرا راز داں کیوں ہو (2 مرتبہ)

شاعر کا نام: مرزا اسد اللہ خاں غالب

شعر نمبر 1: تشریح: غالب کہتے ہیں کہ عاشق کے لئے لازم ہے وہ اپنے محبوب کو دل دینے کے بعد کوئی شکوہ شکایت نہ کرے۔ اس راستے میں جتنی بھی مشکلات آئیں ان سب مشکلات کو خوش دلی سے قبول کرے اور کوئی گلہ شکوہ نہ کرے۔ شاعر کہنا چاہتا ہے کہ جب اپنا دل کسی کو دے دیا تو آہ و زاری کرنے، پریشان ہونے اور گلے شکوے کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایسی صورتحال میں صبر و تحمل سے ہی کام لینا ہوگا۔ کیونکہ جب انسان کا دل ہی اس کے اختیار میں نہ ہو تو پھر زبان پر بھی اپنا اختیار نہیں رہتا۔ اس لئے جو کچھ درپیش ہو خاموشی سے برداشت کیے جانا چاہیئے۔

شعر نمبر 2: شاعر محبت اور عشق کو برا بھلا کہہ رہا ہے اور محبت میں رسوا ہونے کی وجہ اپنے راز دار دوست کو قرار دے رہا ہے۔ شاعر نے محبت کی راہ میں آنے والے دکھوں سے گھبرا کر اپنے کسی دوست کو جو اس کا ہمراز اور غم خوار تھا، اپنی محبت کی راز کی باتیں بتا دیں تھیں لیکن اس کا دوست اس راز کو راز نہ رکھ سکا۔ اس نے ہر کسی کو یہ راز بتا کر شاعر کو رسوا اور بدنام کر دیا۔ اس لئے شاعر اب پچھتا رہا ہے کہ میں نے اس کو راز دار کیوں بنایا۔ اس کے علاوہ وہ شاعر عشق اور محبت کو برا کہتے ہوئے اس آگ لگنے کی بددعا دے رہا ہے اور ہمیں آگاہ کر رہا ہے کہ محبت میں کسی دوسرے شخص کو راز دار نہیں بنانا چاہیئے۔

15۔ نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے (4 مرتبہ)

شاعر کا نام: علامہ اقبال

شعر نمبر 1: تشریح: اقبال نے اس شعر میں ایک مردِ قلندر اور درویش کی شان، طاقت اور مقام بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ بادشاہوں کے درباروں اور ان کے بڑے بڑے لشکروں میں وہ عظمت نہیں ہوتی جو کسی مردِ قلندر کے آستانے میں ہوتی ہے کیونکہ جو شخص خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اسے دنیا کے تاج و تخت کی کوئی پرواہ نہیں۔ علامہ بتا رہے ہیں کہ دنیا کے حکمرانوں کی بڑی شان و شوکت ہوتی ہے۔ ان کی فوجوں اور لشکروں کا بھی بڑا رعب و دبدبہ ہوتا ہے مگر جو شان اللہ تعالیٰ نے اپنے درویش صفت بندوں کو عطا کی ہے۔ اس کے مقابلے میں سب کی شان و شوکت ہیچ ہے۔ دنیاوی حکمران بہت سے معاملات میں دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں جبکہ درویش خدامست اللہ کے سوا کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ اس کی بے نیازی میں جو شان ہے اس کے مقابلے میں بادشاہوں کی شان کی کوئی وقعت نہیں۔

16۔ سکوں درکار ہے لیکن سکوں حاصل نہیں ہوتا ذرا جو دل کو ٹھہرا دے وہ درد دل نہیں ہوتا
ہر اک کا تمنا پر یہ مجبوری، یہ مختاری مجھے آساں نہیں ہوتا۔ تجھے مشکل نہیں ہوتا
رہا اک اک قدم پر پاس آدابِ طلب ورنہ وہاں ہم تھے جہاں پانا ترا مشکل نہیں ہوتا

شاعر کا نام: تابش دہلوی

شعر نمبر 1: تشریح: شاعر کہتا ہے کہ مجھے سکون چاہیئے لیکن وہ کسی پل مجھے حاصل نہیں ہوتا اور جس درد دل کو میں سکون سمجھ بیٹھا ہوں وہ درد دل نہیں ہے۔ شاعر زندگی کے دکھوں اور غموں سے گھبرا کر سکون کی تلاش میں ہے۔ لیکن اسے سکون حاصل نہیں ہو پا رہا اور وہ دلی سکون کے لئے عشق اور درد دل کا متلاشی ہے۔ دراصل شاعر بتانا چاہتا ہے کہ اس دنیا میں سکون محال ہے کیونکہ قدرت کا نظام ہی ایسا ہے کہ حرکت کا نام زندگی ہے اور ہر لمحہ کائنات کی ہر چیز حرکت میں ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اسی طرح میری زندگی میں درد کی شدت ہے اور یہی درد میرے سکون کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ محبت ایک خود بخود پیدا ہونے والا جذبہ ہے اور درد اس جذبے کی گہرائی کا نام ہے اس لئے شاعر کہتا ہے کہ اگر حسبِ ضرورت محبت کے درد کو کم یا زیادہ کیا جائے تو اس میں سچائی اور حقیقت نہیں رہتی۔ اس طرح وہ جذبہ مصنوعی اور غیر حقیقی بن جاتا ہے اور اس سے سکون نہیں ملتا۔

شعر نمبر 2: شاعر نے اس شعر میں انسان کے اختیارات و قدرت کو بیان کرتے ہوئے مسئلہ جبر و قدر کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ شاعر کہتا ہے دنیا میں ہر کام کے سلسلے میں کہیں مجبور ہے اور کہیں خود مختار لیکن ہر وہ کام انسان کو مشکل لگتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے کیونکہ وہ خالق و مالک ہے اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور دنیا میں اسے اپنا نائب بنانے کے باوجود انسان کو پابند کر دیا کہ وہ ہر کام اپنی مرضی سے نہیں کر سکتا۔ وہ بیک وقت مجبور بھی ہے اور مختار بھی۔ دنیا میں آنے اور جانے میں انسان مجبور ہے نہ اپنی خوشی سے دنیا میں آسکتا ہے نہ اپنی خوشی سے جا سکتا ہے وہ تسخیر کائنات کر سکتا ہے اپنی زندگی کو اپنی خوشی سے اللہ کے قوانین کے مطابق گزار سکتا ہے لیکن بعض معاملات خدا کے لئے آسان اور انسان کے لئے مشکل ہیں۔ کیونکہ خود مختاری کے باوجود انسان ہر کام خود نہیں کر سکتا جب تک اس میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مدد شامل نہ ہو۔

شعر نمبر 3: اس شعر میں شاعر نے آدابِ عشق بیان کئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ عشق کے راستے پر چلنے والے بڑے خوددار ہوتے ہیں اور عشق کی معراج یہی ہے کہ صلے کی طلب اور کسی لالچ کے بغیر عشق کیا جائے کیونکہ عشق نام ہی دینے کا ہے لینے کا نہیں۔ کوئی چیز طلب کرنے والا عشق کی پاسداری نہیں کر سکتا۔ شاعر کہتا ہے کہ میں نے عشق کی راہ میں ہمیشہ آداب کو ملحوظ رکھا اور ہر قدم پر اپنی خواہش پر قابو پایا اور جب بھی مجھے صلے کی طلب ہوئی مجھے انھیں اصولوں نے روکے رکھا ورنہ صلہ حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا اپنے محبوب سے سچی محبت کرنے والے بے لوث محبت کرتے ہیں۔ صلے کی تمنا کرنے والے عاشق نہیں ہوتے۔ وہ ہوس پرست ہوتے ہیں۔

17- جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی (2 مرتبہ)
عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی (3 مرتبہ)

شاعر کا نام: علامہ محمد اقبال

شعر نمبر1: تشریح: اقبال نے اس شعر میں عرفان ذات کے بعد حاصل ہونے والے معرفت کے فوائد بتانا چاہتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں جب انسان کو اللہ کا عشق اور والہانہ محبت اپنے نفس کی پہچان کے آداب سکھا دیتی ہے تو غلاموں پر ایسے بھید ظاہر ہونے لگتے ہیں جو صرف شہنشاہوں ہی کے علم میں ہوتے ہیں۔ شہنشاہی کے رموز و آداب بھی غلاموں کو پتہ چل جاتے ہیں کیونکہ اپنی ذات اور نفس کی پہچان معرفِ الٰہی کی سیڑھی ہے۔ بقول حضرت علیؓ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا وہ اللہ تعالیٰ کو بھی پہچان لے گا۔ اللہ سے محبت و عشق میں انسان عرفان ذات حاصل کرنے کے بعد عبادت الٰہی میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ وہ اسے آپ کا احساس ہی نہیں رہتا اور یہ وہ راز ہے جو انسان میں شہنشاہیت کی صفات پیدا کر دیتا ہے۔ فقیر اپنی دنیا کا بادشاہ ہوتا ہے۔

شعر نمبر2: اقبال نے اس شعر میں چار مختلف صوفیا اور بزرگوں کا نام لے کر ان کے واقعات زندگی کی طرف اشارہ کیا ہے اور بتانا چاہ رہے ہیں کہ ان لوگوں کو یہ مقام سحر خیزی نے دلایا ہے۔ ان بزرگوں میں ایران کے صوفی شاعر فرید الدین عطار، اقبال کے معنوی استاد اور مثنوی مولانا روم کے صوفی شاعر مولانا جلال الدین رومی، ایران کے فلسفہ و منطق کے عظیم استاد و مصنف شیخ فخر الدین رازی، فلسفہ و حکمت، حدیث کے عالم اور اسلامی تعلیمات کی اعلیٰ درجے کی کتب کے مصنف امام غزالی شامل ہیں۔ اقبال نے ان چاروں بزرگوں کی مثالیں دے کر ہمیں سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اگر ہم کوئی مقام و مرتبہ اللہ کے حضور حاصل کرنا چاہتے ہیں تو رات کے پچھلے پہر اٹھ کر اللہ کی عبادت کرنی چاہیئے اس کی محبت میں ڈوب کر آہ و زاری کرنا چاہیئے تب ہمیں یہ مقام مل سکتا ہے۔
شاعر کہنا چاہ رہا ہے کہ رات کے اس پہر سارے لوگ خواب غفلت میں سوئے ہوتے ہیں اور میٹھی نیند کے مزے لے رہے ہوتے ہیں جبکہ اللہ کے نیک بندے اس وقت اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور رو رو کر اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے عبادات الٰہی میں مصروف رہتے ہیں اور اس طرح ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں اور وہ اعلیٰ درجات بھی پاتے ہیں کیونکہ صبح کا وقت دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔

18- یاد کے بے نشاں جزیروں سے تیری آواز آ رہی ہے ابھی

شاعر کا نام: ناصر کاظمی

شعر نمبر1: تشریح: ناصر کاظمی نے اپنے محبوب کی یادوں کو ایک بے نشان جزیرے کا نام دیا ہے۔ ناصر کاظمی کی شاعری میں ہجرت کے حوالے سے بہت کچھ ملتا ہے۔ اسی ہجرت کے واقعہ کو یاد کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے ماضی کو بھول نہیں سکا اور میری یادوں کے جزیرے وقت کی گردش میں کم پڑتے جا رہے ہیں دھندلا رہے ہیں مگر میرے محبوب کی آواز ابھی تک ویسے ہی مجھے سنائی دے رہی ہے۔
شاعر محبوب سے جدا ہے اور تنہائی میں اسے اپنے محبوب کی یاد آ رہی ہے اور یاد کرتے ہوئے اسے ایسے محسوس ہو رہا ہے جیسے اس کی آواز بھی سنائی دے رہی ہے گویا وہ تنہائی میں بھی تنہا نہیں اس کے محبوب کی یادیں اس کے ہمراہ ہیں اور ان یادوں میں وہ اس قدر ڈوب گیا ہے کہ اسے محبوب کی آواز بھی سنائی دے رہی ہے۔

19- پردۂ خاک میں سو، سو رہے جا کر افسوس پردہ رخسارہ پہ کیا کیا مہ تاباں لے کر (تین مرتبہ)
ابر کی طرح سے کر دیویں گے عالم کو نہال ہم جدھر جاویں گے، یہ دیدۂ گریاں لے کر
پھر گئی سوئے اسیران قفس باد صبا خبر آمد ایام بہاراں لے کر

شاعر کا نام: غلام ہمدانی مصحفی

شعر نمبر1: تشریح: شاعر نے یہاں موت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ کتنے ہی چاند چہرہ جو اپنی مثال آپ تھے وہ خاک کی چادر اوڑھ کر زیر زمین جا سوئے ہیں۔ موت نے ان کے حسن و جمال پر ذرا بھی ترس نہیں کھایا اور انھیں ابدی نیند سلا دیا۔ شاعر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے موت سب کو آنی ہے چاہے وہ خوب صورت ہو۔ امیر ہو یا غریب سب اس فانی دنیا سے رخصت ہوں گے۔ موت جوانی، بڑھاپے کا، بچپن کا لحاظ بھی نہیں رکھتی۔ وہ یہ نہیں دیکھتی کہ اس کی جوانی کا حسن اور شباب کتنا دلکش ہے اور یہ شخص کتنے لوگوں کا پیارا ہے۔ اسے تو بس اپنے مقصد سے غرض ہوتی ہے۔ موت نیک و بد، اچھے برے بھی کو آنی ہے اور جب یہ آ جاتی ہے تو وہ لوگوں کو ہمیشہ کی نیند سلا دیتی ہے اور ان کا حسن، خوبصورتی، شباب، خوب صورت چہرہ سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ موت کے آگے کسی کی نہیں چلتی۔

شعر نمبر2: شاعر بہت دکھی ہے اور مسلسل روتا رہتا ہے۔ اس نے اپنے رونے کو بادل کی مانند قرار دیا ہے جو برستا ہے تو دنیا کو نہال کر دیتا ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے دنیا کو پانی سے سیراب کرنے کے لئے بادل سے بڑا کوئی ذریعہ نہیں اور اس کا پانی وہاں بھی پہنچ جاتا ہے جہاں دریاؤں، نہروں اور نالوں کا پانی نہیں پہنچتا۔ اسی طرح شاعر بھی اپنے دکھوں میں مسلسل روتا رہتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے بارش برستی ہے اور کہتا ہے کہ ایسی حالت میں جہاں بھی جاؤں گا دوسروں کو بھی اپنے دکھ میں بہا لے جاؤں گا اور مجھے روتے دیکھ کر اور لوگ بھی رونا شروع کر دیں گے۔ بالکل اس بادل کی طرح جو جہاں بھی جا کر برستا ہے۔ پانی ہی پانی ہو جاتا ہے۔ یعنی جس طرح بادل دنیا کو متاثر کرتا ہے میرا رونا بھی اسی طرح دنیا کو متاثر کرے گا۔

شعر نمبر3: شاعر نے بہار کی آمد کے باوجود پنجرے میں قید لوگوں کے لئے یہ خبر دکھ کی خبر قرار دی ہے اور لکھتا ہے کہ بہار دوبارہ سے آ گئی ہے لیکن یہ جو باد صبا کا پیغام لے کر آتی ہے۔ اس میں پنجرے میں قید پرندوں کے لئے ایک اچھی خبر نہیں بلکہ یہ دکھ کی خبر ہے۔ شاعر نے دکھی لوگوں کے لئے یہ خبر دی ہے کہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا قفس کے قیدیوں کے لئے یہ خوش خبری لائی ہے کہ بہار کا موسم آ گیا ہے اب انھیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ان کی مصیبت کے دن ختم ہونے والے ہیں۔ شاعر نے یہاں مایوس لوگوں کے لئے امید کا درس دیا ہے اور کہا ہے کہ برے وقت کے بعد اچھا وقت بھی آتا ہے اس لئے اچھے دنوں کی آس میں برے دن مایوسی کا شکار ہوئے بغیر گزارنے چاہیں بقول ناصر کاظمی وقت اچھا بھی آئے گا ناصر غم نہ کر زندگی پڑی ہے ابھی

20۔ کن بے دلوں میں پھینک دیا حادثات نے — آنکھیں ہیں جن کی نور نہ باتوں میں تازگی (3 مرتبہ)
بول اے مرے دیار کی سوئی ہوئی زمیں — میں جن کو ڈھونڈتا ہوں کہاں ہیں وہ آدمی (3 مرتبہ)
وہ لوگ تھے جن کے پھل، وہ شجر کٹ گئے — ٹھنڈی تھی جس کی چھاؤں وہ دیوار گر گئی (4 مرتبہ)

شاعر کا نام: ناصر کاظمی

شعر نمبر 1: تشریح: شاعر نے اپنی بے قدری کا ذمہ دار اپنے معاشرے کو قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ مجھے حادثات نے ایسے لوگوں کے درمیان پھینک دیا ہے جن کی آنکھیں بے نور ہیں اور نہ ہی ان کی باتوں میں تازگی ہے۔ ناصر کاظمی کی شاعری ہجرت اور 1947ء کے واقعات کی گہری چھاپ ہے۔ شاعر نے ان حادثات اور واقعات کو بیان کیا ہے۔

شاعر کہتا ہے خدا نے زمانے کے حالات نے، حادثات نے ہمیں کن بے حس لوگوں کے درمیان رہنے پر مجبور کر دیا ہے جن کی آنکھیں روشنی سے خالی اور ان کی باتوں میں امید اور آس کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔ شاعر کے مطابق یہ زمانہ ایسا ہی ہے کہ لوگ بے حس ہو گئے ہیں وہ نہ تو کسی مصیبت زدہ شخص کو دیکھتے ہیں نہ اس کی مدد کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے دکھ بانٹتے ہیں تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور انھیں اچھے حالات کی کچھ امید ہو اور اس طرح ان کے غم اور دکھ کچھ کم ہو سکیں۔

شعر نمبر 2: ناصر کاظمی کی شاعری میں ہجرت اور قیام پاکستان کے حوالے سے کرب انگیز جذبات کا اظہار ملتا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ جب پاکستان بنا تو ملک میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو گیا جو لوگ اس تحریک کو پروان چڑھانے والے تھے وہ پریشان ہیں کہ اس ملک کا کیا بنے گا کیونکہ زیادہ تر لوگوں میں خود غرضی اور لالچ جڑ پکڑ چکا ہے اور ان کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے۔ معاشرے سے اخلاقی قدریں ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ اس لئے شاعر خواہش کر رہا ہے کاش کوئی اچھا انسان ملے جو زندگی کی اعلیٰ قدروں کو اپنائے ہوئے ہو لیکن اسے ڈھونڈنے کے باوجود ایسا شخص نہیں ملتا اس لئے وہ اپنے وطن سے مخاطب ہو کر کہتا ہے اے میرے وطن کی سوئی ہوئی زمین میں جن لوگوں کی تلاش میں ہوں وہ کہاں چلے گئے ہیں۔

شعر نمبر 3 ناصر کاظمی نے اس شعر میں معاشرے سے اچھے لوگوں کے اٹھ جانے کا افسوس کیا ہے اور انھیں میٹھے پھلوں والے درخت اور چھاؤں والی دیوار قرار دیتے ہوئے کہا ہے۔ جن درختوں کے پھل میٹھے تھے اب وہ سارے کٹ چکے ہیں اور جس دیوار کی ٹھنڈی چھاؤں میں ہم بیٹھ کر آرام کر لیا کرتے تھے وہ بھی گر چکی ہے۔ دراصل شاعر کہنا چاہتا ہے کہ معاشرے سے اچھے لوگ کم ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسے لوگ جن سے لوگوں کو فیض حاصل ہوتا تھا اور جن کی باتوں سے حوصلہ ملتا تھا، مایوس لوگوں کو امید کی روشنی نصیب ہوا کرتی تھی وہ تو دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اب ہمارے ہاں کوئی بھی ایسا شخص نہیں رہا۔ اب لوگ کس سے فیض حاصل کریں اور سکون اور راحت حاصل کریں۔ دراصل شاعر بتا رہا ہے کہ ملک کو پر خلوص قیادت میسر نہ ہے اور پاکستان بنانے والے رہنماؤں کے دنیا سے چلے جانے کے بعد کرپٹ بیورو کریٹس، جاگیرداروں اور لالچی جرنیلوں نے اس ملک کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا ہے۔

21۔ دنیا میں جب تلک کہ میں اندوہ گیں رہا — غم دل سے اور دل ہے میرے غم، قریں رہا (2 مرتبہ)

شاعر کا نام: غلام ہمدانی مصحفی

شعر نمبر 1: تشریح: یہاں شاعر نے دل اور غم کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے جب تک انسان زندہ ہے غم اس کے ساتھ ساتھ رہے گا۔ کوئی انسان غم سے چھٹکارہ حاصل نہیں کر سکتا۔ دنیا کا ہر انسان غیر مطمئن ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے۔ اس لئے وہ دنیا میں ہر وقت دکھی رہتا ہے۔ شاعر بتاتا ہے کہ میں نے دنیا میں بہت دکھ اٹھائے ہیں اور ان دکھوں کا میرے دل پر بہت بوجھ ہے کیونکہ دکھوں کا میرے دل سے بہت قریبی تعلق ہے یعنی جب تک مجھے دکھ پہنچتے رہے میرا دل مسلسل غم زدہ رہا۔ چنانچہ زندگی میں غم اس کا ساتھی رہا ہے بقول شاعر — اے شمع! تجھ پہ رات یہ بھاری ہے جس طرح — ہم نے تمام عمر گزاری ہے اس طرح

22۔ کام مردوں کے جو ہیں، سو وہی کر جاتے ہیں — جان سے اپنی جو کوئی کہ گزر جاتے ہیں

شاعر کا نام: خواجہ میر درد

شعر نمبر 1: تشریح: خواجہ میر درد کہتے ہیں کہ جو کام مردوں کے کرنے والے ہوتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ جواں مردی، بہادری اور ہمت والے کام مردوں کو زیب دیتے ہیں اور ہمت و حوصلے والے مرد ہی یہ کام کر گزرتے ہیں اور انھیں اپنی جان تک کی بھی قربانی دینی پڑے تو وہ اس دریغ نہیں کرتے۔ گویا مرد کی شان یہ ہے کہ وہ زندگی میں بڑے بڑے کام انجام دے۔ میر درد کہتے ہیں جو لوگ دوسروں کے کام آتے ہیں ایسے ہی لوگ عوام کے دلوں میں بستے ہیں۔ میر درد ایسے انسانوں کو مرد قرار دیتے ہیں جو اپنی زندگی کا ہر لمحہ دوسروں کے لئے وقف کر دیں۔

23۔ آخر کو ہو کے لالہ اگا نو بہار میں — خون شہید عشق نہ زیر زمیں رہا (2 مرتبہ)

شاعر کا نام: غلام ہمدانی مصحفی

شعر نمبر 1: تشریح: مصحفی لکھتے ہیں کہ یہ لالے کے پھول جو موسم بہار میں نظر آ رہے ہیں۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس سرزمین میں کسی عاشق کا خون گرا ہو گا اور عشق کی راہ میں شہید ہونے والے کا خون رائیگاں نہیں جاتا بلکہ وہ تو زمین کے اندر رہتا ہی نہیں، موسم بہار آتا ہے تو سرخ رنگ کے لالہ کے پھولوں کی صورت میں جلوہ نما ہو جاتا ہے۔ شاعر بتانا چاہتا ہے کہ شہید عشق کا خون رائیگاں نہیں جاتا اس کی قربانی ضائع نہیں جاتی۔ وہ اپنا رنگ دکھا کر رہتی ہے۔ اس شعر میں شاعر نے حسن تعلیل سے خوب صورتی پیدا کر دی ہے اور شعر میں حقیقت کا گمان ہونے لگا ہے۔

24۔ دی جان ایسے ہوش سے اپنی کہ خلق کو — جینے کا میرے تا دم آخر یقیں رہا (2 مرتبہ)

شاعر کا نام: غلام ہمدانی مصحفی

شعر نمبر 1: تشریح: اس شعر میں شاعر نے شاعرانہ تعلّی سے کام لیتے ہوئے اپنی تعریف کی ہے کہ ویسے تو ہر انسان اس دنیا میں کوئی نہ کوئی خوبی لے کر آتا ہے مگر اللہ نے مجھے خاص خوبیوں سے نوازا ہے۔ جس کی وجہ سے میں نے ایسے طریقے سے جان دی ہے کہ خلق کو تا دم آخر میرے جینے کا یقین رہا۔ یعنی شاعر

کہنا چاہتا ہے کہ اس نے اپنی جان پورے ہوش و حواس کے عالم میں دی۔ یہی وجہ ہے کہ دیکھنے والے لوگوں نے آخری سانس تک یہی سمجھا کہ میں زندہ ہوں مرا نہیں۔ شاعر اپنی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں موت کے وقت گھبراہٹ کا شکار نہیں ہوا بلکہ میں نے ہوش میں جان دی اور مجھے پتہ تھا کہ یہ میرا آخری وقت اور میں دنیا سے جا رہا ہوں۔ یہ صورتحال دراصل اللہ والوں کی ہوتی ہے جو زندگی اور موت دونوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھ کر خوش دلی سے قبول کرتے ہیں۔

-----2016-----

25۔ ناامید نہ ہو ان سے، اے رہبر فرزانہ!　　کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی　　(4 مرتبہ)

شاعر کا نام: علامہ اقبال

تشریح: اس شعر میں شاعر ہندوستان کے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانا چاہتے ہیں۔ اپنے آپ کو رہبر فرزانہ قرار دے کر اپنی ہی ہمت بڑھانے کی بات کی ہے کہ میرے ساتھ چلنے والے مسلمان کم کوشش تو ہیں لیکن ناامید بالکل نہیں کیوں کہ یہ جانتے ہیں مایوسی گناہ ہے۔

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے　　ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

شاعر رہنما کو مخاطب کر کے کہتا ہے، اے دانا رہنما! تو ان راہیوں سے مایوس نہ ہو۔ بے شک یہ کم کوشش کرنے والے تو ہیں مگر بے ذوق نہیں۔ اقبالؒ اپنی قوم سے مایوس نہیں۔ اگر چہ قوم جدوجہد کے تقاضے پورے کرتی نظر نہیں آتی اور بہت سست رو اور بے عمل ہو رہی ہے مگر پھر بھی اس قدر بد ذوق نہیں کہ اعلیٰ مقاصد سے یکسر بے خبر ہو۔ اس سے اب بھی کام لیا جا سکتا ہے اور اس کے افراد کو جگا کر جدوجہد کے لئے آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے تو اقبالؒ شاعری کے ذریعے بھی قوم کو جدوجہد کرنے کے لئے تیار کرتے رہے اور عملاً بھی قوم کو ایک زندہ قوم بنانے کے لئے تگ و دو کرتے رہے۔

26۔ تلاش اس کی فضاؤں میں کر نصیب اپنا　　جہان تازہ مری آہِ صبح گاہ میں ہے

شاعر کا نام: علامہ اقبال

تشریح: آہِ صبح گاہی کا ذکر علامہ نے بار بار کیا ہے کہ یہی مردِ حق کو اعلیٰ مراتب تک پہنچاتی ہے۔ جب تک انسان پچھلے پہر اٹھ کر جب دوسرے میٹھی نیند کے مزے لے رہے ہوں، خدا کو یاد نہیں کرتا اس کے حضور عاجزی سے گڑگڑاتا نہیں، وہ اعلیٰ مقام و مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا۔ علامہ خود اس طرزِ عمل کو اپنائے ہوئے ہیں۔ وہ پچھلے پہر اٹھ کر یادِ الٰہی میں محو ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے ہیں۔ وہ دوسروں کو بھی دعوت دے رہے ہیں کہ نئی دنیا اسی طرح سے حاصل ہوتی ہے جس طرح میں حاصل کرنے کی سعی کر رہا ہوں۔

کیا عجب میری نواہائے سحر گاہی سے　　زندہ ہو جائے وہ آتش کہ تیری خاک میں ہے

وہ اپنی قوم کے افراد کو بھی سمجھا رہے ہیں کہ وہ بھی میری طرح ایسی ہی فضا میں اپنی تقدیر بدلنے کی کوشش کریں اور وہ مقام و مرتبہ حاصل کر لیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو نصیب ہوتا ہے۔

27۔ مرے کدو کو غنیمت سمجھ کہ بادہ ناب　　نہ مدرسے میں ہے باقی نہ خانقاہ میں ہے　　(2 مرتبہ)

شاعر کا نام: علامہ اقبالؒ

تشریح: لفظی معنی تو یہ ہیں کہ تو میرے پیالے ہی کو غنیمت جان لے کہ خالص شراب نہ تو کسی مدرسے میں رہ گئی ہے اور نہ ہی کسی خانقاہ میں باقی بچی ہے۔ وہ انسان بالخصوص مسلمان سے مخاطب ہیں کہ صحیح پیغام اسے علامہ ہی کے ہاں سے ملے گا۔ اب مدرسوں اور خانقاہوں نے اپنا فریضہ انجام دینا ختم کر دیا ہے۔

شکایت ہے مجھے یارب خداوندان مکتب سے　　سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

گویا علامہ کو جہاں یہ شکایت ہے کہ تعلیمی اور مذہبی ادارے اپنا فریضہ انجام نہیں دے رہے اور مسلمان نوجوانوں کی رہنمائی اور بھولے بھٹکوں کو سیدھی راہ دکھانے کی ذمہ داری پوری نہیں کر رہے وہاں وہ یہ بھی بتا رہے ہیں کہ مجھ سے جو ہو سکتا ہے میں کر رہا ہوں۔ میں اس فریضے سے غافل نہیں۔ میں اپنی شاعری کے ذریعے جس حد تک اس فریضے کی تکمیل کر رہا ہوں اسی کو غنیمت جان لیں اور اس سے استفادہ کرنے کی کوشش کریں۔ موجودہ حالات میں اسی کو غنیمت سمجھا جائے۔

28۔ باغ وہ دشت جنوں تھا کہ کبھی جس میں سے　　لالہ و گل گئے ثابت نہ گریباں لے کر　　(دو مرتبہ)

شاعر کا نام: غلام ہمدانی مصحفی

تشریح: اس شعر میں شاعر نے دنیا کو ایک جنگل قرار دیا ہے جہاں جنوں کا دور دورہ ہے اور اس وجہ سے یہاں گلاب اور لالے کے پھول بھی اپنا گریبان صحیح وسالم نہیں لے جا سکتے۔ شاعر دشتِ جنوں کی مانند ایک ایسے باغ کی بات کر کے جس کے پھول بھی سلامت نہ گئے کہنا یہ چاہتا ہے کہ اس دنیا سے کوئی بھی سلامتی کے ساتھ نہ گیا۔ جو بھی یہاں سے گیا اپنا سب کچھ اسی دنیا میں چھوڑ کر گیا اور بہت دکھی دل کے ساتھ گیا۔ انسان جو کچھ بھی زندگی میں حاصل کرتا ہے۔ سب کچھ یہیں چھوڑ کر خالی ہاتھ دنیا سے جاتا ہے۔ اس حقیقت کا اظہار شاعر نے شاعرانہ رنگ میں کیا ہے۔ اسی کیفیت کو اس شعر میں ملاحظہ کریں:

آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت　　اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

29۔ نہ گیا کوئی عدم کو دلِ شاداں لے کر　　یاں سے کیا کیا نہ گئے حسرت و ارماں لے کر

شاعر کا نام: غلام ہمدانی مصحفی

تشریح: شاعر بتا رہا ہے کہ اس دنیا سے کوئی بھی شخص خوشی سے رخصت نہیں ہوا بلکہ اپنے دل میں کئی حسرتیں ہی آرزوئیں لے کر گیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اس دنیا سے جاتے ہوئے کوئی بھی شخص دلی خوشی نہیں گیا۔ جو بھی اس دنیا سے گیا وہ خوش دلی کے ساتھ نہیں گیا بلکہ دل پر ایک بوجھ لے کر گیا ہے۔

انسان کی آرزوئیں زندگی میں پوری نہیں ہوتیں۔ اس کے دل میں ... کئی حسرتیں رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ جو شخص بھی اس دنیا سے گیا وہ اپنے دل میں بہت سی ناآسودہ آرزوئیں اور بے شمار حسرتیں لے کر گیا۔ کسی نے خوشی سے اس دنیا سے رخصت ہونا گوارا نہ کیا۔ سب کی یہی آرزو رہی کہ اگر کچھ اور مہلت مل جاتی تو ناآسودہ آرزوؤں کی تکمیل ہو جاتی مگر ایسا ممکن نہیں۔ زندگی جتنی ہے اس میں مزید مہلت نہیں مل سکتی لیکن فرض کریں کہ مہلت مل بھی جائے تو بھی انسان کی ساری آرزوئیں پوری نہیں ہو سکتیں۔

کوئی نہیں جہاں میں جو اندوہ گیں نہیں
اس غم کدہ میں آہ دلِ خوش کہیں بھی نہیں

2017

30۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔ (2 مرتبہ)

یارانِ گرم رو سب آگے نکل گئے
ان سے میں تنگ قافلہ پیچھے کہیں رہا

شاعر کا نام: شیخ غلام ہمدانی مصحفی

تشریح: اس شعر میں مصحفی نے اپنی بدنصیبی کا ذکر کیا ہے کہ میرے تیز رفتار ساتھی سب آگے نکل گئے ہیں۔ میں سست رفتار تھا۔ شرمسار بھی ہوں اور شرمندہ بھی ہوں کہ میں قافلے سے بہت پیچھے رہ گیا ہوں۔ جس کا مجھے افسوس ہے۔

یہ بزم ہے یہاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کے خود اُٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

شاعر دراصل انسانوں کو درس دے رہا ہے کہ زندگی ایک قافلے کی مانند ہے اور اس کارواں کے ساتھ چلنا ضروری ہے۔ اگر ہم زمانے کا ساتھ نہیں دیں گے تو ہم گردِ راہ بن جائیں گے۔ اس لیے ہمیشہ سرگرم رہو اور زمانے کے ساتھ چلو لیکن جو لوگ سست واقع ہوتے ہیں اُن کے جواز تو بے شمار ہوتے ہیں لیکن وہ قافلے کیلئے باعث شرم ہوتے ہیں۔

کبھی تھکن کا کبھی فاصلوں کا رونا ہے
سفر کا حوصلہ مجھ میں نہ رہ سکا باقی

اس دنیا کا اصول ہے کہ ہر چیز جنبش میں ہے۔ جو چیز بھی حرکت کرے گی کامیاب رہے گی۔ اسی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے بڑے سادہ انداز میں شاعر نے سمجھانے کی کوشش کی ہے، کہ جو تیز رفتار تھے وہ تو سب منزل کی طرف رواں دواں ہیں اور جو تنگ قافلہ تھے یا قافلے کے بغیر تھے وہ پیچھے رہ گئے ہیں اُن کو نہ تو منزل ہی ملے گی اور نہ ہی مقصد وہ تو آوارہ پھرتے رہیں گے جس طرح حیوانوں کی زندگی بغیر کسی مقصد کے ہے ویسے ہی بغیر قافلے والوں کی زندگی ہے۔ علامہ اقبال نے لکھا ہے۔

چلنے والے نکل گئے ہیں
جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں

31۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔ (2 مرتبہ)

اداسی، بے دلی، آشفتہ حالی میں کمی کب تھی
ہماری زندگی یارو ہماری زندگی کب تھی

شاعر کا نام: فراق گورکھپوری

تشریح: شاعر نے زندگی کو دکھوں کا گہوارہ قرار دیا ہے کہ قدرت نے انسان کو روح کے ساتھ جو زندگی عطا کی ہے۔ یہ زندگی ہماری زندگی نہیں بلکہ ہماری زندگی دکھوں کا نام ہے اس دنیا میں ہر انسان اپنی مرضی سے زندگی بسر کرنا چاہتا ہے مگر ایسا ہوتا نہیں۔

ترس رہا ہوں میں اک لمحہ سکون کیلئے
یہ زندگی تو نہیں زندگی کا ماتم ہے

زندگی تو نشیب و فراز کا مجموعہ ہے۔ اس دنیا میں ہر شخص سکون کا طالب ہے لیکن سکون کہیں نہیں کیونکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کی ڈور کسی اور کے ہاتھ میں ہے یہی وجہ ہے کہ ہماری زندگی ہماری نہیں شاعر دکھ کا اظہار کر رہا ہے کہ زندگی کا ایک لمحہ بھی ہماری مرضی کے مطابق نہیں گزرتا۔

زندگی جبرِ مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

32۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

تماشا سودہ ہے ہر جلوہ اندازِ یکتائی
تمھیں تم ہو، کوئی پردہ بھی اب حائل نہیں ہوتا

شاعر کا نام: تابش دہلوی

تشریح: یہ حمد یہ شعر ہے جس میں شاعر خدا کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب بھی دنیا میں کوئی جلوہ نظر آتا ہے تو اس میں خدا کی ذات ہی نظر آتی ہے باقی تمام جلوے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس شعر میں نظریہ وحدت الوجود پیش کیا گیا ہے۔ اس کا مختصراً مطلب یہ ہے کہ محبوب حقیقی واحد ہے اُسی کو ہمیشہ رہنا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے اُس کی جھلک ہے۔ بلکہ وہ گمان ہے۔ عاشق کا دل جب بھی کوئی چیز دیکھتا ہے تو اُس کو اُس میں خدا کی قدرت نظر آتی ہے۔ ورنہ تو خدا کو دیکھنا کسی کے بس میں نہیں یہ انسانی آنکھ تو خدا کی بنائی ہوئی کائنات کو نہیں دیکھ سکتی۔ خدا کو کیسے دیکھ سکتی ہے۔ اس نظریے کے لوگوں کا خیال ہے کہ ہر جلوہ خدا کی ذات کا مظہر ہے خدا کو ہم ہر زاویے سے دیکھتے ہیں ہر طرف خدا ہی خدا ہے کوئی پردہ درمیاں نہیں رہ گیا۔

جگ میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

تشریح طلب شعر میں شاعر محبوب کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اس دنیا میں تیری یکتائی کے جلوؤں نے ہر پردہ ختم کر دیا ہے اُس کے جلوے کے سامنے کائنات کہ ہر جلوہ ہیچ ہے مقام تصوف میں ایک جگہ بندے اور خدا کے درمیان تمام پردے ختم ہو جاتے ہیں۔

چاروں طرف سے صورتِ جاناں ہو جلوہ گر
دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا

33۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

لے گئے خاک میں ہم داغِ تمنائے نشاط   تو ہو اور آپ بہ صد رنگ گلستاں ہونا   (3 مرتبہ)

شاعر کا نام: مرزا اسد اللہ خاں غالب

تشریح: اس شعر میں شاعر نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ انسان کی حسرتیں کبھی پوری نہیں ہوتیں۔ خاص طور پر [illegible] محبوب بے اعتنائی کرتا ہے۔ تشریح طلب شعر میں محبوب کو مخاطب کرکے کہتا ہے [illegible] جو شادمانی حاصل ہو سکتی تھی۔ اس کی آرزو کا داغ سینے میں لے گئے۔ اب تو جس طرح چاہے [illegible] حاصل ہو جائیں ہم بھی اس دنیا میں آئے تھے کہ اس دنیا کی رونق سے لطف اندوز ہوں گے۔ لیکن ہمارے [illegible] حاصل نہ ہو سکا۔ یہ تمام حسرتیں ہم لے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اب ہماری یہ [illegible] بہار ہی بہار ہو ہر رنگ کے پھول موجود ہوں ایک ہی رنگ کے پھول نہیں بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں پھول ہوں۔ تاکہ تو اس دنیا میں خوش رہ سکے۔

تمہاری دید ہی مقصد رہی جس کے بصارت کا   وہ چشم پھرا گئی کیا تم نہ آؤ گے

2018

34۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

خبر ملی ہے خدایانِ بحر و بر سے مجھے   فرنگ رہ گزرِ سیلِ بے پناہ میں ہے   (2 مرتبہ)

شاعر کا نام: علامہ اقبالؒ

تشریح: علامہ اقبالؒ کافی عرصہ یورپ میں رہ کر آئے تھے انھوں نے وہاں کے رسم و رواج اور روایات کو بڑے غور سے دیکھا تھا ان کی دور بین نگاہوں نے مغربی اقوام کی تباہی دیکھ لی تھی اس لئے وہ لکھتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ فرنگی بہت جلد ایک بڑے طوفان سے دوچار ہونے والے ہیں۔

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو   آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور

علامہ ایک مردِ درویش تھے۔ اس شعر میں انھوں نے ایک پیش گوئی ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے سمندر اور روئے زمین کا علم رکھنے والا قضا و قدر کے کارکن فرشتوں نے اطلاع دی ہے کہ انگریز ایسے طوفان میں پھنس گیا ہے جس سے بچ نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔ علامہ کی یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی اور کچھ ہی مدت بعد جنگ عظیم چھڑ گئی جس میں انگریز پھنس کر رہ گیا۔ یہ جنگ کئی سال تک اس کے لئے مصائب کا باعث بنی رہی۔ اور اس کے زوال کا سبب بھی ثابت ہوئی۔

35۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

دل میں اک لہر سی اٹھی ہے ابھی   کوئی تازہ ہوا چلی ہے ابھی

شاعر کا نام: ناصر کاظمی

تشریح: اس شعر میں شاعر نے انسان کے دل میں ہونے والی تبدیلی کی بات کی ہے کبھی اس کے دل میں دکھ اور افسوس ہوتا ہے تو کبھی اس کے دل میں خوشی کی لہر ہوتی ہے۔ اس شعر میں ان کا لہجہ خوشی کا ہے لکھتے ہیں دل کے سمندر میں کوئی خوشی کی لہر اٹھی ہے ایسے لگتا ہے دل کے ساتھ کوئی ہوا کا جھونکا چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے۔ شاعر کو باہر کا موسم سہانا لگتا ہے۔

مژدہ اے شوق کہ کچھ خوش خبری آئی ہے   جھومتی آج نسیم سحری آئی ہے

شاعر کے دل میں ایک ترنگ سی اٹھی ہے۔ ایک خوش آئند خیال دل میں پیدا ہوا ہے۔ کوئی اچھی سی یاد دل میں ابھری ہے۔ اس سے یوں محسوس ہوا ہے جیسے حبس کے عالم میں ہوا کا ایک تازہ جھونکا آ جائے۔ گویا دکھ بھرے مایوس کن حالات میں شاعر کو امید کی ایک کرن دکھائی دی ہے جس سے حوصلہ شکن حالات میں اسے کچھ حوصلہ ملا ہے۔

36۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

یہ کہہ سکتے ہو، ہم دل میں نہیں ہیں، پر یہ بتلاؤ   کہ جب دل میں تمہیں تم ہو، تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو

شاعر کا نام: مرزا اسد اللہ خاں غالب

تشریح: غالب کا یہ شعر حمد یہ ہے۔ پہلے مصرع میں استفہام انکاری ہے۔ شاعر سوال کرتا ہے کہ اے اللہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم دل میں موجود نہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دل میں تیرے سوا کچھ ہے ہی نہیں دوسرے مصرعے میں واضح جواب ہے کہ اے اللہ تو میرے دل میں موجود ہے لیکن ایک شکوہ ہے کہ جب آپ دل میں موجود ہیں تو پھر نظر کیوں نہیں آتے۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں   کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

شاعر اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے کہ تم بے شک کہہ سکتے ہو کہ ہم تمہارے دل میں نہیں ہیں مگر ہمیں یہ تو بتاؤ کہ جب ہمارے دل میں صرف تمہیں بس رہے ہو تو ہمارے آنکھوں سے اوجھل کیوں رہتے ہو۔ شاعر کا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بے شک ہم تمہارے دل میں نہیں ہیں مگر تم تو ہر وقت ہمارے دل میں بسے رہتے ہو اور اس دل میں تمہارے سوا کوئی اور بھی نہیں تو پھر ہم سے چھپ کر کیوں رہتے ہو ہم سے کبھی ملتے کیوں نہیں ہو۔ شاعر

کہنا یہ چاہتا ہے کہ جب تم ہمارے دل میں ہو اور تمہارے سوا اس دل میں کوئی اور ہے ہی نہیں تو بے شک ہم سے دور ملو اس سے کیا فرق پڑ جائے گا۔

2019

37۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

اے ہم سخن وفا کا تقاضا ہے اب یہی — میں اپنے ہاتھ کاٹ لوں تو اپنے ہونٹ سی

شاعر کا نام: ناصر کاظمی

تشریح: یہ شعر وطن کے سیاسی پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ شاعر اپنے دوست کو کہتا ہے کہ اب وفا کا تقاضا ہے کہ میں اپنے ہاتھ کاٹ لوں تا کہ نہ کچھ لکھوں گا اور نہ ہی گرفت ہو گی۔ اور تیرے لیے یہ بہتر ہے کہ تو اپنے ہونٹ سی لے تا کہ نہ ہی تو بولتا ہوا نظر آئے۔ سچ بولنا اور لکھنا دونوں مشکل کام ہو گئے ہیں۔

ہم نہ کہتے تھے کہ حالی چپ رہو — راست گوئی میں ہے رسوائی بہت

ایک بے بسی کی کیفیت ہے جسے شاعر نے اس شعر میں بیان کیا ہے۔ وہ خود کو بھی بے بس محسوس کرتا ہے اور اپنے محبوب کو بھی۔ دونوں ہی بے بسی کے عالم میں ہیں اور امید افزا صورت دونوں ہی کو نظر نہیں آ رہی۔ ایسے میں وہ اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ نا مساعد حالات میں جن پر ہمارا کوئی بس نہیں چلتا اب محبت کا یہی تقاضا باقی رہ گیا ہے کہ صورت حال کو تسلیم کر لیا جائے اور میں اپنی کوششیں ترک کر دوں اور تو اپنی زبان پر کوئی حرف شکایت نہ لا۔

نظر کو حال دل کا ترجمان کہنا ہی پڑتا ہے — خموشی کو بھی ایک طرز بیاں کہنا ہی پڑتا ہے

38۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

یہ دنیا کوئی پلٹا لینے ہی والی ہے اب شاید — حیات بے سکوں کے سر میں یہ شوریدگی کب تھی

شاعر کا نام: فراق گورکھپوری

تشریح: شاعر اس شعر میں رجائیت کا پیام دے رہا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی انقلاب آنے والا ہے۔ اسی لیے اس کی بے سکون زندگی میں ایک دیوانگی کی کیفیت موجود ہے جو پہلے نہ تھی۔ شاعر کا مقصد یہ کہنا ہے کہ میری زندگی پہلے بے چین تھی، کچھ کر گزرنا چاہتی تھی مگر اس کے سامنے کوئی مقصد نہیں تھا۔ اب میری زندگی میں ایک مقصد دکھائی دے رہا ہے اور اس کو پانے کے لیے میری بے چین زندگی میں حرکت پیدا ہو گی ہے۔ اسی مقصد یا حرکت کو وہ شوریدگی یا دیوانگی کا نام دے رہا ہے۔

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان — ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

پہلے شعر میں اس نے زندگی کا مقصد بتایا تھا کہ جو انسان زندگی میں فلاحی کام کر جائے، قوم یا کسی شخص کی بھلائی کے لیے کچھ کر جائے اس کی زندگی امر ہو جاتی ہے۔ اس شعر میں اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتا ہے کہ میری زندگی بے سکونی، بے تابی یا بے چینی تو پہلے سے ہی موجود تھی مگر کوئی مقصد سامنے نہیں تھا مگر اب میری بے چینی کو مقصد مل گیا ہے۔ اس لیے لگتا ہے کہ دنیا میں کوئی انقلاب برپا ہونے والا ہے جو دنیا کو ایک انقلاب سے ہمکنار کر دے گا۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں — محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

دو جہاں طالب دیدار تھا یا رب کے ہنوز

چشمک ذرہ سے ہے گرم نگہ کا بازار

39۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

بازار بند، راستے سنسان، بے چراغ — وہ رات ہے کہ گھر سے نکلتا نہیں کوئی

شاعر کا نام: ناصر کاظمی

تشریح: ناصر کاظمی نے یہ شعر مشرقی پاکستان کے بنگلہ دیش بن جانے کے پس منظر میں لکھا ہے۔ جنگ ہو رہی تھی کرفیو کا نفاذ تھا ایسے میں لوگ گھروں سے باہر نہ نکلتے تھے۔ شاعر اس منظر کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا ہے۔

اس شہر بے چراغ میں جائے گی تو کہاں — آ اے شب فراق تجھے گھر ہی لے چلیں

شاعر ماحول کی ویرانی کا ذکر کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اندھیری رات ہے، بازار بند ہو چکے ہیں، راستے ویران ہیں، کہیں روشنی نظر نہیں آ رہی، ایسے میں ہر طرف ہو کا عالم ہے۔ چنانچہ اس عالم میں کوئی ڈر کے مارے گھر سے باہر نہیں نکلتا۔

اہم عبارات کی تشریح بورڈ پیپرز 2011-2019

1 سرسید نے قدامت پسند مسلمانوں کو نئے زمانے کی ضروریات سے آگاہ کیا اور ہزار دقتوں سے ان کو نئے علوم کے حصول سے تعاون پر آمادہ کیا۔ اپنی مذہبی تصانیف اور رسالہ تہذیب الاخلاق کے اجرا سے انھوں نے ثابت کر دکھایا کہ اسلام عقل کے اصولوں پر مبنی ہے ان کی تعلیمی مساعی 1877ء میں تکمیل کو پہنچیں جب علی گڑھ کالج کا افتتاح ہوا جو کم از کم تیس برس تک مسلمانانِ ہند کا واحد قومی مرکز بنا رہا۔ (6 مرتبہ)

سبق کا عنوان: تشکیل پاکستان مصنف کا نام: میاں بشیر احمد
سبق کا ماخذ: کارنامہ اسلام

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے سرسید احمد خاں کی تعلیمی وسیاسی خدمات کا مختصر جائزہ بیان کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو بیدار کرنے تحریک آزادی میں شامل ہونے ،انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کا نیا ڈھنگ سکھایا اور انھوں نے مسلمانوں کو قدیم اور پرانے خیالات کو ترک کر کے وقت کے تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے اور اپنی حالت بہتر بنانے کے لئے تیار کیا۔ ان میں جدت کا جذبہ بیدار کیا۔ اس سلسلے میں انھیں کئی ایک مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن وہ اس پر ڈٹے رہے اور مسلمانوں کو نئے اور جدید علوم سیکھنے اور اپنے سیاسی، معاشی اور سماجی تحفظ کی خاطر انگریز حکومت سے تعاون کرنے کے لئے تیار کر لیا۔ اس کام کو انجام دینے کے لئے انھوں نے اپنی مذہب کے بارے میں لکھی گئی کتابوں کا سہارا لیا۔ اس کے علاوہ ''تہذیب اخلاق'' کے نام سے رسالہ جاری کیا جس میں مختلف مضامین لکھ کر مسلمانوں پر واضح کیا۔ اسلام عقل کے اصولوں پر قائم ہونے والا مذہب ہے اور اسلام اہل کتاب سے نفرت نہیں سکھاتا۔ اس لئے اہل کتاب یا کسی بھی مذہب کی کتابیں یا ان کی تعلیم حاصل کرنے سے ہمارے مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس طرح انھوں نے یہ کام جاری رکھا اور یوں تعلیم کے لئے ان کی کوششوں کو پھل اس وقت ملنا شروع ہوا جب آپ نے 1877ء میں ایک سکول قائم کر کے مسلمانوں کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز کیا اور اس کے بعد یہی سکول بنے اور پھر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اس کوشش اور جدوجہد کی ایک کڑی تھی جس کا افتتاح بھی سرسید احمد خاں نے کیا اور یہ یونیورسٹی قریباً تیس سال تک تعلیم کے سلسلہ میں برصغیر کے مسلمانوں کا تنہا قومی مرکز اور جگہ رہی جہاں سے سینکڑوں مسلمان تعلیم حاصل کر کے نکلے اور تحریک پاکستان کے سرگرم رکن بنے۔

2 ایوب صاحب کا گھر بارہ مہینے تھرڈ کلاس کا مسافر خانہ بنا رہتا تھا، ہر طرح کے لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بالخصوص اعزا اور دوستوں کے لڑکے۔ مجھے یقین ہے اور اس میں با خوف تردید کر سکتا ہوں کہ ایوب صاحب کے گھر میں قیام کر کے ان کے خرچ سے ان کی توجہ و محنت سے، ان کے طل پر اعزا اور احباب کے جتنے لڑکوں نے علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی ہوگی، اتنا اب تک کسی اور شخص سے نہ اب تک ہوا اور نہ شاید آئندہ ہو۔

سبق کا عنوان: ایوب عباسی مصنف کا نام: رشید احمد صدیقی سبق کا ماخذ: گنج ہائے گراں مایہ

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے ایوب عباسی کی مہمان نوازی کو بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ایوب صاحب چونکہ بہت زیادہ ملنسار، مہمان نواز اور ہر ایک کے کام آنے والے تھے اس لئے ان کے ہاں مہمانوں کی ہمیشہ کثرت رہتی تھی۔ ان کے گھر کی حالت ریل کے تھرڈ کلاس کے مسافر خانے جیسی رہتی تھی جہاں انسانوں کا ہجوم رہتا ہے جو لوگ ان کے ہاں ٹھہرے ہوتے تھے ان میں زیادہ تر تعداد ان کے رشتہ داروں اور دوستوں کے بیٹوں کی ہوتی تھی۔ میں پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں ان کے رشتہ داروں اور دوستوں کے جتنے لڑکوں نے ایوب صاحب کے گھر میں رہ کر، ان کے خرچ سے، ان کی محنت اور توجہ سے علی گڑھ میں تعلیم مکمل کی وہ نہ تو اب تک کسی سے ہو سکا ہے نہ مستقبل میں ہو سکے گا۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی اس بات کو جھٹلا نہیں سکتا۔

3 یوں تو انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے نواب صاحب مرحوم کے احسانات حیدر آباد اور اہل حیدر آباد بے شمار تھے لیکن ریاست کے نظم ونسق میں چند چیزیں خاص ان کے یادگار ہیں۔ مثلاً ریاست کا بجٹ نواب صاحب نے مرتب کیا اور مصر کے بجٹ کے نمونے پر تھا جو وہاں انگریزی نگرانی کے بعد پہلی بار تیار ہوا تھا۔ بندوبست کا محکمہ بھی یہی قائم ہوا ہے جس نے اراضی کی پیمائش کا کام کیا۔ (2 مرتبہ)

سبق کا عنوان: نواب محسن الملک مصنف کا نام: ڈاکٹر مولوی عبدالحق سبق کا ماخذ: چند ہم عصر

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے نواب محسن الملک کے حیدر آباد میں انجام دیئے جانے والے کارناموں کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ نواب محسن الملک جب ریاست حیدر آباد دکن میں بورڈ آف ریونیو کے سربراہ تھے۔ اس دوران آپ نے ریاست کے آمدن واخراجات یعنی بجٹ کے حوالے سے اتنے اچھے اقدامات اٹھائے کہ ان کے اثرات لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں پر بہت اچھے پڑے اور اس سے لوگوں کو فائدہ ہوا اور انھوں نے نواب محسن الملک کو اپنا محسن ماننا شروع کر دیا تھا۔ ریاست کے انتظام اور نسق کو انجام دینے کے دوران آپ نے بہت سے یادگار کام کئے مثال کے طور پر ریاست کا بجٹ نواب صاحب نے ترتیب دیا اور اس کے سالانہ آمدن اور خرچ کو بڑے متوازن انداز سے رکھا۔ اس بجٹ کو ترتیب دیتے وقت آپ نے اسلامی ملک مصر کے بجٹ کو سامنے رکھا۔ اس بجٹ کو جو انگریزوں نے پہلی بار وہاں ترتیب دیا تھا۔ ریاست کے انتظام کو محکمہ بھی نواب صاحب نے ہی قائم کیا تھا اور اس انتظامی محکمے نے ریاست کی زمینوں اور اراضی کی پیمائش کا کام بھی انجام دیا تھا۔

4 باوجود فون کرنے کے کوئی بھی دوست پشاور میں نہ مل سکا لیکن پشاور والوں کی عالی حوصلگی سے ہم کما حقہ متاثر ہو چکے ہیں۔ ہمیں پی۔ آئی۔ اے کے دفتر جانا تھا۔ کسی نے بتایا کہ انٹرنیشنل ہوٹل میں ہے۔ ہم نے اپنے ہوٹل کے کاؤنٹر پر جا کر پوچھا کہ کتنی دور ہے یہ جگہ؟ تو کاؤنٹر کلرک نے بتایا کہ جناب بالکل ہمارے پچھواڑے ہے، بس کوئی ایک فرلانگ ہوگی۔ آپ ہوٹل کے دروازے سے نکل کر بڑی سڑک پر آیئے اور بائیں ہاتھ کو چلیے بس سامنے ہی ہے۔

سبق کا عنوان: ایک سفرنامہ جو کہیں کا بھی نہیں ہے   مصنف کا نام: ابن انشا   سبق کا ماخذ: دنیا گول ہے

تشریح: مصنف کو سیر کرنے کا بہت شوق ہے۔ اسی شوق کو پورا کرنے کے لیے مصنف پشاور اور افغانستان کا سفر کرتا ہے۔ لیکن اس سفر سے پہلے پشاور میں موجود چند دوستوں سے فون پر رابطہ کر کے انھیں بتایا کہ میں پشاور آ رہا ہوں لیکن جب پشاور پہنچا تو کوئی بھی دوست نہ ملا۔ لیکن مصنف اہل پشاور سے بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا اور ان کی بہادری، حوصلے اور شجاعت کی تعریف کی ہے۔ مصنف کو پی آئی اے کے دفتر جانا ہے اور اسے اس کا علم نہ تھا اس کا پتہ معلوم کرنے کے لیے ایک انٹرنیشنل ہوٹل میں گیا اور اس ہوٹل سے پی آئی اے کے دفتر کے بارے کاؤنٹر سے دریافت کیا کہ یہ کتنی دور ہے؟ کاؤنٹر کے کلرک نے بتایا کہ یہ دفتر اسی ہوٹل کے پچھلی جانب ہے۔ زیادہ دور نہیں ہے صرف ایک فرلانگ کا فاصلہ ہے۔ آپ اس ہوٹل سے باہر نکلیں اور بڑی سڑک پر آئیں اور سڑک پر بائیں طرف چلتے جائیں تو تھوڑی دور ہی سامنے آئے گا۔

5   **وہ جوہر قابل تھے مگر موقع کی تاک میں تھے۔ حیدر آباد میں ان کی سیاست دانی، تدبر، انتظامی قابلیت کے جوہر کھلے۔ ان کا ذہن ایسا رسا، ان کی طبیعت ایسی حاضر، ان کے اوسان ایسے بجا اور معاملات اور واقعات پر ایسا عبور تھا کہ بڑے بڑے پیچیدہ معاملات کو باتوں باتوں میں سلجھا دیتے تھے۔ اگر کسی اور سلطنت کے فارن منسٹر ہوتے تو یقیناً دنیا میں بڑا نام پیدا کرتے بڑے بڑے مدبران کا لوہا مان گئے تھے۔** (5 مرتبہ)

سبق کا عنوان: نواب محسن الملک   مصنف کا نام: ڈاکٹر مولوی عبدالحق   سبق کا ماخذ: چند ہم عصر

سیاق و سباق: دیکھیے عبارت نمبر 3

یہ عبارت سبق کے آغاز سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں نواب محسن الملک کی خوبیوں اور صلاحیتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ مصنف لکھتے ہیں کہ نواب محسن الملک انتہائی باصلاحیت، قابل اور نایاب قسم کی صلاحیتوں کے مالک تھے لیکن انہیں اپنی صلاحیتوں کو آزمانے اور ان سے کام لینے کا موقع نہ ملا تھا اور یہ موقع انھیں اس وقت ملا جب وہ حیدر آباد میں بورڈ آف ریونیو کے سربراہ بنے وہ اس موقع کی تاک میں تھے جونہی انھیں یہ موقع ملا ان کی صلاحیتیں اور قابلیتیں کھل کر سامنے آنے لگیں۔ حیدر آباد ریاست کے انتظامی معاملات چلانے لگے تو پتہ چلا کہ وہ کتنے بڑے سیاستدان ہیں۔ کتنے باصلاحیت اور اچھی طرح انتظامی امور چلانے والے آدمی ہیں۔ اتنے ذہین ہیں کہ ہر بات کا برملا جواب دیتے ہیں اور ہر مسئلے کو ایک لمحہ میں سلجھا لیتے ہیں۔ حاضر دماغ، ہوش و حواس پر کنٹرول رکھنے والے اور مسائل و معاملات کا حل نکالنے کے ماہر۔ اتنے ماہر کہ پیچیدہ سے پیچیدہ معاملہ بھی باتوں باتوں میں حل کر دیتے۔ اگر نواب صاحب ترکی یا کسی اور ملک کے وزیر ہوتے تو اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کے سبب دنیا میں بڑا نام کماتے۔ نواب صاحب کی ان صلاحیتوں کے سبب بڑے بڑے دانا اور عقل مند لوگ بھی ان کی مہارت اور صلاحیتوں کا اعتراف کرتے تھے۔

6   **آگے چل کر معلوم ہوا کہ انھیں دوڑنے اور ڈنڑ پیلنے کا ہی شوق نہیں۔ مگدر بھی ہلاتے ہیں۔ اچھا لگاتے ہیں۔ حیدر آباد کی ملازمت کے کرتب دکھا رہے تھے ان کی طبیعت لہرائی۔ گھوڑے پر سوار ہو کے نیزہ اور آن کی آن میں میخ اکھیڑ لی۔ ہر طرف تحسین و آفرین کا غلغلہ ہوا اور ان کی خدمات فوج کے صیغے میں منتقل کر دی گئی۔** (4 مرتبہ)

سبق کا عنوان: مولانا ظفر علی خاں   مصنف کا نام: چراغ حسن حسرت   سبق کا ماخذ: مردم دیدہ

تشریح: مصنف لکھتے ہیں کہ مجھے پہلے صرف مولانا ظفر علی خاں کی لمبی سیر کے بارے میں پتا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ انھیں نہ صرف دوڑنے اور ڈنڑ پیلنے کی ورزش کا شوق ہے بلکہ وہ ورزش کے لئے بنائے گئے لکڑی کے بھاری بھرکم تختے بھی ہلاتے تھے جو اکثر پہلوان لوگ استعمال کرتے ہیں۔ ان لکڑیوں کو مگدر کہتے ہیں۔ مولانا ظفر علی خاں اس کے علاوہ نیزہ بازی کے فن میں بھی ماہر تھے اور شہسواری میں انھیں کمال حاصل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ تیراکی کے فن میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ اور کشتی بھی خوب لڑتے ہیں۔ مولانا میں صرف یہ اوصاف نہ تھے بلکہ وہ بندوق چلانے میں مہارت رکھتے تھے اور ان کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا تھا۔ مولانا کچھ عرصہ فوج میں بھی رہے۔ نیزہ بازی کے حوالے سے ایک دفعہ ایک دلچسپ واقعہ بھی پیش آیا۔ فوج کے سپاہی نیزہ بازی کے کرتب دکھا رہے تھے۔ مولانا بطور تماشائی یہ مظاہرہ دیکھ رہے تھے۔ اچانک انہیں جوش آیا اور وہ گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ بازی کا مظاہرہ کرنے لگے اور چند ہی لمحوں میں انھوں نے میخ اکھاڑ کر رکھ دی۔ کسی کو بھی ان کی اس خوبی کا علم نہیں تھا۔ اچانک نیزہ بازی میں ان کی مہارت دیکھ کر ہر ایک ان کی تعریف کرنے لگا۔ اس اچانک انکشاف کے باعث انھیں فوج کے محکمے میں بھیج دیا گیا لیکن وہ اپنے سینئر افسروں سے نباہ نہ کر سکے۔ اس لئے خود ہی یہ ملازمت چھوڑ دی۔

7   **سیر کرنے والے گلشن حال کے اور دوربین لگانے والے ماضی و استقبال کے، روایت کرتے ہیں کہ جب زمانے کے پیراہن پر گناہ کا داغ نہ لگا تھا اور دنیا کا دامن بدی کے غبار سے پاک تھا تو تمام اولاد آدم مسرت عام اور بے فکری مدام کے عالم میں بسر کرتے تھے۔ ملک، ملک فراغ اور خسرو، دآرام رحم دل، فرشتہ مقام گویا ان کا بادشاہ تھا۔ وہ رعیت سے خدمات چاہتا تھا، نہ کسی سے خراج باج مانگتا تھا۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری اس میں ادا ہو جاتی تھی کہ آرام کے بندے قدرتی گلزاروں میں گشت کرتے تھے، ہری ہری سبزے کی کیاریوں میں لوٹتے تھے۔ آب حیات کے دریاؤں میں نہاتے تھے۔**

سبق کا عنوان: محنت پسند خردمند   مصنف کا نام: مولانا محمد حسین آزاد   سبق کا ماخذ: نیرنگِ خیال

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے بتایا ہے کہ حال کے باغ کی سیر کرنے والے اور ماضی اور مستقبل کی دوربین لگانے والے روایت کرتے ہیں یعنی وہ دانا لوگ جو حال سے باخبر ہیں اور ان کی نگاہ ماضی اور مستقبل پر بھی ہے۔ جب دنیا کے دامن پر گناہ کا داغ نہیں لگا تھا اور وہ بدی کے غبار سے آلودہ نہیں ہوا تھا۔ انسان بہت خوش تھا اور مستقل سکون کی زندگی بسر کرتا تھا۔ یوں سمجھ لیں کہ جیسے ملک آرام اور آسائش کا ملک تھا۔ ان کا بادشاہ نہایت رحم دل فرشتوں جیسا تھا۔ وہ نہ تو لوگوں سے کوئی ذاتی کام لیتا تھا اور نہ ہی کسی سے کوئی ٹیکس لیتا تھا۔ وہ اسی میں خوش تھا اور اسی کو لوگوں کی تابع فرمانی سمجھ لیتا تھا کہ لوگوں کو آرام میسر ہے۔ وہ

قدرتی باغوں کی سیر کرتے ہیں۔ ہری ہری سبزے کی کیاریوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور آب حیات کے دریاؤں میں نہاتے ہیں یعنی وہ سمجھتا تھا کہ ہر لوگ خوشحال اور اچھی زندگی بسر کر رہے ہیں تو میرے لئے یہی بہت ہے۔ وہ زمانہ ایسا تھا جیسے وہاں ہمیشہ صبح کا وقت ہو اور موسم بہار کا ہو یعنی وہاں کبھی غم کے سائے نہیں پڑتے تھے اور کبھی دکھوں کی خزاں نہیں آتی تھی۔

8 **ڈھلتے سورج میں بحرالکاہل کروٹیں بدل رہا تھا اور چاروں طرف زمرد کی آمریت مستحکم ہو چکی تھی۔ تاحد نظر سبزہ ہی سبزہ تھا۔ یوں احساس ہوا کہ جزیرے اور ہواؤں میں کہنہ مشق کائنات لئے سرے سے شباب میں آ گئی ہے۔ اس کے ننھے منھے رقبے میں فطرت کا رنگ ہر انگ میں پایا جاتا ہے۔ سمندر یہاں عمیق تر ہوتا چلا گیا۔ یہ جنوبی یورپ کی آبی کناروں سے زیادہ نیلا اور چمکیلا ہے۔ دوپہر کے وقت اس نیلم کی بھڑک آنکھیں خیرہ کر دیتی ہیں۔ میں نے وجدانی حسن میں اس طرح ڈوبے ساحل بہت کم دیکھے ہیں۔**

سبق کا عنوان: ہوائی **مصنف کا نام:** بیگم اختر ریاض الدین **سبق کا ماخذ:** دھنک پر قدم

سیاق وسباق: مصنفہ نے اس سبق میں اپنے "ہوائی" کے سفر کا حال بیان کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ جزائر ہوائی تک کا سفر ڈرتے ڈرتے مگر انتہائی آرام سے گزرا۔ پہلا سٹاپ کلکتہ تھا۔ کلکتہ سے ہانگ کانگ روانہ ہوئے وہاں سے تازہ دم ہو کے ٹوکیو کا رخ کیا۔ سارا راستہ پین ایم کا پرانا جہاز خود لرزتا رہا اور ہمیں بھی لرزاتا رہا۔ ہوائی کے صدر مقام ہونولولو میں جہاز اترا۔ استقبال بھی ہوا۔ گھر پہنچے اور صبح سارا گھر صاف کیا اور پھر سیر کو نکلے۔ ایسٹ ویسٹ سنٹر اور ہوائی یونیورسٹی ایک دوسرے سے بالکل قریب ہیں مگر ان کے درمیان ایک ازلی رقابت بھی ہے۔ نتیجہ یہ کہ دونوں جگہ پر امریکہ سے آنے والے بہترین پروفیسروں کا رش رہتا ہے۔ ان ذہین پروفیسروں کو لیکچر دینے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ اس یونیورسٹی کا میلوں پھیلا ہوا کیمپس تعلیمی سہولتوں کے علاوہ پھولوں اور مختلف معاشرتی تنوع کی عمدہ مثال ہے۔ یہ عبارت قریباً سبق کے آخر سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنفہ نے ہونولولو کے جزیرے کی سیر کا حال بیان کیا ہے۔ ہوائی پہنچنے کے بعد اگلے دن ہی گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر شام کو ہوائی جزیرے کی سیر کا پروگرام بنایا گیا۔ مناظر فطرت کے مشاہدے نے عقل حیران کر دی۔ جزیرے کا ساحل یورپ کے آبی کناروں سے زیادہ چمکیلا اور زیادہ سبز رنگ کا ہے۔ جس مقام پر ہم کھڑے تھے۔ وہاں سمندر گہرا تھا اور ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا۔ اتنے خوب صورت ساحل بہت کم ہوتے ہیں۔ یہاں کے پہاڑ کہیں سے خشک اور پتھریلے ہیں اور کہیں سے بہت سرسبز ہیں۔ چاروں طرف اگے ہوئے سبزہ کی زیادتی کا یہ عالم تھا کہ مصنفہ بے ساختہ کہہ اٹھی کہ جیسے یہاں سبزے کی حکمرانی ہو۔ تاحد نظر پھیلا ہوا سبزہ اور نیلا چمکیلا سمندر آنکھوں کو چندھیا رہا تھا۔ دوپہر کے وقت یہاں کا منظر نہایت دلفریب ہے۔ اس کی بھڑک آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔ اتنے خوب صورت اور حسین ساحل بہت کم دیکھنے کو ملتے ہیں۔

9 **ان کا ایک اور کارنامہ جو نہایت قابل قدر ہے۔ سلاطین بنی امیہ کی ناجائز کارروائیوں کو مٹانا تھا۔ سلاطین بنی امیہ نے ملک کا بڑا حصہ جو زمینداری کی حیثیت سے رعایا کے قبضے میں تھا، اپنے خاندانوں کو جاگیر میں دے دیا تھا۔ جس طرح سلاطین تیموریہ کے زمانے میں بڑے بڑے صوبے شہزادوں کی جاگیر میں دے دیے جاتے ہیں۔** **(8 مرتبہ)**

سبق کا عنوان: مناقب عمر بن عبدالعزیزؒ **مصنف کا نام:** علامہ شبلی نعمانی **سبق کا ماخذ:** مقالات شبلی جلد چہارم

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ایک شاندار کارنامے کے بارے میں بتایا ہے۔ مصنف لکھتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ایک اور شاندار کام بھی ہے جس کی جتنی قدر کی جائے کم ہے۔ یہ شاندار کام ان ناجائز فیصلوں کو ختم کرنا تھا جو ان سے پہلے بنی امیہ کے سلطان کر چکے تھے۔ بنی امیہ کے سلطانوں نے بہت سی ایسی زمینیں اپنے خاندان کے لوگوں کو جاگیر کے طور پر دے دی تھیں جو عوام کے پاس تھیں اور وہ ان زمینوں کے باعث زمینداری کرتے تھے۔ یہ زمین بہت زیادہ تھی اور ملک کے ایک بڑے حصے کے برابر تھی۔ بنی امیہ کے بادشاہوں کا یہ عمل تیمور خاندان کے زمانے کے بادشاہوں جیسا تھا۔ جب ملک کے بڑے بڑے صوبے شہزادوں کو جاگیر کے طور پر دیئے جاتے تھے۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز ملک کے حکمران بنے تو انہیں سب سے پہلے اس غلط فیصلے کا احساس ہوا۔ اس غلط فیصلے کے مطابق دی گئی جاگیریں واپس لینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس کام سے سارے خاندان کو دشمن بنا لینے کے مترادف تھا۔ اس کے باوجود انھوں نے کسی کی پروا نہ کی اور وہی کچھ کیا جو انھوں نے درست محسوس کیا۔ اس طرح انھوں نے پہلے حکمرانوں کی زیادتی کا ازالہ کیا۔

10 **بنو امیہ کے دفتر اعمال میں سب سے زیادہ قوم کو برباد کرنے والا یہ واقعہ ہے۔ کہ انہوں نے آزادی اور حق گوئی کا استیصال کر دیا تھا۔ عبدالملک کے تخت پر بیٹھ کر حکم دیا تھا کہ کوئی شخص میری کسی بات پر روک ٹوک نہ کرنے پائے جو شخص ایسا کرے گا سزا پائے گا۔ اگرچہ اس پر بھی آزادی پسند عرب کی زبانیں بند نہ ہوئیں تاہم بہت کچھ فرق آ گیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس بدعت کو بالکل مٹا دیا۔ وہ نہایت متدین اور راستباز شخص اس کام پر مقرر کیے کہ عدالت کے وقت ان کے پاس موجود رہیں اور ان سے جو غلطی سرزد ہو فوراً ٹوک دیں۔ ان کے اس طرز عمل سے لوگوں کو عام طور پر جرات ہو گئی تھی اور لوگ نہایت بے باکی سے ان کے اقوال و افعال نکتہ چینی کرتے تھے۔** **(7 مرتبہ)**

سبق کا عنوان: مناقب عمر بن عبدالعزیزؒ **مصنف کا نام:** علامہ شبلی نعمانی **سبق کا ماخذ:** مقالات شبلی، جلد چہارم

سیاق وسباق: دیکھئے عبارت نمبر 9

یہ عبارت سبق کے قریباً آخری حصے سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے بنو امیہ دور کے اہم واقعات میں سے ایک ایسے واقعہ کے بارے میں بتایا ہے جس نے مسلمان قوم کو بہت نقصان

پہنچایا بلکہ [illegible] اور حکومت میں جہاں اور کل [illegible] ہے وہاں ایک [illegible] بھی ہوا کہ انہوں نے لوگوں کی آزادی چھین لی [illegible] کی نسبت روک دیا۔ چنانچہ عبدالملک جب ملک [illegible] اس نے عوام کے لئے حکم [illegible] کی بات [illegible] تھا کہ اگر کسی نے اس کی بات کی مخالفت کی یا اس کے خلاف رائے کا اظہار کیا [illegible] آزادی [illegible] پوری طرح بند نہ ہوگی۔ لیکن اس کے حکم [illegible] بہت فرق [illegible] حکومت [illegible] کے بغیر [illegible] حوصلہ دیا۔ انھوں نے [illegible] اس کام [illegible] جس کام کو غلط دیکھیں وہیں انہیں ٹوک دیں۔ جب لوگوں نے ان کے اس عمل کو دیکھا تو وہ بہت بے خوف ہو گئے اور وہ آزادانہ اپنی رائے کا اظہار [illegible] اور وہ خلیفہ کے اعمال و اقوال پر آزادی سے اظہار کرنے لگے۔

11 مجھ پر، میرے بچوں پر، میرے دوستوں پر اور میرے خاندان پر جان چھڑکتے تھے۔ خوشی کی بات ہوتو ایوب صاحب سب سے پہلے موجود اور سب سے زیادہ خوش۔ رنج و تردد کا موقع ہو تو سب سے پہلے حاضر۔ بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں، کسی کو خاطر میں نہیں لاتے، یا مخلص کی خوشامد کر رہے ہیں۔ خوشی میں ہر طرح کے چٹکلے سر کر رہے ہیں اور اپنی مسرت کا طرح طرح سے اظہار کر رہے ہیں۔ رنج و مایوسی کا موقع ہو تو ایک حرف زبان پر نہیں، نہ تسکین کا، نہ تعزیت کا، چپ چاپ بیٹھے سراپا کا جائزہ لے رہے ہیں یا محبت و ہمدردی سے بے اختیار ہو کر منہ تک رہے ہیں۔

سبق کا عنوان: ایوب عباسی مصنف کا نام: رشید احمد صدیقی سبق کا ماخذ: گنج ہائے گراں مایہ

سیاق و سباق: دیکھئے عبارت نمبر 2

یہ عبارت سبق کے آغاز سے لی گئی ہے۔

تشریح: مصنف نے ایوب عباسی کی ہمدردی، ملنساری اور ایثار کی خوبیوں کی وضاحت کرتے ہوئے مصنف اپنے اور جناب ایوب عباسی کے تعلقات کی وضاحت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایوب عباسی کے مصنف اور اس کے خاندان سے گہرے تعلقات تھے۔ ایوب عباسی مصنف سے بہت پیار کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے بچوں اور دوستوں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے ان کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار رہتے تھے۔ ایوب عباسی کی شخصیت ایسی تھی، وہ کا مزاج، ور طبیعت ایسی تھی کہ مصنف کے دوستوں یا خاندان میں اگر خوشی کا کوئی موقع ہوتا تو وہ سب سے پہلے ان کے ساتھ موجود ہوتے تھے اور ان کی خوشی میں خوش رہتے تھے بلکہ ان کی خوشی میں اضافے کا ساماں کر دیتے تھے۔ اگر کبھی رنج، دکھ یا تکلیف کی کوئی بات ہوتی تو بھی وہ ان کا دکھ درد بانٹنے، ان سے ہمدردی کرنے کے لئے سب سے پہلے پہنچ جاتے۔ دکھ کی حالت میں وہ انتہائی بے چین ہو جاتے۔ خوشی کے موقع پر ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ خوشی کو دوبالا کرنے کے لئے دوڑتے پھرتے رہتے۔ خوشی کو انجوائے کرنے کے لئے کسی قسم کی بھی کسر نہ چھوڑتے۔ لوگوں کو خوش کرنے کے لئے ان کی تعریف کر رہے ہیں۔ ہنسی مذاق ہو رہا ہے اور مختلف طرح کے جملے اور چٹکلے بیان کر کے اپنی خوشی کا اظہار کرتے رہتے۔ رنج اور دکھ کی بات ہوتی یا کوئی حادثہ یا سانحہ ہو جاتا تو بالکل خاموش رہتے۔ ایک حرف بھی زبان پر نہ لاتے۔ کسی قسم کی بات نہ کرتے بلکہ خاموش بیٹھ کر اپنے آپ کو یا دوسروں کو محبت و ہمدردی سے دیکھتے رہتے تھے۔

12 ہمارے ملک میں خوشامد کی کوئی کمی نہیں، وہ ہر بڑے اور صاحب اقتدار آدمی پر اس طرح ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں لیکن سچ اور جھوٹ کا امتحان اس وقت ہوتا ہے جب وہ بڑا آدمی اپنے اقتدار یا منصب سے محروم ہو جاتا ہے۔

سبق کا عنوان: نواب محسن الملک مصنف کا نام: مولوی عبدالحق سبق کا ماخذ: چند ہم عصر

سیاق و سباق: دیکھئے عبارت نمبر 3

یہ عبارت سبق کے قریباً وسط سے لی گئی ہے۔

تشریح: مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں خوشامد اور جھوٹی تعریف کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ ہر جگہ اور ہر شہر میں، ملک بھر میں ایسے لوگ مل جائیں گے جو خوشامد کر کے اپنے کام نکلواتے ہیں۔ ایسے لوگ بے شمار ہیں اور یہ خوشامدی لوگ بڑے لوگوں اور اپنے افسروں، بڑے سرکاری عہدہ داروں پر ہر وقت نچھاور ہوتے رہتے ہیں۔ یہ ہر وقت ان کی چاپلوسی، جھوٹی تعریف اور خوشامد کے لئے تیار رہتے ہیں اور ان کے اردگرد منڈلاتے رہتے ہیں۔ ان پر شہد کی مکھیوں کی طرح گرتے پھرتے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں شہد کھانے کے لئے اس میں گرتی ہیں۔ لیکن ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جب وہ بڑا آدمی اپنے عہدے یا حکمرانی سے محروم ہو جاتا ہے۔ وہ ریٹائر ہو جاتا ہے یا اس کا دور حکومت ختم ہو جاتا ہے تو اس وقت اس پر حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ کون اس کی سچی اور صحیح تعریف کرتا تھا اور کون جھوٹ موٹ کی۔ کیونکہ جب اس طرح کے لوگ اقتدار سے ہٹ جاتے ہیں تو خوشامدی بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

13 ہم سب کی زندگیوں میں مرحوم گھل مل جانے کا راز یہ تھا کہ ان میں بظاہر کوئی بات غیر معمولی نہ تھی، وہ غیر معمولی قابلیت خوش باش، نہ رنگین و رعنا۔ معمولی آدمیوں سے بھی زیادہ معمولی تھے۔ پھر بھی وہ ایسے تھے کہ اب ہم میں ویسا کوئی اور نہ اب ڈھونڈے سے بھی کوئی ایسا نہ ملے۔

(3 مرتبہ)

سبق کا نام: ایوب عباسی مصنف کا نام: رشید احمد صدیقی سبق کا ماخذ: گنج ہائے گراں مایہ

سیاق و سباق: دیکھئے عبارت نمبر ۲ یہ عبارت سبق کے آغاز سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے ایوب عباسی کی صلاحیتوں کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایوب عباسی ہم سب کی زندگیوں میں گھل مل چکے تھے۔ اس کا راز یہ تھا کہ ان میں ظاہری طور پر کوئی ایسی بات نظر نہ آتی تھی۔ بس عام سے لگتے تھے۔ وہ کوئی خاص قابلیت کے مالک نہیں تھے۔ بس عام سے ہی تھے۔

بہت زیادہ امیر بھی نہ تھے اور بہت زیادہ ذہین بھی نہیں تھے۔ عام سے لوگوں کی طرح تھے۔ وہ جو لوگوں کی طرح [illegible] سے بھی واقف نہ تھے۔ نہ وہ بہت اچھا لباس پہنتے تھے۔ نہ بہت اچھی گفتگو کرتے تھے۔ نہ ہی اُس طرح انسان تھے نہ ہی خوش مزاج [illegible] عام آدمیوں سے بھی وہ زیادہ ہی عام آدمی تھے۔ اس کے باوجود وہ ایسے تھے کہ آپ ان سے [illegible] کی ہزار کوشش کے باوجود [illegible] نہیں نکال سکے گا۔

14 آدمی کو پہچاننے میں انہیں خاص ملکہ تھا۔ تھوڑی ملاقات اور بات چیت میں آدمی کو پوری طرح بھانپ لیتے تھے۔ ان کے ملنے والے ہر ساده بھلے برے ہر قسم کے آدمی تھے۔ دنیا نیکوں ہی کے لیے نہیں، اس میں بدوں کا بھی حصہ ہے اور شاید دنیا کی بہت کچھ رونق انہی کے دم سے ہے۔ وہ بدوں سے کام لیتے تھے۔

سبق کا عنوان: نواب محسن الملک　　مصنف کا نام: مولوی عبدالحق　　سبق کا ماخذ: چند ہم عصر

سیاق وسباق: دیکھئے عبارت نمبر ۳　　یہ عبارت سبق کے قریباً آخری حصے سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے نواب محسن الملک کی مردم شناسی کی خوبی بیان کی ہے۔ مصنف لکھتا ہے کہ نواب صاحب انتہائی سمجھدار، عقلمند اور مردم شناس تھے وہ آدمی ایک لمحہ میں پہچان لیتے تھے کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا حلقہ احباب وسیع تھا اور ان کا ہر طرح کے لوگوں سے واسطہ رہتا تھا۔ اسی تجربے اور وسیع مشق کی وجہ سے انہیں کسی انسان کو پہچاننے میں مہارت حاصل تھی۔ وہ مختصر سی ملاقات اور معمولی گفتگو سے اس آدمی کو طرح سمجھ جاتے تھے کہ یہ کس ذہن اور کس مزاج کا آدمی ہے۔ ان سے ملنے یا تعلقات والوں اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ شامل تھے۔ ان سے ان کا میل جول رہتا تھا۔ اس دنیا میں صرف نیک لوگ ہی نہیں رہتے بلکہ یہ دنیا سب کے لئے ہے اس میں نیک و بد سب نے رہنا ہے۔ بلکہ دنیا کے حسن اور رونق کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اس میں نیک و بد سب رہتے ہیں۔ نیک بدوں سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور برے کاموں سے بچتے ہیں جبکہ بد نیک لوگوں سے متاثر ہو کر نیکی کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ نواب محسن الملک نیک و بد دونوں قسم کے لوگوں سے کام لیتے تھے۔

15 ہارتوا ایسٹ ویسٹ اور ہوائی کی یونیورسٹی میں یوں تو ارضی قربت ہے لیکن ازلی رقابت بھی ہے۔ کسی حد تک یہ رقابت صحت مند بھی ہے۔ امریکہ کے بہترین پروفیسر اور اعلیٰ ذہن سردی گرمی لیکچر کیلئے بلائے جاتے ہیں۔ طرح طرح کی نمائشیں، فلم، جشن منائے جاتے ہیں۔ اس کی جدید عمارت کے سامنے لمبی لمبی موٹریں جو آدھی طلبہ کی اور آدھی پروفیسروں کی ہوتی ہیں۔ امریکہ کی افراط کا صحیح ثبوت ہیں۔

سبق کا عنوان: ہوائی　　مصنف کا نام: بیگم اختر ریاض الدین　　سبق کا ماخذ: دھنک پر قدم

سیاق وسباق: دیکھئے عبارت نمبر ۸　　یہ عبارت سبق کے آخر سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنفہ نے ہوائی یونیورسٹی کا احوال بیان کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ ہوائی یونیورسٹی مشرقی ممالک کی یونیورسٹیوں کی طرح بہت بڑے رقبے پر پھیلی ہوئی ہے۔ زمین کے معاملے میں یہ یونیورسٹی ان یونیورسٹیوں سے قریبی مشابہت رکھتی ہے لیکن اپنے ماحول، پڑھائی، سہولیات، عمارت، طلبہ و طالبات کے مزاج کے لحاظ سے یہ یونیورسٹی مشرقی اور یورپی ممالک سے کہیں مختلف ہے بلکہ مشرق اور مغرب میں جو ازلی فرق اور مخالفت پائی جاتی ہے اس کی عکاس ہے۔ کسی حد تک یہ فرق درست بھی ہے کیونکہ یہ یونیورسٹی جدید اور امیر ترین ملک امریکہ کی ریاست ہوائی کی ہے۔ اس یونیورسٹی میں تعلیم کا معیار بہت اعلیٰ ہے کیونکہ اس میں تعلیم کے لئے امریکہ سے سب سے اچھے پروفیسر اور دانشور ہر موسم میں یہاں بلائے جاتے ہیں جو طلبہ کو پڑھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں مختلف قسم کی نمائشیں لگتی ہیں۔ تعلیمی اور دستاویزاتی فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ مختلف تہواروں کے جشن اور محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ یہ جدید ترین یونیورسٹی ہے اور اس کی عمارت بھی جدید طرز کی ہے۔ یہاں پڑھنے والے طلبہ بھی امیر گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ یونیورسٹی کی عمارت کے سامنے طلبہ اور پروفیسرز صاحبان کی بڑی اور لمبی لمبی گاڑیاں دیکھ کر امریکہ میں دولت کی فراوانی اور امارت کا واضح پتہ چلتا ہے۔

16 دوسروں سے کام لینے کا انہیں بڑا اچھا سلیقہ تھا۔ وہ کچھ ایسے مہر آمیز طریقے سے کہتے تھے اور اس طرح ہمت افزائی کرتے تھے کہ لوگ خوشی خوشی ان کا کام کرتے تھے۔ اپنے ملازموں اور ماتحتوں سے بھی ان کا سلوک ایسا تھا کہ وہ ان کی فرمائش کی تعمیل ایسی تن دہی اور شوق سے کرتے تھے جیسے ان کا کوئی ذاتی کام ہو اور وہ وقت پر جان لڑا دیتے تھے۔　　(3 مرتبہ)

سبق کا عنوان: نواب محسن الملک　　مصنف کا نام: مولوی عبدالحق　　سبق کا ماخذ: چند ہم عصر

سیاق وسباق: دیکھئے عبارت نمبر ۳　　یہ عبارت سبق کے آخر سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے نواب محسن الملک کی خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ نواب صاحب کو دوسروں سے کام لینے کا بہت اچھا ڈھنگ تھا وہ دوسروں کو کوئی کام بتاتے یا کہتے تو ایسے محبت بھرے لہجے میں بات کرتے تھے اور ایسے اچھے انداز میں ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے کہ لوگ ان کا کام خوش ہو کر کرتے تھے۔ ان کے جتنے بھی ملازم یا ماتحت تھے۔ سب کے ساتھ ان کا سلوک اور رویہ بہت اچھا تھا اس لئے سب اُن سے بہت خوش رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان کے کام اتنی محنت اور شوق سے کرتے تھے جیسے وہ اپنا کام کر رہے ہوں۔ نواب صاحب جب انھیں کوئی کام کہتے تو وہ دل و جان سے اُن کے کام میں لگ جاتے تھے۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ نواب صاحب کام کرنا بھی جانتے تھے اور دوسروں سے کام لینے کا ہنر بھی انھیں آتا تھا۔

17 وہ آیا۔ وہ اسے لے آئے۔ میرا بچہ، میری آنکھ کا تارا، ارے دیکھو تو کیسے تن کے چل رہا ہے، اس کا باہر نکلا ہوا سینہ دیکھو، سانس کس بے خوفی سے آ جا رہا ہے۔ شاباش میرے لاڈلے شاباش! سر اٹھائے رکھ۔ تم پر ہم سب کو ناز ہے۔ تجھ پر میرے دلارے تجھ پر جسے مرجانا ہے۔ دیکھو لوا سے دیکھ لو۔ جس کے بدن میں گرم خون لہریں مارتا تھا پر جس کے دل میں قاتل کے لہو کی ایک بوند بھی نہیں۔ ہائے پر قاتل موجود ہے۔ آستین چڑھائے کھڑا ہے۔
(3 مرتبہ)(2018)

سبق کا عنوان: قرطبہ کا قاضی　　مصنف کا نام: سید امتیاز علی تاج

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے قاضی کے قاتل بیٹے کی مقتل گاہ (پھانسی گھاٹ) میں آمد کا منظر بیان کیا ہے۔ اور لڑکے کی ماں کے جذبات کو اجاگر کیا ہے۔ مصنف لکھتا ہے کہ جب قاتل لڑکے کو جیل سے نکال کر مقتل لیجانے لگے اور اسے باہر لے آئے تو اس کی ماں نے دیکھ کر کہا وہ دیکھو یہ اپنے اپنا بیٹا، جو میری آنکھوں کا تارا اور میرا سکون تھا۔ وہ آ گیا ہے۔ وہ اُسے لے آئے ہیں۔ ارے دیکھو کس طرح سے اکڑ کر چل رہا ہے اور اس نے اپنا سینہ باہر نکالا ہوا ہے اور وہ ذرا برابر گھبرایا ہوا نہیں اور بے خوف و خطر کھلے سانس لے رہا ہے۔ میرے بیٹے شاباش، اے میرے پیارے بیٹے شاباش، اسی طرح فخر سے سر اٹھائے چل اور شرمندہ نہ ہو۔ ہمیں تم پر فخر ہے۔ اے میرے پیارے اور لاڈلے بیٹے تو ہمارے فخر و غرور کا باعث ہے۔ اے لوگو! دیکھو بیٹے کو۔ اسے دوبارہ دیکھو کیونکہ یہ مرنے جا رہا ہے۔ یہ وہی نوجوان ہے جس کے جسم جوانی کا گرم اور پُر جوش خون لہریں مارتا تھا لیکن جو اس کا باپ ہے اس کے خون کا ایک قطرہ بھی اس میں شاید شامل نہیں کیونکہ وہ خود جلاد (قاتل) بن کر آستین چڑھائے اسے موت کی طرف دھکیلنے کے لئے تیار کھڑا ہے۔

18　میری بوڑھی زبان سے اللہ تعالیٰ کا عفو و رحم کئی بار بولا لیکن ہر بار اس نے سننے والے کانوں کو بہرہ پایا۔ پر اب کی بار میری التجا سن لیجیے یا ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیجیے۔ میرے حضور یہ وہ بدنصیب بول رہی ہے۔ جس نے مجرم کی ماں کے اٹھ جانے کے بعد اولاد کی طرح اسے کلیجے سے لگایا میرے حضور خود آپ نے اسے مجھے دے ڈالا تھا۔

سبق کا عنوان: قرطبہ کا قاضی　　مصنف کا نام: سید امتیاز علی تاج

سیاق و سباق: دیکھئے عبارت نمبر ۱۷　　یہ عبارت سبق کے آخری حصے سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے ایک ماں کا حال بیان کیا ہے۔ مصیبت زدہ ماں کہتی ہے میں نے اپنی بوڑھی زبان سے کئی بار اللہ تعالیٰ کے رحم اور معاف کر دینے والی صفت ذکر کیا اور اس کا واسطہ دیا مگر ہر بار میری بات سنی ان سنی کر دی گئی۔ لیکن اب آپ یا تو میری فریاد سنیں یا مجھے ہمیشہ کے لئے ختم کر ڈالیں۔ میرے آقا! تیرے سامنے وہ بدقسمت عورت کھڑی فریاد کر رہی ہے جس نے مجرم کی ماں کے مرجانے کے بعد اسے اپنی اولاد کی طرح محبت سے پالا۔ اے میرے محسن، اے اللہ! تو نے خود ہی یہ بچہ میرے سپرد کیا تھا۔ میں نے اسے زندہ رکھنے کے لئے جو ممکن تھا وہ کیا۔ اُسے میں نے انتہائی محبت سے پالا اور جوان کیا۔

19　دامن کوہ میں دیکھا کہ ایک جوان قوی ہیکل کھڑا ہے۔ چہرہ اس کا ہوا کا ہوا سے جھریا ہوا، دھوپ سے تمتما ہو مشقت کی ریاضت سے بدن اینٹھا ہوا، پسلیاں ابھری ہوئیں ایک ہاتھ میں کچھ کھیتی کا سامان ایک ہاتھ میں معماری کے اوزار لیے ہانپ رہا ہے۔

سبق کا عنوان: محنت پسند خردمند　　مصنف کا نام: مولانا محمد حسن آزاد　　سبق کا ماخذ: نیرنگِ خیال

سیاق و سباق: دیکھئے عبارت نمبر ۷　　یہ عبارت سبق کے آخری حصہ سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے محنت پسند خردمند کا حلیہ بیان کیا ہے۔ مصنف لکھتا ہے کہ جب لوگ محنت پسند خردمند کو تلاش کرتے ہوئے دامنِ کوہ پہنچے تو انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک نوجوان جو انتہائی مضبوط جسم اور بلند قد و قامت کا مالک ہے کھڑا ہے۔ گرمی کے موسم میں گرم ہوا سے اس کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا لیکن دھوپ تپ رہی تھی۔ اس نوجوان کا جسم محنت مشقت کرنے کی بناء پر اکڑا ہوا اور سخت تھا۔ محنت مشقت کرنے کی وجہ سے اس کی پسلیاں واضح نظر آتی تھیں یعنی وہ مضبوط جسم کا مالک تھا لیکن فربہ جسم نہ تھا۔ اس نوجوان نے اپنے ایک ہاتھ میں کھیتی باڑی کا کچھ سامان اٹھایا ہوا تھا جبکہ دوسرے ہاتھ میں معماری کے ہتھیار اور اوزار پکڑے کھڑا تھا اور ہانپ رہا تھا۔

20　مسلمانوں کا نصب العین اسلام ہے۔ وہ اسلام نہیں جس کا ڈنکا مطلق العنان بادشاہوں اور خودغرض امراء نے بجایا وہ اسلام جس کے حامل قرآن ہے۔ جس نے صرف ان دیکھے خدا کے آگے سر جھکانا سکھایا۔ وہ اسلام جس کا نمونہ آنحضورﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں مسلمانوں کی زندگیوں میں نظر آتا ہے۔ وہ سچائی، وہ دلیری، وہ خود اعتمادی، وہ انکساری و امن پسندی، وہ محنت و مساوات، وہ صبر و تقویٰ، وہ مسلم و غیر مسلم سب کی خدمت، سب کے حقوق کا تحفظ، سب سے رواداری اور محبت!

(2 مرتبہ)

سبق کا عنوان: تشکیلِ پاکستان　　مصنف کا نام: میاں بشیر احمد　　سبق کا ماخذ: کارنامہ اسلام

سیاق و سباق: دیکھئے عبارت نمبر ۱　　یہ عبارت سبق کے آخر سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا نصب العین اسلام ہے اور وہ اسلام نہیں جس کی دھوم آمر بادشاہوں اور صرف ذاتی غرض سے تعلق رکھنے والے امیر لوگوں نے مچا رکھی تھی۔ بلکہ یہ وہ اسلام ہے جو قرآن کریم کے ذریعے ہم تک پہنچا اور جس نے ہمیں بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ کے حضور سر جھکانا سکھایا۔ اب مسلمانوں کا نصب العین دکھاوے کے اسلام کی بجائے وہ اسلام ہے جس کا عملی نمونہ ہمیں حضور اکرمﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے زمانے کے مسلمانوں کی زندگیوں میں دکھائی دیتا ہے۔ اُن کی زندگیوں میں سچائی تھی، جرأت مندی تھی، اپنے آپ پر اعتماد تھا، عاجزی تھی، امن کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا انداز تھا، محنت کی عادت تھی۔ سب سے برابری کا رویہ تھا۔ ہر ایک سے اک لحاظ رکھنے اور ہر ایک سے محبت کرنے کا طرزِ عمل تھا۔ یہ وہ صفات ہیں جو پاکستان کے مسلمانوں کے نصب العین کی بنیاد ہیں۔ علامہ اقبال جو کہ ہمارے قومی شاعر ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسلمان کی منزل چرخ نیلی فام (آسمان) سے پرے تک ہے۔ اور اسے اس کارواں کا حصہ قرار دیا ہے جس کی گردِ راہ ستارے ہیں۔ یعنی مسلمانوں کو اعلیٰ ترین مقاصد کے پیشِ نظر زندگی بسر کر کے مقام بلند حاصل کرنا چاہیے۔

21　ہم نے اکثر شاعروں کو دیکھا ہے کہ وہ شعر کہنا چاہتے ہیں تو شفاء الملک حکیم فقیر محمد صاحب چشتی سے رجوع کرتے ہیں اور ہفتے بھر کا مسہل لیتے ہیں اور فی یوم ایک شعر کے حساب سے کہتے چلے جاتے ہیں۔ یہ نہیں کرتے تو بیوی کو پیٹتے ہیں یا اس سے پٹتے ہیں، بچوں کے مرغ کٹتے ہیں یا گھر میں شور ہوا اور دوسرے کے بال نوچنے لگے۔ ہائے ظالمو! مضمون دام میں آ کے چلا گیا۔ کم بختو ملعونو! تمہارے شور نے اسے اڑا دیا۔ (4 مرتبہ)

سبق کا عنوان: مولانا ظفر علی خان　　مصنف کا نام: چراغ حسن حسرت　　سبق کا ماخذ: مردم دیدہ

سیاق و سباق: دیکھئے عبارت نمبر 8　　یہ عبارت سبق کے آخر سے لی گئی ہے۔

تشریح: مصنف لکھتے ہیں۔ ہم نے زیادہ تر شاعروں کا یہ تو حال دیکھا ہے کہ جب اُن کا بھی شعر کہنے کو چاہتا وہ شفاء الملک حکیم فقیر محمد چشتی صاحب سے ملتے ہیں اور ان سے ہفتہ بھر کے لئے قبض کی دوائے لیتے ہیں اور پھر پورے دن میں صرف ایک شعر کے حساب سے لکھتے رہتے ہیں۔ گویا وہ بڑی مشکل سے صرف ایک ہی شعر لکھ سکتے ہیں مگر بعض اوقات تو اُن سے ایک شعر بھی نہیں لکھا جاتا۔ تب وہ بیوی سے لڑائی کرتے ہیں، اُسے مارتے ہیں یا اُس سے مار کھاتے ہیں یا بچوں کو مرغے کٹتے ہیں۔ گھر میں ذرا سا بھی شور ہو تو وہ اپنے سر کے بال نوچنا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے بڑا اچھا مضمون ذہن میں آیا تھا مگر ان بد نصیبوں اور لعنتیوں کے شور کی وجہ سے مضمون میرے ذہن سے نکل گیا۔ یہ حال تو ہے عام شاعروں کا۔ مولانا ظفر علی خان کا یہ حال نہ تھا ہم جس طرح آسانی سے نثر لکھ لیتے ہیں وہ اسی طرح آسانی کے ساتھ شعر کہتے چلے جاتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ مولانا کو نظم و نثر دونوں پر یکساں عبور حاصل تھا۔

22　مولوی نذیر احمد بڑے غیور آدمی تھے۔ سسرال والے خاصے مرفہ الحال تھے۔ مگر انہوں نے اسے گوارا نہ کیا کہ سسرال والوں کے ٹکڑوں پر پڑے رہیں۔ جب ان کی شادی ہوئی تو غالباً پندرہ روپے کے ملازم تھے۔ اسی میں الگ ایک کھنڈرے لا کر رہتے تھے۔ میں نے بڑی بوڑھیوں سے سنا ہے کہ ان کے گھر میں صرف ایک ٹوٹی ہوئی جوتی تھی۔ کبھی بیوہ ان لیتروں کو پہن لیتی کبھی میاں۔ (4 مرتبہ)

سبق کا عنوان: مولوی نذیر احمد　　مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی　　سبق کا ماخذ: گنجینۂ گوہر

تشریح: مصنف نے بتایا ہے کہ مولوی نذیر احمد بہت غیرت مند انسان تھے۔ اُن کے سسرالی رشتہ دار بڑے امیر لوگ تھے۔ مولوی صاحب نے اپنی اسی غیرت مندی کی بناء پر کبھی یہ پسند نہ کیا کہ غربت کے دنوں میں اپنے خوشحال سسرال والوں کے ہاں رہنے لگیں اور ان پر بوجھ بنیں۔ جب ان کی شادی ہوئی تو اُن کی تنخواہ شاید صرف پندرہ روپے تھی۔ اتنی معمولی تنخواہ میں گزارہ کرنا بہت مشکل کام ہے مگر وہ اسی تنخواہ میں الگ چھوٹا سا گھر لے کر رہتے رہے۔ میں نے بزرگ عورتوں کی زبانی سُنا ہے کہ مولوی صاحب کی غربت کا یہ حال تھا کہ گھر میں صرف ایک ٹوٹی ہوئی جوتی تھی جسے کبھی اُن کی بیوی پہن لیتی تھی کبھی وہ خود پہن لیتے تھے۔ گویا بدترین حالات میں بھی انہوں نے اپنے امیر سسرال والوں کا سہارا نہ لیا جو اُن کی غیرت کا تقاضا تھا۔

23　تقریر کے وقت منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ آواز میں شیرینی اور دل کشی تھی۔ اکثر لوگ جو ان سے ملنے یا کسی معاملے میں گفتگو کرنے آتے تو ان کی ذہانت اور لیاقت کے قائل ہو جاتے۔ ان کی خوش بیانی ایسی تھی کہ اکثر اوقات مخالف بھی مان جاتے تھے۔ دکن میں رہتے رہتے بھی بعض امراض کی وجہ سے بھی وہ شدید موسم کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

سبق کا عنوان: نواب محسن الملک　　مصنف کا نام: مولوی عبدالحق　　سبق کا ماخذ: چند ہم عصر

سیاق و سباق: دیکھئے عبارت نمبر 3　　یہ عبارت سبق کے درمیان سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے نواب محسن الملک کی خوش بیانی اور خوش گوئی کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ نواب صاحب جب تقریر کرتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کی زبان سے الفاظ نہیں بلکہ پھول جھڑ رہے ہیں۔ اتنی خوبصورتی سے بات کرتے تھے کہ باتوں سے خوشبو آتی تھی۔ اِن کی آواز اتنی میٹھی سُریلی اور دلکش تھی کہ کوئی بھی ان کی گفتگو سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا، اکثر لوگ جو نواب محسن الملک سے ملنے آتے جب اُن سے ملتے یا کسی بات پر اُن سے بات چیت کرتے تو وہ اُن کی گفتگو کے انداز کے علاوہ ان کی قابلیت اور عقلمندی کے قائل ہو جاتے۔ آپ سے ملنے والے مان جاتے کہ نواب صاحب واقعی ایک ذہین اور قابل آدمی ہیں۔ نواب صاحب اتنے اچھے اور خوبصورت انداز میں گفتگو کرتے تھے کہ مخالف لوگ بھی اُن کی بات کو تسلیم کر لیتے تھے۔ انھوں نے دکن مین کافی عرصہ گزارا۔ دکن کی سخت اور مرطوب آب و ہوا میں رہنے کے عادی ہونے کے باوجود بعض بیماریوں کی وجہ سے یہاں کے سخت موسم کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔

24　جب سائنس کا دور شروع ہوا تو دوسرے شعبوں کی طرح مواصلات میں بڑی ترقی ہوئی۔ گذشتہ صدی میں موٹر اور ریل ایجاد ہوگئی۔ اس کے بعد ڈاک بھی اس کے ذریعے بھیجی جانے لگی۔ انھی برسوں میں ایک ایسا آلہ ایجاد ہو گیا جس نے موٹر اور ریل کی محتاجی ختم کر دی کیوں کہ اس آلے کے ذریعے دور دور تک پیغام رسانی کی جانے لگی۔ وہ آلہ ٹیلی گراف کا تھا۔

سبق کا عنوان: مواصلات کے جدید ذرائع　　مصنف کا نام: ڈاکٹر حفیظ الرحمن　　سبق کا ماخذ:

تشریح: مصنف لکھتا ہے کہ سائنسی ترقی نے جہاں دوسری اشیاء اور زندگی کے شعبوں میں ترقی دی وہیں مواصلات کے شعبے میں بھی بہت زیادہ ترقی ہوئی۔ اور یہ ترقی بتدریج ہوئی۔ سائنس کے دور کے آغاز سے یہ سلسلہ چلا اور پچھلی صدی میں موٹر اور ریل گاڑی کی ایجاد نے اس میں اور تیزی پیدا کر دی اور پھر ڈاک بھی موٹر گاڑیوں اور ریل کے ذریعے بھیجی جانے لگیں۔ اسی دوران صدی کے انہی برسوں میں جب ڈاک ریل کے ذریعے جاتی تھی ایک ایسا آلہ ایجاد ہو گیا جس سے موٹر گاڑیوں اور ریل کی اہمیت بھی جاتی رہی اور ان کی ضرورت بھی ختم ہوگئی کیونکہ اس آلے کی ایجاد سے ڈاک لفافوں اور لمبی تحریروں کی ضرورت بھی نہ رہی کیونکہ یہ آلہ ٹیلی گراف تھا جس سے بآسانی دور دور تک پیغام رسانی کی جانے لگی تھی۔

26　سب کچھ خدا نے ان کو دے رکھا تھا۔ دولت کی کچھ انتہا نہ تھی۔ نوکر، چاکر، لونڈی، غلام، نالکی سبھی کچھ تھا۔ ایک تو اولاد کی طرف سے رنجیدہ رہا کرتی تھیں۔ کوئی بچہ نہ تھا۔ دوسرے نواب صاحب کو ان کی طرف مطلق التفات نہ تھا۔ شاید اولاد نہ ہونے کے سبب محبت نہ کرتے ہوں۔ ورنہ بیگم صورت میں چندے آفتاب، چندے ماہتاب اور حسن و دولت پر مزاج ایسا سادہ کہ ہم جیسے ناچیزوں کو برابر بٹھانا اور پوچھنا بیگم کو فقیروں پر پرلے درجے کا اعتقاد تھا۔

سبق کا عنوان: اکبری کی حماقتیں　　مصنف کا نام: مولوی نذیر احمد　　سبق کا ماخذ: مراۃ العروس

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے اکبری کو لوٹنے والی کٹنی کی چکنی چپڑی اور لچھے دار باتوں کا ذکر کیا ہے۔ کٹنی نے کہا، بیگم صاحبہ کے پاس اللہ کا دیا سب کچھ تھا۔ کسی شے کی کمی نہ تھی۔ دولت اتنی زیادہ تھی کہ اس کا حساب ہی نہ تھا۔ نوکر چاکر موجود تھے۔ غلام موجود تھے جو بیگم صاحبہ کو پالکی پر لے جایا کرتے تھے۔ بس ایک کمی تھی کہ اولاد نہ تھی۔ اس وجہ سے پریشان رہا کرتی تھیں۔ ان کے خاوند نواب صاحب بھی اُن کی طرف سے بے پرواہ ہو گئے تھے۔ شاید اس کا سبب اولاد کا نہ ہونا ہو۔ ورنہ بیگم صاحبہ بہت حسین و جمیل خاتون تھیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنی تمام تر خوبصورتی اور دنیاوی مال و دولت کے باوجود طبیعت کی بہت سادہ تھیں۔ یہ اُن کی ہماری تھی کہ مجھ جیسی معمولی عورت کو بھی پاس بٹھاتی تھیں اور حال پوچھتی تھیں۔ بیگم صاحبہ فقیروں پر بہت یقین رکھتی تھیں۔

26　ایک ایک لفظ پر رد و قدح ہوتی اور بالآخر رائے ہو کر ترجمہ لکھ لیا جاتا ہے۔ ترجمہ مکمل ہونے کے بعد بھی ایک نابینا عالم کو پڑھ کر سنایا گیا اور ایک اور عالم کو نظرِ ثانی کیلئے باہر بھیجا گیا۔ جب کاپیوں کی تصحیح ہوئی اور پروف دیکھے گئے۔ تب بھی ان میں ترمیم کی گئی اور جب تک اس کی طرف سے پورا پورا اطمینان نہیں ہو گیا، اسے شائع نہیں کیا گیا۔ اس میں ڈھائی سال لگ گئے مگر ترجمہ بھی ایسا شستہ و رفتہ اور بامحاورہ ہوا کہ اب پچھلے پچاس برس میں کوئی اور ترجمہ اس سے بہتر شائع نہیں ہو سکا۔

سبق کا عنوان: مولوی نذیر احمد　　مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی　　سبق کا ماخذ: گنجینۂ گوہر

سیاق و سباق: دیکھئے عبارت نمبر 22　　یہ عبارت سبق کے آخر سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مولوی نذیر احمد کے قرآن پاک کے اردو ترجمہ کے حوالے سے بتایا ہے۔ مصنف بتاتا ہے کہ مولوی صاحب کو عربی زبان پر بہت عبور حاصل تھا اس لئے جب انہوں نے قرآن پاک کا اُردو میں ترجمہ کرنا شروع کیا تو وہ ایک ایک لفظ پر بحث کرتے اور جب اُس کے نتیجے میں ایک آخری رائے بن جاتی تو ترجمہ لکھ لیتے۔ جب یہ ترجمہ ہو گیا تو انھوں نے بہت بڑے عالم فاضل شخص کو جو اندھا تھا پڑھ کر سنایا۔ انھوں نے ایک اور بڑے عالم کو یہ ترجمہ باہر بھی بھیجا کہ وہ اُسے ایک نظر دیکھ لیں اور جہاں کہیں تبدیلی درکار ہو نشان لگا دیں۔ جب کتابت کے بعد چھپوانے کے لئے کاپیاں تیار ہوئیں ان کی درستی ہوئی اور پروف ریڈنگ ہو گئی تب بھی اس ترجمہ میں جگہ جگہ رد و بدل کرتے رہے اور یہ ترجمہ اس وقت چھپوایا جب انھیں اس کے بارے میں پوری تسلی ہو گئی۔ اس کام میں اڑھائی سال لگ گئے مگر یہ ترجمہ اس قدر عمدہ، رواں اور بامحاورہ ہوا کہ اب تک پچھلے پچاس سالوں میں اس سے بہتر ترجمہ نہیں کیا جا سکا۔

27　ہماری تاریخ میں آپ کو کوئی ایسا واقعہ نہیں ملے گا کہ جب سالار کی شہادت سے بددل ہو کر مجاہدوں نے ہتھیار ڈال دیے ہوں۔ ہم بادشاہوں اور سالاروں کے لیے نہیں لڑتے۔ ہم خدا کیلئے لڑتے ہیں۔ بادشاہوں اور سالاروں پر بھروسہ کرنے والے ان کی موت کے بعد مایوس ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہمارا خدا ہر وقت موجود ہے۔ قرآن میں ہمارے لیے اس کے احکام موجود ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا مجھے قوم کیلئے رستم نہ بنائے بلکہ مجھے شمع بننے کی توفیق دے۔

(2 مرتبہ)

سبق کا عنوان: پہلی فتح　　مصنف کا نام: نسیم حجازی　　سبق کا ماخذ: محمد بن قاسم

تشریح: اس عبارت میں محمد بن قاسم نے بتایا ہے کہ اسلامی تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ ہم سالار کی خاطر لڑتے ہیں۔ مسلمان کسی سپہ سالار کے لئے نہیں لڑتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جذبہ جہاد کی خاطر جان قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ سپہ سالار کی شہادت سے بددل ہو کر مجاہدین نے ہتھیار ڈال دئے ہوں۔ بادشاہوں اور سالاروں پر بھروسہ کرنے والے ان کی موت کے بعد بددل ہو سکتے ہیں۔ ہمارا خدا ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے۔ قرآن میں جہاد کے بارے میں احکام موجود ہیں۔ قرآن ہمیں باطل کے خلاف جہاد کرنے اور اسلام کی خاطر جان قربان کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن میں شہادت کا بہت بڑا رتبہ ہے۔ جس نے اسلام کی خاطر جہاد میں حصہ لیا اور جامِ شہادت نوش فرمایا وہ قیامت تک زندہ رہے گا۔ اس لئے میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ خدا مجھے رستم نہ بنائے اور ایسا سپہ سالار بننے کی توفیق دے جن کی شہادت مسلمانوں کے لئے جہاد بن جائے اور دیگر مسلمانوں کے اندر جذبہ شہادت بیدار ہو۔

28　وہ انھیں دیکھتے ہی ہنسا اور ایک قہقہہ مار کر پکارا کہ آؤ انسانوں! نادانو! آرام کے بندو! عیش کے پابندو! آؤ آؤ آج سے تم ہمارے سپرد ہوئے۔ اب تمہاری خوشی کی امید اور بچاؤ کی راہ اگر ہے تو ہمارے ہاتھ ہے۔ خسرو آرام ایک کمزور، کام چور، بے ہمت، کم حوصلہ، بھولا بھالا، سب کے منہ کا نوالہ تھا۔ نہ تمھیں سنبھال سکا، نہ مصیبت سے نکال سکا۔ بیماری اور قحط سالی کا ایک ریلا بھی نہ ٹال سکا۔

سبق کا عنوان: محنت پسند خرد مند　　مصنف کا نام: مولانا محمد حسین آزاد　　سبق کا ماخذ: نیرنگِ خیال

سیاق و سباق: دیکھئے عبارت نمبر 7　　یہ عبارت سبق کے آخری حصہ سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے بتایا ہے کہ جب لوگ محنت پسند خرد مند کے پاس جاتے ہیں تو وہ انھیں دیکھتے ہی ہنستا ہے اور ایک زوردار قہقہہ لگا کر انھیں پکار کر کہتا ہے کہ اے انسانوں آؤ! اے نادان اور ناسمجھ لوگو، آرام کرنے کے خواہش مند انسانوں اور عیش و عشرت کے عادی لوگو! آؤ آج سے تم ہمارے ذمے ہو، ہماری نگرانی میں ہو اس لئے اب تمہاری خوشیوں کی امید اور غموں سے بچاؤ کا راستہ اگر ہے تو میرے ذریعے سے ہی ہے یعنی اگر تم میری باتوں پر عمل

کر دے تو خوشیاں بھی ملیں گی اور پریشانیوں سے نجات بھی۔ خسرو آرام یعنی آرام کا شہزادہ، کاہل ایک کمزور، کام سے بھاگنے والا، کم ہمت، ناتواں، سیدھا سادھا، بھولا اور سب لوگوں کا چہیتا۔ سب کی خواہش تھا لیکن وہ تمہارے کسی کام نہ آیا۔ اپنی کمزوری، ناتوانی اور کام چوری کی بنا پر نہ تو وہ تمھیں سنبھال سکا اور نہ ہی تمہیں دکھ اور مصیبت سے نکال سکا۔ تمہارے حالات کو بہتر بنا سکا۔ تمہاری طرف بڑھنے والی بیماری، قحط سالی اور خوراک کی کمی کے ریلوں میں سے کسی ایک کو بھی نہ روک سکا۔ ان کا سدِ باب نہ کر سکا۔

29 دلی کالج سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد انہیں کوئی سرکاری ملازمت نہیں ملی تو سخت برہم ہوئے۔ پرنسپل سے جا کر ایک دن بولے: "مجھے سرکاری ملازمت اگر نہیں دی گئی تو اپلوں کی ڈنڈی کھولوں گا اس پر دلی کالج کی سند لگا دوں گا" مگر اس کی نوبت نہیں آئی اور انہیں ملازمت مل گئی۔ (3 مرتبہ)

سبق کا عنوان: مولوی نذیر احمد　　مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی　　سبق کا ماخذ: گنجینۂ گوہر

سیاق وسباق: دیکھئے عبارت نمبر ۲۲　یہ عبارت سبق کے درمیان سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے مولوی نذیر احمد کو ملازمت ملنے کا واقعہ بیان کیا ہے۔ مصنف لکھتے ہیں کہ مولوی صاحب دلی کالج کے پڑھے ہوئے تھے اور یہ بہت مشہور اور اعلیٰ معیار کا کالج تھا۔ اس لئے اس سے پڑھ کر نکلنے والے نوکری اور ملازمت کے لئے بہت پُرامید ہوتے تھے لیکن مولوی صاحب کو کافی عرصہ ملازمت نہ ملی تو غصے میں آگئے اور ایک دن کالج چلے گئے۔ وہاں جا کر پرنسپل صاحب کو کہا کہ اگر مجھے سرکاری نوکری نہ ملی تو میں اُپلے بیچنے کی ٹال (دکان) کھول لوں گا اور وہاں دلی کالج کی سند سرِ عام لٹکاؤں گا تا کہ لوگ دیکھیں اور انھیں پتہ چلے کہ دلی کالج کے تعلیم یافتہ کو بھی نوکری نہیں ملتی۔ مگر قدرت نے ان کی دعا سن لی اور اُپلوں کی دکان کھولنے کی نوبت ہی نہ آئی اور انھیں سرکاری ملازمت مل گئی۔

30 مسلمانانِ ہند کی جدید سیاسی زندگی کی داستان یہ ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس کے قیام کے بعد گو سر سید نے علی گڑھ میں مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے تحفظ کیلئے قدم اٹھایا لیکن بالعموم ان کی قومی سیاست یہی تھی کہ مسلمان ملکی سیاست سے الگ تھلگ رہیں اور پہلے مغربی علوم کے حصول سے اپنی قوم کی حالت کو درست اور مضبوط کرلیں۔ مگر بیسویں صدی کے شروع سے ایشیاء اور اس کے ساتھ ہندوستان میں صورت حال گرگوں ہونے لگی۔ جاپان کی فتح سے ہندوؤں میں جذبہ قومیت ابھرا اور انہوں نے تقسیم بنگال کے خلاف 1905ء میں ایک زبردست تحریک شروع کی۔

سبق کا عنوان: تشکیلِ پاکستان　　مصنف کا نام: میاں بشیر احمد　　سبق کا ماخذ: کارنامۂ اسلام

سیاق وسباق: دیکھئے عبارت نمبر ا　یہ عبارت سبق کے درمیان سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے ہندوستان کے سیاسی حالات اور مسلمانوں کی سیاسی اور تعلیمی حالت کی وضاحت کی ہے۔ مصنف نے بتایا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی جدید سیاسی زندگی کی کہانی کچھ یوں ہے کہ جب ہندوستان میں انڈین نیشنل کانگریس قائم ہو گئی تو مسلمانوں کے رہنما سر سید احمد خان نے بھی مسلمانوں کے سیاسی مفادات اور حقوق کی حفاظت کے لئے بھی اقدامات شروع کر دیئے اور اس کا آغاز انھوں نے علی گڑھ سے کیا لیکن سر سید فی الوقت مسلمانوں کو عملی سیاست سے باہر رکھنا چاہتے تھے اور وہ مسلم قوم کے لیے یہی بہتر سمجھتے تھے کہ مسلمان ملکی سیاست سے دور رہیں اور سیاسی معاملات میں دلچسپی نہ لیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ پہلے تعلیم حاصل کریں اور مغربی تعلیم سے روشناس ہوں تا کہ اس تعلیم سے وہ اپنی قوم کے حالات درست کر سکیں اور اپنی قوم کو بہتر اور مضبوط بنا سکیں۔ مگر حالات نے پلٹا کھایا اور بیسویں صدی کے آغاز سے ہی ایشیا اور اس کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں حالات بہت خراب ہونے لگے۔ جاپان کی فتح سے ہندوؤں کے اندر بھی قومیت کا جذبہ پیدا ہوا اور انھوں نے انگریز حکومت کے خلاف تقسیم بنگال کی منسوخی کے لئے 1905 میں ایک بہت بڑی تحریک شروع کر دی۔

31 مرحوم کو سپردِ خاک کیا گیا۔ مولانا ابوبکر صاحب نے قبر کے سرہانے ہو کر فرمایا! بھائیوں ایوب اپنے پیدا کرنے والے کے ہاں پہنچ گئے اگر تم میں سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو معاف کر دینا۔ گریہ سب کے گلو گیر ہوا، کسی نے روکا اور کسی نے نہ روکا ایک غم نصیب کے قلب کی گہرائیوں سے ایک اور دردناک صدا بلند ہوئی کیا یہاں کوئی ایسا بھی موجود ہے جس پر ایوب کی خدمات کا صلہ واجب الادا نہ ہو اس آواز کو سنا کسی نے نہیں، محسوس سب نے کیا۔ (2 مرتبہ)

سبق کا عنوان: ایوب عباسی　　مصنف کا نام: رشید احمد صدیقی　　سبق کا ماخذ: گنج ہائے گراں مایہ

سیاق وسباق: دیکھئے عبارت نمبر ۲　یہ عبارت سبق کے آخر سے لی گئی ہے (یہ سبق کا آخری پیراگراف ہے)

تشریح: اس عبارت میں جناب ایوب عباسی کے آخری لمحات اور آخری رسومات بیان کی گئی ہیں۔ مصنف نے لکھا ہے کہ ایوب عباسی جب اس دنیا سے رخصت ہوئے اور انھیں دفنا دیا گیا تو مولانا ابوبکر نے قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ بھائیو! ایوب اب ہم میں نہیں رہے وہ اپنے پیدا کرنے والے کے پاس یعنی اللہ کے ہاں چلے گئے ہیں۔ اگر تم میں سے کسی کو ایوب صاحب سے کوئی دکھ یا تکلیف پہنچی ہو تو انھیں معاف کر دینا مگر یہ بات یاد رکھنا ایوب وہ شخص تھا جو دکھ سکھ میں سب کے کام آیا۔ اس نے سب کے دکھوں میں ان کا ساتھ دیا۔ لوگوں کے غم میں ان کے گلے لگ کے رویا تو کسی نے انھیں گلے لگنے سے منع کیا اور کچھ نے منع نہ کیا۔ اس دوران ایک غم کا مارا شخص جسے ایوب صاحب کے جانے کا زیادہ دکھ ہوا تھا۔ اس نے اپنے دل سے آواز اٹھائی اور لوگوں کو پکارا کہا کہ یہاں کوئی ایسا آدمی، ایسا فرد موجود ہے جس کی ایوب نے خدمت اور مدد نہ کی ہو اور اس پر ایوب کے احسانات نہ ہوں اور اس نے ان احسانات کا بدلہ ابھی تک نہ دیا ہو۔ اس شخص کی آواز پر کسی توجہ نہ دی ہر ایک ایوب صاحب کے غم میں مبتلا تھا لیکن اس آواز کو ہر ایک نے بہت زیادہ محسوس کیا اور سمجھا۔

32 عمر بن عبدالعزیزؒ اکثر عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاں مہمان ہوتے تھے لیکن ان کے کھانے کی قیمت دے دیا کرتے تھے۔ وفات کے وقت اپنے مقبرے کیلئے جو زمین پسند کی وہ ایک عیسائی کی تھی۔ اس کو بلا کر خریدنا چاہا۔ اس نے کہا، امیر المومنین! قیمت کی ضرورت نہیں، ہمارے لیے تو یہ امر برکت کا باعث ہوگا لیکن انھوں نے نہ مانا اور تیس دینار دے کر وہ زمین خرید لی۔

سبق کا عنوان: مناقب بن عبدالعزیزؒ　　مصنف کا نام: شبلی نعمانی　　سبق کا ماخذ: مقالات شبلی، جلد چہارم

سیاق و سباق: دیکھئے عبارت نمبر ۹　　یہ عبارت سبق کے آخر سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے بتایا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا غیر مسلموں کے ساتھ سلوک بھی بہت اچھا تھا اور وہ ان کی دل جوئی کا سامان کرتے رہتے تھے۔ عیسائی اور یہودی اگر آپ کو دعوت پر بلاتے تو آپ اس کا انکار نہیں کرتے تھے بلکہ اکثر اوقات ان کے ہاں مہمان ہوتے تھے لیکن آپ عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاں سے کھانا ایسے ہی نہیں کھاتے تھے بلکہ اس کھانے کی انھیں قیمت دیا کرتے تھے تا کہ ان کے دل میں یہ بات نہ بیٹھ جائے کہ خلیفہ ہمارے ہاں صرف کھانے کے لالچ سے آتے ہیں۔ جب آپ کا آخری وقت قریب آیا تو آپ نے وفات سے پہلے اپنی قبر کے لئے جو زمین پسند کی وہ ایک عیسائی کی تھی۔ آپ نے بادشاہ وقت ہونے کے باوجود اس عیسائی کو بلایا اور اس سے کہا کہ میں یہ زمین تم سے خریدنا چاہتا ہوں۔ اس نے جواب دیا۔ اے امیر المومنین! آپ ہمارے بادشاہ ہیں آپ کو قیمت دینے کی ضرورت نہیں۔ یہ سارا ملک اور ساری زمین آپ کی ہے۔ اس لئے آپ اس کے عوض رقم نہ دیں بلکہ یہ بات تو ہمارے لئے باعث برکت اور رحمت ہوگی کہ آپ نے اپنی آخری آرام گاہ کے لئے ہماری زمین کا انتخاب کیا۔ لیکن آپ نے اس عیسائی کی بات نہ مانی اور تین دینار ادا کر کے اس سے وہ زمین خرید لی تا کہ لوگوں میں یہ تاثر قائم نہ ہو کہ خلیفہ وقت اپنے عہدے اور مرتبے کے بل بوتے پر لوگوں کی زمینیں ضبط کرتا ہے۔

33۔ مجھے گھر دیکھنے کا شوق لیکن ریاض صاحب ٹالتے جائیں کہ تم صبح آرام سے دیکھنا۔ ابھی کمروں میں بتی مت جلاؤ اور اس کی وجہ دیکھنے میں آئی جب گھر کے ہر کونے میں منوں کوڑا اور گرد و غبار دیکھا۔ ہر دروازے سے میلے موزے اور رومال، ہر جیب سے تھیٹر، سینما فلور شور کی پرچیاں اور ریزگاریاں، پینٹری میں پانچ دن سے برتن بغیر دھلے پڑے تھے میاں بجائے برتن دھونے کے نئے برتن نکال نکال کر استعمال کرتے جاتے تھے۔

سبق کا عنوان: ہوائی　　مصنف کا نام: بیگم اختر ریاض الدین　　سبق کا ماخذ: دھنک پر قدم

سیاق و سباق: دیکھئے عبارت نمبر ۸　　یہ نثر پارہ سبق کے آغاز سے لیا گیا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنفہ نے ہوائی میں اپنی رہائش گاہ کا حال بیان کیا ہے۔ مصنفہ لکھتی ہے کہ جب ہم ہوائی پہنچے تو اتنے طویل سفر کی وجہ سے تھکے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود میرے دل میں چاہت اور شوق تھا کہ اس گھر کو دیکھوں جہاں میرے میاں (ریاض الدین) رہتے ہیں لیکن میرے میاں نے مجھے ایسا کرنے سے منع کر دیا اور گھر کو نہ دیکھنے کے بہانے بناتے رہے اور انھوں نے کہا کہ اب ہم تھکے ہوئے ہیں اب سو جاؤ۔ صبح آرام سے گھر دیکھ لینا۔ اس وقت لائٹیں مت جلاؤ اور سو جاؤ۔ لیکن مجھے سمجھ نا آ رہا تھا کہ آخر وہ گھر دیکھنے سے منع کیوں کر رہے ہیں لیکن جب صبح اٹھی تو دیکھا کہ گھر بہت گندہ تھا گھر کے ہر حصے میں ہر کلر پر مٹی کے ڈھیر اور کوڑا کرکٹ پڑا ہوا تھا۔ اس وقت بات سمجھ آئی کہ وہ گھر دیکھنے سے منع کیوں کر رہے تھے۔ گھر کی حالت بہت خراب تھی اور میاں نے اس کی صفائی کا ذرا برابر بھی خیال نہیں رکھا تھا۔ انھوں نے ساری چیزیں ادھر ادھر بکھیری ہوتی تھیں۔ ہر دروازے کی پچھلی طرف سے میلے کچیلے موزے، جرابیں اور رومال پڑے ہوئے تھے۔ ان کی کپڑوں کی ہر جیب سے کچھ نہ کچھ برآمد ہو رہا تھا۔ ہر جیب سے تھیٹر اور سینما کی ٹکٹیں یا پرچیاں یا کرنسی کے سکے برآمد ہوئے۔ کچن کا برا حال تھا کچن میں کوئی پانچ دن سے ان دھلے برتن پڑے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے میاں نے برتن دھونے کی بجائے روزانہ نئے برتن نکال نکال کر استعمال کئے تھے۔

34۔ عالم کا رنگ بے رنگ دیکھ کر تدبیر اور مشورہ دو تجربہ کار دنیا سے کنارہ کش ہو گئے تھے اور ایک سیب کے درخت میں جھولا ڈالے الگ باغ میں جھولا کرتے تھے، البتہ جو صاحب ضرورت ان کے پاس جاتا، اسے صلاح مناسب بتا دیا کرتے تھے۔ یہ سب مل کر ان کے پاس گئے کہ برائے خدا کوئی ایسی راہ نکالیے جس سے احتیاج و افلاس کی بلا سے بندگان خدا سے نجات ہو۔ وہ بہت خفا ہوئے اور کہا کہ اپنے کیے کا علاج نہیں۔ خسرو آرام ایک فرشتہ سیرت بادشاہ تھا۔ تم نے اس کا حق شکر ادا کیا اور اس آفت کو اپنے ہاتھوں سر لیا۔　　(3 مرتبہ)

سبق کا عنوان: محنت پسند خرد مند　　مصنف کا نام: محمد حسین آزاد　　سبق کا ماخذ: نیرنگ خیال

سیاق و سباق: دیکھئے عبارت نمبر ۷　　یہ نثر پارہ سبق کے درمیان سے لیا گیا ہے۔

تشریح: جب دنیا کے حالات خراب ہو گئے، دنیا بگڑ گئی، دنیا کے لوگ خود غرض، خود پسند، لالچی اور حاسد بن گئے تو دنیا کا یہ انداز دیکھ کر تدبیر اور مشورہ جو دونوں ہی تجربہ کار تھے اور لوگوں کے کام آیا کرتے تھے وہ دنیا سے بے تعلق ہو گئے۔ انھوں نے دنیا سے اپنا رابطہ ختم کر لیا اور تنہائی میں رہنے لگے اور ایک سیب کے درخت میں جھولا ڈال کر باغ میں جھولا جھولنے لگے۔ اس کے باوجود اگر کوئی ضرورتمند ان کے پاس چلا جاتا وہ اسے صحیح مشورہ دیا کرتے تھے۔ اب سب لوگ اکٹھے ہو کر ان کے پاس گئے اور کہا کہ خدا کے لئے کوئی ایسی صورت بتائیں جس سے غربت و افلاس کی مصیبت سے اللہ کے بندوں کو رہائی مل سکے۔ وہ بہت ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ سب تمہارا اپنا ہی کیا دھرا ہے۔ اب اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ تمہارا حکمران فرشتہ خصلت بادشاہ تھا۔ تم نے اس کی قدر نہ کی اور اس مصیبت کو خود دعوت دی جس سے اب پریشان ہو۔

35۔ ان کے گھر میں طالب علموں کا وہ ہجوم کہ اندر جا کر دم گھٹنے لگتا تھا۔ ہر شخص کو کھانا پلانا، سامان دینا، ان کی ضرورتوں کو نظر میں رکھنا اور ان کی فکر کرنا، اس کے بعد آفس کا کام، دوستوں کا کام، غرض اس شخص کی مشغولیتیں دیکھ کر ہم سب تعجب کیا کرتے تھے کہ یہ شخص زندہ کیسے ہے اور اس کے حواس کیوں کر بجا ہیں۔ دوستوں میں سے کوئی بیمار پڑا اور یہ آ موجود ہوئے، رات دن کا مسلسل قیام، پاؤں دبا رہے ہیں، سر میں تیل ڈال رہے ہیں، دوا لا رہے ہیں، کھانا تیار کر رہے ہیں۔ بیماری میں آدمی چڑچڑا ہو جاتا ہے چنانچہ اس کی ہر قسم کی زیادتیاں بھی سہ رہے ہیں۔ بیمار اچھا ہوا تو شکریے میں بھی سخت سست ہی کلمات کہے۔

(2 مرتبہ)

سبق کا عنوان: ایوب عباسی　　مصنف کا نام: رشید احمد صدیقی　　سبق کا ماخذ: گنج ہائے گراں مایہ

سیاق و سباق: دیکھیے عبارت نمبر ۲　　یہ عبارت سبق کے ابتدائی حصے سے لی گئی ہے۔

تشریح: مصنف نے ایوب عباسی کے جذبۂ ہمدردی، ایثار اور غمگساری کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مصنف یونیورسٹی کے طلبا سے بہت ہمدردی رکھتے تھے۔ اس لیے طلبا ان سے ملنے ان کے گھر بھی جایا کرتے تھے اور ان کے گھر میں ہر وقت طلبا کا تانتا بندھا رہتا تھا [illegible] کا مشغلہ ہو جاتا تھا اپنے رش اور ہجوم کے باوجود وہ ہر شخص کو کھلاتے پلاتے۔ انھیں ضرورت کا مختلف سامان دیتے۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ طلبا سے ملاقات کی مصروفیت کے علاوہ ان کا دفتر کا کام، دوستوں کے کام جو انھوں نے ایوب عباسی کے ذمے لگائے تھے سب نبٹاتے تھے۔ ایوب عباسی کی اتنی زیادہ مصروفیت دیکھ کر ہم لوگ حیران رہ جاتے تھے کہ آخر یہ شخص اتنے زیادہ کام کیسے کر لیتا ہے اور اتنی محبت کے باوجود زندہ کس طرح ہے۔ اور اس کے ہوش و حواس اور سمجھداری میں بھی کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ دوستوں میں سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو یہ اس کے پاس آ جاتے۔ دن رات اس کے پاس رہتے ہیں اور اس کی دل کھول کر خدمت کرتے۔ کبھی اس کے پاؤں دبا رہے ہیں اور کبھی سر تیل کی مالش کر رہے ہیں۔ اس کے لئے دوائی لا رہے ہیں، اس کے لئے کھانا تیار کر رہے ہیں۔ بیمار کی تیمارداری کرتے ہوئے اس کی جلی کٹی باتیں اور زیادتیاں بھی برداشت کر رہے ہیں اور بیمار کے تندرست ہونے کے باوجود انھیں سست اور کاہل کہا گیا۔

36۔ جس زمانے میں نواب صاحب پیدا ہوئے اور ہوش سنبھالا، مسلمانوں میں مذہبی جذبہ بہت بڑھا ہوا تھا، اس کے متعدد اسباب تھے۔ ان میں سے ایک شاید یہ بھی تھا کہ انسان جب ہر طرف سے مایوس ہو جاتا ہے تو مذہب کی پناہ ڈھونڈتا ہے۔ مسلمان دولت و اقبال، جاہ و ثروت کھو چکے تھے۔ ایک مذہب رہ گیا تھا اس لیے یہ انھیں اور بھی عزیز ہو گیا۔ ذرا سی بدگمانی پر بھی ان کے جذبات بھڑک اٹھتے تھے۔

سبق کا عنوان: نواب محسن الملک　　مصنف کا نام: مولوی عبدالحق　　سبق کا ماخذ: چند ہم عصر

سیاق و سباق: دیکھیے عبارت نمبر ۳　　یہ نثر پارہ سبق کے درمیان سے لیا گیا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے نواب محسن الملک کی پیدائش کے زمانے میں مسلمانوں کی مذہبی جنونیت کی وضاحت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جس زمانے میں نواب محسن الملک پیدا ہوئے اور وہ ذرا سمجھ بوجھ اور عقل و دانش والے ہوئے تو اس عرصہ میں مسلمان مذہبی جذبات بھرپور تھے۔ اور وہ مذہب میں بہت دلچسپی اور شوق رکھنے لگے تھے۔ اس جنونیت اور شوق کی بہت سی وجوہات تھیں۔ ان میں سے ایک وجہ شاید یہ بھی تھی کہ یہ انسان کی فطرت ہے جب وہ ہر سمت اور ہر دروازے سے مایوس اور ناکام لوٹتا ہے تو وہ مذہب کا سہارا ڈھونڈتا ہے کیونکہ یہیں اسے کچھ بہتری کی امید نظر آتی ہے۔ اس زمانے میں مالی حالت بہتر نہ تھی وہ افلاس و غربت کا شکار تھے۔ ان کا مقام و مرتبہ بالکل نہ تھا وہ پستی میں گر چکے تھے۔ اس وقت صرف مذہب کا سہارا تھا جس سے ان کو بہت زیادہ پیار تھا اور اس سے پیار اور عشق کی بنا پر ہی مذہب کے بارے میں چھوٹی سی بھی غلط بات پر ان کے جذبات بھڑک اٹھتے تھے۔

37۔ نواب صاحب کو مطالعے کا بہت شوق تھا۔ اخبارات اور اردو، فارسی، عربی کتابیں برابر پڑھتے رہتے تھے۔ انگریزی کے اخبارات اور مضامین بھی پڑھوا کر سنتے تھے۔ انگریزی کی ایسی کتابیں جو ان کے مذاق کی ہوتی تھیں، ان کا ترجمہ کرا کر پڑھتے اور بحث کرتے تھے۔ ان کے کتب خانے میں فارسی، عربی اور انگریزی کی اعلیٰ درجے کی کتابیں تھیں۔

سبق کا عنوان: نواب محسن الملک　　مصنف کا نام: مولوی عبدالحق　　سبق کا ماخذ: چند ہم عصر

سیاق و سباق: دیکھیے عبارت نمبر ۳　　یہ عبارت سبق کے آخر سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس پیرے میں مصنف نے نواب محسن الملک کے مطالعہ کی عادت پر تبصرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ نواب صاحب کو مطالعہ کرنے کا بہت شوق اور شغف تھا۔ اپنے مطالعہ کے اس شوق کو پورا کرنے کے لئے وہ اخبارات پڑھتے۔ اردو، فارسی اور عربی میں لکھی گئی کتابیں مسلسل اور باقاعدگی سے پڑھتے رہتے تھے۔ نواب صاحب انگریزی نہ جانتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کتابوں اور اخبارات کو پڑھنے اور سمجھنے کا شوق پورا کرنے کے لئے کسی ایسے شخص سے اخبار اور مضامین پڑھوا کر سنتے رہتے جو انگریزی جانتا ہوتا۔ انگریزی کے مطالعہ کا شوق یہیں پورا نہیں ہوا بلکہ اس کے لئے اپنی پسند اور ذوق کی انگریزی کتب کا ترجمہ کروا کر پڑھتے اور ان پر بحث کرتے تھے۔ یہ آپ کے مطالعہ کتب کا شوق ہی تھا کہ آپ کے کتب خانے میں فارسی، عربی اور انگریزی کی بہترین اور اعلیٰ قسم کی کتابیں موجود تھیں۔

38۔ تھوڑی دیر میں مولانا ظفر علی خان کھٹ کھٹ کرتے تشریف لے آئے۔ میں نے انھیں اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ تصویریں ضرور دیکھیں تھیں لیکن تصویروں سے کسی شخص کی صورت شکل کے متعلق صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا، بہر حال اتنا تو یقین تھا کہ اُن کی توند تو ضرور بڑھی ہوئی ہوگی۔ آخر جب معمولی کارکنوں کا تو یہ شکم گنبد فلک سے ہمسری کرتا ہے تو مولانا ظفر علی خاں کو، جنھیں آل انڈیا لیڈر کی حیثیت حاصل ہے، ایک عدد گراں ڈیل توند کا مالک ہونا چاہیے لیکن انھیں دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی کہ توند نہ عمامہ۔

(2 مرتبہ)

سبق کا عنوان: مولانا ظفر علی خان　　مصنف کا نام: چراغ حسن حسرت　　سبق کا ماخذ: مردم دیدہ

سیاق و سباق: دیکھیے عبارت نمبر ٦　　یہ عبارت سبق کے آغاز سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں چراغ حسن حسرت نے مولانا ظفر علی خان سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں اخبار کے دفتر میں بیٹھا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد مولانا ظفر علی خان کھٹ کھٹ کرتے ہوئے دفتر میں آ گئے۔ میں نے ان کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان کی تصویریں دیکھ رکھی تھیں لیکن کسی شخص کے بارے میں اس کی تصویریں دیکھ کر صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ کیسا ہے؟ مزاج کیسا ہے؟ لیکن میرا اندازہ اتنا تو درست تھا اور اس بات پر مجھے یقین بھی تھا کہ وہ مولانا ہیں اس لئے ان کا پیٹ ضرور بڑا ہوا ہوگا۔ کیونکہ مسلم لیگ کے چھوٹے چھوٹے اور عام سے کارکنوں کا پیٹ آسمان کے گنبد کی طرح لٹکا ہوا تھا اور اس جیسا ہو گیا تھا تو مولانا صاحب کا پیٹ تو ضرور بڑھا ہوا ہوگا کیونکہ وہ پورے ہندوستان کے قومی ہیرو اور لیڈر کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے اس لئے انھیں تو ایک بہت بڑے پیٹ کا مالک ہونا چاہیے لیکن جب میں نے انھیں دیکھا تو مجھے سخت مایوسی ہوئی کیونکہ نہ تو مولویوں کی طرح اُن کا پیٹ بڑھا ہوا تھا نہ انھوں نے دستار (پگڑی) پہنی ہوئی تھی۔

39۔ دوستوں میں سے کوئی بیمار پڑا اور یہ آ موجود ہوئے، رات دن کا مسلسل قیام، پاؤں دبا رہے ہیں، سر میں تیل ڈال رہے ہیں، دوا لا رہے ہیں، کھانا تیار کر رہے ہیں۔ بیماری میں آدمی چڑچڑا ہو جاتا ہے چنانچہ اس کی ہر قسم کی زیادتیاں بھی سہ رہے ہیں۔ بیمار اچھا ہوا تو شکریے میں بھی سخت سست کلمات ہی کہے۔

سبق کا عنوان: ایوب عباسی مصنف کا نام: رشید احمد صدیقی سبق کا ماخذ: گنج ہائے گراں مایہ

سیاق وسباق: دیکھئے عبارت نمبر 2 یہ عبارت سبق کے ابتدائی حصے سے لی گئی ہے۔

تشریح : اس عبارت میں مصنف نے ایوب عباسی کی ہمدردی اور خدمتِ خلق کا جذبہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عباسی صاحب بڑے ہمدرد انسان تھے۔ وہ اپنے دوستوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ ان کے دوستوں سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو عباسی صاحب اس کے پاس چلے جاتے اور دن رات اس کے پاس رہتے اور اس کی خدمت میں لگے رہتے۔ کبھی ان کے پاؤں دبا رہے ہیں کبھی ان کے سر میں تیل سے مالش کر رہے ہیں۔ اس کے لئے دوا لا رہے ہیں۔ اس کے لئے کھانے پینے کا سامان تیار کر رہے ہیں۔ انتہائی صابر آدمی تھے خدمت کرتے ہوئے ان کے بیمار دوست جو اپنی بیماری کی وجہ سے چڑچڑے اور ضدی سے ہو گئے تھے اور خدمت کے باوجود ہر وقت عباسی صاحب سے بدتہذیبی اور بے ادبی سے پیش آتے تھے لیکن عباسی صاحب ان کی یہ زیادتیاں بھی برداشت کرتے رہتے اور ان کا دوست تندرست ہو گیا تو بھی اس نے آپ کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے انھیں برا بھلا کہا اور سخت سست اور کاہل قرار دیا۔

40۔ محمد بن قاسم نے بصرے میں تین دن قیام کیا۔ اس کی آمد سے پہلے بصرے میں حجاج بن یوسف کے پاس مکران کے گورنر محمد بن ہارون کا یہ پیغام پہنچ چکا تھا کہ عبیداللہ کی قیادت میں بیس آدمیوں کا جو وفد دیبل بھیجا گیا تھا۔ اس میں سے صرف دو نوجوان جان بچا کر مکران پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

سبق کا عنوان: پہلی فتح مصنف کا نام: نسیم حجازی سبق کا ماخذ: محمد بن قاسم

سیاق وسباق: دیکھئے عبارت نمبر 27 یہ عبارت سبق کے آغاز سے لی گئی ہے۔

تشریح : اس عبارت میں مصنف نے بتایا ہے کہ سندھ پر حملہ کرنے کے لئے محمد بن قاسم سے پہلے بھی کچھ لوگ آئے تھے لیکن وہ شہید کر دیے گئے۔ محمد بن قاسم دیبل آمد سے قبل تین دن تک بصرہ میں ٹھہرے رہے۔ ان کی آمد سے پہلے بصرہ کے گورنر اور محمد بن قاسم کے چچا حجاج بن یوسف کو مکران کے گورنر کی طرف سے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ عبیداللہ کی قیادت میں دیبل میں بھیجے گئے بیس افراد کے گروہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ مکران کے گورنر محمد بن ہارون نے بھی یہ پیغام بھیجا کہ ان بیس افراد میں سے صرف دو نوجوان اپنی جان بچا کر مکران میرے پاس پہنچے ہیں باقی کو اہلِ دیبل نے قتل کر دیا۔

41۔ اکبری کا جتنا حال تم نے پڑھا، اس سے تم کو معلوم ہوا ہوگا کہ اکبری کو نانی کے لاڈ پیار نے زندگی بھر کیسی مصیبت میں رکھا۔ لڑکپن میں اکبری نے نہ کوئی ہنر سیکھا نہ کچھ اس کے مزاج کی اصلاح ہوئی۔ جب اکبری نے ساس سے جدا ہو کر الگ گھر کیا، برتن بھانڈا، کپڑا زیور سب کچھ اس کے پاس موجود تھا چونکہ خانہ داری کا سلیقہ نہیں رکھتی تھی چند روز میں تمام مال و اسباب خاک میں ملا دیا اور ایک ہی برس میں ہاتھ کان سے ننگی رہ گئی۔

سبق کا عنوان: اکبری کی حماقتیں مصنف کا نام: مولوی نذیر احمد سبق کا ماخذ: مراۃ العروس

سیاق وسباق: دیکھئے عبارت نمبر 25 یہ نثر پارہ سبق کے آخر سے لیا گیا ہے۔

تشریح : مصنف قاری سے سوال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شروع سے اب تک تم نے اکبری کی ساری کہانی پڑھی ہے اس سے تمہیں اس کے حال کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اکبری کس قسم کی لڑکی تھی اور اس کو اس کی نانی کے لاڈ پیار نے اتنا بگاڑ دیا تھا، لاپرواہ بنا دیا تھا کہ اس کا یہ لاڈ پیار ساری زندگی اکبری کے لئے ایک مصیبت اور آفت بنا رہا۔ اسے ساری عمر مختلف مسائل میں مبتلا کئے رکھے۔ لڑکپن کی عمر سیکھنے کی ہوتی ہے مگر اکبری نے اس میں بھی کچھ نہ سیکھا اور اس نے زندگی کے آداب و اصول سیکھ کر اپنی شخصیت کو بہتر بنانے کی طرف ذرہ برابر دھیان نہ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ ساس سے لڑ کر ایک گھر میں رہنے لگی تھی تو اس کے پاس ضرورت کی تمام چیزیں، برتن، کپڑے سب کچھ موجود تھا لیکن اسے گھر بار چلانے کا طریقہ اور سلیقہ نہ تھا۔ اس لیے تھوڑے ہی دنوں میں سب چیزوں سے محروم ہو گئی۔ ایک سال کے مختصر عرصہ میں وہ سب مال و اسباب اور گھر کی چیزوں سے ہاتھ دھو بیٹھی اور اپنی نادانی کی وجہ سے سارے زیور بھی گنوا بیٹھی چنانچہ اس کے پاس نہ گھر بار کے لیے سامان رہا نہ پہننے کے لیے زیور۔ اب اس کے ہاتھ چوڑیوں سے اور کان بالیوں سے خالی تھے۔ اس کی یہ بری حالت صرف اس وجہ سے ہوئی کہ اس کی نانی نے اسے پیار تو بہت دیا لیکن اس کی اخلاقی تربیت نہ کی اور اسے گھرداری کا بالکل ہی درس نہ دیا۔

42۔ ان دنوں "نئی دنیا" کا دفتر چونا گلی میں ہوا کرتا تھا۔ سڑک کے کنارے ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ باہر ایک طرف عصر جدید پریس دوسری طرف حکیم غلام مصطفیٰ کا مطلب۔ دروازے سے اندر گھسو تو داہنی طرف نئی دنیا آباد تھی اور بائیں طرف مولانا شائق احمد عثمانی نے پرانی دنیا بسا رکھی تھی، یعنی اپنے اہل و عیال اور عربی کی بھاری بھرکم کتابوں سمیت رہتے تھے۔ میں اس نئی دنیا کا کولمبس تھا اور مقالہ افتتاحیہ کے جہاز کے ساتھ ساتھ نکاہات کی کشتی بھی چلاتا تھا۔ افسوس کہ یہ محفل سال بھر کے اندر برہم ہو گئی، نہ نئی دنیا رہی نہ پرانی دنیا، رہے نام اللہ کا۔ (3 مرتبہ)

سبق کا عنوان: مولانا ظفر علی خان مصنف کا نام: چراغ حسن حسرت سبق کا ماخذ: مردم دیدہ

سیاق وسباق: دیکھئے عبارت نمبر 6 یہ عبارت سبق کے آغاز سے لی گئی ہے۔

تشریح : چراغ حسن حسرت لکھتے ہیں کہ میں ان دنوں میں اخبار "نئی دنیا" میں کولمبس اور سندباد جہازی کے نام سے مزاحیہ کالم لکھا کرتا تھا اور اخبار کا اداریہ مضمون بھی۔ ان دنوں اس اخبار کا دفتر چونا منڈی میں ہوا کرتا تھا جس کے ایک طرف عصر جدید پریس تھا اور دوسری طرف حکیم غلام مصطفیٰ کا دواخانہ۔ دروازے میں سے گزر کر اندر جائیں تو دائیں طرف اخبار کا دفتر تھا اور بائیں طرف مولانا شائق احمد عثمانی کی رہائش تھی جہاں ان کے بال بچے بھی رہتے تھے اور عربی کی بہت موٹی موٹی اور بھاری بھاری کتابیں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ مجھے یہ کہتے ہوئے بہت دکھ ہو رہا ہے کہ ایک سال کے اندر ہی اندر ہماری یہ محفل بکھر گئی۔ نہ اخبار رہا اور نہ اخبار سے متعلق بھی لوگ۔ سچ ہے باقی رہنے والی ذات تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس کے علاوہ تو کچھ بھی باقی رہنے والا نہیں۔

43۔ علی گڑھ تحریک کی وجہ سے قوم میں کئی اور تحریکات شروع ہو گئیں۔ اختلافات ضرور رونما ہوئے لیکن ایک حد تک یہ نئی زندگی کا نشان تھے۔ سر سید، امیر علی اور دیگر بزرگوں نے اسلام کو مغربی علوم سے اس طرح ملایا تھا کہ اسے ایک ترقی یافتہ مذہب ثابت کیا لیکن اس جدید علم الکلام کے ردِ عمل کے طور پر بعض اور مذہبی مساعی بروئے کار آئیں۔
(2 مرتبہ)

سبق کا عنوان: تشکیلِ پاکستان مصنف کا نام: میاں بشیر احمد سبق کا ماخذ: کارنامۂ اسلام

سیاق و سباق: دیکھیے عبارت نمبر 1 یہ عبارت سبق کے درمیان سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس نثر پارے میں مصنف نے تحریک علی گڑھ کے اثرات بیان کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ سر سید احمد خان کی علی گڑھ تحریک سے متاثر ہو کر ہندوستان بھر میں مسلمان قوم کی بہتری کے لئے کئی اور تحریکیں شروع ہو گئیں اور ان تحریکوں کے ذریعے مسلمانوں کے اصلاح احوال کی کوشش کی گئی۔ ان میں اور سر سید احمد خان کی تحریک میں بہت کم فرق اور اختلاف پایا گیا لیکن یہ فرق اور اختلاف اس بات کی علامت تھا کہ مسلمانوں میں ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا ہے اور ہر ایک اپنے طور پر اپنے اپنے علاقے میں مسلمانوں کی فلاح اور حقوق کے تحفظ کے لئے اپنے انداز میں کام کرنے لگ گیا ہے۔ خاص طور پر مسلمانوں کی مذہبی، تعلیمی اور اخلاقی حالت کو سنوارنے کے لئے سر سید احمد خان سید امیر علی اور دوسرے مسلمان بزرگ رہنماؤں نے اسلام اور مغربی تعلیم دونوں کو ملا کر۔ دونوں کو ساتھ ساتھ چلا کر یہ واضح کر دیا کہ اسلام ایک ترقی یافتہ مذہب ہے اور یہ زندگی کی نئی جہتوں کو قبول کرتا ہے اس جدید تعلیم اور علم کے ردِ عمل کے طور پر بعض دوسری جدوجہد اور کوششیں شروع ہو گئیں اور کئی مذہبی تعلیمی ادارے قائم ہونے لگے۔

44۔ ریڈیائی مواصلات کو مارکونی کے علاوہ دوسرے بہت سے لوگوں نے بھی ترقی دی۔ ان میں سے ایک ترقی تو والو کی ایجاد تھی جو ڈاکٹر فلیمنگ کے ہاتھوں ہوئی۔ پھر والو سے بھی بہتر چیز ایجاد ہوئی جو ٹرانسسٹر کہلاتی ہے۔ اسے جون 1948ء میں دو امریکی سائنس دانوں بارڈین اور بریٹین نے ایجاد کیا۔

سبق کا عنوان: مواصلات کے جدید ذرائع مصنف کا نام: ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن

سیاق و سباق: دیکھیے عبارت نمبر 24 یہ عبارت سبق کے درمیان سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے ریڈیائی مواصلات کی ترقی کا حال بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ریڈیائی مواصلات کی ترقی میں صرف مارکونی نے ہی اہم کردار ادا نہیں کیا بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں نے اس میں حصہ لیا ان میں ایک ڈاکٹر فلیمنگ بھی ہیں جنہوں نے ریڈیائی لہروں کو کنٹرول کرنے والا والو ایجاد کیا والو کی ایجاد سے ریڈیائی مواصلات میں بہت زیادہ ترقی ہوئی۔ اس کے بعد ریڈیائی مواصلات میں والو سے بھی بہتر ایجاد ہوئی اور یہ ایجاد جون 1948ء میں دو امریکی سائنسدانوں بارڈین اور بریٹین نے کی اور یہ ایجاد ٹرانسسٹر کی ایجاد تھی اسے مواصلات میں اور نئی جہتیں اور جدت وجود میں آئیں۔

45۔ ریڈیو کی ایجاد سے طرح طرح کے جو فائدے حاصل ہوئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ طیارے اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کے لیے ریڈیائی لہروں سے رہبری حاصل کرتے ہیں۔ طیارے کی منزل جس سمت میں ہوتی ہے، اس سمت میں وہ پرواز کے دوران ریڈیائی لہریں پیدا کرنے لگتا ہے۔ اس سے ہوائی جہاز کی آخری منزل تک ایک "ہوائی سڑک" بن جاتی ہے جو اپنی منزل (ایئر پورٹ) تک پہنچنے میں اس کے لئے رہبر کا کام دیتی ہے۔

سبق کا عنوان: مواصلات کے جدید ذرائع مصنف کا نام: ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن سبق کا ماخذ:

سیاق و سباق: دیکھیے عبارت نمبر 24 یہ عبارت سبق کے درمیان سے لی گئی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے بتایا ہے کہ جب ریڈیو ایجاد ہو گیا تو اس سے کئی طرح کے فائدے حاصل ہونے لگے۔ ان بہت سے فائدوں میں سے ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ ہوائی جہاز اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے ریڈیائی لہروں سے رہنمائی حاصل کرنے لگے ہیں۔ جس طرف بھی طیارے کی منزل ہوتی ہے۔ ہوائی جہاز اڑ رہا ہوتا ہے۔ تو اسی طرف ریڈیائی لہریں پیدا ہونے لگتی ہیں جن کی رہنمائی میں جہاز سفر جاری رکھتا ہے۔ جو ہوائی جہاز کو ائیر پورٹ تک جو اس کی منزل ہوتی ہے پہنچنے میں رہنمائی کرتی ہے۔

46۔ طمع ایسی چیز ہے کہ بڑا سیانا آدمی بھی دھوکہ کھا جاتا ہے۔ جنگلی جانور، مینا، طوطا، لال، بلبل آدمی کی شکل سے بھاگتے ہیں لیکن دانے کی طمع سے جال میں پھنس جاتے ہیں اور زندگی بھر قفس میں قید رہتے ہیں۔ اسی طرح محمد عاقل اپنا فائدہ دیکھ کر خوش ہوا اور جب مزاج دار نے کہا کہ وہ چمن بیگم کا تمام اسباب جو بکنے کو نکلے گا، میرے پاس لانے کا وعدہ کر گئی ہے تو محمد عاقل نے کہا ضرور دیکھنا چاہیے لیکن ایسا نہ ہو چوری کا مال ہو۔ پیچھے خرابی پڑے اور وہاں چمن کو کوئی تھگی نہ ہو۔
(2 مرتبہ)

سبق کا عنوان: اکبری کی حماقتیں مصنف کا نام: مولوی نذیر احمد سبق کا ماخذ: مراۃ العروس

سیاق و سباق: دیکھیے عبارت نمبر 25 یہ نثر پارہ سبق کے درمیان سے لیا گیا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ لالچ ایک ایسی چیز ہے کہ بہت عقلمند آدمی بھی اس کا شکار ہو جاتا ہے یہ لالچ ہی ہے جو جنگلی جانوروں، طوطا، مینا، لعل اور بلبل کو جال میں پھنساتا ہے ورنہ وہ تو آدمی کی صورت دیکھ کر ہی بھاگ جاتے ہیں۔ لالچ انھیں جال میں پھنساتا ہے اور عمر بھر کے لئے پنجرے میں بند کراتا ہے۔ ان لالچی پرندوں کی طرح محمد عاقل بھی اپنا فائدہ دیکھ کر لالچ کے جال میں پھنس گیا۔ چنانچہ جب اکبری نے اُسے بتایا کہ بیگم صاحبہ کا جو سامان بکنے کے لئے نکلے وہ لے آئے گی اور بہت سستے داموں دے جائے گی تو محمد عاقل کہنے لگا یہ سامان ضرور دیکھنا چاہئے مگر یہ احتیاط ضرور کرنا کہ مال کہیں چوری کا نہ ہو جو ہمارے لئے مصیبت کا باعث بن جائے۔ ذرا نظر رکھنا یہ عورت کوئی ٹھگنی ہی نہ ہو۔

47. اول تو قدرت نے اپنے حسن کے لنگر یہاں جاری کر دیے تھے، جو کچھ کمی تھی وہ انسان نے پوری کر دی۔ اس شام ہم گھر کا سارا سودا لینے سپر مارکیٹ گئے۔ سپر مارکیٹ امریکن سرمایہ داری کا مکمل مظاہرہ اور امریکن طرز حیات کا بنیادی قلعہ اور اس کی لامحدود افراط کا ذخار ہے۔ جب سے یہ بروئے زمین برسرپیکار ہوا، ننھی ننھی دکانیں اور چھوٹے چھوٹے بساطی پنساری دیوالیہ ہو گئے۔ یہ سپر مارکیٹ دس بازاروں کا مہا گرو ہے۔ ساری انارکلی اور مال روڈ کی دکانوں کا سامان اس کی ایک لپیٹ میں سما جائے۔

سبق کا عنوان: ہوائی مصنف کا نام: بیگم اختر ریاض الدین سبق کا ماخذ: دھنک پر قدم

سیاق و سباق: دیکھیے عبارت نمبر 8 یہ عبارت سبق کے درمیان سے لی گئی ہے۔

تشریح: مصنفہ نے اس عبارت میں ریاست ہوائی کی خوبصورتی اور حسن کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ یہ علاقہ قدرتی طور پر بہت خوبصورت تھا اور قدرت نے حسن کی تمام کشتیاں لنگر انداز کر دی تھیں اور اس علاقے کی خوبصورتی میں کوئی کمی نہ چھوڑی تھی۔ اگر کہیں کوئی کمی تھی یا کوئی جگہ مناظر فطرت و حسن و فطرت سے ذرا کم فیض یاب ہوئی تھی۔ اس جگہ کی خوبصورتی میں انسان نے خود محنت کر کے اس کمی کو پورا کر دیا ہے مصنفہ لکھتی ہے کہ ایک شام وہ گھر کا سودا سلف لینے شہر کی سپر مارکیٹ میں گئی اور اس مارکیٹ کو دیکھ کر حیران رہ گئی کیونکہ یہ مارکیٹ انتہائی شاندار اور جدید قسم کی ہے اور یہ مارکیٹ امریکی سرمایہ دارانہ نظام کا سب سے بڑا نمائندہ ہے۔ اور یہ اس نظام کے مستحکم ہونے کی علامت بھی ہے اور اس نظام کی خوبیوں اور خامیوں کا مظہر بھی سرمایہ داری کا انداز اور مزاج یہ ہے کہ وہ مختلف حیلوں بہانوں سے لوگوں کی جیبوں سے روپیہ کھینچنے کا فن جانتی ہے مصنوعی طریقوں سے لوگوں میں چیزوں کی طلب پیدا کی جاتی ہے۔ یہ مارکیٹ امریکی طرز حیات کا بنیادی قلعہ ہے یعنی امریکی معاشرت اور طرز حیات کی بنیاد اسی سرمایہ دارانہ نظام پر قائم ہے اور اس میں ہر چیز بڑی افراط اور کثرت سے موجود ہے انواع واقسام کی چیزوں کے ذخیرے لوگوں کی توجہ حاصل کرتے ہیں اور انھیں خریداری کی دعوت دیتے ہیں۔ ایسی سپر مارکیٹوں میں چیزیں ادھار بھی مل جاتی ہیں۔ خریدار بظاہر خوش ہوتا ہے لیکن دراصل وہ سرمایہ دارانہ مکڑی کے جالے میں الجھ جاتا ہے۔ جب سے یہ سپر مارکیٹ بنی ہے اس علاقے کی چھوٹی چھوٹی دکانیں ختم ہو گئی ہیں اور یہ سپر مارکیٹ ایک چھوٹی سی عام سی مارکیٹ نہیں بلکہ دس بازاروں کا مجموعہ ہے اور اتنی بڑی ہے کہ لاہور شہر کی انارکلی اور مال روڈ کی تمام دکانوں کا تمام سامان اس ایک مارکیٹ میں سما سکتا ہے۔

2016

48۔ غرض خوب مزے کی لڑائی دونوں میاں بی بی میں ہوئی۔ تمام محلہ جمع ہو گیا۔ بات پر بات چلی تو معلوم ہوا کہ اسی تجن نے کنجی کی گلی میں احمد بخش خان کی بی بی کا تمام زیور اس حیلے سے ٹھگ لیا کہ ایک فقیر سے دونا کرا دوں گی۔ روئی کے کٹڑے میں میاں مسیتا کی بیٹی سے ایسی محبت بڑھائی کہ اس کا زیور بہانے سے اڑا لے گئی۔

حوالہ متن: سبق کا عنوان: اکبری کی حماقتیں مصنف کا نام: مولوی نذیر احمد

تشریح: اس عبارت میں مولوی نذیر احمد نے بتایا کہ بی تجن کا راز کھلنے اور مزاج دار کا دھوکہ میں آنے کا علم جب محمد عاقل کو ہوا تو بپھرنے اور چلانے لگا۔ گھر آ کر بیوی سے جھگڑنے لگا۔ دونوں میاں بیوی میں لڑائی شروع ہو گئی اور لڑائی بھی اتنی شدید کہ ان کی آوازیں سن کر سارا محلہ اکٹھا ہو گیا جب محلے والوں نے آپس میں باتیں کیں اکبری اور عاقل سے پوچھا تو اس وقت صحیح علم ہوا کہ اس تجن (جو کہ دراصل کٹنی تھی) مزاج دار کے علاوہ محلے میں اور بہت سے گھروں کو مختلف طریقوں اور حیلوں سے لوٹا تھا۔ اس نے احمد بخش کی بیوی کا سارا زیور ایک فقیر سے دگنا کرانے کے بہانے لے گئی تھی اسی طرح میاں مسیتا کی بیٹی سے پیار محبت کی پینگیں بڑھائیں اور اس سے اتنا پیار جتایا کہ وہ اس پر مکمل اعتماد کرنے لگی اور بالآخر ایک دن تجن اس کا زیور بھی لے اڑی۔

49۔ اتفاقاً ایک میدان وسیع میں تختہ پھولوں کا کھلا کہ اس سے عالم مہک گیا مگر بو اس کی گرم اور تیز تھی۔ تاثیر یہ ہوئی کہ لوگوں کی طبیعتیں بدل گئیں اور ہر ایک کے دل میں خود بخود یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ سامان عیش و آرام کا جو کچھ ہے میرے ہی کام آئے اور کے پاس نہ جائے۔ اس غرض سے اس گلزار میں گلگشت کے بہانے کبھی تو فریب کے جاسوس اور کبھی سینہ زوری کے شیاطین آ کر چالاکیاں دکھانے لگے۔

سبق کا عنوان: محنت پسند خردمند مصنف کا نام: مولانا محمد حسین آزاد

سیاق و سباق: دنیا کے باغ میں ملک فراخ بڑا خوشحال تھا۔ یہاں آرام بادشاہ کی حکومت تھی۔ لوگ قدرت کی تمام نعمتوں سے بھرپور انداز میں لطف اندوز ہوتے تھے۔ کسی کو کسی چیز کی کمی نہ تھی لیکن اچانک انسانوں کی نیت میں فرق آ گیا۔ لوگوں میں خود غرضی پیدا ہو گئی۔ ہر آدمی دوسرے کا حق مار کر اپنے لیے تمام سہولتیں حاصل کرنے لگا۔ چنانچہ لوٹ مار، ڈاکہ زنی اور تباہی و بربادی شروع ہو گئی۔ اس بدنیتی کی سزا انہیں یہ ملی کہ وہاں غربت اور افلاس نے ڈیرے جمالیے۔ قحط، بیماریاں اور وبائیں عام ہو گئیں۔ بھوک کے ہاتھوں بدحال لوگ تدبیر اور مشورے کے پاس گئے۔ جس نے انھیں محنت پسند خردمند کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ محنت پسند خردمند نے انھیں ہمت اور تحمل نامی دو نوجوانوں کے سپرد کر دیا جنھوں نے انھیں دھرتی کا سینہ چیرنا، پہاڑوں کو کھودنا اور دریاؤں کا رخ بدلنا سکھایا۔ ان کی محنت و مشقت سے چند ہی روز میں دنیا کا نقشہ بدل گیا اور لوگ ہر قسم کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔

تشریح: محمد حسین آزاد نے اس دنیا کو ایک باغ سے تشبیہ دی ہے اور کہا ہے کہ ماضی، حال اور مستقبل کو پرکھنے والے عقلمند لوگوں کا کہنا ہے کہ شروع شروع میں جب یہ دنیا گناہوں اور بدی سے پاک تھی۔

اتفاق سے دنیا کے اس وسیع و عریض اور خوبصورت باغ میں پھولوں کی ایک کیاری کھلی ہے۔ اس کیاری میں کھلنے والے پھولوں کی مہک پورے جہان میں پھیل گئی لیکن بدقسمتی سے ان پھولوں کی بو بڑی تیز اور گرم تھی۔ اس سے پہلے یہاں پر کھلنے والے پھولوں کی خوشبو صبح کے وقت چلنے والی ہوا کے ساتھ مل کر عطر کی طرح سارے عالم کو مہکا دیتی تھی، جس کی مہک سے انسان تو انسان جانور اور چرند پرند بھی مست ہو جاتے تھے اور دستی کے عالم میں

آپس میں مل کر خوب ہنستے گاتے تھے لیکن پھولوں کی اس کیاری کی مہک کی تاثیر بالکل الٹ ہوئی۔ لوگوں کی نیتیں اور ان کے مزاج تبدیل ہو گئے۔ وہی لوگ جو اس سے پہلے اپنے اردگرد پھیلے ہوئے قدرت کے سامان اور نعمتوں سے پوری طرح مستفید ہوتے تھے اور ان نعمتوں میں کوئی کمی بھی نہ آتی تھی لیکن اب ہر شخص کے دل میں یہ خواہش ابھرنا شروع ہو گئی کہ اس کے اردگرد پھیلے ہوئے عیش و آرام کے تمام سامان صرف اسی کے کام میں آئیں اور کوئی دوسرا شخص ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ یہ خود غرضی، خود پسندی اور حسد جیسی برائیوں کی ابتدا تھی جنھوں نے لوگوں کے دلوں میں گھر کرنا شروع کر دیا۔ گویا اب انسانوں کی نیتوں میں فرق آنا شروع ہو گیا۔ اس سے پہلے ہر شخص قدرت کی رنگا رنگ اور ہر طرف بکھری ہوئی نعمتوں سے اپنی ضرورت اور خواہش کے مطابق حصہ حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن کسی دوسرے سے حسد نہ کرتا تھا۔ اب لوگوں نے سوچنا شروع کر دیا کہ ہر آرام و آسائش صرف انھی کے لئے مخصوص ہو اور کوئی دوسرا اس میں حصے دار نہ بنے۔ چنانچہ مصنف کے مطابق اب اس دنیا کے گلشن میں سیر کے بہانے "فریب" کے جاسوس اور "سینہ زوری" کے شیطان آ کر چالاکیاں دکھانے لگے۔

-50 وہ موجود تھے تو ان کی مثال نعائم فطرت کی تھی۔ مثلاً ہوا، پانی، روشنی جو اس درجہ عام وارزاں ہیں کہ ان کی طرف توجہ مائل نہیں ہوتی۔ لیکن ان میں سے کسی میں کہیں سے کوئی فرق آ جائے تو پھر دیکھئے کیسی کیسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور یہی ناقابل التفات چیزیں کیسی نعمتیں بن جاتی ہیں۔

(دو مرتبہ)

سبق کا عنوان: ایوب عباسی　　مصنف کا نام: رشید احمد صدیقی

تشریح: رشید احمد صدیقی بتاتے ہیں کہ ایوب عباسی زندہ تھے اور اپنے تمام دوست احباب کو اتنی آسانی سے اور ہر وقت اس طرح دستیاب رہتے تھے کہ ان کی اس وقت کچھ زیادہ اہمیت اور قدر و قیمت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ویسے بھی انسانی فطرت ہے کہ وہ آسانی سے دستیاب ہونے والی چیز کی جانب اس قدر توجہ نہیں دیتا اور نہ ہی وہ اہمیت دیتا ہے جتنی کہ مشکل اور محنت سے ملنے والی شے کو دیتا ہے۔ رشید احمد صدیقی نے اپنے مرحوم دوست ایوب عباسی کی مثال انسان کو مہیا فطرت کی نعمتوں سے دے کر اپنی بات کو واضح کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہوا، پانی اور روشنی تینوں قدرت کی ایسی نعمتیں ہیں جو اس دنیا میں اس قدر عام اور آسانی سے دستیاب ہیں کہ ان کی اہمیت وافادیت کی طرف ہماری کچھ زیادہ توجہ نہیں جاتی۔ حالانکہ یہ کائنات کی ہر شے کے لئے بنیادی ضرورت کی چیزیں ہیں۔ انسانوں کے لئے علاوہ دوسری مخلوقات مثلاً جانوروں، پرندوں اور فصلوں کے لئے بھی ان چیزوں کی اہمیت وافادیت مسلم ہے اور یہ جانور، پرندے اور فصلیں انسانی زندگی کے لئے کس قدر ضروری اور لازمی جز کی حیثیت رکھتے ہیں اس سے بھی ہر کوئی آگاہ ہے۔

-51 ریڈیو ایجاد تو بلاشبہ مارکونی نے کیا مگر ریڈیائی لہروں کو دریافت کرنے والا کوئی اور تھا۔ اس کا نام ہرٹز تھا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہرٹز نے جن ریڈیائی لہروں کو ایجاد کیا، ان کے وجود کی پیش گوئی ایک انگریز ماہر طبیعات میکس ول نے محض اپنے نظریے کے زور پر کر دی تھی۔ اور ان فوائد کی بھی پیش گوئی کر دی تھی جو اس کی دریافت کے بعد اس سے حاصل ہوئے

سبق کا عنوان: مواصلات کے جدید ذرائع　　مصنف کا نام: ڈاکٹر حفیظ الرحمن

سیاق و سباق: پیغام رسانی کے ذرائع شروع ہی سے انسان کی ضرورت رہے ہیں۔ کبھی یہ کام کبوتروں سے لیا جاتا تھا تو کبھی گھڑ سوار یہ فرض سرانجام دیتے تھے۔ سائنس نے ترقی کی۔ موٹر اور ریل گاڑی ایجاد ہوئی تو ڈاک بھی انھی کے ذریعے آنے جانے لگی۔ 1938ء میں ٹیلی گرافی کا آلہ ایجاد ہوا تو 1895 میں وائرلیس ایجاد ہوئی۔ 1904ء میں وائرلیس کے لئے ایک والو کی ایجاد ریڈیو کی ایجاد کا پیش خیمہ بنی جسے مارکونی نے ایجاد کیا۔ 1948 میں ٹرانسسٹر ایجاد ہوا۔ مواصلات کے میدان میں ریڈیو کے بعد ٹیلی ویژن کی ایجاد زیادہ کارآمد ثابت ہوئی۔ ٹیلی فون کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن دونوں پر سبقت حاصل ہے۔ 1984 سے مواصلات کے میدان میں موبائل ٹیلی فون بھی ایجاد ہو گیا۔ جو ٹیلی فون اور وائرلیس کا امتزاج ہے۔ آج کل کے دور میں کمپیوٹر بھی ایک مواصلاتی مشین کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ ٹیلی ٹیکس بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے اور لگتا ہے کہ آنے والا دور پیغام رسانی کے شعبے میں مزید بہتری اور سہولیات کا دور ہوگا۔

تشریح: ریڈیو پیغام رسانی کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس میں پیغام الیکٹرو میگنیٹک ویوز کی مدد سے منتقل کیا جاتا ہے۔ ریڈیو سٹیشن کے سٹوڈیو میں جب کوئی شخص مائیکروفون کے سامنے گفتگو کرتا ہے تو اس کی آواز الیکٹریکل سگنلز میں تبدیل ہو جاتی ہے جس کو ایک بلند انٹینا کے ذریعے چاروں طرف پھیلا دیا جاتا ہے۔

اس حقیقت میں کسی قسم کے شبے کی گنجائش نہیں کہ ریڈیو مارکونی کی ایجاد ہے۔ مگر جن ریڈیائی لہروں کی مدد سے مارکونی نے 1895 میں وائرلیس بنانے میں کامیابی حاصل کی۔ جو بعد میں اس کی ایجاد ریڈیو کا باعث بنی۔ ان ریڈیائی لہروں کو دریافت کرنے والا جرمن ماہر طبیعات ہرٹز تھا لیکن حیران کن بات ہے کہ ہرٹز سے بھی پہلے ریڈیائی لہروں کے وجود کی پیش گوئی ایک انگریز ماہر طبیعات میکس ول کر دی تھی جو بعد میں ان ریڈیائی لہروں کی ایجاد سے حاصل ہوئے۔ ہرٹز نے اپنے تجربات سے میکس ول کے ریڈیائی لہروں کے نظریے کی تصدیق کی اور ریڈیائی لہریں عملی طور پر پیدا کیں اور ان کی تحقیقات بھی کی۔ ہرٹز ہی کے تجربوں سے بعد میں مارکونی نے وائرلیس اور ریڈیو کی ایجادات کیں۔ گویا کہا جا سکتا ہے کہ مارکونی کی ایجاد دراصل میکس ول کے نظریات اور ہرٹز کے تجربات اور دریافت کی احسان مند ہے۔

-52 سرسید کی وفات کے قریب زمانے ہی میں اردو کی مخالفت کا آغاز ہو گیا۔ اگرچہ سرسید کی حالت اس وقت نازک تھی تو بھی جواں ہمت بڈھے نے اس کے متعلق لکھائی پڑھائی شروع کر دی تھی۔ محسن الملک کے زمانے میں مخالفت نے اور زور پکڑا۔ اردو کی حفاظت اور حمایت کے لئے ایک انجمن قائم کی

گئی جس کا ایک عظیم الشان جلسہ لکھنؤ میں ہوا۔ اس میں نواب محسن الملک نے بڑی زبردست اور پرجوش تقریر کی۔ جس کا لوگوں پر بڑا اثر ہوا اور جوش کی ایک لہر پھیل گئی۔

حوالہ متن: سبق کا عنوان: نواب محسن الملک　مصنف کا نام: مولوی عبدالحق

تشریح: اس عبارت میں مولوی عبدالحق نے نواب محسن الملک کی دیگر خدمات کے ساتھ ساتھ اردو زبان کی ترویج و حفاظت کے لیے کی گئی کوششوں کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ سرسید کے انتقال سے تھوڑا عرصہ قبل ہی اردو زبان کی مخالفت شروع کی گئی تھی۔ اس وقت اگرچہ سرسید بیمار اور بوڑھے ہو چکے تھے لیکن ان کی ہمت نے جواب نہ دیا تھا۔ اسی طرح نواب محسن الملک کے زمانہ میں یہ مخالفت اور دشمنی اور زیادہ ہو گئی تو آپ نے اردو زبان کی حفاظت کے لیے جگہ جگہ جلسے کیے۔ ان میں ایک جلسہ لکھنؤ میں ہوا اور اس جلسے میں نواب محسن الملک بڑی زوردار اور پرجوش تقریر کی اور اردو کی حمایت و حفاظت کے لیے لوگوں کو ابھارا۔ لوگوں پر ان کی تقریر کا بہت اثر ہوا اور ان میں جوش اور جذبے کی ایک لہر پیدا ہو گئی۔

53۔ ڈاکٹر گلبرگ مہم جو آدمی ہیں۔ برسوں وہ گرین لینڈ جا کر اسکیموؤں کے ساتھ رہے۔ ان کی زبان اور معاشرت اختیار کی۔ انھی کا سا بے نمک کھانا کھاتے رہے۔ یعنی مچھلی، ریچھ کا گوشت وغیرہ، برف کے جھونپڑوں میں قیام کیا اور پھر یہ کتاب لکھی۔ اب میاں بی بی ایشیا اور مشرق بعید کے دورے پر نکلے تھے۔ کینیا، ہندوستان، تھائی لینڈ، اور نیپال ہوتے ہوئے پاکستان آئے تھے۔ اب کابل اور تہران ہو کر وطن واپسی کا پروگرام تھا۔

سبق کا عنوان: ایک سفرنامہ جو کہیں کا بھی نہیں ہے۔　مصنف کا نام: ابن انشا

سیاق و سباق: ابن انشا اپنے کابل کے سفر کے بارے میں بتاتے ہیں کہ ہم پشاور ایئرپورٹ سے کابل کے لئے روانہ ہوئے لیکن وہاں کا موسم ٹھیک نہ ہونے کے باعث پشاور آ گئے اور یہاں کے ڈین ہوٹل میں ٹھہرے۔ ہم پشاور کی سیر کرنا چاہتے تھے لیکن ایک شخص سے ہم نے پی آئی اے کے دفتر کا پتہ پوچھا تو اس نے بتایا کہ نزدیک ہی ہے۔ لیکن یہ کوئی دو میل کی مسافت پر تھا۔ ہم اسی ایک مثال سے خوفزدہ ہو گئے اور پشاور کی سیر کا ارادہ ترک کر دیا۔ پشاور کے ہوائی اڈے پر ہماری ملاقات ڈاکٹر گلبرگ اور ان کی بیگم سے ہوئی جو "اسکیموڈاکٹر" کے نام سے مشہور کتاب لکھ چکے ہیں۔ کابل میں ایران کی طرح فارسی بولنا آسان نہیں لیکن اس کی فارسی سمجھنا مشکل ہے۔ کابل میں کوئی پبلشر نہیں کوئی پریس نہیں۔ ریلوے کا نظام بھی وہاں نہیں ہے۔ دریائے کابل جو شہر کے بیچوں بیچ بہتا ہے۔ دریا کم گندا نالہ زیادہ معلوم ہوتا ہے۔

تشریح: ان صاحب کا نام ڈاکٹر گلبرگ تھا۔ ان کی ایک کتاب "اسکیموڈاکٹر" برطانیہ اور امریکہ کے علاوہ کئی ملکوں میں چھپ چکی تھی۔ ڈاکٹر صاحب خطرات کو پسند کرنے والے اور دلیری سے ان کا مقابلہ کرنے والے انسان تھے۔ اپنی یہ کتاب لکھنے سے پہلے وہ برسوں گرین لینڈ جو کہ ڈنمارک کا ایک مقبوضہ جزیرہ ہے اور جس کا اسی فیصد سے زیادہ حصہ برف سے ڈھکا ہوا ہے، وہاں جا کر اسکیموؤں کے ساتھ رہتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب نے وہیں کے لوگوں کی زبان اپنائی اور انہی کا سا رہن سہن اختیار کیا۔ یہاں تک کہ کھانا بھی ان جیسا بے نمک کھاتے رہے جس میں زیادہ تر مچھلی اور ریچھ کا گوشت ہوتا تھا۔ یہاں رہائش کے لئے برف کے جھونپڑے بنائے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی انہی برف کے جھونپڑوں میں قیام کیا۔ اس کے بعد اپنے تجربات پر مشتمل "اسکیموڈاکٹر" نامی کتاب لکھی۔ چونکہ یہ کتاب حقائق سے بھری پڑی تھی اور اس میں ڈاکٹر گلبرگ کے ذاتی تجربات و مشاہدات شامل تھے۔ اس لئے یہ برطانیہ اور امریکہ کے علاوہ کئی دوسرے ملکوں میں بہت مقبول ہوئی۔ اب ڈاکٹر صاحب اپنی بیوی کے ہمراہ ایشیائی ممالک اور چین اور جاپان کے دورے پر نکلے تھے۔ مشرقی افریقہ کے ملک کینیا سے ہوتے ہوئے ہندوستان آئے، یہاں سے تھائی لینڈ اور نیپال ہوتے ہوئے پاکستان پہنچے تھے۔ پاکستانیوں خصوصاً پشاور والوں کے بارے میں ان کی بہت اچھی رائے تھی۔ وہ ان کی محبت، گرم جوشی اور خلوص کے بے حد معترف تھے لیکن پشاور کے جس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس کی انتظامیہ سے کچھ زیادہ خوش نہیں تھے۔ بہرحال اب وہ کابل اور تہران سے ہو کر واپس وطن جانے کا پروگرام بنا رہے تھے۔

64۔ اقبالؒ نے آ کر اسلامی و مغربی علوم کے گہرے مطالعے کے بعد اپنا خاص اسلامی فلسفہ قوم کے سامنے پیش کیا، جس کا مقصد کامل ترین انسان کی انفرادی و اجتماعی نشوونما ہے۔ اقبالؒ کا خیال ہے کہ انسان اطاعت، ضبط نفس اور نیابت الٰہی کی تین منزلیں طے کرتا ہوا خودی کی انتہائی بلندی پر پہنچ سکتا ہے۔ اس ارتقا میں اسے مذہب کی رہنمائی درکار ہے۔

سبق کا عنوان: تشکیل پاکستان　مصنف کا نام: میاں بشیر احمد

سیاق و سباق: 1707ء میں اورنگ زیب عالمگیر کی وفات دراصل برصغیر میں مسلمانوں کے زوال کا نقطۂ آغاز تھا۔ مسلمانوں کے اس انجام کو بدلنے کے لئے پہلے شاہ ولی اللہ اور پھر سید احمد شہید نے کوششیں کیں مگر ناکام رہے چنانچہ 1857ء میں برصغیر پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ سرسید اور ان کے ساتھیوں نے علی گڑھ تحریک کے زیر اثر مسلمانوں کی کایا پلٹنے کی کوشش کی جس میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔ اقبال نے اس سلسلے میں سب سے اہم کام کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو بزدلی، کم ہمتی اور مایوسی کو ترک کر کے عزم و ہمت سے کام لینے پر ابھارا۔ اس سفر میں تیزی اس وقت آئی جب مسلم لیگ کی قیادت قائداعظم کے ہاتھ میں آئی۔ قائداعظم نے ایک ہی وقت میں تین محاذوں پر جنگ لڑی۔ سب سے بڑا محاذ ہندوؤں کا تھا۔ لیکن قائداعظم نے ان کی ساری قیادت کو ناکام بنا دیا۔ دوسرا محاذ انگریزوں کا تھا۔ قائداعظم نے اپنی قانونی اور سیاسی تدابیر سے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ تیسرا محاذ خود اپنوں کا تھا جن کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ قائداعظم نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں سے کام لے کر ملت کو ایک مرکز پر جمع کیا اور بالآخر 14 اگست 1947 کو ان کے لئے ایک علیحدہ وطن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ پاکستان اپنے لئے اور مسلم امہ کے لئے صرف اور صرف اسلامی نظام کے نفاذ سے ہی فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔

تشریح: تشریح طلب عبارت میں برصغیر کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے علامہ اقبال نے جو انقلابی کام کیا اس کا اور خصوصاً ان کے فلسفہ خودی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ خوش قسمتی سے علامہ اقبال بیک وقت مشرقی یعنی اسلامی علوم اور مغربی علوم کے ماہر تھے۔ انہوں نے اسلامی علوم مثلاً قرآن، حدیث، فقہ، حدیث کے علاوہ مغربی علوم مثلاً فلسفہ اور سائنس وغیرہ کا وسیع مطالعہ کرنے کے بعد اپنا مشہور فلسفہ خودی قوم کے سامنے پیش کیا جس کی بنیاد اسلام پر ہے۔ اور جس کا مقصد ہر لحاظ سے مسلمانوں کو مکمل انسان بنانا اور بحیثیت فرد اور بحیثیت قوم ان کے پھلنے پھولنے اور بنی نوع انسان کے لئے فائدہ مند ثابت ہونے کا موقع فراہم کرنا ہے۔ اقبال کے فلسفہ خودی کا بنیادی ڈھانچہ اس فرمان پر استوار ہے کہ "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا تو اس نے اپنے رب کو پہچان لیا"۔ اقبال نے بھی خودی سے مراد احساس ذات یا احساس نفس ہی سے لیا ہے۔ اقبال کا کہنا ہے کہ قدرت نے ہر شخص کے اندر جسم و ذہن اور قلب و نظر کی کچھ صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ یہ صلاحیتیں سوئی ہوئی چھپی ہوئی، نامکمل اور خام ہیں۔ ہم اپنی ان صلاحیتوں سے ناواقف ہوتے ہیں۔ قدرت کا منشا ہے کہ ہم اپنی ان چھپی ہوئی صلاحیتوں کا پتہ چلائیں، انہیں ظاہر کریں اور اپنی ترقی و ارتقا کا سامان پیدا کریں۔ گویا دوسرے لفظوں میں خودی کو پانا اور اس کی نشوونما کرنا، اپنی شخصیت کو پانا اور اس کی نشوونما کرنا ہے۔

55- میں اخبار "نئی دنیا" کے دفتر میں بیٹھا کام کر رہا تھا۔ اتنے میں کسی نے آ کے کہا کہ "جمعدار صاحب آئے ہیں"۔ میں لنگی باندھے بیٹھا تھا۔ سر کے بال پریشان، ڈاڑھی کئی دن کی بڑھی ہوئی، جمعدار کا نام سنتے ہی ہڑبڑا کے اٹھا، پوچھا کون جمعدار صاحب؟ وہ بے چارا کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ مولانا شائق احمد عثمانی آئے اور کہنے لگے، بھئی، مولانا ظفر علی خان آئے ہیں۔

حوالہ متن

سبق کا عنوان: مولانا ظفر علی خان مصنف کا نام: چراغ حسن حسرت

تشریح: چراغ حسن حسرت بتاتے ہیں کہ میں کلکتے کے اخبار نئی دنیا میں کام کرتا تھا جس کا دفتر چونا گلی میں تھا میرے ذمے اخبار کا ایڈیٹوریل لکھنا اور ایک فکاہی کالم لکھنا دونوں شامل تھے۔ ایک دن میں حسب ذیل اپنے دفتر میں بیٹھا کام کر رہا تھا۔ کہ ایک صاحب نے آ کر اطلاع دی کہ جمعدار صاحب آئے ہیں میں بوکھلا گیا کہ نہ جانے یہ جمعدار صاحب کون ہیں میں نے اس وقت دھوتی پہن رکھی تھی اور سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اسی اثنا میں ہمارے دفتر کے پڑوسی مولانا شائق احمد عثمانی آئے اور بتایا کہ مولانا ظفر علی خان آئے ہیں چونکہ وہ لاہور کے اخبار زمیندار کے ایڈیٹر تھے اس لئے پہلے اطلاع دینے والے شخص نے انہیں جمعدار صاحب کہا تھا۔

56- دنیا کے حسین سفر ہمیشہ مجھ پر مسلط رہے ہیں، ایک اور سہی، کچھ اتنے لمبے ہوائی سفر کا ڈر، کچھ ایک صاحبہ نے ڈرایا کہ ٹوکیو سے ہونولولو تک نیچے بحرالکاہل ہوتا ہے اور اوپر خدا۔ کہیں زمین کا ذرا سا ٹکڑا بھی ڈھارس کے لئے دکھائی نہیں دیتا اور معمول کے مطابق اگر طوفان آجائے تو پھر الاماں ! سفر اللہ اللہ کرتے گزرتا ہے۔

سبق کا عنوان: ہوائی مصنف کا نام: بیگم اختر ریاض الدین

سیاق و سباق: ہوائی کے اپنے سفر کے بارے میں بیگم اختر ریاض الدین بتاتی ہیں کہ میرے میاں ایک کورس میں شرکت کے لئے دو تین ماہ پہلے ہوائی جا چکے تھے۔ مجھے بھی ان کے پاس جانا تھا اس لئے میں گھر کا تمام سامان گیراج میں بند کیا اور اپنی چھوٹی بچی کے ہمراہ کراچی کے لئے روانہ ہوگئی۔ یہاں سے کلکتہ، ہانگ کانگ اور ٹوکیو ہوتے ہوئے ہم ہوائی کے دارالحکومت ہونولولو کے ائیر پورٹ پر پہنچے تو میرے میاں ہمیں لینے کے لئے وہاں موجود نہ تھے۔ بڑی مشکل سے ہمیں ہوائی کے ایسٹ ویسٹ سنٹر ملے، جہاں سے ہم گھر گئے اور اگلے دن ہوائی کی سیر کو نکلے۔ چھوٹے چھوٹے جزیروں پر مشتمل ہوائی کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ فطری حسن سے نوازا ہوا ہے۔ یہاں کی یونیورسٹی بھی سمندری علوم کے سلسلے میں دنیا بھر میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ یہاں پر امریکی حکومت کا قائم کردہ ایسٹ ویسٹ سنٹر بھی ہے جہاں پوری دنیا سے سکالر ایک محدود مدت کے لئے کورس میں شرکت کے لئے آتے ہیں اور آپس میں میل جول کے ذریعے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔

تشریح: بیگم اختر کے شوہر میاں ریاض الدین پاکستان فارن سروس میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ ملازمت کے سلسلے میں انہیں دنیا کے مختلف ممالک میں جانا پڑتا تھا۔ ان کی بیوی بیگم اختر کو بھی ان کا ساتھ دینا پڑتا۔ اور یوں انہیں مختلف ممالک کی سیر و تفریح کے مواقع ملتے رہتے۔
چنانچہ بیگم اختر کا جب اپنے شوہر میاں ریاض الدین کے پاس جانے کا پروگرام بنا تو وہ بے حد خوش ہوئی کہ چلو کسی خوبصورت علاقے کا ایک اور سفر سہی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہیں اس بات سے خوف بھی محسوس ہو رہا تھا کہ انہیں پاکستان سے ہوائی تک کا طویل سفر ہوائی جہاز کے ذریعے طے کرنا پڑے گا۔ سونے پہ سہاگا یہ ہوا کہ ان کی ایک سہیلی نے انہیں یہ کہہ کر ڈرا دیا کہ ٹوکیو سے ہونولولو جو کہ ہوائی کا دارالحکومت ہے۔ تک کے سفر میں جہاز کو ایک طویل فاصلہ بحرالکاہل کے اوپر ہی طے کرنا پڑتا ہے۔ گویا تمام سفر کے دوران نیچے پانی ہوتا ہے اور اوپر خدا کی ذات۔ عام حالات میں ہر مسافر کے دل میں یہ ہلکی سی امید ہوتی ہے کہ خدانخواستہ جہاز کو حادثہ پیش آجانے کی صورت میں اگر نیچے زمین ہوگی تو شاید اس کے بچ نکلنے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ لیکن اگر نیچے سمندر ہی سمندر ہو تو ایسی صورت میں بچاؤ کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ اور یوں ٹوکیو سے ہوائی تک کے پورے سفر کے دوران میں زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی یہ حوصلہ دینے کے لئے موجود نہیں ہوتا کہ حادثے کی صورت میں بچنے کا کوئی امکان ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بیگم اختر کو بتایا گیا کہ اس سفر کے دوران عام طور پر تیز ہواؤں کے طوفان آتے رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر اللہ ہی بچانا چاہے تو بچا سکتا ہے ورنہ خدانخواستہ حادثے کی صورت میں بچ نکلنے کا ذرہ بھر بھی امکان نہیں رہ جاتا اور یہی وجہ ہے کہ ٹوکیو سے ہونولولو تک کا تمام سفر اللہ کو یاد کرتے ہوئے ہی گزرتا ہے۔

57۔ مسلمانوں کے پہاڑی علاقے میں داخل ہوتے ہی بھیم سنگھ کے سپاہیوں نے اکا دکا حملے شروع کر دیے۔ تیس چالیس سپاہیوں کا گروہ اچانک کسی ٹیلے یا پہاڑی کی چوٹی پر نمودار ہوتا اور آن کی آن میں محمد بن قاسم کی فوج کے کسی حصے پر تیر اور پتھر برسا کر غائب ہو جاتا ہے۔ گھوڑوں کے سوار ادھر ادھر ہٹ کر اپنا بچاؤ کر لیتے لیکن شتر سوار دستوں کے لئے یہ حملے بڑی حد تک پریشان کن ثابت ہوئے۔

سبق کا عنوان: پہلی فتح　　**مصنف کا نام:** نسیم حجازی

تشریح: سندھ کے بحری قزاقوں کی قید میں ایک بے بس اور مجبور مسلمان لڑکی کی فریاد حجاج بن یوسف تک پہنچی تو اس نے فوراً راجہ داہر کو خط لکھا کہ مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا جائے، ان کے نقصان کی تلافی کی جائے اور بحری قزاقوں کو سزا دی جائے تاکہ وہ آئندہ ایسی حرکت نہ کریں۔ لیکن راجہ داہر کی طرف سے کسی قسم کا عملی اقدام نہ اٹھانے پر حجاج نے اپنے نوجوان بھتیجے کو وہاں بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

محمد بن قاسم ایران کے شہر شیراز سے ہوتا ہوا مکران پہنچا۔ جونہی وہ مکران کی سرحد عبور کر کے لسبیلا کے پہاڑی علاقے میں داخل ہوا، اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بھیم سنگھ اپنے باپ کے برعکس عربوں سے مرعوب نہیں تھا اور ان سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے بے چین تھا چنانچہ وہ لس بیلا کے سندھی گورنر کی مدد کے لئے بیس ہزار فوج کے ساتھ وہاں پہنچ چکا تھا۔ اس نے راجہ داہر کو یقین دلایا کہ وہ مسلمانوں کے بارہ ہزار سپاہیوں کو لس بیلا سے آگے نہیں بڑھنے دے گا۔ چنانچہ اس نے اپنی مخصوص حکمت عملی کے تحت مسلمانوں کے پہاڑی علاقے میں داخل ہوتے ہی ان پر اکا دکا حملے شروع کر دیے۔ بھیم سنگھ کے فوجیوں کے حملے چھاپہ مار جنگ کی نوعیت کے تھے جو اپنے کم سے کم نقصان کے بدلے میں دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ تیس چالیس ہندو سپاہیوں کا گروہ اچانک کسی اونچے ٹیلے یا پہاڑی کی چوٹی پر سے نمودار ہوتا اور دیکھتے ہی دیکھتے محمد بن قاسم کی فوج کے کسی حصے پر تیر اور پتھر برسا کر غائب ہو جاتا۔ مسلمان سپاہی چونکہ اس اچانک حملے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے اس لئے انہیں زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا۔ گھوڑوں پر سواری کرنے والے سپاہی تو اچانک حملے کی صورت میں تیزی سے ادھر ادھر ہٹ کر اپنا بچاؤ کرنے میں کامیاب ہو جاتے لیکن اونٹوں کی سواری کرنے والے سپاہیوں کے لئے یہ حملے بڑی حد تک پریشان کن اور نقصان کا باعث بنتے۔ اچانک حملے کے باعث ان کے اونٹ بدک جاتے اور وہ دشمن کا پیچھا کرنے کی بجائے اونٹوں کو منظم کرتے رہتے اور اسی دوران میں دشمن ان کی پہنچ سے دور نکل جاتا۔

58۔ کئی سالوں سے لوگوں کا ان پر تقاضا تھا کہ قرآن مجید کا ترجمہ کرو مگر وہ پس و پیش کرتے اور کہتے کہ یہ کام ان لوگوں کا ہے جو خدمت دین میں اپنی ساری عمر صرف کر چکے ہیں۔ مگر جب پنشن لے کر وہ دلی آ گئے تو تیسیر کا ترجمہ شروع کیا اور اس سلسلے میں اکثر آیات قرآنی کا ترجمہ بھی کرنا پڑا۔ اس سے انہیں اندازہ ہوا کہ یہ کام اتنا دشوار نہیں ہے جتنی کہ طبیعت میں ہچکچاہٹ ہے۔

سبق کا عنوان: مولوی نذیر احمد دہلوی　　**مصنف کا نام:** شاہد احمد دہلوی

تشریح: مولوی نذیر احمد کے تعلیم و تعلّم کے اس دور کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آپ عربی زبان و ادب میں عام لوگوں سے کہیں بڑھ کر صلاحیت اور قابلیت کے مالک تھے۔ آپ کی انہی صلاحیتوں کے سبب آپ کے دوست احباب کئی سال سے اس بات کا تقاضا کر رہے تھے کہ آپ قرآن مجید کا ترجمہ کریں۔ ان کے دوستوں کو اس بات کا علم تھا کہ عربی زبان میں غیر معمولی صلاحیت رکھنے کے باعث مولوی نذیر احمد کے لئے یہ کام کچھ زیادہ مشکل نہیں ہو گا مگر نذیر احمد ہمیشہ اس بات پر ٹال مٹول کا اظہار کرتے رہے۔ آپ اس کا عام طور پر یہ جواب دیا کرتے تھے کہ جو لوگ اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے پوری طرح وقف کر چکے ہیں یہ ان کا کام ہے۔ میں تو دنیا دار آدمی ہوں۔ سرکاری ملازمت بھی کی ہے۔ قصے کہانیاں بھی لکھی ہیں اور ترجمے وغیرہ بھی کیے ہیں۔ ان حالات میں میرے عمل کے میدان مذہب کے علاوہ بھی اور بہت سے ہیں۔ قرآن پاک کے ترجمے کا کام اس شخص کو کرنا چاہئے جو صرف اور صرف دین سے متعلقہ کام کرتا ہو۔ لیکن جب آپ ملازمت سے پنشن لے کر دلی آ کر رہنے لگے تو اور یہاں پر آپ نے احادیث کے ایک مجموعے "تیسیر" کا ترجمہ شروع کیا اور اس سلسلے میں اکثر قرآن پاک کی آیات کا بھی ترجمہ کرنا پڑا تو آپ نے اندازہ لگایا کہ ان کے لئے قرآن پاک کا ترجمہ کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔ صرف کسی قدر ہچکچاہٹ ہے اور وہ بھی کام کے آغاز کے ساتھ ہی دور ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ نے کئی مولوی حضرات اور علماء کے مشورے سے قرآن مجید کا ترجمہ شروع کر دیا۔ آپ اپنے ترجمے میں آخری لمحات تک کانٹ چھانٹ کرتے رہے اور اڑھائی سال کے عرصے میں اسے مکمل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ آپ کو خود یہ ترجمہ اس قدر پسند تھا کہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا توشۂ آخرت ہے۔

2017

59۔ **ہم نے پہلی جھلک کلکتہ میں لگائی کلکتہ میری جائے پیدائش ہے حالانکہ میں صرف ایک سال کی شیر خوار وہاں سے لے آئی گئی تھی لیکن پھر بھی اس جگہ سے انس تھا اس کو دیکھنے کا ارمان تھا لیکن میرے جذبات نے مجھے ہمیشہ دھکے کھلوائے۔ ایئر پورٹ سے لے کر پولیس اسٹیشن تک جو میرا اور باقی مجھ جیسے سیاحوں کا حال ہوا وہ ناگفتہ بہ ہے خدا کسی شریف انسان کو کلکتے نہ لے جائے۔ اگر مرزا غالب نے اس میں کچھ دیکھا تو ہندوستانی کسٹم آفیسر اور ہماپولیس سے پہلے دیکھا ہو گا۔**

سبق کا عنوان: ہوائی　　**مصنف کا نام:** بیگم اختر ریاض الدین

تشریح: مصنفہ نے جب امریکہ کی ریاست ہوائی کیلئے سفر کیا تو ان کی پہلی پرواز کراچی سے کلکتہ کیلئے تھی۔ کلکتہ مصنفہ کا جائے پیدائش ہے اسلئے مصنفہ کو اس شہر سے فطری انس اور لگاؤ تھا مگر اس شہر میں مصنفہ مشہور زمانہ شاعر غالب کا حوالہ دیتی ہیں کہ غالب نے اس شہر کی جو تعریفیں کیں وہ ہندوستانی ہماپولیس اور کسٹم آفیسر سے پہلے کی بات ہے، مطلب یہ کہ ان دو محکموں نے مصنفہ کو پریشان کیا۔ مصنفہ اپنے علاوہ، دیگر سیاحوں کا بھی حال بیان کر رہی ہیں کہ جو ان لوگوں کو ذلت اور پریشانی دیکھنے کو ملی، وہ بتائے جانے کے قابل نہیں۔

ے　　زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں، مر چلے

60۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا مجھے قوم کے لئے رستم نہ بنائے بلکہ مجھے مثنیٰ بننے کی توفیق دے جن کی شہادت نے ہر مسلمان کو جذبہ شہادت سے سرشار کر دیا تھا۔ میرے لئے اس سپہ سالار کی جان کی قیمت نہیں جو اسے اپنے سپاہیوں کی تلواروں کے پہرے میں چھپا کر رکھتا ہے اور اپنے بہادروں کو جان کی بازی لگانے کے بجائے جان بچانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اگر اس قلعے کو فتح کرنا اور اس قدر اہم نہ ہوتا تو میں یہ مہم شاید کسی اور کے سپرد کر دیتا لیکن اس مہم کا خطرہ اور اس کی اہمیت دونوں اس بات کے متقاضی ہیں کہ میں خود اس کی رہنمائی کروں۔ (2 مرتبہ)

سبق کا عنوان: پہلی فتح مصنف کا نام: نسیم حجازی

تشریح: اس عبارت میں مصنف محمد بن قاسم کی جذبات سے بھرپور تقریر سنا رہے ہیں کہ اس نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لیے لڑنے نکلے ہیں نہ کہ بادشاہوں کیلئے جس طرح کے غیر مسلم نکلتے ہیں۔ مسلمان اللہ کیلئے نکلتے ہیں اور ان کو اپنی زندگی سے زیادہ شہادت اہم ہوتی ہے۔

بقول اقبال:

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

پھر محمد بن قاسم کہتے ہیں کہ اللہ مجھے رستم نہ بنائے بلکہ مثنیٰ بنائے کہ ان کی شہادت کے بعد مسلمان قوم اور گرم جوشی سے دشمن سے نبرد آزما ہوئی اور ان کے نزدیک یہ بزدلی ہے کہ ایک سپہ سالار سپاہیوں کے پیچھے چھپتا پھرے۔ اگر سپہ سالار جرات مند ہوگا تو فوج میں بھی جذبہ پیدا ہوگا۔

بقول رسکن: ''خود اعتمادی سے بہادری یقینی طور پر کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے۔''

محمد بن قاسم کی نظر میں یہ قلعہ اہم تھا اور اس کو فتح کرنے کیلئے سپہ سالار کا نگرانی کرنا ضروری تھا تا کہ دشمن پر ان کی قوت کی دھاک بیٹھ جائے۔

61۔ مولوی صاحب بڑے فخر سے اپنے بچپن کے مصائب بیان کرتے تھے۔ جس مسجد میں ٹھہرے تھے اس کا ملا بڑا بد مزاج اور بے رحم تھا۔ کڑکڑاتے جاڑوں میں ایک ٹاٹ کی صف میں یہ لپٹ جاتے اور ایک میں ان کے بھائی۔ سات آٹھ سال کے بچے کی بساط ہی کیا؟ علی الصبح اگر آنکھ نہ کھلتی تو مسجد کا ملا ایک لات رسید کرتا اور یہ لڑھکتے چلے جاتے اور صف بھی بچھ جاتی۔ اس زمانے کے طالب علموں کی طرح انہیں بھی محلے کے گھروں سے روٹی مانگ کر لانی پڑتی تھی۔

سبق کا عنوان: مولوی نذیر احمد دہلوی مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی

تشریح: شاہد احمد دہلوی مولوی نذیر احمد کی زندگی کے مختلف مراحل کو واقعات کے تناظر میں پیش کرتے ہوئے ان کے بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے کو بھرپور علمی انداز میں پیش کرتے ہیں۔ مولوی نذیر احمد کا شمار اُردو کے ارکانِ خمسہ میں ہوتا ہے اس کے علاوہ اردو کے پہلے ناول نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ اس پیراگراف میں ان کی زندگی کے پہلوؤں کا جامع ذکر کرتے ہوئے بچپن کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

مولانا نے بچپن بہت ہی کسمپرسی میں گزارا تعلیم حاصل کرنے کیلئے اُنھیں مختلف جگہوں کی خاک چھاننا پڑی تھی۔ مولوی صاحب اپنے بچپن کے واقعات کو فخر سے بیان کرتے تھے کہ کن کن مصائب اور مراحل سے گزر کر اُنھوں نے تعلیم حاصل کی۔ جس مسجد میں وہ تعلیم حاصل کرتے تھے وہیں سخت سردیوں میں صف لپیٹ کر سو جاتے۔ ایک صف میں مولوی صاحب جبکہ دوسری میں اُن کے بھائی سو جاتے۔

مسجد میں بہت صبح جاگنا پڑتا تھا لیکن یہ ابھی سات آٹھ سال کے بچے ہی تھے کبھی آنکھ نہیں بھی کھلتی تھی۔ ایسے میں مسجد کا مُلا اُن کے ایک لات رسید کرتا۔ سوتے میں ایک بچے کو لات ماری جائے تو اس وقت اس کیا کیا حالت ہوتی ہے۔ بہر حال وہ لڑھکتے چلے جاتے اور اس طرح صف بھی بچھ جاتی تھی۔ یہی نہیں انھیں روٹیاں مانگنے کے لیے لوگوں کے گھروں میں جانا پڑتا تھا۔ ایسے میں مختلف گھروں والے اُن سے گھر کے کام بھی کرواتے۔ مولانا ان واقعات کو یاد کرتے تو آب دیدہ ہو جاتے۔ تاریخ کے آئینے میں اگر دیکھا جائے تو تقریباً تمام عظیم شخصیات کی زندگیاں کچھ ایسے ہی واقعات سے بھری ہوئی ہیں۔ یہی وہ دکھ بھرے واقعات ہیں جو انسانی ولولے اور جوش کو مہمیز کرتے ہیں اور انسان امر ہو جاتا ہے۔

62۔ ان کے گھر طالب علموں کا وہ ہجوم کہ اندر جا کر دم گھٹنے لگتا تھا۔ ہر شخص کا کھلانا پلانا، سامان دینا، ان کی ضرورتوں کو نظر میں رکھنا اور ان کی فکر کرنا۔ اس کے بعد آفس کا کام، دوستوں کا کام، غرض اس شخص کی مشغولیتیں دیکھ کر ہم سب تعجب کیا کرتے تھے۔ کہ یہ شخص زندہ کیسے ہے اور اس کے حواس کیوں کر بجا ہیں۔

سبق کا عنوان: ایوب عباسی مصنف کا نام: رشید احمد صدیقی

تشریح: مصنف اپنے دوست ایوب کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ وہ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ ہر کسی کا لحاظ رکھنے والے تھے، ہر کسی کا خیال کرنے والے تھے اگر ان کے گھر جاؤ تو طالب علموں کا اتنا ہجوم ہوتا تھا کہ دم گھٹنے لگتا تھا۔ دراصل یہ ان کی فیاضی تھی کہ عزیز و اقارب

اور دوست احباب کے بچے ان کے گھر رہتے تھے۔ جب وہ تعلیم کی غرض سے ان کے شہر میں آئے ہوئے ہوتے وہ ہر کسی کی ضروریات کا بھرپور خیال رکھتے تھے۔ ان کے کھانے پینے رہنے اور دیگر جملہ ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کے دل میں احساس ہمدردی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

اقبال فرماتے ہیں:

ہیں لوگ وہی، جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

اسی حوالے سے حالی فرماتے ہیں:

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

آخر میں مصنف ان کی مصروفیات کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ حیران ہیں کہ ایسا شخص کیسے ٹھیک دماغ لیے پھر رہا ہے کیونکہ ان کے اوپر بہت سے کاموں کا بوجھ ہے، دفتر کا، دوستوں کا اور ان طالب علموں کا۔ مطلب یہ کہ ایوب بہت محنتی آدمی تھے۔

بقول حالی:

مشقت کی ذلت، جنہوں نے اُٹھائی
جہاں میں ملی، ان کو آخر بڑائی

63۔ ورنہ درحقیقت سُپر مارکیٹ ایسی شیطان کی آنت ہے کہ دل چاہتا ہے کہ خود ٹرالی میں لٹک جائیں۔ اس ادارے کی افراط دیکھ کر انسان ایشیا، افریقہ کی بھوک اور قحط بھول جاتا ہے۔ اس جگہ بلا ارادہ اور بالاضرورت خریداری کرنی پڑتی ہے۔ ہر شے کی پچاس قسمیں اور ہر قسم چھت تک چنی ہوئی۔ ہر دوسرے قدم میں سیل لکھا ہوا۔ اگر نقد نہیں تو ادھار لیجیے۔ سُپر مارکیٹ میں جا کر عورت کی آنکھیں اور بٹوے کھل جاتے ہیں۔

سفرنامے کا عنوان: ہوائی **مصنفہ کا نام:** بیگم اختر ریاض الدین

تشریح: ''دھنک پر قدم'' بیگم اختر ریاض الدین کا ہم سفرنامہ ہے، جس میں وہ نہایت خوبصورتی سے تہذیب و ثقافت کا نقشہ کھینچتی ہیں وہ اپنی قوت مشاہدہ سے ثقافت کے پس پردہ عوامل تک کو بھی ڈھونڈ نکالتی ہیں، جس سے قاری کو اس ملک و قوم کے بارے مکمل آگہی حاصل ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا پیراگراف اُن کے ہوائی کے سفر کے متعلق ہے وہ ہوائی کی خوبصورتی بیان کرتے ہوئے اُس کے معاشی پہلو پر بحث کرتی ہیں کہ یہاں دولت کی بہتات ہے۔ اس کی ایک مثال یہاں کی سپر مارکیٹ بھی ہے یہ بہت خوبصورت اور دلچسپ ہے یہاں کی افراط زر دیکھ کر ایشیا اور افریقہ کی مفلسی بھول جاتی ہے۔ اصل میں وہ ان دونوں جگہوں کے معاشی تضاد کی طرف ہماری توجہ دلانا چاہتی ہیں۔

بہرحال یہاں ہر طرح کی چیزیں دستیاب ہیں یعنی ہر چیز کی پچاس قسمیں اور ہر قسم چھت تک چُنی ہوئی ہے۔

یہاں پہنچ کر عورت کی آنکھیں اور پرس کھل جاتے ہیں۔ فطری اعتبار سے ہوائی نہ صرف خوبصورت ہے بلکہ معاشی اعتبار سے بھی یہ ریاست بہت مضبوط ہے۔

64۔ ہم بادشاہوں اور سالاروں کے لیے نہیں لڑتے ہیں۔ بادشاہوں اور سالاروں پر بھروسہ کرنے والے ان کی موت کے بعد مایوس ہو سکتے ہیں لیکن ہمارا خدا ہر وقت موجود ہے۔ قرآن میں ہمارے لیے اس کے احکام موجود ہیں۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا مجھے قوم کے لیے رستم نہ بنائے بلکہ مجھے مثنیٰ بننے کی توفیق دے جن کی شہادت نے ہر مسلمان کو جذبہ شہادت سے سرشار کر دیا تھا۔ میرے لیے اس سپہ سالار کی جان کی کوئی قیمت نہیں جو اسے اپنے سپاہیوں کی تلواروں کے پہرے میں چھپا کر رکھتا ہے اور اپنے بہادروں کو جان کی بازی لگانے کی بجائے جان بچانے کی ترغیب دیتا ہے۔

سبق کا عنوان: پہلی فتح **مصنف کا نام:** نسیم حجازی

تشریح: جب سالاروں نے محمد بن قاسم کو فوج سے علیحدہ ہونے سے منع کیا اور کہا کہ ہمیں یقین ہے کہ سندھ کی فتح کیلئے خدا نے آپ کو منتخب کیا ہے۔ انشاء اللہ آپ کی کوئی تدبیر غلط نہ ہو گی لیکن سپہ سالار کا فوج کے ساتھ رہنا ہی مناسب ہے۔ سپہ سالار کی جان بہت قیمتی ہوتی ہے۔ وہ فوج کا آخری سہارا ہوتا ہے۔ اگر اس خطرناک مہم میں آپ کو کوئی حادثہ پیش آ گیا تو زیادہ نقصان ہو گا بلکہ یہ مہم ہی ناکام ہو جائے گی۔ اس بات کے جواب میں محمد بن قاسم نے کہا کہ مسلمانوں کی تاریخ ایسی نہیں قادسیہ کی جنگ میں ایرانیوں کو اپنے زبردست لشکر کے باوجود اس لئے شکست ہوئی کہ انہوں نے اپنی طاقت سے زیادہ رستم کی شخصیت سے اُمیدیں وابستہ کیں۔ رستم مارا گیا تو وہ مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کے مقابلے سے بھاگ نکلے لیکن اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے سپہ سالار سعدؓ بن وقاص گھوڑے پر چڑھنے کے قابل نہ تھے اور وہ میدان سے الگ ایک چبوترے پر بیٹھ کر جنگ کا منظر دیکھ سکتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کی خود اعتمادی کا یہ عالم تھا کہ انہیں اپنے سپہ سالار کی عدم موجودگی کا احساس تک بھی نہ تھا کہ ہمارا سپہ سالار ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں آپ کو کوئی ایسا واقعہ نہیں ملے گا۔ جب سالار کی شہادت سے بددل ہو کر مجاہدوں نے ہتھیار ڈال دیئے ہوں۔ ہم بادشاہوں اور سالاروں کیلئے نہیں لڑتے ہیں۔ ہم خدا کے لئے لڑتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو فکر نہیں ہوتی کہ ان کے سپہ سالار زندہ ہیں یا شہادت پا چکے ہیں۔ بادشاہوں اور سالاروں پر بھروسہ کرنے والے ان کی موت کے بعد مایوس ہو سکتے ہیں لیکن ہمارا خدا ہر وقت موجود ہے۔

2018

65۔ جب کاپیوں کی صحیح ہوئی اور پروف دیکھے گئے، جب بھی ان میں ترمیم کی گئی اور جب تک اس کی طرف سے پورا پورا اطمینان نہیں ہو گیا، اسے شائع نہیں کیا گیا۔ اس میں ڈھائی سال لگ گئے مگر ترجمہ بھی ایسا شستہ ورفتہ اور بامحاورہ ہوا کہ اب پچھلے پچاس برس میں کوئی اور ترجمہ اس سے بہتر شائع نہیں ہو سکا۔

سبق کا عنوان: نذیر احمد دہلوی **مصنف کا نام:** شاہد احمد دہلوی

پس منظر:

جب کاپیوں کی صحیح ہوئی اور پروف دیکھے گئے تب بھی ہم ان میں ترمیم کی گئی اور جب تک اس کی طرف سے پورا پورا اطمینان نہیں ہو گیا، اسے شائع نہیں کیا گیا۔ اس میں ڈھائی سال لگ گئے مگر ترجمہ بھی ایسا شستہ ورفتہ اور بامحاورہ ہوا کہ اب تک پچھلے پچاس برس میں کوئی اور ترجمہ اس سے بہتر شائع نہیں ہو سکا۔ خود مولوی صاحب کو اپنی تمام کتابوں میں ترجمۃ القرآن ہی پسند تھا اور وہ فرماتے تھے کہ میں نے اور سب کتابیں دوسرے کے لئے لکھی ہیں اور یہ ترجمہ اپنے لئے کیا ہے کہ یہی میرا توشۂ آخرت ہے۔

تشریح: اس پیراگراف میں مولوی نذیر احمد کے ترجمہ قرآن کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جب کتابت کے بعد چھپوانے کے لئے کاپیاں تیار ہوئیں، ان کی درستی ہوئی اور پروف پڑھے گئے تب بھی اس ترجمے میں جگہ جگہ ردو بدل کرتے رہے اور یہ ترجمہ اس وقت چھپوایا جب انھیں اس کے بارے میں پوری طرح اطمینان ہو گیا۔ اس کام میں ڈھائی سال لگ گئے مگر ترجمہ اس قدر عمدہ، رواں اور بامحاورہ ہوا کہ اب تک پچھلے پچاس برسوں میں اس سے بہتر ترجمہ نہیں ہو سکا۔ خود مولوی صاحب کو بھی اپنی تمام کتابوں میں قرآن کریم کا ترجمہ ہی پسند تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اور بھی کتابیں تو دوسرے کے لئے لکھی ہیں مگر یہ ترجمہ اپنے لیے کیا ہے اور یہی آخرت کے لئے میرے پاس سرمایہ ہے۔ اس طرح انھوں نے قرآن کریم کے ترجمے ہی کو اپنا اصل کام ظاہر کیا جو آخرت میں بھی کام آئے گا اور دوسرے سارے کام کو ثانوی حیثیت دے دی۔

66۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کی حکومت و سلطنت کا اصل اصول مساوات اور جمہوریت تھا۔ یعنی کہ یہ تمام لوگ یکساں حقوق رکھتے ہیں اور بادشاہ کو کسی پر کسی قسم کی ترجیح حاصل نہیں۔ صرف ملکی امور میں نہیں بلکہ معاشرت اور ذاتی زندگی میں بھی عمر بن عبدالعزیزؒ کا لحاظ رکھتے تھے۔

سبق کا عنوان: مناقب عمر بن عبدالعزیزؒ **مصنف کا نام:** علامہ شبلی نعمانیؒ

سیاق و سباق:

اس سبق میں شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز مذہب اسلام کی سچی اور مکمل تصویر تھے۔ بنوامیہ کے دورِ حکومت میں آزادی رائے کو سلب کر دیا گیا تھا۔ سچ کہنا محال تھا عبدالملک نے حکم دیا کہ کوئی شخص میری روک ٹوک نہ کرے جو کرے گا سزا پائے گا لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس بری رسم کو مٹا دیا۔ وہ نہایت مدبر اور ایماندار شخص عدالت میں مقرر کئے کہ حاکم وقت سے غلطی سرزد ہونے پر بے باکی سے حاکم کے قول و فعل پر تنقید کرتے۔ آپ نے بڑی جرات مندی سے عام آدمی اور خلیفہ میں فرق مٹا دیا آپ کا سلوک غیر مسلموں کے ساتھ بھی ویسا تھا جیسا ایک مسلمان کے ساتھ تھا آپ اسلام کی مجسم تصویر تھے مذہبی حیثیت سے ان کو عمر ثانی کا لقب دیا گیا ہے۔ ان کا ایک کارنامہ جو نہایت قابل غور ہے۔ وہ خلفا بنوامیہ کی ناجائز کارروائیوں کو مٹانا تھا۔ خلفا بنوامیہ ملک کا بڑا حصہ جو زمین داری کو حیثیت سے رعایا کے قبضے میں تھا وہ اپنے خاندان کے لوگوں کو جاگیر شدہ جاگیروں کو ان کے مالکوں کے حوالے کر دیں حتی کہ اپنی سب اراضی علماء اور اپنے صاحبزادے عبدالملک کے مشورے سے واپس کر دیں۔ یہ پیراگراف سبق کے آخر سے لیا گیا ہے۔

تشریح: اس پیراگراف میں مصنف لکھتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی حکمرانی کی بنیاد برابری اور جمہوریت پر تھی۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ سب لوگوں کے حق برابر ہیں۔ کسی بھی شخص کو کسی دوسرے پر اولیت حاصل نہیں، حتی کہ بادشاہ کو بھی دوسرے لوگوں پر اولیت حاصل نہیں۔ بادشاہ کو بھی عام لوگوں سے زیادہ حق حاصل نہیں ہیں۔ وہ ان کے برابر ہے، ان سے افضل نہیں ہے۔ حاکم وقت اور عام لوگوں کی یہ برابری صرف ملکی معاملات میں ہی نہیں تھی بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنی ذاتی زندگی اور رہن سہن میں بھی اس برابری کا خیال رکھتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ ان کی برابری کی انتہا یہ تھی کہ وہ اسی لنگر خانے سے کھانا کھاتے تھے جہاں عام مسلمان کھایا کرتے تھے۔ وہ اس کھانے کی قیمت کے طور پر ایک درہم روزانہ بھجواتے تھے اور کھانا منگوا لیتے یہ عمل ہے جو شاید ہی کوئی حکمران کر سکے اور خواص اور عوام کی برابری کی مثال پیش کر سکے۔

67۔ نواب صاحب کو ان کی طرف مطلق التفات نہ تھا، شاید اولاد نہ ہونے کے سبب محبت نہ کرتے ہوں، ورنہ بیگم صورت میں چندے آفتاب ماہتاب اور حسن و دولت پر مزاج ایسا سادہ کہ ہم جیسے ناچیزوں کو برابر بٹھانا اور پوچھنا۔ (2 مرتبہ)

سبق کا عنوان: اکبری کی حماقتیں **مصنف کا نام:** مولوی نذیر احمد

سیاق و سباق:

''مراۃ العروس'' سے لئے گئے اقتباس میں مولوی نذیر احمد لکھتے ہیں محمد عاقل کی بیوی اکبری جسے سسرال میں مزاج دار بہو کا خطاب دیا گیا ہے بے وقوف اور پھوہڑ لڑکی ہے۔ ساس سسر سے لڑ کر اپنے خاوند کے ہمراہ الگ گھر میں رہتی ہے۔ لیکن بدانتظامی اور ناسمجھی کے باعث گھر کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ پہلے لاپرواہی کی بدولت جیبنا کے بھائی میرن کے ہاتھوں تمام برتن لٹوائے پھر کٹنی کے ہتھے چڑھ گئی کٹنی نے دو ہی ملاقاتوں میں معلوم کر لیا کہ مزاج دار کس پانی میں ہے۔ بس پہلے تبرکات کی زیارت کروائی پھر بیگم بھوپال کا قصہ سنا دو لونگیں دے کر اپنا مرید بنایا اور سستی چیزوں کا لالچ دینے کے لئے دو روپے کا ازار بند چار آنے میں دلوایا۔ ایک ٹھگنی شہر میں آ کر رہنے لگی اور کسی طرح ٹھگنی بھیس بدل کر اکبری سے رابطہ کرتی ہے پہلے کچھ چیزیں

ادنے پونے اکبری کو دیتی ہے ایک دن اسے مشورہ دیتی ہے کہ تم اپنے زیورات صاف کروالو اکبری اپنی ملازمہ کو ساتھ بھیجتی ہے مگر وہ اسے کسی بہانے سے واپس بھیج دیتی ہے اور خود رفو چکر ہو جاتی ہے۔

تشریح: اس پیراگراف میں مصنف نے کٹنی کی چالاکی اور باتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کٹنی نے کہا، بیگم صاحب کے پاس اللہ کا دیا سب کچھ موجود تھا۔ کسی شے کی کمی نہ تھی۔ دولت اتنی زیادہ تھی کہ اس کا کوئی حساب ہی نہ تھا۔ نوکر چاکر موجود تھے، غلام موجود تھے جو بیگم صاحب کو پالکی پر لے جایا کرتے تھے۔ بس ایک کمی تھی کہ اولاد نہ تھی۔ اس وجہ سے وہ پریشان رہا کرتی تھیں۔ ان کے خاوند نواب صاحب بھی ان کی طرف سے بے پرواہ ہو گئے تھے۔ شاید اس بے پروائی کا سبب اولاد کا نہ ہونا ہی ہو۔ ورنہ بیگم صاحب بہت حسین و جمیل خاتون تھیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اپنی تمام تر خوب صورتی اور دنیاوی مال و دولت کے باوجود وہ طبیعت کی بہت سادہ تھیں۔ یہ ان کی سادگی تھی کہ مجھ جیسی معمولی عورت کو بھی پاس بٹھاتی تھیں اور حال پوچھتی تھیں۔

-----2019-----

68۔ غرض پہلی ہی ملاقات میں مزاج دار نے حجن کے ساتھ ایسی بے تکلفی کی کہ اپنا حال جز و کل اس سے کہہ دیا اور حجن نے باتوں ہی باتوں میں تمام بھید معلوم کر لیا۔ ایک پہر کامل حجن بیٹھی رہی۔ رخصت ہونے لگی تو مزاج دار نے بہت منت کی کہ اماں بی حجن، اب کب آؤ گی؟ حجن نے کہا: "میری بھانجی موم گروں کے چھتے میں رہتی ہے اور بہت بیمار ہے۔ اسی کے علاج کے وسیلے میں آگرے میں آئی ہوں۔ اس کے دوا معالجے سے فرصت کم ہوتی ہے۔ مگر ان شاء اللہ دوسرے تیسرے تم کو دیکھ جایا کروں گی۔"

سبق کا عنوان: اکبری کی حماقتیں **مصنف کا نام:** مولوی نذیر احمد

سیاق و سباق: ''مراۃ العروس'' سے لئے گئے اقتباس میں مولوی نذیر احمد لکھتے ہیں محمد عاقل کی بیوی اکبری جسے سسرال میں مزاج دار بہو کا خطاب دیا گیا ہے بے وقوف اور پھوہڑ لڑکی ہے۔ ساس سسر سے لڑ کر اپنے خاوند کے ہمراہ الگ گھر میں رہ رہی ہے۔ لیکن بدانتظامی اور ناسمجھی کے باعث گھر کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ پہلے لاپرواہی کی بدولت چپنا کے بھائی میرن کے ہاتھوں تمام برتن لٹوائے پھر کٹنی کے ہتھے چڑھ گئی۔ کٹنی نے دو ہی ملاقاتوں میں معلوم کر لیا کہ مزاج دار کس پانی میں ہے۔ پس پہلے تبرکات کی زیارت کرائی پھر بیگم بھوپال کا قصہ سنا دو نگینے دے کر اپنا مرید بنایا اور سستی چیزوں کا لالچ دینے کے لئے دو روپے کا ازار بند چار آنے میں دلوایا۔ ایک ٹھگنی شہر میں آ کر رہنے لگی اور کسی طرح ٹھگنی بھیس بدل کر اکبری سے رابطہ کرتی ہے پہلے کچھ چیزیں اونے پونے اکبری کو دیتی ہے ایک دن اسے مشورہ دیتی ہے کہ تم اپنے زیورات صاف کروالو اکبری اپنی ملازمہ کو ساتھ بھیجتی ہے مگر وہ اسے کسی بہانے سے واپس بھیج دیتی ہے اور خود رفو چکر ہو جاتی ہے۔

تشریح: زیر تشریح پیراگراف میں مصنف بتاتے ہیں۔ مزاج دار حجن کے ساتھ پہلی میں ملاقات میں بہت گھل مل گئی اور بہت بے تکلف ہو کر اپنے گھر کا سارا حال بتا دیا اور حجن نے بھانپ لیا کہ مزاج دار شدت سے بیوقوف ہے۔ کیونکہ اس نے باتوں ہی باتوں میں سب معلوم کر لیا تھا۔ پھر اس نے بتایا کہ میری بھانجی موم گھروں کے چھتے میں رہتی ہے اور وہ اکثر بیمار رہتی ہے۔ میں اس کے علاج کے لئے آگرے سے آئی ہوں اور اس کی دوا معالجے سے ضرورت کم ہوتی ہے مگر آپ فکر نہ کریں میں آپ سے ملتی جلتی رہوں گی غرض کہ اس نے مزاج دار کو اس ڈھب سے اپنی طرف مائل کیا مزاج دار اور حجن کا کافی وقت مزاج دار کے ساتھ گزرنے لگا۔ بلکہ مزاج دار تو اس کی منت سماجت کر کے اس سے بار بار اس کے جواب میں حجن نے کہا میں ایک دو دن تک آپ کو مل جایا کروں گی۔

69۔ مولوی نذیر نے علی گڑھ کے لیے چندا گانے کے سلسلے میں بہت کارآمد آدمی تھے، اس لیے جہاں تک ممکن ہوتا سرسید انھیں اپنے دوروں میں ساتھ رکھتے اور ان سے تقریریں کراتے۔ نذیر احمد کی قوت تقریر کے متعلق کہا جاتا تھا کہ انگلستان کا مشہور مقرر برک بھی ان سے زیادہ مؤثر تقریر نہیں کر سکتا تھا۔ اب ابھی اگلے وقتوں کے لوگ، جنھوں نے مولوی صاحب کے لیکچر سنے ہیں، کہتے ہیں کہ یا تو ہم نے ڈپٹی صاحب کو دیکھا یا اب آخر میں بہار رنگ مرحوم کو دیکھا کہ سامعین پر جادو سا کر دیتے اور جو کام ان سے چاہتے لے لیتے۔ جب چاہا انہیں ہنسا دیا اور جب چاہا ان کی جیبیں خالی کرالیں اور عورتوں کے زیور تک اتروا لیا کرتے تھے۔

سبق کا عنوان: نذیر احمد دہلوی **مصنف کا نام:** شاہد احمد دہلوی

سیاق و سباق: اس خاکہ میں مصنف نے اپنے دادا کی خصوصیات کا ذکر بڑے لطیف پیرائے میں کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ میں پہلی دفعہ اپنے دادا سے پانچ برس کی عمر میں ملا۔ آپ نے ریاست جاورہ کے نواب کے بھائی کے بارے میں بتایا ہے جو کہ نذیر احمد دہلوی کا ترجمہ چھپوانے کی وجہ سے صحت یاب ہو گئے تھے۔ بچپن میں جس مسجد میں رہے اس کا ملاح بہت ظلم کرتا۔ آپ نے اس میں مولوی نذیر کی شادی کا واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ آپ نے کبھی بھی کسی دوسرے کا احساس نہیں لیا۔ سرسید کے بہت اچھے دوست تھے۔ سرسید انہیں جلسوں میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں لیکن قرآن کے ترجمے کو جو انہوں نے بہت ہی محنت سے مرتب کیا تھا اپنا توشہ آخرت سمجھتے تھے۔ یہ پیراگراف سبق کے تقریباً درمیان سے لیا گیا ہے۔

تشریح: مولوی نذیر احمد علی گڑھ کے لیے بہت خدمات سرانجام دی ہیں۔ مولوی نذیر احمد کی قوت تقریر بہت اعلیٰ تھیں جن لوگوں نے آپ کے لیکچر سنے ہیں۔ وہ آپ کے دلدادہ ہیں اور آپ کی تقریر لوگوں پر جادو کا اثر کر دیتی۔ آپ تقریر میں اتنے ماہر تھے کہ تقریر کرتے ہوئے لوگوں کو اتنا جذباتی کر دیتے کہ لوگوں کے زیور تک اتروا لیتے تھے لوگ آپ کی تقریر سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتے تھے۔ سرسید احمد جب بھی کسی دورے پر جاتے تو مولوی صاحب کو اپنے ساتھ رکھتے۔ کہتے ہیں کہ انگلستان کا مقرر برک بھی آپ کے سامنے کچھ نہیں تھا۔

70۔ بڑے بڑے جلسوں میں جب معاملہ بگڑنے لگتا اور یہ اندیشہ پیدا ہو جاتا کہ کہیں جلسہ درہم برہم نہ ہو جائے تو اس وقت نواب صاحب کی خوش بیانی، فصاحت اور ظرافت جادو کا کام کر جاتی تھی اور "لطف اور مکدر چہرے بشاش اور شگفتہ ہو جاتے تھے۔ ان کی باتوں اور تقریروں میں ظرافت کی چاشنی بڑا مزہ دیتی تھی۔ باتوں میں ظرافت کبھی کبھی شوخی کی حد تک پہنچ جاتی تھی۔ دوسروں سے کام لینے کا انہیں بڑا اچھا سلیقہ تھا۔ وہ کچھ ایسے موزوں طریقے سے کہتے تھے اور اس طرح ہمت افزائی کرتے کہ لوگ خوشی خوشی ان کا کام کرتے تھے۔ اپنے ملازموں اور ماتحتوں سے بھی ان کا سلوک ایسا تھا کہ وہ ان کی فرمائش کی تعمیل ایسی تن دہی سے اور شوق سے کرتے تھے جیسے ان کا کوئی ذاتی کام ہو اور وقت پر جان لڑا دیتے تھے۔

سبق کا عنوان: نواب محسن الملک مصنف کا نام: ڈاکٹر مولوی عبدالحق

سیاق و سباق: اس سبق میں نواب محسن الملک کی دلفریب شخصیت کا تعارفی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ انہوں نے نواب صاحب کی خوبیوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھا کہ وجاہت، ذہانت، خوش بیانی اور فیاضی ان کی شخصیت کی ممتاز صفات تھیں۔ اس خاکہ میں وہ ان کے مذہبی لگاؤ کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں اگرچہ ان کی ایک ہی تصنیف ہے جو خالص مذہبی ہے لیکن اس کے علاوہ جتنی بھی تصانیف ہیں جو کبھی تو تعلیمی معاشرتی یا علمی موضوعات پر گئی ہیں لیکن ان میں اسلام کی جھلک کسی نہ کسی طرح سے صاف نظر آتی ہے۔ انہیں اردو کے اعلیٰ درجے کے ادیبوں میں شمار کیا جا سکتا لیکن ان کی تحریروں میں ادب کی شان پائی جاتی ہے۔ سرسید کے بعد محسن الملک نے ان کے کام کو جس طرح سنبھالا یہ انھیں کا کام تھا۔

تشریح: نواب صاحب کو دوسروں سے کام لینے کا بہت اچھا سلیقہ آتا تھا۔ وہ دوسروں کو کوئی کام بتاتے تھے تو ایسے محبت بھرے لہجے میں بات کرتے تھے اور ایسے اچھے انداز میں ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے کہ لوگ ان کا کام خوش ہو کر کیا کرتے تھے۔ ان کے جتنے بھی ملازم یا ماتحت تھے سب کے ساتھ ان کا رویہ ایسا تھا کہ وہ ان سے بہت خوش رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان کے کام اتنی محنت اور شوق کے ساتھ کرتے تھے جیسے وہ اپنا کام کر رہے ہوں۔ جب بھی نواب صاحب کو ان سے کوئی کام کرانے کی ضرورت پڑتی تھی یا ان کا تعاون درکار ہوتا تھا وہ جی جان سے ان کے لیے مصروفِ عمل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ وہ کام بھی جانتے تھے اور دوسروں سے کام لینے کا فن بھی جانتے تھے۔

نواب صاحب کو دوسروں سے کام لینے کا بہت عمدہ طریقہ تھا اور کبھی بھی جلسہ درہم ہونے لگتا تو نواب صاحب کی خوش بیانی برابر کام کرتی۔ ان کی خوش بیانی اور تقریر کا جادو لوگوں پر بڑا اثر کرتا، اپنے غلاموں کو ماتحتوں سے ان سب کو بہت اچھا تھا اور کام کوئی بھی جان لڑا دیتے تھے۔

71۔ پروسٹ کے دفتر میں سب سے اہم عہدے پر ہونے کے سبب ان کا سابقہ اساتذہ، بیرا، باورچی، نائی، چپڑاسی، بھنگی، بہشتی سب ہی سے براہِ راست پڑتا تھا۔ طلبہ کو خوش اور مطمئن رکھنا معمولی بات نہیں ہے۔ ان کا ایوب صاحب سے طرح طرح سے سابقہ پڑتا تھا۔ وہ ہر طالب علم کے خاندانی حالات و معاملات سے واقف رہتے تھے اور اسی اعتبار سے ان سے سلوک کرتے تھے۔ اس لیے ہر طالب علم ان کو اپنے گھر کے بزرگ اور خیر اندیش کی حیثیت سے دیکھتا تھا۔ یونیورسٹی میں اسٹرائیک ہے۔ لڑکے ہیں کہ بے قابو ہوئے جاتے ہیں لیکن ایوب صاحب کا جادو برابر کام کر رہا ہے۔ ایسے زمانے میں ان کا طرزِ عمل لڑکوں سے وہی ہوتا جو میدانِ جنگ میں صلیبِ احمر کا ہوتا ہے۔

سبق کا عنوان: ایوب عباسی مصنف کا نام: رشید احمد صدیقی

سیاق و سباق: رشید احمد صدیقی نے بہت بڑی اور مشہور شخصیتوں کے خاکے لکھے ان میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو بظاہر ایک عام انسان تھا۔ ایسا عام انسان جس کو بڑی شخصیات میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ ایوب عباسی علی گڑھ یونیورسٹی میں پروسٹ کے دفتر میں ملازم تھے سب سے اہم عہدے پر فائز تھے ان کا قد چھوٹا رنگت سیاہ چہرے پر چیچک کے داغ مگر خوبیاں اس قدر کہ کھاتے پیتے لوگوں میں بھی کم پائی جائیں۔ یونیورسٹی میں طلباء اساتذہ اور ملازمین کی خوب خدمت کرتے اور آگے سے کسی معاوضے کے طالبگار نہ تھے۔ جب کہ وہ ہم میں موجود رہے لوگوں میں گھل مل جاتے ان کے وجود کا اتنا احساس نہ ہوتا تھا اب جب کہ وہ ہم میں موجود نہیں تو ان کی کمی کا احساس شدت سے محسوس ہوتا ہے۔ یہ پیراگراف سبق کے آخر سے لیا گیا ہے۔

تشریح: اس پیراگراف میں مصنف نے ایوب عباسی کی سیرت کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں ایوب صاحب کے اعلیٰ اخلاق اور ان کی شخصیت کا ایک عجیب اور نایاب پہلو یہ تھا کہ بڑے سے بڑا آدمی بھی اور چھوٹے سے چھوٹا آدمی بھی ان سے ایسی محبت کرتا تھا جس میں احترام بھی شامل تھا لوگ ان کی عزت اور ان سے پیار ان پر ترس کھا کر یا کسی مجبوری سے نہیں کرتے تھے بلکہ ان سے محبت کرنے میں انھیں مزا آتا تھا۔ وہ تھے ہی ایسے کہ ان سے محبت کرنے والے کو محبت کر کے دلی سکون حاصل ہوتا تھا۔ ان سے محبت کر کے دلوں کو ایسا سکون ملتا تھا جس میں فخر اور اطمینان کا پہلو بھی ہوتا تھا۔ ان سے محبت کرتے ہوئے احساس ہوتا تھا کہ ہم میں بھلائی کرنے یا عظیم ہونے کا جذبہ ابھی موجود ہے اور اس کے لیے اہلیت بھی ہمارے اندر ابھی باقی ہے۔ اگر ایوب صاحب سے محبت نہ کی جائے اور ان کا احترام بھی نہ کیا جائے تو یوں محسوس ہوتا جیسے ہمارے اندر شریفانہ جذبات کی کمی واقع ہوگئی ہے یا ہم ذمہ دار انسان نہیں رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی ضرور اپنے پیش نظر رکھیں کہ ایوب صاحب ایک بے نیاز خدمت گار تھے۔ ان کے دل میں کبھی یہ خیال آیا ہی نہیں تھا کہ ان کی خدمات کا بدلہ انھیں ملتا ہے یا نہیں۔ وہ ایسی سوچ سے بہت بلند انسان تھے۔ خدمت کا بدلہ یا معاوضہ لینے کا خیال انھیں کبھی آیا ہی نہیں تھا۔ وہ بڑا ہو یا چھوٹا، ہر شخص کی خدمت ایک جیسے مہربانی کے جذبے اور محنت سے کرتے تھے۔ چھوٹے بڑے کا فرق ان کے پیش نظر کبھی رہا ہی نہ تھا۔ وہ ایک سچے خادمِ خلق تھے جن کا مقصدِ حیات دوسروں کی خدمت کرنا تھا۔

72۔ ایک جونا مارکیٹ ہم شرماشرمی میں نہیں گئے، ورنہ کون سی جگہ ہے جہاں سے ہم نے اپنے لیے کپڑے جمع نہیں کیے۔ ہمیں دراصل اوورکوٹ وغیرہ درکار تھے اور کوئی اونی زیر جامہ مل جاتا تو سبحان اللہ۔ لیکن ہماری شہرت ایسی خراب ہوئی کہ لوگوں نے قیاس کیا، ہم شاید فلسطین کے مہاجروں یا

افغانستان کے پاوندوں کے لیے کپڑے جمع کر رہے ہیں۔ نتیجہ: سب نے اپنے پھٹے ہوئے، گھسے ہوئے کپڑے ہمارے سر منڈھنے کی کوشش کی۔

سبق کا عنوان: ایک سفر نامہ جو کہیں کا بھی نہیں **مصنف کا نام:** ابن انشا

سیاق و سباق: "دنیا گول ہے" سے لیے گئے اقتباس میں مصنف نے لکھا ہے کہ کابل جانے کے لئے اسے اوورکوٹ کی ضرورت تھی جو اس نے مانگ
کر پوری کرلی۔ پہننے کے لیے گرم کپڑے خریدے تمام سامان سے لیس ہو کر سفر پر نکلے تو موسم خراب ہونے کی وجہ سے واپس پشاور آنا پڑا۔ پشاور میں
سیر کے لیے نکلے ہوئے ہوٹل والوں سے پی۔ آئی۔ اے کے دفتر کا پوچھا تو انہوں نے بتایا ساتھ ہی ہے۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ
دفتر تو ابھی کافی دور ہے پشاور ہی میں مصنف کی ڈاکٹر گلبرگ سے ملاقات ہوئی جو ڈنمارک کے سیاح تھے۔ افغانستان میں کوئی پبلشر نہیں ہے۔ اگر
کتاب چھپوانی ہو تو حکومت اس کا بندوبست کرتی ہے۔ لیکن اخراجات مصنف ہی کو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ دریائے کابل ایک گندہ نالہ
بنا ہوا ہے افغانستان میں قدم رکھتے ہی انسان ایک صدی پیچھے چلا جاتا ہے۔ یہ پیراگراف تقریباً آغاز سے لیا گیا ہے۔

تشریح: مصنف اس میں بیان کرتا ہے کہ ہم صرف جونا مارکیٹ نہیں گئے ورنہ کوئی ایسی جگہ نہیں۔ جہاں ہم نہیں گئے ہم نے کپڑے جمع کئے اوورکوٹ جمع کئے اور
کوئی اونی کپڑا مل جاتا وہ بھی لے لیتے۔ یہ ہمارا سفر نامہ ہی تو تھا مگر کوئی ہم سے پوچھے کہ یہ سفر نامہ کہاں کا ہے تو ہم بتا نہیں سکتے کہ کہاں کا ہے؟
وہ اونی زیر جامہ پہن لیتے تو شاید ہماری شہرت خراب ہوتی کہ لوگ ہم پر قیاس بھی نہ کرتے اور ہم شاید فلسطین اور مہاجرین افغانستان کے پاوندوں کی
طرح نظر آئیں گے وہ یہ چاہتے تھے کہ اپنے پھٹے اور کپڑے ہمارے سر منڈھتے ہم نہیں مانے۔

73۔ غرض بات گئی گزری ہوئی۔ محمد عاقل سے جو آج ایسی باتیں ہوئیں، لوگوں پر مزاج دار کا اعتقاد جم گیا۔ اگلے دن زلفن کو بھیج جگن کو بلوایا اور آج مزاج
دار بیٹی بنیں اور جگن کو ماں بنایا۔ رات کے وقت محمد عاقل سے پھر جگن کا ذکر آیا۔ محمد عاقل نے کہا: "دیکھو، ہوشیار رہنا۔ اس بھیس میں کٹنیاں اور
ٹھگنیاں بہت ہوا کرتی ہیں۔ لیکن طمع نے خود محمد عاقل کی عقل پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ اتنی موٹی بات وہ نہ سمجھا کہ دو روپے کا مال چار آنے میں کوئی بے وجہ
بھی دیتا ہے۔

سبق کا عنوان: اکبری کی حماقتیں **مصنف کا نام:** مولوی نذیر احمد

سیاق و سباق: زیر تشریح سبق اکبری کی حماقتیں میں سے لیا گیا ہے۔ مصنف لکھتا ہے کہ مزاج دار بہت ہی بیوقوف عورت تھی جگن سے ہر طرح سے دھوکا
کھا کر بیٹھ گئی محمد عاقل نے اسے بہت سمجھایا تھا پر پھر بھی اس کا عقیدہ جگن پر جم گیا۔ اس نے اگلے دن پھر زلفن کو بھیج کر بلوایا اور مزاج دار بیٹی بن گئی اور
جگن ماں بن گئی۔ رات جب محمد عاقل گھر آیا تو مزاج دار نے پھر جگن کی تعریفیں شروع کر دیں۔ مگر محمد عاقل نے اسے سمجھایا کہ باز رہو وہ مجھے ٹھگنی محسوس
ہوتی ہے پر مزاج دار کی عقل پر تو پردہ پڑ گیا تھا وہ اتنی موٹی بات کو اتنی جلدی کہاں سمجھ سکتی تھی۔

تشریح: "مراۃ العروس" سے لیے گئے اقتباس میں مولوی نذیر احمد لکھتے ہیں محمد عاقل کی بیوی اکبری جسے سسرال میں مزاج دار بہو کا خطاب دیا گیا ہے بے
وقوف اور پھوہڑ لڑکی ہے۔ ساس سسر سے لڑ کر اپنے خاوند کے ہمراہ الگ گھر میں رہ رہی ہے۔ لیکن بدانتظامی اور ناسمجھی کے باعث گھر کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔
پہلے لاپرواہی کی بدولت چھنا کے بھائی میرن کے ہاتھوں تمام برتن لٹوائے پھر کٹنی کے ہتھے چڑھ گئی کٹنی نے دو ہی ملاقاتوں میں معلوم کر لیا کہ مزاج دار کس پانی
میں ہے۔ پس پہلے تبرکات کی زیارت کرائی پھر بیگم بھوپال کا قصہ سنا دو لونگیں دے کر اپنا مرید بنایا اور سستی چیزوں کا لالچ دینے کے لئے دو روپے کا ازار بند
چار آنے میں دلوایا۔ ایک ٹھگنی شہر میں آکر رہنے لگی اور کسی طرح ٹھگنی بھیس بدل کر اکبری سے رابطہ کرتی ہے پہلے کچھ چیزیں اونے پونے اکبری کو دیتی ہے ایک
دن اسے مشورہ دیتی ہے کہ تم اپنے زیورات صاف کروا لو اکبری اپنی ملازمہ کو ساتھ بھیجتی ہے مگر وہ اسے کسی بہانے سے واپس بھیج دیتی ہے اور خود رفو چکر ہو جاتی ہے۔

74۔ مولانا کو اخبار کی زبان اور کتابت کی صحت کا بڑا خیال رہتا تھا۔ کاتبوں کی جان الگ آفت میں، ایڈیٹر الگ مصیبت میں مبتلا، جب تک مولانا دفتر میں
ہیں، غل غپاڑا مچا ہوا ہے۔ جوں ہی کاپی پر نظر پڑی شور مچ گیا۔ اے یہ کیا کیا؟ یہ عبارت تو بالکل مہمل ہے۔ اس مراسلے کی تصحیح نہیں ہوئی، یونہی کاتب
کو دے دیا گیا ہے۔ خبروں کی عبارت چست نہیں۔ کتابت کی غلطیوں تو دیکھو، ایک کالم میں پچاس پچاس غلطیاں اور کتابت کیسی عجیب ہوئی ہے، کوئی
دائرہ بھی تو صحیح نہیں، غضب خدا کا، قرآن کی آیت غلط لکھ دی، اتنا خیال نہ آیا کہ کلام الٰہی ہے، ستیاناس کر دیا اخبار کا، ان تمام کاپیوں کو جلا دو......"

سبق کا عنوان: مولانا ظفر علی خاں **مصنف کا نام:** چراغ حسن حسرت

سیاق و سباق: حسرت کلکتہ میں اخبار نئی دنیا میں کام کرتے تھے۔ کہ ایک روز مولانا ظفر علی خان اخبار کے دفتر تشریف لائے۔ پہلے تو حسرت کو یہ حیرت ہوئی
کہ مولانا بھی ہیں اور توند بھی نہیں۔ خیر انہوں نے آتے ہی سائمن کمیشن اور ہندوستان میں دستوری اصلاحات کی بات شروع کر دی جبکہ حسرت ان
کی شاعری کی طرف لانا چاہتے تھے۔ مولانا چہتے اور بات سیاست کی ہوتی رہی اور حسرت خاموشی سے سنتے رہے۔ مولانا ڈنٹر پیلتے، مگدر ہلاتے،
اس کے ساتھ گھڑ سواری، نیزہ بازی، تیراکی اور کشتی رانی کے بھی ماہر تھے۔ وہ زود گو شاعر تھے عموماً آدھے گھنٹے میں نظم کہہ ڈالتے۔ بہت سی نظمیں مشکل
زمینوں میں کہی ہیں جیسے پتھر نکال ہمسر نکال وغیرہ اخبار کے معیار کو قائم رکھنے کے لیے وہ محنت کرتے۔ جب تک وہ دفتر میں رہتے کاتبوں اور دیگر
عملے کی جان پر بنی رہتی۔ یہ پیراگراف تقریباً سبق کے آخری حصے سے لیا گیا ہے۔

تشریح: مصنف لکھتے ہیں اصل بات تو یہ ہے کہ مولانا ظفر علی خاں کو اخبار کی زبان اور اس کی کتابت کے درست ہونے کا بہت دھیان رہتا تھا۔ وہ چاہتے تھے
کہ اخبار کے مضامین، کالموں اور خبروں کی زبان بالکل صحیح ہو اور کتابت کی غلطیاں بھی نہ ہوں۔ اسی لیے کاتب بھی سخت پریشان رہتے تھے اور ایڈیٹر بھی فکر
مند رہتا تھا۔ جب تک مولانا دفتر میں رہتے تھے ایک شور سنائی دیتا رہتا تھا۔ جونہی وہ اخبار کی کاپی پر نظر ڈالتے تھے شور مچا کر کہنے لگتے تھے کہ یہ کیا کر دیا، عبارت
تو بالکل بے معنی ہو گئی ہے اس خط کی زبان درست نہیں کی گئی۔ اسی طرح کاتب کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ خبروں کی عبارت کا انداز بھی دلکش نہیں۔ کتابت

یہی خراب ہے کہ ایک کالم میں پچاس پچاس غلطیاں ہیں۔ کتابت بھی کس قدر خراب ہے۔ کسی بھی دائرے والے حرف کا دائرہ درست نہیں۔ تم پر خدا کا غضب ہو تم نے تو قرآن کریم کی آیت بھی غلط لکھ ڈالی۔ یہ نہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یوں تم نے اخبار کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ نئے سرے سے اخبار تیار کرو۔ اگر یہ ممکن نہیں تو اعلان کر دو کہ کل اخبار نہیں چھپے گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا کو اخبار میں شائع شدہ مواد کی زبان کی صحت کا کس قدر خیال رہتا تھا حالانکہ اخبارات بالعموم زبان کے معاملے میں اتنے سنجیدہ نہیں ہوتے۔

75۔ محمد عاقل سے جو آج ایسی باتیں ہوئیں، لوگوں پر مزاج دار کا اعتقاد جم گیا۔ اگلے دن دلہن کو بھیج کر جمن کو بلوایا اور آج مزاج دار بیٹی بنیں اور جمن کو ماں بنایا۔ رات کے وقت محمد عاقل سے پھر جمن کا ذکر آیا۔ محمد عاقل نے کہا: "دیکھو، ہوشیار رہنا۔ اس بھیس میں کٹنیاں اور ٹھگنیاں بہت ہوا کرتی ہیں۔"
لیکن طمع نے خود محمد عاقل کی عقل پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ اتنی موٹی بات وہ نہ سمجھا کہ دو روپے کا مال چار آنے میں کوئی بے وجہ بھی دیتا ہے۔ محمد عاقل کو مناسب تھا کہ قطعاً جمن کے آنے کی ممانعت کرتا اور سب چیزیں اس کی پھروا دیتا۔ مزاج دار کو اتنی عقل کہاں تھی کہ اس بات کو سمجھتی۔

سبق کا عنوان: اکبری کی حماقتیں **مصنف کا نام:** ڈپٹی نذیر احمد

سیاق و سباق: "مراۃ العروس" سے لیے گئے اقتباس میں مولوی نذیر احمد لکھتے ہیں محمد عاقل کی بیوی اکبری جسے سسرال میں مزاج دار بہو کا خطاب دیا گیا ہے بے وقوف اور پھوہڑ لڑکی ہے۔ ساس سسر سے لڑ کر اپنے خاوند کے ہمراہ الگ گھر میں رہ رہی ہے۔ لیکن بدانتظامی اور ناسمجھی کے باعث گھر کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ پہلے لاپرواہی کی بدولت چپا کے بھائی میرن کے ہاتھوں تمام برتن لٹوائے پھر کٹنی کے ہتھے چڑھ گئی کٹنی نے دو ہی ملاقاتوں میں معلوم کر لیا کہ مزاج دار کس پانی میں ہے۔ پس پہلے تبرکات کی زیارت کرائی پھر بیگم بھوپال کا قصہ سنا دو لونگیں دے کر اپنا مرید بنایا اور سستی چیزوں کا لالچ دینے کے لئے دو روپے کا ازار بند چار آنے میں دلوایا۔ ایک ٹھگنی شہر میں آ کر رہنے لگی اور کسی طرح ٹھگنی بھیس بدل کر اکبری سے رابطہ کرتی ہے پہلے کچھ چیزیں ادنے پونے اکبری کو دیتی ہے ایک دن اسے مشورہ دیتی ہے کہ تم اپنے زیورات صاف کروالو اکبری اپنی ملازمہ کو ساتھ بھیجتی ہے مگر وہ اسے کسی بہانے سے واپس بھیج دیتی ہے اور خود رفو چکر ہو جاتی ہے۔

تشریح: اس پیراگراف میں مصنف نے عاقل کی بے وقوفی کا ذکر کیا ہے کہ اپنی بیوی کو سمجھا رہا ہے اور خود دھوکہ کھا رہا ہے۔ لکھتے ہیں کہ محمد عاقل نے اکبری سے کہا کہ ذرا ہوشیاری سے کام لیا کرو تاکہ کہیں دھوکا نہ کھا جاؤ کیونکہ جمن کے حلیے میں کئی کٹنیاں اور ٹھگنیاں بھی پھرتی ہیں جو لوگوں کو ٹھگتی اور لوٹتی ہیں۔ تاہم لالچ ایسی چیز ہے جس نے محمد عاقل کی عقل پر بھی پردہ ڈال دیا۔ وہ لالچ میں اس قدر اندھا ہو گیا کہ اتنی عام سی بات کو بھی نہ سمجھ سکا کہ جو شخص دو روپے کی چیز چار آنے میں بیچ رہا ہوتا ہے اس کا کوئی سبب تو ضرور ہوتا ہے۔ اسے چاہیے تھا کہ اکبری کو کہہ دیتا کہ جمن کو آنے سے منع کر دے اور جو چیزیں اس سے سستے داموں کی ہیں وہ بھی اسے واپس کر دے کیونکہ اکبری میں اتنی عقل تھی ہی نہیں کہ وہ اصل معاملے کو سمجھ پاتی اور فریب میں آنے سے بچ جاتی۔ لالچ نے تو اس کے ساتھ ساتھ اس کے خاوند محمد عاقل کی عقل پر بھی پردہ ڈال دیا تھا۔

76۔ اس کی حسین حدود اور عمارات میں مغرب اور مشرق کے عالم مدعو کیے جاتے ہیں۔ جو سینئر سکالر کہلاتے ہیں، وہ مرکز کے خرچ پر آتے ہیں۔ ہزار بارہ سو ڈالر کا وظیفہ ہر مہینے پاتے ہیں۔ اس ننھے سے وظیفے میں ایک خاندان ٹھاٹ کر سکتا ہے۔ دس مہینے یا سال کورس کی میعاد ہوتی ہے۔ اس دوران جو مرضی آئے کیجیے، پڑھیے لکھیے، ریسرچ کیجیے۔ تاثرات قلمبند کیجیے، کوئی پابندی نہیں۔

سبق کا عنوان: ہوائی **مصنف کا نام:** بیگم اختر ریاض الدین

سیاق و سباق: مصنفہ بیگم اختر ریاض الدین نے اپنے ہوائی سفر کا بیان کچھ اس طرح کیا ہے کہ جزائر ہوائی تک کا سفر ڈرتے خوفزدہ ہوتے مگر انتہائی آرام سے گزرا۔ پہلا سٹاپ کلکتہ تھا۔ کلکتہ سے ہانگ کانگ روانہ ہوئے وہاں سے تازہ دم ہو کر ٹوکیو کا رخ کیا سارا راستہ چین ایم کا پرانا جہاز خود لرزتا رہا اور ہمیں بھی لرزاتا رہا۔ ہوائی کے صدر مقام ہونولولو میں جہاز اترا۔ استقبال بھی ہوا اور گھر پہنچے صبح سارا گھر صاف کیا اور پھر سیر کو نکلے اور ایسٹ ویسٹ سنٹر اور ہوائی یونیورسٹی ایک دوسرے سے بالکل قریب ہیں مگر ان کے درمیان ایک ازلی رقابت بھی ہے۔ نتیجہ یہ کہ دونوں جگہ پر امریکہ سے آنے والے بہترین اور ذہین پروفیسروں کو لیکچر دینے کے لیے بلایا جاتا ہے اسی کا میلوں پھیلا ہوا کیمپس تعلیمی سہولتوں کے علاوہ پھولوں اور مختلف معاشرتی تنوع کی عمدہ مثال ہے۔ یہ پیراگراف تقریباً سبق کے آخر سے لیا گیا ہے۔

تشریح: دیے گئے اقتباس میں مصنفہ نے امریکی فیڈرل حکومت کے زیر اہتمام کھولے گئے "ایسٹ ویسٹ سنٹر" کی وضاحت کی ہے کہ ہوائی نہایت خوبصورت جزیرہ ہے۔ اس کا دارالحکومت ہونولولو ہے جو ہر لحاظ سے خوبصورت ہے۔ اس کے شاپنگ سنٹر اپنی مثال آپ ہیں لیکن امریکی فیڈرل حکومت نے یہاں پر سینئر سکالرز کے لیے ایک ریسرچ سنٹر "ایسٹ ویسٹ سنٹر" کے نام سے کھول رکھا ہے۔ یہ وہی سنٹر ہے جہاں بیگم اختر ریاض الدین کے شوہر جو پاکستان میں سی ایس پی آفیسر تھے۔ سرکاری طور پر "سینئر سکالر" کی حیثیت سے ریسرچ کے لیے بنائے گئے تھے۔ ہوائی کی فیڈرل حکومت نے "ایسٹ ویسٹ سنٹر" کے نام سے یہ عظیم الشان تعلیمی مرکز قائم کر رکھا ہے۔ یہاں مشرق و مغرب سے عالم مدعو کیے جاتے ہیں جو سینئر سکالر کہلاتے ہیں۔ ان کے لئے کچھ وظیفہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ کورس کی مدت تقریباً دس مہینے یا ایک سال ہوتی ہے۔ اس سنٹر میں قیام کے دوران کسی قسم کی پابندی نہیں ہوتی۔ آنے جانے اور وقت کی کوئی قید نہیں جس وقت چاہے جائیں۔ جب چاہیں واپس آ جائیں۔ جو جی چاہے لکھو، پڑھو، ریسرچ کرو، تاثرات قلمبند کرو۔ کوئی کلاس یا امتحان وغیرہ کچھ نہیں ہوتا۔ کوئی موضوع کی قید نہیں، وقت کی پابندی نہیں اور امتحان کا خوف نہیں۔ آپ صرف اس سنٹر تک پہنچ گئے اور سینئر سکالر بن گئے۔ مصنفہ کہتی ہیں کہ یہ معیار اور آزادی ان کے میاں کو بہت پسند آئی۔ وہ اس آزادی اور آسائش کی فراہمی پر بہت خوش تھے۔ آفیسر تو وہ پہلے ہی تھے۔ اب سکالر بھی بن گئے تھے۔ لائبریری سے استفادہ کی سہولت تھی، آرام دہ کمرہ موجود تھا جس میں تمام سہولیات موجود تھیں یعنی ٹائپ رائٹر، غسل خانہ، بہترین لائبریری وغیرہ۔

اہم خطوط بورڈ پیپرز (2011-19)

1۔ والد کے نام خط تفریحی مقام کی سیر کا حال

امتحانی مرکز
15۔ مئی 2021ء

السلام علیکم!　　　　پیارے ابا جان!

امید ہے کہ آپ، امی اور گھر میں باقی سب خیریت سے ہوں گے۔ میں یہ خط آپ کو گورنمنٹ کالج مری کے ہاسٹل سے لکھ رہا ہوں۔ اس وقت رات
کے دس بجے ہیں۔ ہم سب دوست ابھی ابھی مری کی سیر سے واپس آئے ہیں۔ باقی لوگ سونے کی تیاری کر رہے ہیں لیکن میں آپ کی خدمت میں یہ خط لکھ رہا
ہوں تا کہ آپ کو مری کے بارے میں اپنے تاثرات اور مشاہدات سے آگاہ کر سکوں۔
سب سے پہلے تو میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے مری کی سیر کی اجازت دی۔ یقین کیجئے یہ میری زندگی کا ایک نہایت خوشگوار تجربہ ہے۔ کہاں
اپنے شہر کی شدید گرمی اور حبس اور کہاں مری کے آسمان پر چھائے گہرے بادل اور ٹھنڈی ہوائیں۔ ہمارا ساہیوال سے پنڈی تک کا سفر اگرچہ اکتا دینے والا تھا
لیکن دوستوں کی گپ شپ اور ہنسی مذاق میں طے ہو گیا۔ راولپنڈی سے مری کی جانب روانہ ہوئے تو گرمی محسوس ہو رہی تھی مگر جونہی چڑھائی کا سفر شروع ہوا تو
موسم میں گرمی کی بجائے ٹھنڈک آگئی۔ بس چڑھائی چڑھتی اور خطرناک موڑ مڑتی ہوئی آہستہ آہستہ رینگ رہی تھی۔ کوئی تین گھنٹے کے سفر کے بعد ہم مری پہنچ
گئے۔ ہاسٹل میں سامان رکھا۔ کھانا کھایا اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہم سب مری کی سیر کو نکل پڑے۔ مری شہر کا بیشتر حصہ ایک مشرقی ڈھلوان پر آباد ہے۔
اس ڈھلوان پر تنگ تنگ مکانات اور گلیاں اس کے قدرتی حسن کو قدرے کم کر دیتی ہیں لیکن نواحی علاقے بڑے صاف ستھرے اور خوبصورت ہیں۔ ان میں
نتھیا گلی اور ہر جنس پورہ خاصی خوب صورت جگہیں ہیں۔ پنڈی پوائنٹ بھی قابل دید جگہ ہے۔ شام کو جناح روڈ پر لوگوں کا بے پناہ ہجوم ہوتا ہے۔ یہاں کی
دکانیں ملکی اور غیر ملکی سامان سے بھری ہوئی ہیں جن کے وہ منہ مانگے دام وصول کرتے ہیں۔
مری کی لمبی اور پیچ و خم کھاتی ہوئی سڑکوں پر پیدل چلنے میں بھی ایک عجیب لطف اور لذت محسوس ہوتی ہے۔ تھکن تو نام کو نہیں ہوتی۔ بس ذرا چڑھائی
چڑھتے وقت کچھ سانس پھولنے لگتا ہے۔ لیکن پھر ڈھلوان آجاتی ہے اور انسان ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگتا ہے۔ یہاں پانی کی بھی قلت ہے۔ پانی اچھا بھی نہیں
اور مہنگا بھی ہے البتہ قدرتی چشموں کا پانی ٹھنڈا اور میٹھا ہے لیکن ایسے چشمے بہت کم ہیں۔
اب میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔ مجھے نیند آرہی ہے۔ ہمارا ابھی یہاں ایک ہفتے تک رہنے کا ارادہ ہے۔ اس کے بعد ان شاءاللہ گھر آجاؤں گا۔
امی جان کی خدمت میں آداب۔ منی کو پیار۔

والسلام
آپ کا بیٹا
ا۔ ب۔ ج

2۔ والد / والدہ کو ہوسٹل کے شب و روز کے معمولات سے آگاہ کریں

امتحانی مرکز
14۔ مئی 2021ء

السلام علیکم!　　　　پیاری امی جان!

آپ کا خط ملا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہاسٹل میں میرے رہنے کے بارے میں آپ خاصی فکرمند رہتی ہیں۔ آپ کے خیال میں، میں یہاں اداس
رہتا ہوں۔ یہاں کی ناقص غذا اور میری صحت کے بارے میں آپ کو فکر لاحق ہے۔ یہ ساری باتیں مجھ سے آپ کی بے پناہ محبت کی بنا پر ہیں ورنہ یقین مانیے
یہاں کی صورتحال آپ کے خدشات کے بالکل برعکس ہے اور بڑی پرسکون اور پرلطف ہے۔
یہاں آنے سے پہلے ہاسٹل کی زندگی کے بارے میں میرے دل میں ایسے ہی خدشات اور شکوک و شبہات پائے جاتے تھے لیکن دو ہفتوں کے قیام
سے ہی میرے یہ خدشات دور ہو چکے ہیں یہ درست ہے کہ یہاں گھر کے افراد تو نہیں اور نہ ہی گھریلو ماحول دستیاب ہے لیکن اپنے ساتھی طلبہ کے ساتھ رہنا
ایک پرلطف اور انوکھا تجربہ ہے۔ ہاسٹل کی زندگی سے یہ تربیت ملتی ہے کہ کس طرح مختلف مزاج کے لوگوں کے ساتھ مل کر کیسے رہنا ہے۔ یہ بندے میں
برداشت اور خود اعتمادی پیدا کرتی ہے۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں عملی شرکت کی تربیت ملتی ہے۔
ہاسٹل میں بڑے ساتھی طلبہ اچھے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا رہن سہن اور انداز زندگی اچھا اور متاثر کن ہے۔ یہاں میں بہت کچھ سیکھ رہا ہوں پڑھائی
کے لئے بھی پرسکون ماحول میسر ہے۔ پڑھائی میں اگر کوئی مشکل آتی ہے تو میں اپنے ہم جماعتوں سے راہنمائی لے لیتا ہوں۔
اب رہی یہاں کی غذا تو سنیے ہمیں یہاں گھر جیسا کھانا ملتا ہے۔ میس کی نگرانی چند سینئر طلبہ کے سپرد ہے جو کھانے کے معاملے میں متوازن غذا اور
حفظان صحت کے اصولوں کا خیال رکھتے ہیں۔ یہاں کا کھانا ہوٹلوں کی طرح نہ تو تیز مرچ مصالحوں والا ہوتا ہے اور نہ ہی بے ذائقہ اور بد مزہ۔ روزانہ تازہ سبزی

بازار سے آتی ہے جسے پہلے اچھی طرح دھویا جاتا ہے اور گھر کے طریقوں پر ہی اسے پکایا جاتا ہے۔ ہفتے میں دو بار گوشت پکتا ہے اور قصائی یہاں سب کے سامنے جانور ذبح کرتے ہیں اور ہاسٹل کی ضرورت کے مطابق گوشت فراہم کر کے باقی لے جاتے ہیں۔

ہاسٹل میں قواعد وضوابط کی بڑی سختی سے پابندی کرائی جاتی ہے۔ کھانے پینے، سونے اور پڑھنے کے اوقات مقرر ہیں۔ اکیلے بازار جانے کی بھی اجازت نہ ہے۔ سپرنٹنڈنٹ سے اس کے لئے باقاعدہ اجازت لینی پڑتی ہے۔ آپ میرے بارے میں پریشان نہ رہا کریں کیونکہ مجھے یہاں گھر جیسا آرام میسر ہے۔ میں اپنا زیادہ تر وقت مطالعے میں صرف کرتا ہوں اور صبح سویرے ہاسٹل کے لان اور کالج کے گراؤنڈ میں ورزش کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ پابندی سے نماز ادا کرتا ہوں۔

میرا خیال ہے کہ اتنی تفصیلات کے بعد اب آپ کو میرے بارے میں پریشانی اور تشویش کی ضرورت نہ ہے۔ اس لئے آپ فکر مند رہنے کی بجائے دعا کرتی رہا کریں۔ آپ کی دعائیں میرے لئے سرمایہ ہیں۔

ابا جان کی خدمت میں سلام۔ ننھی اشعر کو پیار۔

والسلام

آپ کا پیارا بیٹا

ا۔ب۔ج

3۔ دوست کے نام خط بھائی کی شادی میں شرکت کی دعوت (2 مرتبہ)

امتحانی مرکز

26۔مئی 2021ء

پیارے دوست کامران!

السلام علیکم!

امید ہے کہ آپ بفضل خدا خیریت سے ہوں گے۔ پچھلے ہفتے نعیم سے ملاقات میں آپ کی خیریت دریافت کرلی تھی لیکن یہ خط میں آپ کی خیریت معلوم کرنے اور آپ کو اپنے بڑے بھائی کی شادی میں شرکت کرنے کی دعوت دینے کے لئے تحریر کررہا ہوں۔ پیارے دوست جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ بھائی صاحب سعودی عرب میں ملازمت کرتے ہیں اور وہ اگلے ہفتے یہاں چند دن کی چھٹیوں پر آ رہے ہیں۔ اس لئے ابا جان نے اچانک ان کی شادی کا پروگرام تشکیل دے دیا ہے اس لئے آپ کو اس خط کے ذریعے ہی دعوت اور اطلاع دے رہا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس خوشی کے موقع پر ہمارے ہمراہ ہوں گے اور اپنی تمام تر مصروفیات کو ترک کر کے یہاں حاضر ہوں گے۔

میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ خط پہنچتے ہی آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں گے کیونکہ ابا جان بیمار رہتے ہیں اور میں اکیلا اتنے زیادہ انتظامات نہیں کرسکتا۔ تم میرے دوست ہی نہیں بھائی بھی ہو۔ اس لئے تم ضرور اس معاملے میں میرا ساتھ دو گے۔ تمہیں تو پتہ ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر کتنے کام ہوتے ہیں۔ اکیلا بندہ کچھ نہیں کرسکتا اور تمہیں ویسے بھی تجربہ ہے کیونکہ تم اپنی دو بہنوں اور ایک بھائی کی شادی کے فنکشن کروا چکے ہو۔ اس لئے میری مدد کے لئے جلد از جلد تشریف لے آنا تاکہ دونوں مل کر انتظامات کو مکمل کرسکیں۔ میں دعوتی کارڈ بھی چھپوا رہا ہوں وہ بھی دو تین روز تک آپ کو مل جائے گا۔ یہ شادی 7 جون کو ہونا قرار پائی ہے۔ بارات لاہور جانا ہے اور تمہیں بارات کے ساتھ لاہور بھی جانا ہے۔ اس لئے پورے ہفتے کی اجازت والدین سے لے کر آنا اور اپنی چھوٹی بہن کو بھی ساتھ لاہور جانا ہے۔ وہ میری بہن کی سہیلی ہے۔ وہ اسے بہت یاد کرتی ہے۔ امید ہے کہ آپ میری دعوت رد نہیں کریں گے اور ضرور تشریف لائیں گے۔ تمام پڑھنے سننے والوں کو سلام۔

والسلام

آپ کا مخلص دوست

ا۔ب۔ج

4۔ اخبار کے ایڈیٹر کے نام خط معاشرے میں بڑھتے جرائم / ملک میں لاقانونیت، افراتفری اور امن وامان کی صورتحال پر تشویش کا اظہار کیجئے اور چند تجاویز دیں (2 مرتبہ)

امتحانی مرکز

25۔مئی 2021ء

محترم جناب ایڈیٹر، روزنامہ ''جنگ'' لاہور!

السلام علیکم!

میں آپ کے موقر جریدے کی وساطت سے حکام بالا کی توجہ معاشرے میں بڑھتے ہوئے جرائم اور ملک میں امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتحال کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ میری گزارشات کو ''ایڈیٹر کے نام خطوط'' میں مناسب جگہ دے کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

یہ بات اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ ہمارے معاشرے میں آئے دن دہشت گردی، قتل وغارت، لوٹ مار، ڈاکہ زنی اور دیگر جرائم میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ قومی اخبارات کے صفحات اس قسم کی سنگین خبروں سے بھرے ہوتے ہیں۔ بسوں، ویگنوں اور ٹرینوں میں بم دھماکے ہو رہے ہیں۔ دہشت

گردی کی ان وارداتوں سے اب تو مقدس مذہبی مقامات اور عبادت گاہیں بھی محفوظ نہیں رہیں۔ قومی شاہراہوں پر لوٹ مار اور ڈکیتی کی وارداتیں عام ہو رہی
ہیں۔ جن میں ڈاکو نئے نئے طریقے اور انداز اختیار کرتے ہیں۔ بڑوں اور خصوصاً بچوں کو اغوا کر کے تاوان وصول کیا جاتا ہے۔ چوروں اور ڈاکوؤں کے منظم
گروہ دن دیہاڑے گھروں میں خواتین کو لوٹتے ہیں۔ گھروں کے اندر اور باہر کسی کی عزت محفوظ نہیں۔ دہشت گرد جب اور جہاں چاہتے ہیں اپنے عزائم میں
کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ان سے سرکاری اہلکار اور قانون نافذ کرنے والے ادارے اور ان کے اہلکار بھی محفوظ نہیں۔ سکولوں اور مساجد کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔
اس صورتحال میں بے چارے عوام بے اطمینانی، بے سکونی اور عدم تحفظ کی فضا میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ جو فرد گھر سے نکلتا ہے اس کی امید نہیں ہوتی کہ
وہ صحیح وسلامت گھر کو لوٹ سکے گا۔

اس صورتحال کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ پولیس جس کا کام ہی عوام کی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کرنا ہے۔ وہ جرائم پیشہ افراد، دہشت
گردوں کے لئے خوف اور ڈر کی علامت ہونے کی بجائے الٹا شریف شہریوں کے لئے دہشت کی علامت بن چکی ہے۔ دہشت گردوں کا آسان ٹارگٹ بن
چکی ہے۔ پولیس ہمیشہ موقع واردات پر وقوعہ کے بعد پہنچتی ہے۔ اول تو اصل مجرم بہت کم پکڑے جاتے ہیں لیکن جو پکڑے جاتے ہیں وہ مختلف وجوہات کی بنا پر
بہت کم اپنے کیے کی سزا پاتے ہیں بعض بڑے بڑے سیاسی راہنما اور بعض اوقات خود پولیس اہلکار جرائم پیشہ افراد کی سرپرستی کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں
بھلا اصلاح احوال کی کوئی صورت کس طرح نکالی جا سکتی ہے؟

میرے خیال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت سب سے پہلے ملک میں ایسے اقدامات کرے کہ تعلیم عام ہو۔ پڑھے لکھے لوگ یقیناً اپنے حقوق و
فرائض سے پوری طرح آگاہ ہوں گے اور انھیں پورا کرنے کی کوشش بھی کریں گے۔ حکومت ملک میں قانون اور انصاف کی بالادستی قائم کرے اور اس معاملے
میں کسی چھوٹے بڑے، امیر غریب، طاقتور یہاں تک کہ برسراقتدار لوگوں کا بھی لحاظ نہ کیا جائے۔ خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کسی مجرم سے اس لئے چشم
پوشی کی جاتی ہے کہ وہ معاشرے کا بڑا آدمی ہے۔ ملک سے دہشت گردی کے اسباب تلاش کئے جائیں اور ان کا تدارک کیا جائے۔ دہشت گردی ختم ہو جائے
گی۔ اس کے علاوہ پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کو حالات کے مطابق جدید خطوط پر ڈھالا جائے۔ انھیں جدید ہتھیاروں اور آلات سے لیس
کیا جائے غلط کام پر ان کا احتساب کیا جائے۔ ان اداروں کے ملازمین کی تنخواہوں میں خاطر خواہ اضافہ کیا جائے تاکہ وہ بددیانتی اور رشوت کے بارے میں
سوچ بھی نہ سکیں اپنے فرائض دیانتداری اور لگن سے نبھائیں۔

امید ہے کہ متعلقہ حکام میری ان تجاویز پر سنجیدگی سے غور فرمائیں گے۔

والسلام

آپ کا مخلص

ا۔ب۔ج

5۔ دوست کے نام خط گرمیوں کی چھٹیاں گاؤں میں گزارنے کی دعوت

امتحانی مرکز

5۔مئی 2021ء

السلام علیکم!

پیارے دوست عامر!

امید ہے کہ بفضل خدا مزاج بخیر ہوں گے۔ میرے دوست میٹرک کے امتحانات کے بعد تو آپ نے کوئی رابطہ کیا اور نہ پلٹ کر ہماری خبر لی یہ ٹھیک ہے
کہ زیادہ نمبروں کی بنا پر آپ کو گورنمنٹ کالج میں داخلہ مل گیا اور آپ نے رہائش ہی شہر میں اختیار کر لی ہے۔ لیکن کیا کوئی شہر میں جا کر دوستوں کو بھول جاتا ہے
کیا؟ سنا ہے اگلے ماہ آپ کو گرمیوں کی چھٹیاں ہو رہی ہیں اور آپ ان چھٹیوں میں اپنے چچا کے ہاں کراچی جا رہے ہو۔ آپ کا وہ پروگرام اپنی جگہ درست ہے
لیکن میرے دوست! کبھی شہر کی معروف ترین زندگی سے نکل کر فطرت کے حسن کا نظارہ بھی کر لیا کرو۔ تمہیں خدا یاد آ جائے گا اور تم شہر کی رنگینیوں کو بھول جاؤ
گے۔ تم کراچی ضرور چلے جانا لیکن میری آپ سے عرض ہے کہ کچھ دنوں کے لئے ہمارے ہاں گاؤں میں آ کر رہو۔ اس سے ماحول بھی بدل جائے گا اور سیر
و تفریح کا موقع بھی مل جائے گا۔ ہم دونوں کو اکٹھے بیٹھ کر گپ شپ لگائے کافی دن ہو گئے ہیں۔ میری یہ حسرت بھی پوری ہو جائے گی۔ مجھے یقین ہے جب تم
گاؤں آؤ گے تو تم یہاں کے قدرتی حسن سے خوب لطف اندوز ہو گے اور ہو سکتا ہے تم کراچی جانے کا ارادہ ترک کر دو۔
میرے دوست، جیسا کہ تم جانتے ہو۔ میرا گاؤں دریائے راوی کے کنارے پر واقع ہے۔ یہاں ہر طرف ہرے بھرے کھیت، وسیع و عریض میدان،
صاف اور نکھری ہوئی فضا شور اور آلودگی سے پاک ماحول اور پھر راوی کا کنارہ، دریا سے آنے والے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے، کشتی رانی کے مزے، مچھلی کا شکار،
تازہ سبزیاں اور پھل ایسی چیزیں ہیں جو تمہیں یقیناً پسند آئیں گی۔ آنے کے لئے ابو اور امی سے اجازت لے کر جلد از جلد مجھے اطلاع دو۔ میں تمہارا انتظار
کروں گا اور آنے سے پہلے فون پر اطلاع دے دینا تاکہ میں تمہیں بس سٹاپ سے لے لوں۔ مجھے امید ہے تم میری اس درخواست کو رد نہیں کرو گے اور انکل
، آنٹی بھی انکار نہیں کریں گے۔ میری طرف سے تمام گھر والوں کو سلام اور چھوٹوں کو پیار۔

والسلام

تمہارا دوست

ا۔ب۔ج

6۔ دوست کے نام خط لکھ کر گھریلو معاشی مسائل سے آگاہ کریں

امتحانی مرکز

10 جنوری 2021ء

پیارے دوست حامد!

السلام علیکم!

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ پڑھ کر حالات سے آگاہی ہوئی۔ اس خط میں آپ نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں ایف ایس سی کے بعد کیا ارادے رکھتا ہوں۔ کس کالج یا یونیورسٹی میں داخلے کا خواہش مند ہوں؟ تو سنو میرے دوست! اگرچہ مجھے امید ہے کہ میں ایف ایس سی میں انتہائی اچھے نمبروں سے کامیاب ہو جاؤں گا لیکن میرے گھریلو حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ میں آگے تعلیم جاری رکھ سکوں۔ اس لئے میں نے رزلٹ کا انتظار کئے بغیر ہی ایک دکان پر ملازمت شروع کر دی ہے تا کہ اپنے گھر والوں کو مالی معاونت فراہم کر سکوں۔ تم تو جانتے ہو کہ میرے والد ایک غریب کسان ہیں جن کے پاس صرف دو ایکڑ زمین ہے اور گھر کے تمام اخراجات، لین دین اور ہم تین بہن بھائیوں کے تعلیمی اخراجات بھی وہ اسی آمدنی سے کرتے تھے اور بدقسمتی سے پچھلے دو سال سے فصل اچھی نہیں ہوئی۔ آمدن کے بجائے قرض سر پر چڑھ گئے ہیں۔ اس سال رہی سہی کسر سیلاب نے پوری کر دی ہے اور اب تو سر تا پا قرض میں ڈوب گئے ہیں وہ میرے تعلیمی اخراجات ادا کریں، گھر کے اخراجات پورے کریں یا قرض اتاریں۔ اس لئے انھوں نے میری پڑھائی ملتوی کر کے کام پر لگا دیا ہے تاکہ میں ان کا ہاتھ بٹا سکوں۔ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس مشکل وقت میں ہماری مدد کرے اور قرض کے بوجھ سے نجات دے تاکہ ہمارے مسائل کم ہو سکیں۔ اگر سال بھر کی نوکری اور محنت سے مالی مسائل کم ہو گئے تو کسی سرکاری کالج میں داخلہ لے سکوں گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر پرائیوٹ طور پر بی۔ اے کا امتحان دوں گا۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ آپ کا خط لکھنے کا شکریہ۔ گھر میں تمام لوگوں کو دعا وسلام

والسلام

آپ کا دوست

ا۔ب۔ج

7۔ بہن کے نام خط: والدہ کی بیماری پر اپنی پریشانی کا اظہار کریں

امتحانی مرکز

5 دسمبر 2021

پیاری آپی!

السلام علیکم!

کل ہمارے گاؤں کے لڑکے نوید سے (جو میرا کلاس فیلو بھی ہے) کالج کی کنٹین پر ملاقات ہوئی اور اس نے بتایا کہ تمہاری امی بہت بیمار ہے اور گاؤں کے ہاسپٹل میں داخل ہے۔ اس وقت سے لے کر اب تک بے چین اور بے قرار ہوں۔ میں رات بھر سو نہیں سکا اس لئے صبح سویرے اٹھ کر خط لکھ رہا ہوں تا کہ صحیح حالات کا علم ہو سکے۔ براہ مہربانی خط کا جواب جلد دینا تا کہ میری پریشانی کچھ کم ہو سکے۔ باجی! آپ کو تو علم ہے کہ امی اپنی صحت کا خیال نہیں رکھتی۔ آپ وہاں ہیں اس لئے ان کے کھانے پینے اور آرام کا خیال رکھئے گا۔ ابا جان کام کاج میں مصروف رہتے ہیں اس لئے آپ انھیں دوائیاں بھی باقاعدگی سے کھلانا تا کہ وہ جلد صحت یاب ہو سکیں۔ دو تین دن تک دیکھ لیں اگر انھیں گاؤں کے ہاسپٹل سے افاقہ نہیں ہوتا تو ابا جان سے کہیں کہ اپنی تمام تر مصروفیات ترک کر کے انھیں شہر لے آئیں تا کہ یہاں انھیں کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھایا جا سکے۔ اس کے علاوہ انھیں سردی سے بھی بچائیں تا کہ وہ بخار سے محفوظ رہ سکیں۔ بلڈ پریشر اور شوگر باقاعدگی سے چیک کروا کے ان کو دوائیاں دیں تا کہ ان کا بلڈ پریشر کنٹرول کیا جا سکے۔ میرے دسمبر ٹیسٹ ہو رہے ہیں اس لئے میں ابھی نہیں آ سکتا اس ماہ کی بیس تاریخ تک یہ ٹیسٹ ختم ہو جائیں گے اور اس کے بعد میں گھر آؤں گا۔ اس وقت تک آپ ان کی خدمت کریں اور اس کے بعد یہ ذمہ داری میں لے لوں گا۔ دوا کے ساتھ ساتھ امی کی خوراک کا بھی خیال رکھیں۔ وہ انتہائی لاغر اور کمزور ہیں۔ انھیں جوس اور دودھ باقاعدگی سے پلائیں تا کہ ان کی کمزوری دور ہو سکے۔ اس کے علاوہ ان کی موجودہ صورتحال سے مجھے فوری آگاہ کریں تا کہ میری تشویش اور پریشانی کم ہو سکے۔ میری طرف سے امی اور ابو کو سلام عرض کرنا۔

والسلام

آپ کا بھائی

ا۔ب۔ج

8۔ والد کے نام خط: امتحان میں ناکامی کی وجوہات تحریر کریں (2 مرتبہ)

امتحانی مرکز
25۔ دسمبر 2021ء

پیارے ابا جان!

السلام علیکم!

آپ کا خیریت نامہ ملا۔ پڑھ کر حالات سے آگاہی ہوئی۔ اس خط میں آپ نے میرے فرسٹ ائیر کے برے رزلٹ پر انتہائی خفگی اور ناراضی کا اظہار کیا ہے۔ آپ کی ناراضگی اور غصہ اپنی جگہ بجا ہے لیکن فسٹ ائیر میں فزکس اور کیمسٹری میں کمپارٹ آنے میں میرا قصور اور غلطی نہیں ہے۔ میں نے اپنی طرف سے بھرپور محنت اور کوشش کی ہے اور پڑھائی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ لیکن جب امتحانات قریب آئے تو میری طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ ہاسٹل کے غیر متوازن کھانے کھانے کی وجہ سے میرا پیٹ خراب ہوگیا تھا۔ فزکس اور کیمسٹری کے پیپرز کے دنوں میں مجھے قے اور دست لگے ہوئے تھے۔ اس لئے میں ان کی صحیح تیاری اور دہرائی نہ کر سکا۔ حتیٰ کہ کیمسٹری کے پیپر کے دوران کمرا امتحان میں ہی مجھے دوبارہ قے آگئی تھی اور میں پیپر صحیح طور پر حل نہ کر پایا تھا۔ اس کے علاوہ میرے پاس فنڈز کی کمی تھی اس لئے میں امتحان سے تین ماہ قبل سے ٹیوشن پڑھنا چھوڑ دی تھی۔ اس لئے میری ان مضامین کی تیاری بھی صحیح اور مناسب نہ ہو سکی تھی۔ شاید اسی لئے میری ان مضامین میں کمپارٹ آگئی۔ علاوہ ازیں مجھے چند دوستوں کی وساطت سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اس دفعہ پرچوں کی جانچ پڑتال (مارکنگ) صحیح نہیں کی گئی اور کالج کے زیادہ تر طلبہ جن میں ذہین اور سارا سال اچھے اچھے پروفیسروں سے ٹیوشن پڑھنے والے بھی ہیں، فیل ہوگئے ہیں۔

ابا جان! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں سیکنڈ ائیر کے ساتھ ساتھ ان دو مضامین کی تیاری بھی کر رہا ہوں اور ان کی ٹیوشن بھی لے رکھی ہے۔ اس کے علاوہ سابقہ پانچ سالہ پیپرز بھی لے لئے ہیں اور ان سے تیاری کر رہا ہوں۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ نہ صرف میں فرسٹ ائیر پاس کرلوں گا بلکہ مجموعی طور پر انٹرمیڈیٹ میں بھی اچھے نمبر لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ آپ سے میرے گزارش ہے کہ آپ میری سابقہ کوتاہیوں کو معاف کردیں اور میری کامیابی کے لئے دعائیں کرتے رہا کریں کیونکہ مجھے محنت کے علاوہ آپ کی دعاؤں کی بھی اشد ضرورت ہے۔ میں یہاں بالکل ٹھیک ہوں اور پڑھائی میں مصروفیت کی بناء پر میں اب دسمبر کی چھٹیوں میں ہی گھر آؤں گا۔

والسلام
آپ کا پیارا بیٹا
ا۔ب۔ج

9۔ دوست کے نام خط: انٹرمیڈیٹ کی اہمیت بیان کریں

امتحانی مرکز
15۔ اگست 2021ء

پیارے دوست بلال!

السلام علیکم!

کل جب میں کالج کے آفس میں ایف ایس سی کے داخلے فارم جمع کرانے گیا تو وہاں حمزہ سے ملاقات ہوئی۔ اس کی زبانی معلوم ہوا کہ تم انٹرمیڈیٹ (ایف ایس سی) میں داخلہ نہیں لے رہے اور ٹیکنالوجی کالج میں الیکٹریکل کے ڈپلومہ کے لئے داخلہ فارم جمع کروا گئے ہو۔ یہ سن کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور پریشانی بھی کہ تم جیسے ذہین اور ہونہار طلبہ بھی ایف ایس سی کو مشکل سمجھتے ہیں اور اس میں داخلہ لینے سے کتراتے ہیں۔ میرے بھائی! ڈپلومے کی اہمیت اپنی جگہ لیکن جو اہمیت انٹرمیڈیٹ کی ہے۔ وہ ڈپلومہ کی نہیں۔ ایف ایس سی میں آگے بہت سے شعبے اور میدان ہیں جن میں آگے پڑھا جا سکتا ہے اور تعلیمی میدان میں ترقی کے بہترین مواقع مل سکتے ہیں جبکہ ڈپلومہ کے بعد اکثر طلبہ روزگار کی تلاش میں پڑ جاتے ہیں اور اعلیٰ تعلیم کی طرف نہیں جاتے جبکہ اچھی اور اعلیٰ ملازمت اعلیٰ تعلیمی اسناد اور صحیح اور موزوں کورسز یا مضامین کی صورت مل سکتی ہے۔ ڈپلومے سے زیادہ سے زیادہ چھوٹی موٹی نوکری مل جائے گی یا کوئی کاروبار یا دکان وغیرہ کھول سکتے ہو۔ جبکہ انٹرمیڈیٹ (ایف ایس سی) کے بعد اگر آپ نے ڈاکٹر بننا ہو تو اس شعبے میں جا سکتے ہو۔ اگر انٹرمیڈیٹ (پری انجینئرنگ) ہو تو آپ اسے پاس کرنے کے بعد انجینئرنگ میں بی ٹیک یا بی ایس سی بھی کر سکتے ہیں۔ ویسے بھی ایف ایس سی (انٹرمیڈیٹ) کا کورس صرف دو سال کا ہے جبکہ ڈپلومہ تین سال کا۔ ڈپلومہ تین سال کا ہونے کے باوجود ایف ایس سی کے برابر ہے۔ یوں اس میں ایک سال زیادہ لگتا ہے۔ انٹرمیڈیٹ میں انجینئرنگ اور میڈیکل کے علاوہ کامرس اور کمپیوٹر کے شعبے بھی ہیں اور آج کل ان دونوں شعبوں کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ انٹرمیڈیٹ کروانے والے کالجز کی تعداد بھی زیادہ ہے جبکہ ڈپلومہ کروانے والے کالجز کی تعداد کم ہے۔ اس لئے انٹرمیڈیٹ میں داخلہ بھی آسانی سے مل جاتا ہے۔ انٹرمیڈیٹ میں شامل اور پاس ہونے والے طلبہ کی تعداد دوسروں کی نسبت زیادہ ہے۔ اس لئے میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ اب بھی وقت ہے کہ ایف ایس سی (انٹرمیڈیٹ) میں داخلہ لے لو اور ڈپلومہ کا ارادہ ترک کردو۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری اس تجویز کو رد نہیں کریں گے اور صرف دوستوں کی باتوں میں آکر ڈپلومہ میں داخلہ نہیں لیں گے بلکہ انٹرمیڈیٹ کے سکوپ اور اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس میں داخلے کا ارادہ کرلیں گے۔

میری طرف سے تمام گھر والوں کو سلام و دعا

والسلام

آپ کا دوست

ا۔ب۔ج

10۔ والد کے نام خط اپنی تعلیمی / صحت کی حالت بیان کریں (2 مرتبہ)

امتحانی مرکز

10۔ اکتوبر 2021ء

پیارے ابا جان!

السلام علیکم!

آپ کا خط ملا۔ پڑھ کر حالات سے آگاہی ہوئی۔ اس خط میں آپ نے میری صحت اور تعلیم کے بارے میں دریافت کیا ہے۔ اللہ کے فضل اور آپ کی دعاؤں سے اب میری صحت بالکل ٹھیک ہے بس ذرا سی کمزوری ہے وہ بھی چند دنوں میں دور ہو جائے گی۔ کیونکہ میں آپ کی ہدایت کے مطابق روزانہ ایک گلاس جوس اور شام کو ایک گلاس دودھ کا پی رہا ہوں اور دوا بھی باقاعدگی سے لے رہا ہوں۔ اب صحت بہتر ہوگئی ہے تو پڑھائی میں بھی دل لگ رہا ہے اور ٹیسٹ سیشن میں میرے نتائج بہتر آ رہے ہیں۔ پہلے ٹیسٹ کی نسبت اس میں نمبر زیادہ آئے ہیں۔ پہلے ٹیسٹ میں فزکس اور میتھ میں بمشکل پاس ہوا تھا لیکن اس بار تمام مضامین میں ساٹھ فیصد سے زیادہ نمبر آئے ہیں۔ لیکن ابا جان! یہ نمبر بھی انتہائی کم ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں تمام مضامین میں 90 فیصد سے زیادہ نمبر حاصل کروں اور بورڈ میں بھی پوزیشن حاصل کروں تاکہ آپ کا، اپنے کالج اور اپنا نام روشن کرسکوں۔ اس ہدف کو حاصل کرنے کے لئے میں نے ابھی سے محنت کرنا شروع کر دی ہے اور اپنی تعلیمی کمی کو پورا کرنے کے لئے مختلف اساتذہ کے پاس ٹیوشن بھی پڑھ رہا ہوں۔ آپ میرے کم نمبروں سے پریشان ہوکر دل برداشتہ نہ ہوں میں ان شاء اللہ آپ سے کیا ہوا وعدہ پورا کروں گا اور آپ کی امیدوں پر پورا اتروں گا۔ آپ بس میری صحت یابی کے لیے دعا کرتے رہا کریں۔ اس کے علاوہ میری کامیابی اور ارادوں کی تکمیل کے لئے بھی دعا کرتے رہا کریں۔ مجھے آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اب آپ سے اجازت چاہتا ہوں کل ٹیسٹ کی تیاری کرنا ہے۔ میری طرف سے امی جان اور تمام اہل خانہ کو سلام۔

والسلام

آپ کا بیٹا

ا۔ب۔ج

11۔ اخبار کے ایڈیٹر کے نام خط: لوڈ شیڈنگ / بجلی کی بار بار بندش کے مسئلے پر بات کریں

امتحانی مرکز

20۔ مئی 2021ء

محترم جناب ایڈیٹر، روزنامہ ''جنگ'' لاہور!

السلام علیکم!

میں آپ کے موقر اخبار کی وساطت سے حکام بالا کی توجہ ملک کے انتہائی اہم مسئلے لوڈ شیڈنگ اور توانائی کے بحران کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ امید ہے آپ میری گزارشات کو ''ایڈیٹر کی ڈاک'' کے صفحہ میں مناسب جگہ دیں گے اور اسے شائع کرکے شکریہ کا موقع دیں گے۔

جناب! یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ ملک میں بجلی کا بحران کس قدر ہے اور روز بروز اس کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ بجلی اس عشرے کا انتہائی اہم اور سنگین مسئلہ بن چکا ہے۔ حکومت اس معاملے میں سوائے وعدوں کے کچھ کرتی نظر نہیں آتی۔ ملک میں لوڈ شیڈنگ اس قدر بڑھ چکی ہے کہ زندگی اجیرن ہو چکی ہے۔ اتنی شدید گرمی میں شہری علاقوں میں 14 گھنٹے اور دیہاتی علاقوں میں 18 گھنٹے تک بجلی بند رہتی ہے اور جو آٹھ دس گھنٹے ہوتی ہے وہ بھی اس طرح سے کہ دس منٹ آتی ہے تو بیس منٹ بند رہتی ہے۔ اس طرح بجلی کی بار بار بندش سے نہ صرف کاروبار زندگی مفلوج ہوکر رہ گیا ہے بلکہ صنعتیں بھی شدید متاثر ہو رہی ہیں۔ کئی فیکٹریاں اور کارخانے بند ہو رہے ہیں بلکہ کئی کمپنیاں تو اپنی مشینری اور کاروبار دوسرے ممالک شفٹ کر رہی ہیں۔ اس قدر لوڈ شیڈنگ اور بجلی کی بندش نے نہ صرف گھریلو زندگی مشکل بنا دی ہے بلکہ دکاندار، ورکشاپس اور ہنر مندی کے حامل افراد کے کاروبار اور کام کاج شدید متاثر ہو رہے ہیں۔ بعض اوقات تو صورتحال یہ ہوتی ہے کہ گھر میں پینے کے لئے بھی پانی ایک قطرہ تک دستیاب نہیں ہوتا۔

میں اس اخبار کے توسط سے واپڈا احکام اور حکام بالا کی توجہ اس سنگین مسئلے کی طرف مبذول کروا رہا ہوں تاکہ وہ اس مسئلے کا کوئی حل کرسکیں اور عوام کے مسائل و مصائب میں کچھ کمی آسکے۔ میں اپنی ناقص رائے کے ساتھ اس مسئلے کے حل کے لئے کچھ تجاویز پیش کر رہا ہوں۔ انھیں ضرور شائع کیجئے گا۔ شاید ان سے حکام بالا کو کچھ رہنمائی مل جائے اور بجلی کا بحران کنٹرول کرنے میں کچھ مدد مل سکے۔

1۔ حکومت کرائے کے بجلی گھروں پر انحصار کرنے کی بجائے اپنے وسائل سے بجلی پیدا کرے۔

2۔ سٹریٹ لائٹس کو سولر انرجی پر منتقل کیا جائے۔

3۔ مارکیٹیں اور بازار رات دس بجے کے بعد بند کرائی جائیں۔

4۔ سرکاری اداروں اور دفاتر میں سولر پینل کے ذریعے بجلی فراہم کی جائے تاکہ واپڈا بجلی پر بوجھ کم پڑے اور وہ گھریلو صارفین اور صنعتوں کو بلاتعطل فراہم کی جاسکے۔

5۔ بجلی کی پیداوار کے لئے کسی ایک ذریعہ پر انحصار نہ کیا جائے بلکہ پانی، شمسی، گیس، کوئلہ اور ونڈ پاور غرضیکہ ہر طرح کے ذرائع استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ بجلی پیدا کی جائے۔

6۔ حکومت بجلی کے منصوبوں کی کڑی نگرانی کرے اور زیر تکمیل وتعمیر منصوبوں کی جلد از جلد تکمیل کروا کے اس کی پیداوار کو نیشنل گرڈ میں شامل کیا جائے نیز نئے ڈیم اور بجلی گھر تعمیر کئے جائیں تاکہ طلب ورسد کو متوازن کیا جاسکے۔

میرے خیال میں ان تجاویز پر عملدرآمد سے بجلی کے بحران پر قابو پانے میں مدد مل سکتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ میری یہ گزارشات حکام بالا تک ضرور پہنچائیں گے اور مجھے شکریہ کا موقع دیں گے۔

والسلام

آپ کا مخلص

ا۔ب۔ج

12۔ اخبار کے ایڈیٹر کے نام خط: مہنگائی کے مسئلے پر بات کریں (2 مرتبہ)

امتحانی مرکز

20۔ مئی 2021ء

محترم جناب مدیر، روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور!

السلام علیکم!

میں آپ کے موقر روزنامہ کی وساطت سے حکام بالا کی توجہ مہنگائی کے مسئلے پر مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اس وقت مہنگائی نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ امیر کیا غریب ہر ایک دہائی دے رہا ہے کہ دکاندار ہر چیز کی قیمت دوگنا وصول کر رہے ہیں۔ مارکیٹ ریٹ کمپنی ریٹ ان کے لئے کچھ معانی نہیں رکھتے۔ وہ ہر چیز کی قیمت اپنی مرضی سے وصول کر رہے ہیں۔ اگر کوئی گاہک ان سے اس بارے سوال کرتا ہے کہ بھائی ریٹ کیوں بڑھا دیئے ہیں تو کچھ دکاندار کہتے ہیں جی مال شارٹ ہوگیا ہے، مال بلیک میں مل رہا ہے چونکہ ہمیں مال مہنگا ملتا ہے اس لئے ہم بھی مہنگائی پر مجبور ہیں جبکہ کچھ دکاندار یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ بجٹ آرہا ہے، حکومت نئے ٹیکس لگانے والی ہے، چیزوں کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اس لئے بیوپاریوں اور بروکروں نے ان کی قیمتوں میں قبل از وقت ہی اضافہ کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں دکاندار کیا کہہ سکتے ہیں۔ کچھ دکاندار تو گاہک کی بات تک نہیں سنتے۔ وہ کہتے ہیں چیز لینی ہے تو ٹھیک ورنہ چلتے بنیں۔

جناب! مہنگائی آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہے اور ان دکانداروں، بروکروں اور تاجروں کو کوئی پوچھنے والا نہیں جبکہ حکومت مسلسل یہ راگ الاپ رہی ہے کہ کسی چیز کی قیمت نہیں بڑھے گی اور عوام کو ریلیف دیا جائے گا۔ حکومت کے نمائندے مارکیٹ چیک کرتے ہیں۔ ریٹ لسٹ دیکھتے ہیں اور کسی ایک آدھ کو زیادہ قیمت پر فروخت کرنے کی بناء پر پکڑتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارا فرض پورا ہوگیا۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے دکانداروں نے ریٹ لسٹیں تو حکومت کے دیئے گئے ریٹ کی آویزاں کی ہوئی ہیں جبکہ بیچتے وقت ان کا موقف ہوتا ہے کہ جی! اب ریٹ بڑھ گیا ہے۔ حکومت کی پرائس کنٹرول کمیٹیاں برائے نام ہیں۔ ان کمیٹیوں کے اہل کار دکانداروں سے اپنا حصہ وصول کر کے خاموش بیٹھ جاتے ہیں اور فرضی کاروائیاں کر کے حکومت کو مطمئن کرتے رہتے ہیں۔

جبکہ مہنگائی اس قدر بڑھ گئی کہ غربا کے لئے دو وقت کی روٹی پورا کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ انھیں ایک دن کی جو مزدوری ملتی ہے اس سے تو ایک وقت کے کھانے کا صحیح بندوبست نہیں ہو پاتا۔ اس طرح ملازم پیشہ افراد بھی مہنگائی کے اس طوفان کی زد میں ہیں ہر سال ان کی اتنی تنخواہیں نہیں بڑھتیں جتنی کہ قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ تنخواہ دس فیصد بڑھتی ہے تو مہنگائی میں پچاس فیصد اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح ملازم پیشہ افراد بھی کبھی آسودہ نہیں ہو پاتے۔

جناب! اس مہنگائی میں صرف دکانداروں، بیوپاروں، بروکروں یا صنعتکاروں کا قصور نہیں ہے۔ حکومت بھی اس میں برابر کی شریک ہے۔ حکومت نے سیلز ٹیکس، انکم ٹیکس ود ہولڈنگ ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی، ریگولیٹری ڈیوٹی کے نام پر جو بوجھ صنعتکاروں، درآمد کنندگان تاجروں اور دکانداروں پر ڈال رکھا ہے وہ بوجھ آگے عوام اور خریداروں پر ڈال دیا جاتا ہے۔ اس طرح اس کا اثر نہ حکومت پر پڑتا ہے نہ صنعتکاروں، تاجروں اور دکانداروں پر بلکہ اس ظلم کا شکار صرف اور صرف عوام ہوتے ہیں۔

اس اخبار کی وساطت سے حکومت، صنعتکاروں، تاجروں اور دکانداروں کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ وہ صرف اپنا، اپنے کاروبار یا منافع کا خیال نہ رکھیں بلکہ غریب عوام کا بھی خیال کریں جن کی زندگی اس مہنگائی نے اجیرن کر دی ہے۔ انھیں زندہ رہنے کا حق ہے انھیں یہ حق دیا جائے۔ سچ پوچھیں تو اس وقت ہمارے ملک میں قتل و غارت اور چوری ڈکیتی کی وارداتوں کے بڑھنے کا سبب یہ مہنگائی بھی ہے۔ غریب لوگ جب پیٹ پالنے کے لئے محنت کرتے ہیں تب بھی ان کا کچھ نہیں بن پاتا تو وہ غلط راستوں پر نکل جاتے ہیں اور غلط طریقوں سے دولت کمانے کے چکر میں پورے معاشرے کی زندگیوں کو اجیرن کر دیتے ہیں۔

حکومت سے گزارش ہے کہ اس بجٹ میں عوام کو ریلیف دیا جائے۔ نئے ٹیکس نہ لگائے جائیں اور غریبوں کے معاشی وسائل کا بھرپور بندوبست کیا جائے تاکہ عوام ان سے خوش ہو کر آئندہ کے لئے بھی ان کا انتخاب کرنے کا ارادہ کرلیں۔

مجھے امید ہے کہ آپ میری یہ گزارشات ضرور شائع کریں گے اور انہیں "ایڈیٹر کی ڈاک" کے صفحے میں نمایاں مقام پر جگہ دیں گے تاکہ عوامی سطح کے اس سنگین مسئلے پر حکومت غور کر سکے اور قابل عمل اقدامات کا اعلان کر کے اس مسئلے پر قابو پا سکے۔

والسلام

آپ کا مخلص

ا۔ب۔ج

13۔ چھوٹے بھائی کے نام خط۔ بُرے دوستوں کی صحبت سے بچنے اور پڑھائی پر توجہ کی تلقین / بری سوسائٹی سے بچنے کی تلقین　(4 مرتبہ)

امتحانی مرکز

15۔مئی 2021ء

پیارے آصف!

السلام علیکم!

سلامت رہو۔ ابھی ابھی امی جان کا خط ملا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ تم ٹیسٹ میں بُری طرح ناکام رہے ہو۔ مجھے یہ پڑھ کر دکھ ہوا۔ تم ایک ذہین طالبعلم ہو۔ ہمیشہ اچھے نمبر لیا کرتے تھے۔ اچانک یہ تبدیلی کیسے آگئی کہ پوزیشن حاصل کرنا تو درکنار کہ تم پاس بھی نہیں ہو سکے۔ امی جان نے لکھا ہے کہ تم پڑھائی میں توجہ نہیں دے رہے۔ آوارہ لڑکوں کی صحبت میں بیٹھنے اور سگریٹ پینے لگے ہو۔ تم ایک شریف اور تعلیم یافتہ گھرانے کے نونہال ہو۔ گھر والوں نے تم سے بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ پڑھ لکھ کر خاندان کا نام روشن کرو اور دنیا میں باوقار زندگی بسر کرو۔ بُری صحبت اچھے اچھے لوگوں کو برباد کر دیتی ہے۔ پڑھائی کی طرف توجہ دو اور بری صحبت سے کنارہ کش ہو کر سارا وقت پڑھائی کے لیے وقف کر دو۔

سگریٹ نوشی صحت کو تباہ کرتی ہے اور فضول خرچی کی راہ بھی دکھاتی ہے۔ ہم یہ فضول خرچی برداشت نہیں کر سکتے۔ میں تمہارا بڑا بھائی ہوں تمہیں سمجھانا میرا فرض ہے۔ امید ہے کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گے اور میری نصیحت پر عمل کر کے اپنی زندگی سنوارنے کی پوری کوشش کرو گے۔

والسلام

تمہارا بھائی

ا۔ب۔ج

14۔ دوست کے نام خط۔ امتحان میں کامیابی کی مبارکباد　(2 مرتبہ)

امتحانی مرکز

15۔مئی 2021ء

میرے پیارے دوست!

السلام علیکم!

آج کے اخبار میں انٹرمیڈیٹ کے نتائج کی خبر پڑھی تو اخبار کی سرخی پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ فرنٹ پیج پر آپ کی تصویر ہے جس میں آپ وزیر تعلیم رانا مشہود سے بورڈ میں پہلی پوزیشن کا انعام حاصل کر رہے ہو۔ نیچے خبر میں بتایا گیا کہ آپ نے میڈیکل میں ۱۰۴۴ نمبر حاصل کر کے نہ صرف بورڈ بلکہ پورے پنجاب میں ٹاپ کیا ہے۔ ٹیلی فون پر مبارکباد دینے کے لیے میں نے کئی بار کوشش کی جب فون نہ ملا تو میں مجبوراً خط لکھ رہا ہوں۔ کیونکہ یہ خبر ایسی ہے کہ میں جلد از جلد آپ کو مبارکباد دینا چاہتا تھا۔ سو اب میری مبارکباد وصول کرو۔ دیر کی معذرت۔ جب میں نے تمہاری کامیابی کی خبر ابو جان کو سنائی تو وہ بھی بہت خوش ہوئے انہوں نے مجھے تاکید فرمائی کہ ہماری طرف سے بھی مبارکباد پہنچا دیں۔ یقیناً تمہاری اس کامیابی پر سب اہلِ خانہ خوش ہوں گے۔ کیونکہ پچھلے ماہ جب میں تمہارے گھر آیا تھا تو تمہارے سارے گھر والے بڑے پر امید تھے کہ تم بورڈ میں کوئی پوزیشن ضرور لو گے۔ خوشی کے ان لمحات میں میری طرف سے ان سب کو بھی مبارکباد پیش کرنا۔

بورڈ کے امتحان میں فرسٹ آنا کوئی معمولی بات نہیں لیکن ذہن میں رہے یہ سب تمہارے اساتذہ کی محنت اور والدین کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ انسان کی محنت بجا لیکن جب تک اللہ تعالیٰ کا کرم نہ ہو اس وقت تک انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ تمہیں یہ تو بتانا بھول ہی گیا کہ میں نے بھی کالج میں پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔ اگلے ہفتے انٹری ٹیسٹ ہو رہا ہے۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ انٹری ٹیسٹ کے بعد آپ کی پوزیشن حاصل کرنے پر آپ کی آپ کے اہلِ خانہ کی دعوت کی جائے۔ اس لیے انٹری ٹیسٹ کے بعد آپ سب اہلِ خانہ ہمارے گھر تشریف لائیں۔ یہ بات رہ رہ کر ہونٹوں پر آ رہی ہے کہ مستقبل میں جب تم عملی زندگی کا آغاز کرو تو اپنی اُس بات کو ضرور یاد رکھنا جو تم نے رات ٹی وی پر انٹرویو میں کہی تھی کہ میں ڈاکٹر بن کر دکھی لوگوں کی خدمت کرونگا۔ اکثر لوگ یہ بات بھول

جاتے ہیں۔ڈھیر ساری دُعاؤں کے ساتھ اجازت۔

والسلام

تمہارا دوست

ا۔ب۔ج

16۔ دوست / سہیلی کے نام خط۔والدہ کی وفات پر تعزیت (5مرتبہ)(2018)

امتحانی مرکز

15 مئی 2021ء

پیاری سہیلی!

السلام علیکم!

تمہاری امی کے انتقال کی خبر سن کر مجھے بے حد دلی صدمہ ہوا۔اُن کی وفات کا ابھی تک دل کو یقین نہیں آرہا۔مگر جب تمہارے خط پر تمہارے آنسوؤں کے پھیلے ہوئے نشان زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ یہ واقع ہو چکا ہے۔مگر میں حیران ہوں کہ یہ سب کچھ اچانک کیسے ہو گیا؟ آپ نے ان کی علالت کا ذکر بھی نہیں کیا۔پچھلے ماہ جب میں تمہیں ملنے آئی تھی تو خالہ جان بالکل تندرست تھی۔انہوں نے اپنے ہاتھ سے پکے ہوئے کھانے مجھے کتنے شوق سے کھلائے تھے۔میرا جی چاہتا ہے غم کے ان لمحوں میں فوراً آپ کے پاس پہنچ جاؤں لیکن پچھلے ہفتے سے ابو ٹائیفائیڈ میں مبتلا ہیں۔امی جان گھر میں اکیلی ہیں مجھے گھر کے کام کاج کے علاوہ ابو کی دیکھ بھال بھی کرنا پڑتی ہے۔اس لیے آنے سے قاصر ہوں۔

میری پیاری سہیلی دیکھو اس قدر غم نہ کرو۔یہ حکم الٰہی ہے۔یہاں انسان بالکل بے بس ہے۔اللہ تعالیٰ جس کو جتنی عمر دیتا ہے۔وہ اتنی ہی عمر اس دنیا میں گزارتا ہے۔اپنی مرضی سے ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔قرآن پاک میں ارشاد ہے۔کل نفس ذائقته الموت یعنی ہر ذی جو چیز تخلیق ہوتی ہے اُس نے ایک روز تو فنا ضرور ہوتا ہے۔کیونکہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر شے فانی ہے۔صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ثبات حاصل ہے وہی ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔

جو پیدا ہوا ہے وہ اک روز مرے گا　　　جب احمد مرسل نہ رہے کون رہے گا؟

اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ انا للہ وانا علیہ راجعون

پیاری سہیلی اب صبر سے کام لو۔رونے دھونے سے اپنے آپ کو ہلکان کرنے کی بجائے اللہ کی رضا کو تسلیم کرو۔

موت سے کس کو رستگاری ہے　　　آج وہ کل ہماری باری ہے

میری طرف سے گھر کے تمام افراد کو خالہ جان کی وفات کی اظہار تعزیت کرنا جیسے ہی موقع ملا میں خود حاضر ہونے کی کوشش کروں گی۔

والسلام

تمہاری شریک غم

ا۔ب۔ج

16۔ دوست کے نام خط۔امتحان میں ناکامی پر اظہار ہمدردی اور کامیابی کی امید دلانا اور پڑھنے کی تلقین کریں۔

امتحانی مرکز

15۔مئی 2021ء

پیارے دوست!

السلام علیکم!

ابھی ابھی تمہارے پرنسپل صاحب کا خط موصول ہوا۔انہوں نے تحریر کیا ہے کہ تم انگریزی اور اردو میں بُری طرح فیل ہوئے ہو۔پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔تم تو میٹرک میں وظیفہ لے کر کامیاب ہوئے تھے۔اب ایسی کون سی مشکل آن پڑی ہے جو پڑھائی کی طرف دھیان نہیں دے سکتے۔اردو میں فیل ہونا شرم ناک بات ہے کیونکہ یہ تو ہماری قومی زبان ہے۔اس میں تو تمہیں ضرور پاس ہونا چاہیے تھا۔انگریزی اگرچہ غیر ملکی زبان ہے لیکن ہے تو لازمی مضمون۔اس کی طرف بھی تمہیں خاص توجہ دینی چاہیے تھی۔والد محترم اور والدہ محترمہ بھی تم سے ناراض ہیں اور ان کی ناراضی اچھے نتائج دکھا کر ہی دور ہو سکتی ہے۔

مجھے پوری امید ہے کہ اب تم لاپروائی سے باز آجاؤ گے اور دل و جان سے پڑھائی میں مصروف ہو جاؤ گے۔پڑھائی کی طرف زیادہ توجہ دو۔اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو لکھو۔

والسلام

تمہارا دوست

ا۔ب۔ج

17۔ اخبار کے ایڈیٹر کے نام خط۔ ٹریفک کے مسائل بیان کریں۔ (2 مرتبہ)

حوز مرکز
9۔ مئی 2021ء

محترم مدیر روزنامہ "نوائے وقت" لاہور!

السلام علیکم!

میں آپ کے موقر اخبار کے ذریعے شہر میں بڑھتے ہوئے ٹریفک حادثات اور ون ویلنگ کی طرف متعلقہ محکمہ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اُمید ہے آپ میری چند معروضات اخبار میں شائع کر کے اس اہم مسئلے کی اہمیت کو اجاگر کریں گے۔ اخبارات ذرائع ابلاغ کا معتبر ذریعہ ہیں اس کے ذریعہ قوموں کی فیروزترقی کا راستہ دکھایا جاتا ہے۔ اس لیے مجھے امید ہے کہ ان گذارشات کو اولین اشاعت کا موقع دیا جائے تاکہ ایسے ناسمجھ لوگوں کی راہنمائی ہو سکے جو صرف شوق کی وجہ سے اپنی اور لوگوں کی زندگیوں سے کھیل رہے ہیں۔

محترم مدیر صاحب ہمارے شہر میں ٹریفک بہت بڑھ چکی ہے۔ اس کے مقابلے میں سڑکیں تنگ اور ساری ٹوٹی پھوٹی پڑی ہیں۔ ہر ایک اپنی منزل پر پہنچنے کے چکر میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے چکر میں ایسی غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں جس سے ایک طوفان بدتمیزی کا اندازہ ہوتا ہے۔ کسی ڈرائیور کی معمولی غلطی سے گاڑیاں آپس میں ٹکرا جاتی ہیں۔ جس سے قیمتی جانیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔ وہیں کئی گاڑیاں بھی تباہ ہو جاتی ہیں۔ سڑک پار کرنے کے لیے کوئی پل یا انڈر پاس بھی نہیں جس کی وجہ سے لوگ جہاں سے چاہتے ہیں سڑک پار کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے روزانہ آٹھ سے دس لوگ ہڈیاں تڑوا کر ہسپتال پہنچ جاتے ہیں بعض ڈرائیور اپنی لین میں چلنے کی بجائے گاڑی کو زگ زیگ چلاتے ہیں۔ جیسے کرتب دکھا رہے ہوں۔ ویگنوں کے ڈرائیور جہاں سواری دیکھی وہیں بریک لگائی۔ سونے پہ سہاگہ کہ ون ویلنگ کے کرتب دکھانے کے شوقین موٹر سائیکل سوار نوجوان ون ویلنگ کرتے نظر آتے ہیں۔

میرا خیال ہے ان حادثات کو کنٹرول کرنے کے لیے ایماندار وارڈن لگائے جائیں تاکہ وہ لوگوں کو ٹریفک قوانین سے آگاہ کریں۔ ٹوٹی پھوٹی سڑکوں کی مرمت کروائی جائے۔ ٹریفک سگنل لگائے جائیں یا اوور ہیڈ برج بنایا جائے تاکہ لوگ آسانی سے پار کر سکیں۔ مین روڈ پر سست ٹریفک کو نہ آنے دیا جائے۔ بغیر لائسنس ڈرائیوروں کی گاڑیاں ضبط کر لی جائیں۔ ون ویلنگ کرنے والے نوجوانوں کو بھاری جرمانے کیے جائیں۔ اُمید واثق ہے ان تجاویز پر عمل کر کے ہم ان مسائل پر قابو پا سکتے ہیں۔

والسلام
آپ کا خیراندیش
ا۔ب۔ج

18۔ والد کے نام خط۔ تعلیمی کارکردگی سے آگاہ کریں۔ (2 مرتبہ)

ہوسٹل مرکز
15۔ مئی 2021ء

محترم والد صاحب!

السلام علیکم!

آپ کا خط آج ہی موصول ہوا۔ سبھی اہل خانہ کی خیریت کے بارے میں جان کر حد سے زیادہ تسکین اور دلی مسرت کا احساس ہوا۔ میں آپ کو خط لکھنے والا ہی تھا کہ آپ کا خط آ گیا۔ آپ نے میری پڑھائی کے بارے میں استفسار کیا ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ ہمیشہ میری تعلیم کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں۔ ابوجان! مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ آپ اپنا پیٹ کاٹ کر میرے تعلیمی اخراجات پورے کر رہے ہیں۔ آپ نے جس پاکیزہ ماحول میں ہماری پرورش کی ہے، اس کی وجہ سے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں آپ کی نگاہوں سے دور ہوتے ہوئے کسی ناپسندیدہ فعل کا ارتکاب کروں اور اپنے اولین مقصد یعنی تعلیم کی طرف سے غافل ہو جاؤں۔ جیسا کہ آپ نے اخبار میں پڑھ لیا ہوگا گیارھویں جماعت کا نتیجہ نکل آیا ہے۔ میں اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ پوری امید ہے کہ آئندہ محنت کر کے میں اس سے بھی زیادہ نمبر حاصل کر لوں گا۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ خوب محنت کر کے بورڈ کے فائنل امتحان میں اوّل آ جاؤں۔ آپ بھی دعا فرمائیں۔ میری موجودہ کامیابی بھی آپ کی اور امی جان کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔

ابا جان ہاسٹل میں رہ کر تعلیم حاصل کرنا کس قدر دشوار ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ یہاں مجھے اچھے دوست مل گئے ہیں جو پڑھائی میں مصروف رہتے ہیں اور ہم پڑھائی میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ جہاں تک کالج اساتذہ کا تعلق ہے وہ بھی ہمیں محنت اور شوق سے پڑھاتے ہیں ہمیں اگر کسی وقت کا سامنا ہو تو وہ مشکل بھی حل کر دیتے ہیں۔ آپ سے ملنے کو دل تو بہت بے قرار ہے ابھی پڑھائی زور و شور سے چل رہی ہے۔ جیسے ہی دو چار چھٹیاں آئیں تو آپ سے اور گھر والوں سے ملنے ضرور آؤں گا۔

اب مجھے بارھویں جماعت کی کتابیں اور کاپیاں خریدنے اور ہوسٹل کے اخراجات کی ادائیگی کے لیے چار ہزار روپے درکار ہیں۔ جیسا کہ آپ جانتے

ہیں میں فضول خرچ نہیں ہوں اور ضرورت کے بغیر ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کرتا۔ مہربانی فرما کر جلد از جلد مبلغ چار ہزار روپے بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں تاکہ مجھے پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

امی جان کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔ چھوٹی بہن کو پیار۔

والسلام
آپ کا نورِ نظر
ا۔ب۔ج

19۔ چھوٹے بھائی / دوست کے نام خط۔ نصابی / ہم نصابی سرگرمیوں میں شرکت کی تلقین۔ (5 مرتبہ)

امتحانی مرکز
15۔مئی 2021ء

پیارے بھائی!

السلام علیکم!

تمہارا خط ملا یہ معلوم کر کے دلی مسرت ہوئی کہ تم نے دسمبر ٹیسٹ میں بہت اچھے نمبر حاصل کیے اس سے زیادہ خوشی کس کو ہو گی کہ تمہیں جس مقصد کے لیے گھر سے دور بھیجا گیا تھا تم اس مقصد سے غافل نہیں ہو۔ میرے سوا تمام گھر والے اس بات کے مخالف تھے کہ تمہیں ہاسٹل بھیجا جائے جبکہ میری رائے تھی کہ آنے جانے کا وقت بچ جائے گا اسی وقت کا آپ نے صحیح استعمال کر کے اچھے نتائج دکھائے ہیں۔ تم نے اپنے خط میں کالج کی ہم نصابی سرگرمیوں کے بارے میں عجیب بات لکھی ہے کہ میں ان فضول ہم نصابی سرگرمیوں سے ہمیشہ دور رہتا ہوں۔ پیارے بھائی ان سرگرمیوں کو فضول مت سمجھو۔ شاید تمہارے نزدیک صرف نصابی سرگرمیاں ہی تعلیم ہیں یہ نقطہ نظر غلط ہے۔ تعلیم کا مقصد محض کتابوں کو رٹ لینا اور امتحان میں اعلیٰ نمبر حاصل کرنا نہیں۔ تعلیم کا بنیادی مقصد فرد کی ذہنی، اخلاقی اور جسمانی تربیت، اس کی شخصیت کی نشوونما بھی ہے۔ اس لئے ہر اچھے طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ان سرگرمیوں میں بھی حصہ لے۔

ہمارے ملک کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ ہمارا نظام تعلیم رٹا سسٹم ہے۔ اس ناکام سسٹم کو ختم کرنا ہمارے بس میں نہیں۔ تاہم حکومتی سطح پر یوتھ فیسٹیول کے حوالے سے ہر سال تقریبات منعقد کی جاتی ہیں ان سرگرمیوں میں ضرور حصہ لیا کرو۔ پڑھائی کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سرگرمیوں کھیل کود اور دیگر کاموں کے لئے بھی وقت مقرر کرو۔ یہ بات قابل ستائش نہیں کہ تم صرف پڑھائی کی طرف توجہ دو۔ ہر وقت کتابوں میں کھوئے رہنے سے صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ ہم نصابی سرگرمیاں طالب علم کو چست و چالاک رکھتی ہیں تم ضرور جانتے ہوں گے کہ "ایک اچھا دماغ صحت مند جسم میں ہی ہوتا ہے" ان سرگرمیوں سے تمہارے اندر وسعت نظر پیدا ہو گی۔ اگر تم دوران تعلیم میں اسٹیج پر کھڑے ہو کر تقریر کرنا نہ سیکھو گے تو زندگی میں مسائل کا سامنا کیسے کرو گے۔ اگر تم اپنے ارد گرد سے آنکھیں بند کر کے محض کتابی کیڑے بنے رہو گے تو یاد رکھو عملی زندگی میں کبھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔ عزیزم! کالج کی چند سالہ زندگی سے فائدہ اٹھاؤ اور اس سال یوتھ فیسٹیول میں ضرور حصہ لو۔ دانش مندی کا تقاضا ہے کہ وقت کا بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔ اُمید ہے میرے مشورے پر حسب روایت عمل کر کے کامیاب انسان بنو گے۔

والسلام
تمہارا بھائی
ا۔ب۔ج

20۔ استاد کے نام خط۔ اپنی کامیابی پر اپنے استاد کو مبارکباد دیں۔

امتحانی مرکز
15۔مئی 2021ء

محترم و مکرم اُستاد صاحب!

السلام علیکم!

سر! آپ کو پہلی دفعہ خط لکھ رہا ہوں شاید آپ فوراً مجھے پہچان نہ سکیں میں اپنا تھوڑا سا تعارف کروا دوں۔ سیشن ۲۰۱۰ء۔۔۔۔۔۔۲۰۱۲ء میں کالج میں آپ کے زیر تعلیم رہا کلاس میں میرا رول نمبر ۲۴ تھا۔ میں اس کلاس میں غیر نمایاں اور شرمیلا طالب علم تھا۔ اگر آپ ذہن پہ زور دیں تو شاید آپ کو یاد آ جائے کیونکہ کبھی کبھار کلاس سے باہر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ سے مختلف اصناف ادب کے بارے میں باتیں کرتا تھا۔ آپ لائبریری کی کئی کتابیں میرے لئے تجویز کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ سے سلیبس کے بارے میں بھی باتیں ہوتی تھیں آپ کمال شفقت اور فراخ دلی سے مجھے اپنے ناپختہ خیالات کے اظہار کا موقع بھی دیتے اور اصلاح بھی کر دیتے تھے۔ آپ نے کبھی میرا نام نہیں پوچھا تھا اس لیے اپنے رول نمبر سے تعارف کروا دیا ہے ویسے میرا نام ...... شاید اب آپ مجھے پہچان گئے ہوں۔ آج خط لکھنے کا مقصد آپ کا شکریہ ادا کرنا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے انٹرمیڈیٹ کا رزلٹ آ گیا ہے ... کی دعاؤں سے کالج میں اول رہا ہوں۔

... تعالیٰ کی رحمت اور آپ کی خصوصی شفقت کا نتیجہ ہے۔ جس طرح آپ نے توجہ، محنت اور لگن سے پڑھایا اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اردو میں میرے نمبر

...ہوتے ہیں۔ باقی تمام سبجیکٹ میں تمام طلباء کے نمبر ایک جیسے ہیں صرف ایس ایل کا فرق ہے۔ دوسرے طلباء اردو کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے جبکہ میں نے تمام مضامین کو برابر کی اہمیت دی۔ ویسے بھی آپ کلاس میں ہمیں صحیح طور پر پڑھاتے لیکن یہ احساس مجھے مجبور کرتا کہ میں آپ سے مزید راہنمائی حاصل کروں اور آپ نے کبھی بھی مجھے مایوس نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کالج میں فرسٹ آنے کی کوئی وجہ ہو [illegible] وقت زحمت دی، اور آپ کمال مہربانی سے میری راہنمائی کرتے رہے۔ میں آپ کی عنایتوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس کا اجر تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہی دے گی۔ میں جلد ہی آپ کے شکریے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضری دوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و فضل اور مقام و مرتبے میں اضافہ فرمائے۔

والسلام

آپ کا تابع فرمان شاگرد

ا۔ب۔ج

----2019----

21۔ اخبار کے مدیر کے نام خط لکھ کر معاشرے کا بگڑتا ہوا ثقافتی رخ واضح کریں اور اس کے مضر اثرات سے آگاہ کریں۔

امتحانی مرکز

15۔ مئی 2021ء

محترم مدیر، روزنامہ "جنگ" لاہور!

مکرمی! السلام علیکم!

میں آپ کے موقر جریدے کی وساطت سے اپنے ہم وطن بھائیوں کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ آج ہماری قوم بالخصوص نوجوان اپنی روایات، تاریخ اور ثقافت سے بیگانہ نظر آتے ہیں۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا لباس، گفتار اور چال ڈھال بے حیائی کے سانچے میں ڈھل کر فحاشی کی حدوں کو چھو رہی ہے۔ ان کا کوئی رخ ایسا نہیں جو انہیں کسی صالح قوم کے باکردار افراد ثابت کر سکے۔ ان کی نگاہیں بے لگام زبانیں چھوٹ، فکر آوارہ اور سوچ پراگندہ ہے۔ ان میں دوسروں پر تنقید کا رجحان اس قدر بڑھ گیا ہے کہ وہ اپنے تئیں فرشتہ سمجھتے ہیں اور دوسروں خصوصاً بڑوں کی ہلکی سی لغزش کو بھی معاف کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہمارا نوجوان طبقہ فکر و نظر کے اس تضاد کا شکار ہے، جس کا مقصود آوارگی ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے ان کے بدنما اعمال کو اس قدر خوشنما بنا کر ان کے روبرو رکھ دیا ہے کہ وہ کانٹوں کو پھول اور مجرمانہ لغزشوں کو حسن عمل قرار دے رہے ہیں اور یہی خصوصیت زوال آمادہ اقوام و افراد کی ہوا کرتی ہے۔

معاشرے کے اس بگڑتے ہوئے ثقافتی انداز میں سب سے نمایاں ہاتھ ہمارے ذرائع ابلاغ کا ہے۔ اخبارات جرائم کی جزئیات تک شائع کرتے ہیں وہ فلمی ستاروں کی نیم عریاں تصویروں کو نمایاں جگہ دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے انٹرویو اور کوائف یوں چھاپے جاتے ہیں جیسے وہ قومی سطح کے ہیرو ہوں، ریڈیو زیادہ زور ساز و آواز پر دیتا ہے۔ اس ضمن میں ٹیلی ویژن کا کردار سب سے زیادہ قابل اعتراض ہے۔ ہمارا دین چادر اور چار دیواری کے تحفظ کا ضامن ہے مگر ٹیلی ویژن اور فلموں میں ہموطن بہنوں اور بیٹیوں کو جس انداز میں پیش کیا جاتا ہے وہ اہل دل کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اس طرح سگریٹ نوشی کے غیر ملکی اشتہارات اس انداز سے پیش کیے جاتے ہیں کہ ہماری نئی پود نیش کو نوش اور زہر کو تریاق سمجھ بیٹھی ہے۔ ٹیلی ویژن نے تراش خراش اور ناز و ادا کا اس انداز سے پرچار کیا ہے کہ نوجوان نسل اپنے ملی اور ثقافتی ورثے کو بھول کر ان لوگوں کے انداز و اطوار کو اپنا آئیڈیل گردانتی ہے جو فلمی دنیا کے لیے وجہ افتخار ہو سکتے ہیں۔ مگر ہماری قومی زندگی میں کسی رخ سے بھی نشان راہ نہیں بن سکتے کیونکہ ہماری قومی زندگی طاؤس و رباب سے نہیں۔ شمشیر و سناں سے عبارت ہے۔ فنکار اور اداکار اپنے اپنے مخصوص دائرے میں بہر کیف عظیم ہوتا ہے کیونکہ اس کے آرٹ کے پس پردہ خون جگر کی سرخی جھلکتی ہے۔ اس بیان سے ان کی توہین ہرگز مقصود نہیں۔ کہنا صرف یہ ہے کہ ان کی قدر و منزلت ان کے خاص دائرے میں ہونی چاہیے۔ انہیں بطور ایک قومی ہیرو اور آئیڈیل کے سامنے نہیں لانا چاہیے۔ آج کی ننھی منی پود کو اپنی تاریخ کے عظیم سپہ سالاروں، حکمرانوں اور رہنماؤں کے نام یاد نہیں مگر فلمی اداکاروں کی خاندانی تاریخ اور حسب نسب ازبر ہے۔ ٹیلی ویژن کے ذریعہ بلاشبہ ایسے پروگرام نشر ہوتے ہیں جو ہمارے دین اور ہماری تاریخ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ان پروگراموں کو صحیح وقت اور موزوں مقام نہیں دیا جاتا۔ نیت پر شبہ نہیں کرنا چاہیے مگر پھر بھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ شعوری یا لاشعوری طور پر سعی یہی ہے کہ دینی پروگرام کم سے کم لوگ دیکھ پائیں۔ لڑکپن اور شباب ایک ایسا دور ہے جس میں عادتیں راسخ ہو کر فطرت بن جاتی ہیں اور ہماری نوجوان پود ہے کہ وہ ٹیلی ویژن پر پیش کیے جانے والے انداز ملبوسات، زیب و زینت کے نئے نئے زاویوں اور ساز و آواز کی موجوں میں ڈوبتی چلی جا رہی ہے۔ بحالات موجودہ ٹیلی ویژن کا سب سے بڑا احسان یہی نظر آتا ہے کہ اس نے ہر شریف گھر کو سینما بنا دیا ہے اگر اخبارات، ریڈیو، رسائل اور ٹیلی ویژن کا انداز ہمارے ملی تقاضوں سے ہم آہنگ نہ ہوا اور نوجوان نسل کے شب و روز ایسے ہی رہے تو ہمارا حال ایک ایسے مستقبل کی نشاندہی کر رہا ہے جہاں حد نظر تک سراب ہی سراب ہے۔ اگر ہم رقص و سرور اور ساز و آواز کے اسی قدر رسیا رہے تو ڈر ہے کہ مشرق سے کوئی ایسی آندھی نہ آ جائے جو ہمیں اڑا کے لے جائے یا مغرب سے کوئی ایسا طوفان نہ آ جائے جو ہمیں خشک پتوں کی طرح بہا لے جائے۔

والسلام

مخلص

ا۔ب۔ج

اہم اسباق کے خلاصہ جات بورڈ پیپرز 2011-2019

1۔ مناقب عمر بن عبدالعزیزؒ (11 مرتبہ)

مصنف کا نام: مولانا شبلی نعمانی

اس سبق میں مصنف لکھتے ہیں کہ انہیں مصر کے کتب خانہ "خدیویہ" میں مشہور محدث علامہ ابن جوزی کی کتاب "سیرت العمرین" پڑھنے کا اتفاق ہوا اس کتاب میں سے انہوں نے اپنی تصنیف "الفاروق" کے لیے کچھ مواد حاصل کیا۔ اسی کتاب میں سے انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اخلاق و کردار سے تعلق رکھنے والے چند واقعات بھی نوٹ کیے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے اموی سلاطین کی ان کاروائیوں کو ختم کر دیا جو رعایا کے حقوق غصب کرنے کے لئے کی گئی تھیں۔ خاص طور پر وہ زمینیں اصل مالکوں کو واپس کر دیں جن زمینوں کو غاصبانہ قبضے کے بعد اموی بادشاہوں نے جاگیر کے طور پر اپنے خاندان کے لوگوں کو دے دیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے خاندان کے لوگوں سے ان جاگیروں کو واپس لیا اور اصل مالکوں کو دے دیں جس سے ان کے خاندان کے لوگ ان سے سخت ناراض ہو گئے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنی اولاد کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ انہوں نے وہ تمام سزائیں بھی تلف کر دیں جو ان سے پہلے اموی خلفاء نے جاگیریں عطا کرتے وقت دی تھیں۔ یہ سب کچھ انہوں نے ایسے عدل و انصاف سے کیا کہ خلافتِ راشدہ کی یاد تازہ کر دی۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے لوگوں کو اپنی رائے کے اظہار کی آزادی دی۔ رعایا پر ظلم و ستم تو تھا ہی، اموی سلاطین نے لوگوں کو اس قدر دہشت زدہ کر دیا تھا کہ وہ ان بادشاہوں کے اقدامات پر کسی طرح کی کوئی تنقید نہیں کر سکتے تھے مگر عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے بارے میں خود ہدایت کی کہ وہ کوئی غلط فیصلہ لیں تو انہیں ٹوک دیا جائے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عہدِ حکومت میں عدل و انصاف سے کام لیا، اس سلسلے میں مسلم و غیر مسلم میں کوئی فرق روا نہیں رکھا۔ اپنے خاندان کے لوگ بھی مقدمے میں فریق ہوتے تو ان کے ساتھ مساوی سلوک ہوتا تھا۔ ان کے خاندان کے ایک فرد نے عیسائیوں کے مقابلے میں ایک فریق کی حیثیت سے عدالت میں بیٹھ کے جواب دیا تو آپ نے کہا کہ فریق مقابل کھڑا ہے تو آپ بھی کھڑے ہو کر بات کریں یا اپنا وکیل مقرر کریں۔ فیصلہ بھی اپنے خاندان کے فرد کے خلاف دیا۔ عیسائیوں اور یہودیوں سے ان کا سلوک عدل و انصاف پر مبنی تھا۔ خلیفہ ہونے کی حیثیت سے وہ کسی سے کوئی رعایت نہ لیتے تھے۔ اپنی قبر کے لئے زمین ایک عیسائی سے معاوضہ دے کر حاصل کی۔ وہ عام لوگوں کے طعام خانے سے کھانا کھا لیتے اور اس کی قیمت ادا کر دیتے۔ انہوں نے عدل و مساوات کا ایسا مظاہرہ کیا کہ لوگ خوش ہو گئے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کی اولاد بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتی تھی۔ انہوں نے اپنے لئے عوام و خواص میں کسی قسم کی کوئی رعایت حاصل نہ کی۔ رعایا میں اپنے آپ کو ممتاز نہیں کیا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اموی حکمرانوں کی طرح دولت جمع نہیں کی۔ وفات کے وقت کوئی مال و دولت نہ تھی کہ وصیت کرتے۔ صرف سترہ دینار ان کی وفات پر ان کی ملکیت میں نکلے جن میں سے سات دینار کفن دفن میں خرچ ہو گئے باقی ورثا کو دے دیے گئے۔ ان کی زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق تھی۔

2۔ نواب محسن الملک (13 مرتبہ)

مصنف کا نام: ڈاکٹر مولوی عبدالحق

اللہ تعالیٰ نے محسن الملک کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ اس ذہانت کے ساتھ ساتھ گفتگو کا سلیقہ بھی تھا۔ وہ اپنے خطاب کے مطابق حقیقت میں محسن تھے۔ وہ دوسروں سے احسان کا معاملہ کرتے تھے۔ وہ اپنے مخالفوں کے ساتھ بھی احسان کا رویہ اختیار کرتے۔ وہ معاملہ فہم، حاضر دماغ اور شگفتہ طبیعت کے مالک تھے۔ انہیں ریاست کے مالی امور سدھارنے میں کمال حاصل تھا۔ اس کے علاوہ زمینوں کا بندوبست، پیمائش اور لگان وغیرہ کے معاملات کو بھی خوش اسلوبی سے منظم کیا۔ انہیں اپنے حسنِ انتظام کے باعث حیدر آباد ریاست میں بہت مقبولیت حاصل تھی۔ یہاں تک کہ وہ جب حیدر آباد ریاست سے رخصت ہوئے تو خاص و عام لوگوں نے ان کی جدائی کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کیا اور انہیں بادیدۂ تر الوداع کہا۔

محسن الملک مسلمانوں کے عہدِ زوال میں پیدا ہوئے۔ اس دور میں مسلمانوں کا زیادہ رجحان دین کی طرف تھا۔ سرسید اور ان کے رفقاء بھی اکثر مذہب ہی پر لکھتے تھے۔ محسن الملک نے بھی مذہب، تعلیم اور معاشرتی موضوعات پر لکھا۔ ان کی تحریروں میں مغربی افکار کی جھلک بھی ملتی ہے۔ وہ بہت اچھے مقرر تھے۔ ان کی تقریر رواں، مؤثر اور خوش بیانی کی آئینہ دار تھی۔ مخالفین بھی ان کی تقریر کی اثر پزیری کے قائل تھے۔ بعض سنگین حالات میں محسن الملک کی تقریر نے لوگوں کی مخالفت کو حمایت میں تبدیل کر دیا۔ ان کی تقریر ایک طرح سے جادو کا کام کرتی تھی۔

نواب محسن الملک میں دوسروں سے کام لینے کی صلاحیت بہت تھی۔ ان کے رفقائے کار بھی ان کے ساتھ خوش دلی سے تعاون کرتے تھے۔ لوگ ان کے حکم کی تعمیل میں خوشی محسوس کرتے تھے بلکہ ان کی فرمائش پوری کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ انہیں لوگوں کی صفات پہچاننے اور ان کے مطابق ان سے کام لینا آتا تھا۔

وہ مطالعہ کے شوقین تھے۔ اردو، عربی، فارسی، کے علاوہ انگریزی کتابیں بھی اپنے کتب خانے میں رکھتے تھے۔ انگریزی کتابوں کا ترجمہ کرا لیتے تھے۔ ان کے مداحوں میں اپنے بیگانے سبھی تھے۔ سرسید کے مشن کو آگے بڑھانے میں ان کی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ ہندوؤں نے جب اردو کی مخالفت میں محاذ آرائی کی تو محسن الملک نے اس کا خوب مقابلہ کیا۔ انہوں نے بہت سے مقامات پر اردو کی حمایت میں تقریریں کیں۔ جنہیں لوگوں نے بہت پسند کیا۔ محسن الملک نے سرسید کے کام کو آگے بڑھانے میں پوری دلچسپی لی اور اپنی ہمت کے مطابق ان کے مشن کو ترقی دی۔

3۔ محنت پسند خردمند (6 مرتبہ)

مصنف کا نام: مولانا محمد حسین آزاد

جب زمانے میں بدی کا رواج نہ تھا اور لوگ گناہ سے واقف نہ تھے تو آدم کی اولاد یعنی انسان بہت آرام کی زندگی بسر کرتا تھا۔ ملک وسیع تھا۔ بادشاہ رعایا پر کسی قسم کی سختی نہ کرتا تھا۔ اور رعایا کے آرام کا یہ حال تھا کہ لوگ قدرتی چیزوں سے لطف اندوز ہوتے۔ فطری ماحول کی ہر چیز وافر تھی جو ان کی زندگی کو خوش گوار اور رواں دواں رکھتی تھی۔ لوگ بے فکر تھے اور اسی کا نام تونگری تھا۔

اس پرسکون اور آرام دہ ماحول میں جب خود غرضی اور حسد کا دخل ہوا تو نفسا نفسی کی حالت نے اس معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنا شروع کیا۔ خود غرضی اور حسد کے جذبات نے لوگوں کو فریب ، دھونس دھاندلی اور طاقت کے زور پر دوسروں کی اشیاء پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی۔ ان چالاکیوں کی وجہ سے لوٹ مار ہونے لگی۔ ہر شخص اس کوشش میں رہنے لگا کہ اس کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ ہونا چاہئے اور ہمسایہ اس کا محتاج رہے۔ یہ ساری ابتری بدنیتی سے پیدا ہوئی۔

اس صورت حال میں محتاجگی اور مفلسی نے معاشرے میں اپنی جڑیں مضبوط کرنا شروع کر دیں۔ انسانوں میں لالچ کا مادہ تو موجود تھا ہی ، اس معاشرے میں بھی ہر آدمی بغیر ضرورت کے حاجت مندی کی کیفیت ظاہر کرنے لگا جس سے ملک میں برے حالات پیدا ہونے لگے۔ پیداوار کم ہونے لگی۔ قحط سالی اور قدرتی آفت کے ساتھ ساتھ معاشرے میں وبائی امراض بھی پیدا ہونے لگے۔ ملک تباہی کے گڑھے میں گرنے کے قریب تھا۔ یہ ساری تباہی ، بدنیتی محتاجگی اور مفلسی سے پیدا ہوئی تھی۔ اس صورتِ حال میں عقل وخرد ، حسنِ تدبر، مشاورت اور تجربے کا عمل دخل نہ ہونے کے برابر رہ گیا۔

بالآخر حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر لوگوں نے تدبر اور مشورہ تک رسائی حاصل کی۔ تدبر اور مشورہ نے انہیں محنت پسند خردمند کے پاس بھیجا۔ دامنِ کوہ میں محنت پسند خردمند سے جب ملاقات ہوئی تو اس نے ان لوگوں کو ہمت اور حوصلہ دیتے ہوئے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا درس دیا۔ اس نے کہا ہے کہ محنت سے کام لے کر کمال تک پہنچا جا سکتا ہے۔ تمہاری محنت اور شفقت کی عادت سے زمین کی پیداوار بڑھے گی اور زمین اپنے خزانے اگلنے لگے گی۔ تم جنگلوں اور پہاڑوں سے اپنی زندگی کا سامان حاصل کرو گے۔

اب ہمت اور تحمل نے لوگوں کو سب ہنر سکھائے اور لوگ دیمک کی طرح روئے زمین پر لپٹ گئے۔ چند ہی دنوں میں دنیا میں انقلاب آ گیا۔ ساری زمین قصبوں ، شہروں اور گاؤں سے بھر گئی۔ کھیت اناج سے اور باغ میووں سے مالا مال ہو گئے۔ غرض محنت ومشقت کی بدولت ملک بھر سے ترقی کرنے لگا۔

4۔ اکبری کی حماقتیں (10 مرتبہ)

مصنف کا نام: مولوی نذیر احمد

اکبری سسرال سے الگ ہو کر اپنے گھر رہنے لگی ۔ انہی دنوں ایک کٹنی شہر میں وارد ہوئی۔ محمد عاقل نے اکبری کو سمجھایا کہ کسی اجنبی عورت کو گھر میں نہ آنے دینا لیکن اکبری شدت سے بیوقوف تھی ، وہ ہر ایک سے جلد گھل مل جاتی تھی۔

ایک دن کٹنی نے حجن کے بھیس میں اس محلے میں دکان کھولی اور بہت سے تبرکات زیارت کے لئے رکھے۔ بہت سی لڑکیاں وہاں جمع ہو گئیں۔ اکبری بیگم نے بھی اس حجن کو اپنے پاس بلایا تا کہ تبرکات کی زیارت کر لے۔ جب حجن اکبری سے ملی تو اس نے باتوں ہی باتوں میں جان لیا کہ یہ لڑکی بہت آسانی سے اس کے فریب میں آ جائے گی۔ لہٰذا اس نے انتہائی کم قیمت پر چیزیں دے دیں۔ فیروزے کی انگوٹھی تو اپنی طرف سے تحفے میں دے دی۔ پہلی ہی ملاقات میں حجن نے اکبری کو شیشے میں اُتار لیا۔

اگلے دن حجن پھر آ گئی اور ریشمی آزار بند سستے داموں دے دیا۔ اکبری کے ہاں ابھی اولاد نہیں ہوئی تھی اس لئے حجن نے دو لونگیں دیں۔ کہ ایک تم اپنی چوٹی میں باندھ لو اور دوسری شوہر کے تکیے میں رکھ دو۔ ان لونگوں کے بارے میں بھوپال کی بیگم کا سفرج کا ایک طویل واقعہ بھی سنایا۔ اکبری بیگم نے گھر کی صفائی کی اور ایک لونگ میاں کے تکئے میں رکھ دی اور دوسری اپنی چوٹی میں باندھ لی۔ شام کو محمد عاقل واپس آیا تو گھر اور بیگم کو صاف ستھرا دیکھ کر خوش ہوا اور اکبری سے التفات سے باتیں کرنے لگا۔ سستا آزار بند اور دیگر چیزیں جو حجن سے خریدی گئیں ، دیکھ کر خوش ہوا۔ طمع انسان کو اندھا کر دیتا ہے اس لئے محمد عاقل نے کہا کہ سستی چیزیں خریدنے میں کوئی حرج نہیں لیکن ساتھ ہی شک ظاہر کیا کہ یہ حجن کوئی ٹھگنی نہ ہو مگر اکبری نے کہا توبہ توبہ! حجن ایسی نہیں ہے۔

حجن ایک دن جھوٹے موتیوں کی جوڑی لائی اور پچاس روپے میں اکبری کو خریدنے کے لئے کہا۔ مگر اکبری نے کہا کے میرے پاس تو اتنے پیسے اِس وقت نہیں ہیں حجن نے کہا کہ یہ موتی بہت قیمتی ہے اس لئے پہنچیاں بیچ کر خرید لو ورنہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اس پر اکبری جلدی سے زیور کا ڈبہ اٹھا لائی تا کہ پہنچیاں دے کر موتی خرید لے۔ جیسے ہی اکبری نے زیور کا ڈبہ حجن کے سامنے کھولا ، حجن نے بڑے تعجب سے کہا کہ بیٹی آپ نے زیور کو بڑی بے احتیاطی سے رکھا ہوا ہے۔ اسے اجلواؤ اور مرمت کرواؤ۔ اکبری نے کہا کون ایسا کرے۔ حجن نے فوراً کہا کہ بیٹی میں کس لیے ہوں۔ میں یہ کام ابھی کروائے دیتی ہوں۔ حجن نے نوکرانی کو ساتھ لیا اور زیور دھلوانے کے لیے بازار چل پڑی۔ راستے میں ناک کی کیل گھر سے لانے کا بہانہ بنا کر نوکرانی کو گھر بھیج دیا اور خود رفو چکر ہو گئی۔

حجن کو بہت ڈھونڈا گیا مگر وہ نہ ملی۔ لوگوں نے بتایا کہ اس حجن نے تو کئی اور گھروں کو بھی لوٹا ہے۔ اس واقعے پر اکبری اور اس کے شوہر کے درمیان خوب لڑائی ہوئی۔

اکبری کے پھوہڑپن کی وجہ سے برتن چوری ہو گئے۔ زیور حجن لے گئی۔ جہیز کے کچھ کپڑوں کو دیمک چاٹ گئی اور کچھ کو چوہوں نے کاٹ کاٹ کر خراب کر دیا۔ نانی کے لاڈ پیار کی وجہ سے اکبری نے کوئی سلیقہ نہ سیکھا اور اپنی حماقتوں کی وجہ سے اپنا گھر تباہ کر لیا۔

5۔ پہلی فتح (9 مرتبہ)

مصنف کا نام: نسیم حجازی

نمازِ فجر کے بعد دمشق کے لوگ بازاروں اور مکانوں کی چھتوں پر کھڑے ہو کر دنیا کے کم عمر سپہ سالار محمد بن قاسم کی قیادت میں لشکرِ اسلام کو سندھ کے راجہ داہر کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوتے دیکھ رہے تھے۔ جس نے مسلمانوں کے تجارتی قافلے کو قیدی بنا رکھا تھا۔

ناہید کی پکار پر یہ لشکر سندھ روانہ ہوا تھا۔ محمد بن قاسم کی بوڑھی والدہ اور بیوی زبیدہ کی تحریک پر کوفہ اور بصرہ کی عورتوں نے اسلامی فوجوں کو اسلحہ اور گھوڑے مہیا کرنے کے لئے اپنے زیورات تک بیچ ڈالے تھے۔ محمد بن قاسم کے بصرہ پہنچنے سے پہلے مکران کے گورنر محمد بن ہارون کو ملنے والی اس اطلاع نے بصرے کے لوگوں کو اور زیادہ مشتعل کر دیا تھا کہ دیبل کی قیادت میں بیس افراد کے مذاکراتی وفد میں سے اٹھارہ کو دیبل کے گورنر نے قتل کر دیا ہے۔ صرف دو افراد ہی جان بچا کر آ سکے ہیں۔

محمد بن قاسم بارہ ہزار فوج لے کر شیراز کے راستے مکران پہنچا۔ آگے بڑھا تو لس بیلہ کی پہاڑیوں میں سندھی گورنر کی مدد کے لئے آئی ہوئی بھیم سنگھ کی بیس ہزار فوج نے محمد بن قاسم کی فوج پر چھاپہ مار حملے شروع کر دیئے جو خاصے پریشان کن تھے۔ محمد بن قاسم نے ہراول فوج کے پیادہ دستوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا اور پیش قدمی جاری رکھی۔ شب خون کے ڈر سے کم از کم ایک چوتھائی فوج کو پہرہ دینا پڑتا۔

ایک شام محمد بن قاسم کو اطلاع ملی کہ شمال کی طرف بیس کوس کے فاصلے پر ایک مضبوط قلعہ ہے جو دشمن کی فوج کا مرکز ہے۔ محمد بن قاسم نے مجلسِ شوریٰ بلائی کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ بعض سالاروں نے مشورہ دیا کہ پہاڑی راستے کو چھوڑ کر سمندر کا راستہ اختیار کیا جائے۔ مگر محمد بن قاسم نے کہا کہ ہمارا مقصد دیبل پہنچنا نہیں بلکہ سندھ کو فتح کرنا ہے۔ اگر ہم اس قلعے کو فتح کر لیتے ہیں تو ہمارا عقب بھی محفوظ ہوگا۔ لہٰذا قلعے کی فتح کے سلسلے میں محمد بن قاسم نے پانچ سو پیادہ سپاہی لے جانے کا ارادہ کیا اور باقی فوج کو اپنے احکام پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت کی۔

ایک بوڑھے سالار نے کہا کہ سپہ سالار کا فوج کے ساتھ رہنا زیادہ ضروری ہے۔ محمد بن قاسم نے کہا کہ صرف سپہ سالار پر امید لگانا اچھی چیز نہیں ہے۔ جنگ قادسیہ میں ایرانیوں کے زبردست لشکر کو اس لیے شکست ہوئی کہ انہوں نے رستم کو سب کچھ سمجھ لیا تھا۔ مسلمان بادشاہوں اور سالاروں کے لیے نہیں لڑتا بلکہ صرف اللہ کے لیے لڑتا ہے۔ خدا تجھے رستم نہ بنائے بلکہ مٹی بننے کی توفیق دے۔ زبیر نے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی تو محمد بن قاسم نے کہا کہ ایک قلعہ فتح کرنے کے لیے دو دماغوں کی ضرورت نہیں۔

6۔ دستک (12 مرتبہ)

مصنف کا نام : مرزا ادیب

ایک تند و تیز طوفانی رات میں ڈاکٹر زیدی بسترِ علالت پر لیٹے ہیں۔ ان کے چہرے سے نقاہت عیاں ہے۔ وہ مضمحل ہیں اور لیٹے لیٹے سوچوں میں گم ہیں کہ دروازے پر دستک سنائی دیتی ہے۔ وہ بیگم کو متوجہ کرتے ہیں مگر بیگم انہیں بتاتی ہے کہ کوئی دستک نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر زیدی بار بار دروازے کے پردے پر نظریں جمائے بیگم کو دستک ہونے کا احساس دلاتے ہیں مگر بیگم کہتی ہے کہ یہ آپ کا وہم ہے۔

باہر بارش شروع ہو چکی ہے اور ہوا کا شور بڑھ گیا ہے اور ڈاکٹر زیدی کو کسی طور چین نہیں اور دستک کی آواز پر کان لگائے ہوئے ہیں۔ بیگم کے بار بار تردید کرنے پر وہ جھلا اٹھتے ہیں۔ بیگم اٹھ کر دروازے تک جاتی ہے اور پردہ ہٹا کر دیکھتی ہے۔ چند لمحوں بعد واپس آ کر کہتی ہے کہ دروازے پر کوئی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب اسے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہیں اور یقین نہیں کرتے۔ بیگم انہیں آرام کے لئے کہتی ہے۔

ڈاکٹر زیدی نوجوان ڈاکٹر برہان کی متوقع آمد کا ذکر کرتے ہوئے اس کی فرض شناسی اور کام سے لگاؤ کی تعریف کرتے ہیں لیکن ان کا دھیان پھر دروازے کی دستک کی طرف جاتا ہے۔ اتنے میں دروازے کی گھنٹی بجتی ہے بیگم زیدی اٹھ کر دروازہ کھولتی ہے۔ ڈاکٹر برہان اندر آ کر ڈاکٹر زیدی کے احوال پوچھتے ہیں اور انہیں دوا لینے اور آرام کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ بیگم زیدی انہیں ڈاکٹر زیدی کے دروازے پر دستک ہونے کے وہم کے متعلق بتاتی ہے۔ ڈاکٹر برہان اس بات پر حیرانی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس پر ڈاکٹر زیدی اپنے اس وہم کا پس منظر بیان کرتے ہیں۔

ڈاکٹر زیدی بتاتے ہیں کہ اٹھارہ بیس سال پہلے جب میں ایک معروف ڈاکٹر تھا ایک شام کلینک سے تھکا ہوا گھر آیا تو نوکر نے اطلاع دی کہ ایک بوڑھا اپنا مریض دکھانے کے لئے آپ کو اپنے گھر لے جانا چاہتا ہے۔ جبکہ میں نے انکار کر دیا۔ لیکن وہ بوڑھا میرے کمرے میں آ گیا اور اپنے بیمار بیٹے کو دکھانے کے لئے منت سماجت کرنے لگا۔ میں نے سختی سے انکار کر دیا اور بوڑھے کو باہر نکلوا دیا مگر وہ دیر تک دروازے پر دستک دیتا رہا۔ صبح اٹھا تو میرا ضمیر ملامت کرنے لگا کہ رات کو بوڑھے کے ساتھ نہ جا کر اچھا نہیں کیا۔ میں نے بوڑھے کو ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی مگر وہ نہ مل سکا۔

پورا واقعہ سننے کے بعد ڈاکٹر برہان نے ڈاکٹر زیدی سے کہا کہ وہ بوڑھا تو چلا گیا مگر کبھی کبھار آپ کا ضمیر آپ کے دروازے پر دستک دیتا رہتا ہے۔ یہ کہہ کر ڈاکٹر برہان نے انہیں دوا ختم کرنے کی تاکید کی اور جاتے جاتے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ وہ بوڑھا جس کے ساتھ آپ اس رات نہیں جا سکے تھے، میرا دادا تھا جس کا بیٹا یعنی میرا باپ اس رات ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ ڈاکٹر زیدی اس انکشاف پر حیران رہ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر برہان یہ کہہ کر باہر نکل جاتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب اب آپ اطمینان سے سو جائیے اب دروازے پر دستک نہیں ہونی چاہیے۔

7۔ ہوائی (10 مرتبہ)

مصنفہ کا نام : بیگم اختر ریاض الدین

سفر سے پہلے مجھے میرے بعض دوستوں نے ڈرایا کہ ہوائی تک کا یہ طویل سفر بڑا خطرناک ہے لیکن میرے میاں تین ماہ پہلے وہاں جا چکے تھے اور میرے سفر کے تمام انتظامات بھی مکمل تھے۔ اس لئے میں نے اپنے گھر کا سامان سمیٹ کر گیراج میں بند کیا اور اپنی سب سے چھوٹی بیٹی کو ساتھ لے کر کراچی ایئر پورٹ پہنچ گئی۔ برطانوی ہوائی کمپنی کا ٹکٹ بک کرایا۔ ہمارا پہلا ٹھہراؤ کلکتہ میں ہوا جو میری جائے پیدائش بھی ہے۔ ہندوستانی پولیس اور کسٹم حکام کے ناروا رویے کی وجہ سے کلکتے کی سیر نہ کی جا سکی۔ وہاں سے ہم ہانگ کانگ روانہ ہوئے اور پھر ٹوکیو۔ ٹوکیو میں دو دن قیام کے بعد ہم ہوائی کے لئے نکلے اور چھ گھنٹے کا سفر طے کر کے رات ساڑھے دس بجے ہونولولو ائیر پورٹ پر اترے۔ مصنفہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے میاں کو تار دے دیا تھا مگر وہ ابھی تک نہیں پہنچے۔ ہم ایسٹ ویسٹ سنٹر

پہنچو تو لڑکیوں اور لڑکوں سے بھری گاڑیاں ہمارے پاس آکر رکیں تو ان میں سے میاں نمودار ہوئے۔ دراصل تار پڑھنے میں غلط فہمی ہو گئی تھی اسی وجہ سے میاں دیر سے پہنچے۔ وہاں سے ہم گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ مجھے گھر دیکھنے کا شوق تھا مگر میاں نے کہا کہ اب سو جاؤ صبح دیکھ لینا۔ وجہ یہ تھی کہ گھر میں صفائی نہیں، میلے موزے، بنیان اور جرابیں، بے دھلے برتن اور ہر طرف ڈھیروں کوڑا کرکٹ۔ صبح ہم ماں بیٹی نے سارا دن صفائی پر لگایا۔

شام کے وقت ہم جزیرے کی سیر کے لیے نکلے تو سمندر کا نظارہ بہت ہی خوبصورت تھا۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آ رہا تھا۔ ایسے خوبصورت ساحل میں نے بہت کم دیکھے تھے۔ دوسرے دن ہنوما بے پر پکنک منائی۔ یہ ساحل آبی مخلوق کے لئے بہت مشہور ہے۔ یہ پُرسکون جگہ مجھے بہت پسند آئی۔ گھر کا سودا سلف لینے کے لئے میں سپر مارکیٹ گئی جو امریکی طرزِ حیات کا نمونہ اور امریکی سرمایہ کاری کا مکمل مظاہرہ ہے۔ یہ مارکیٹ اتنی بڑی ہے کہ ساری انارکلی کا سامان اس کی ایک لپٹ میں سما جائے۔ یہاں جا کر عورت کی آنکھیں اور بٹوے کھل جاتے ہیں۔ اس میں نرسری بھی ہے جہاں چھوٹے بچوں کو چھوڑا جا سکتا ہے اور بے فکر ہو کر خریداری کی جا سکتی ہے۔ ہماری آمد سے پہلے میاں نے گھر کے لئے کچھ پرانا سامان ایک خیراتی دکان سے خرید لیا۔ گاڑی بھی بہت پرانی تھی جسے صرف میاں ہی چلا سکتے تھے۔ امریکہ نے ہوائی میں ایسٹ ویسٹ سنٹر بنایا ہے۔ جہاں دنیا بھر کے سکالرز کو وظیفہ پر بلایا جاتا ہے۔ ایک سال تک کے کورس کروائے جاتے ہیں۔ یہاں ہر طرح کی آزادی ہے اس لئے میرے میاں مزے میں تھے۔ اس سنٹر میں جاپانی باغ بھی قابلِ دید ہے۔ قسم قسم کے پھولوں اور درختوں کی وجہ سے یہ انتہائی پُرکشش نظر آتا ہے۔

ہوائی یونیورسٹی کا میلوں تک پھیلا ہوا احاطہ بہت دیدہ زیب سبزہ زار ہے۔ یہاں دنیا بھر سے طلبا اپنے معاشرتی اور تہذیبی اختلاف کے باوجود انتہائی ربط ضبط کے ساتھ مختلف علوم حاصل کر کے یونیورسٹی کے حُسن میں اضافہ کرتے نظر آتے ہیں۔

8۔ قرطبہ کا قاضی (10 مرتبہ)

مصنف کا نام: سید امتیاز علی تاج

ڈرامے کے ابتدائی حصے میں قاضی کے گھر میں صبح سویرے گھر کی ملازمہ حلاوہ ایک بینچ پر اُداس بیٹھی ہے۔ اسی دوران گھر کا ملازم عبداللہ کمرے میں داخل ہوتا ہے تو ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کا محور زبیر کو دی جانے والی پھانسی کی سزا ہے جس پر آج عمل درآمد ہونا ہے۔ حلاوہ صرف گھر کی ملازمہ ہی نہیں بلکہ زبیر کی رضاعی ماں بھی ہے کیونکہ زبیر کی ماں اس وقت انتقال کر گئی جب زبیر صرف تین دن کا تھا۔ زبیر کو پالنے پوسنے میں حلاوہ کا بڑا دخل تھا۔ انتہائی رنج و غم کی کیفیت میں حلاوہ عبداللہ کی حوصلہ افزاء باتوں کو رد کر دیتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ قاضی عدل و انصاف کے راستے میں کسی طرح کی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لائے گا جبکہ عبداللہ اس کی ڈھارس بندھاتا ہے کہ شہر میں موجود عدالتی اہلکاروں اور دیگر لوگوں میں سے کوئی بھی زبیر کو پھانسی دینے پر تیار نہیں ہے۔ علاوہ ازیں شہر میں داخل ہونے والے لوگوں سے بھی زبیر کو پھانسی نہ دینے کا حلف لیا جا رہا ہے۔ شہر کے تمام لوگ باہر چوک میں اس لئے جمع ہیں کہ یہ ناپاک کام نہ تو وہ خود کریں گے نہ ہی کسی اور کو کرنے دیں گے۔ دونوں کی گفتگو جاری ہوتی ہے کہ قاضی یحییٰ بن منصور اداسی و بے کسی کی تصویر بنائے کمرے میں داخل ہوتا ہے۔

قاضی عبداللہ سے پوچھتا ہے کہ موت کا نقارہ کیوں نہیں پیٹا جا رہا اور جلاد کہاں ہے۔ عبداللہ کہتا ہے کہ وہ دونوں کہیں چلے گئے ہیں جبکہ کوئی اور شخص بھی آپ کے فتوے کی تعمیل کے لئے آمادہ نہیں ہے۔ قاضی ناظرِ عدالت کے آدمیوں کو بلانے کے لئے عبداللہ کو بھیجتا ہے۔ اسی دوران حلاوہ قاضی سے مخاطب ہو کر زبیر کی جان بخشی کی التجا کرتی ہے لیکن قاضی حلاوہ کی التجا نہیں مانتا اور کمرے میں داخل ہونے والے ناظرِ عدالت سے قانون کی اطاعت اور عدالت کے فیصلے پر عمل درآمد کی ہدایت کرتا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی حکم کی تعمیل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ کسی کو آمادہ نہ پا کر قاضی مجرم کو پھانسی کے تختے تک پہنچانے کا حکم صادر کرتا ہے۔ ناظرِ عدالت زبیر کو سُولی کے تختے تک لے جاتا ہے، ہجوم سے خوف و ہراس کی چیخیں سنائی دیتی ہیں۔ کوسِ رحلت بجتے ہی حلاوہ تڑپ اٹھتی ہے اور زبیر کے لئے دعا کرتی ہے۔ قاضی اپنے ہاتھوں زبیر کو سُولی پر چڑھا کر شدتِ غم سے لڑکھڑاتا ہوا واپس آتا سیڑھیاں چڑھ کر کمرے میں داخل ہو جاتا ہے اور دروازہ اور کھڑکی اندر سے مقفل کر لیتا ہے۔ اس نے عدل و انصاف کے تقاضے یقیناً پورے کر دیے تھے لیکن وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی جدائی کے غم میں نڈھال ہو کر دنیا سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔

9۔ مولانا ظفر علی خان (5 مرتبہ)

مصنف کا نام: چراغ حسن حسرت

میں اخبار ''نئی دنیا'' (کلکتہ) کے دفتر میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ کسی نے آ کر بتایا کہ مولانا ظفر علی خان آئے ہیں۔ اُن دنوں نئی دنیا کا دفتر چونا گلی میں ہوا کرتا تھا۔ مولانا جب دفتر میں تشریف لائے تو بالکل پہچانے نہ گئے کیونکہ میں نے ان کی تصویریں دیکھی تھیں جن سے اصل ڈیل ڈول کا پتہ نہیں چلتا۔ میرا خیال تھا کہ مولانا کی توند ضرور بڑھی ہوئی ہوگی مگر وہ ملک گیر لیڈر ہونے کے باوجود توند سے محروم تھے۔ یہ راز لاہور آ کر کھلا کہ مولانا کی توند کیوں نہیں۔

مولانا نے آتے ہی سیاسی بحث شروع کر دی جبکہ میں چاہتا تھا ان سے شعر و شاعری کی باتیں کی جائیں مگر مولانا سیاسی موضوع نہیں چھوڑ رہے تھے۔ آخرکار ہم نے شعر و ادب کا پنڈ چھوڑا اور خاموشی سے ان کی سیاسی گفتگو سننے لگے۔ اگلے سال مولانا کانفرس کے موقع پر کلکتہ آئے تو مصنف کو اپنے ساتھ کام کرنے کی دعوت دی جو کہ مصنف نے قبول کر لی اور لاہور آ کر ''زمیندار'' کے آفس میں قیام کیا۔ ایک رات مولانا نے پچھلے پہر اٹھا کر سیر کی دعوت دی جبکہ مجھے احسان اللہ نے ان کی سیر کا حال پہلے ہی بتا رکھا تھا کہ مولانا میلوں دوڑتے ہیں اور گھنٹوں ورزش کرتے ہیں اس لئے میں نے قولنج کے درد کا بہانہ بنا کر جان چھڑائی۔

مولانا ظفر علی خان نیزہ بازی، شہسواری، تیراکی، کشتی گیری، نشانہ بازی میں بڑے ماہر تھے۔ شعر گوئی میں بڑی روانی تھی۔ آدھے گھنٹے میں پندرہ بیس اشعار کہہ جاتے۔ ایک نقاد کا خیال تھا کہ مولانا کی شاعری میں حقیقی رنگ بہت کم ہے۔ میں نے فارسی کے ایک دو شعر سنانے کے بعد مولانا کے اشعار سنا کر

پوچھا کہ یہ شعر کیسے ہیں؟ تو اُس نے بہت تعریف کی۔ جب میں نے بتایا کہ یہ اشعار مولانا ظفر علی خان کے ہیں تو وہ حیران رہ گیا۔ جس طرح ہم آپ نثر لکھتے ہیں وہ اس طرح شعر کہتے چلے جاتے ہیں۔

مولانا دفتر میں ہوتے تو رونق لگی رہتی۔ نظم لکھ کر دفتر کے لوگوں کو ضرور سناتے۔ انہیں نئی نئی تجویزیں سوجھتی رہتی تھیں۔ اچھا کام کرنے پر کارکنوں کی حوصلہ افزائی کرتے اور انعام سے نوازتے۔ لوگ پھر بھی ان سے ملتے ڈرتے تھے۔ مولانا کو اخبار کی زبان کا بڑا خیال رہتا تھا، ذرا سی غلطی بھی برداشت نہ کرتے۔ املاء کی غلطیاں، انشاء پردازی میں جھول اور خطاطی میں کمزوری انہیں کھٹکتی تھی۔ اس لئے دفتر کے لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہتے تھے۔

10۔ مولوی نذیر احمد (4 مرتبہ)

مصنف کا نام : شاہد احمد دہلوی

خاکہ نگار شاہد احمد دہلوی اس سبق میں بتاتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا مولوی نذیر احمد کو پانچ برس کی عمر میں آخری بار اس وقت دیکھا۔ جب وہ اپنے والد اور بھائیوں کے ساتھ اُن سے ملنے حیدر آباد سے دہلی گئے۔ مولوی صاحب اپنے مکان کے دالان نما کمرے میں پلنگ پر دراز تھے۔ اُن کی داڑھی سفید تھی اور کانوں کو ڈھانپنے والی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ میرے والد مولوی صاحب سے گلے مل کر خوب روئے۔ دِل کا غبار ہلکا ہوا تو ابا نے دادا کو سلام کرنے کا کہا۔ مولوی صاحب نے ہمیں پیار کیا اور ایک ایک اشرفی دی۔ اس ملاقات کے بعد انہیں دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

مصنف لکھتا ہے کہ مولوی نذیر احمد کو زمانہ سازی بالکل نہیں آتی تھی۔ حیدر آباد دکن میں ملازمت کے دوران ان کے کھرے پن کی وجہ سے کسی سے نہ بنی اور غیور جنگ کا خطاب ٹھکرا کر واپس دہلی چلے آئے۔ انہوں نے قرآن پاک کا ایسا رواں اور بامحاورہ ترجمہ کیا جس کو چھپوانے پر ریاست جاورہ کے نواب افتخار علی خان کے بھائی معجزاتی طور پر ٹھیک ہو گئے اور طویل عمر پائی۔

مولوی نذیر احمد کا زمانہ طالب علمی انتہائی بے کسی اور بے سروسامانی میں گزرا۔ جب وہ بجنور سے اپنے بھائی کے ساتھ پڑھنے کے لئے دہلی آئے تو ان کا قیام پنجابی کٹڑے کی ایک مسجد میں تھا۔ وہاں وہ رات بھر فرش پر کہنیاں ٹکائے پڑھتے رہتے جس سے اُن کی کہنیوں پر زخم پڑ گئے جو آہستہ آہستہ گٹوں میں بدل گئے۔ وہ اپنے بچپن کے مصائب کا حال بڑے فکر سے بیان کرتے تھے۔ شدید سردیوں میں دونوں بھائی ٹاٹ کی صفوں میں لپٹ کر سو جاتے۔ صبح سویرے مسجد کا ملا ایک لات رسید کرتا جس سے یہ جاگ جاتے اور صف بھی بچھ جاتی۔ دوسرے طالب علموں کی طرح مولوی صاحب کو بھی محلے کے گھروں سے روٹی مانگ کر لانا پڑتی۔ انہی گھروں میں سے ایک گھر مولوی عبدالقادر کا بھی تھا جن کی بیٹی بے حد تنگ کرتی بالآخر اُسی لڑکی سے اُن کی شادی ہوئی۔ اُن کے سسرال والے کافی خوشحال تھے لیکن اُنھوں نے محدود آمدنی کے باوجود اُن سے مدد لینا گوارا نہیں کیا بلکہ ایک کرائے کے معمولی مکان میں گزر اوقات کی۔ سر سید احمد خان بڑے ہونے کے باوجود مولوی صاحب کا بے حد احترام کرتے تھے۔ مولوی صاحب بھی سر سید کی ہر مشکل وقت میں مدد کرتے تھے۔ ایک بار جب ایک ہندو محاسب نے علی گڑھ کالج میں لاکھوں روپے کا غبن کیا تو مولوی صاحب فوراً وہاں پہنچے اور سر سید کو ہر طرح کی مالی امداد کا یقین دلایا۔ علی گڑھ کالج کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کی مہم میں مولوی نذیر احمد سر سید کے معاون اور مددگار تھے۔ وہ اپنی پُر اثر تقاریر سے سامعین پر جادو کر دیا کرتے۔ لوگ دل کھول کر چندہ دیتے حتیٰ کہ خواتین اپنا زیور تک اتار کر چندے میں دیتیں۔

مولوی نذیر احمد کو عربی زبان پر غیر معمولی دسترس حاصل تھی۔ لوگوں کے بے حد اصرار پر انہوں نے قرآن مجید کا نہایت ہی شستہ ، رواں اور بامحاورہ ترجمہ کیا۔ اُنھیں اپنے اُس کارنامے پر فخر تھا کیونکہ اُنہوں نے یہ ترجمہ اپنے وقت کے جید علماء کی مشاورت سے اڑھائی برس کی مدت میں مکمل کیا تھا اور اسے اپنی بخشش کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

11۔ ایک سفرنامہ جو کہیں کا بھی نہیں ہے

مصنف کا نام : ابنِ انشاء

پہلے ہم راولپنڈی میں لیٹ ہو گئے پھر پشاور میں اور جب سفر شروع ہوا تو پائلٹ نے بتایا کہ آپ کے نیچے درۂ خیبر ہے۔ پھر کہا کہ ہم دریائے کابل اور جلال آباد کے اوپر سے گزر رہے ہیں۔ چند لمحوں بعد کہا کہ ہم پشاور کے ہوائی اڈے پر اترنے والے ہیں کیونکہ کابل گھنے بادلوں میں گھرا ہوا ہے، وہاں اترنا ممکن نہیں۔

ہم نے جب کابل جانے کا ارادہ ظاہر کیا، لوگوں نے وہاں کی سردی سے بہت ڈرایا۔ چنانچہ دوست احباب سے گرم کپڑے مستعار لے کر روانہ ہوئے۔ فلیٹ ہیٹ اور لومڑی کی کھال کے دستانے بھی خریدے۔ سارا سامان لے کر روانہ ہوئے مگر ابھی تک پشاور کے ڈین ہوٹل میں قیام پذیر ہیں۔ پرانی طرز کے اس ہوٹل کی حالت نہایت خستہ ہے۔ پشاور میں لوگ کسی مقام کا پتا درست طور پر نہیں بتاتے جس کی وجہ سے ہم نے پشاور کی زیادہ سیر نہ کی۔

پشاور کے ہوائی اڈے پر ملنے والے ڈاکٹر نہایت دلچسپ آدمی تھے۔ وہ ڈنمارک کے رہنے والے تھے۔ ایک عرصہ تک وہ گرین لینڈ میں اسکیموؤں کے ساتھ رہے۔ اُن کی کتاب اسکیمو ڈاکٹر کو بڑی شہرت ملی۔ ان دنوں وہ مشرقی ممالک کے دورے پر تھے بھارت کے فرقہ وارانہ تعصبات اور گئوکشی کے فسادات سے خوف زدہ ہو کر نیپال روانہ ہو گئے اور اب افغانستان جانا چاہتے تھے۔

تین دن پشاور میں قیام کے بعد ہم کابل پہنچے۔ ڈاکٹر گلبرگ اور ان کی اہلیہ ہمراہ تھے۔ کابل میں ڈاکٹر کی بیوی نے گدھوں پر لدے سنگترے دیکھ کر خریدنا چاہے لیکن افغانی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے دشواری پیش آئی۔ چنانچہ ہم نے ٹوٹی پھوٹی فارسی اور اشاروں کنایوں کے ذریعے انہیں کچھ سنگترے خرید کر دیئے جس پر وہ بے حد شکر گزار ہوئے۔

ہمارے دورے کا بنیادی مقصد پبلشروں کی تلاش تھا۔ ایک افغانی دوست سے پوچھنے سے پتہ چلتا ہے کہ کابل میں نہیں ہے۔ اس ملک میں صرف پانچ سرکاری طبع خانے ہیں۔ کتابیں صرف ان سرکاری چھاپہ خانوں میں چھپتی ہیں۔ افغانستان میں ریلوے نام کی بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ دریائے کابل کی صورتحال نہایت دگرگوں ہے۔ اگرچہ شہر کے بیچوں بیچ بہتا ہے لیکن کراچی کے گندے نالوں کی طرح ہے۔ لوگ اسی میں کپڑے دھوتے ہیں اور اسی میں کوڑا کرکٹ پھینکتے ہیں۔ گرمیوں میں برف پگھلنے سے اس کے چہرے پر رونق آجاتی ہے۔ لوگ مٹکے صراحیاں بھربھر کر پانی لے جاتے ہیں کیونکہ شہر کے پرانے مکانوں میں پانی پہنچانے کا کوئی انتظام نہیں۔ حکومت پائپوں کے ذریعے پانی گھروں تک پہنچانے کا بندوبست کر رہی ہے۔ مجموعی طور پر یہ ملک ہم سے بھی ایک صدی پیچھے ہے۔

12۔ ایوب عباسی (8 مرتبہ)

مصنف کا نام: رشید احمد صدیقی

ایوب عباسی اُن کی حیثیت فطرت کی عطا کی ہوئی نعمتوں جیسی تھی جن کی قدر و قیمت کا احساس اُن سے محرومی کے وقت ہوا۔ بظاہر ان میں کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ نہ تو وہ بے حد ذہین تھے نہ دولت مند، نہ خوش پوشاک نہ خوش شکل مگر ان کی گوناگوں خوبیوں نے انہیں ہردلعزیز اور محبوب بنا دیا تھا۔ وہ ہماری زندگی میں اس قدر دخیل تھے کہ ناگزیر محسوس ہوتے تھے۔ ان میں دل سوزی اور خودسپاری کا ایک بیش بہا خزانہ موجود تھا۔ کسی کے ہاں رنج و تردد کا موقع ہوتا تو ایوب عباسی سب سے پہلے وہاں حاضر ہوتے۔ بھاگتے بھاگتے پھرتے اور خوشی کا موقع ہوتا تو خوشی میں چہک رہے ہیں۔ ہم سب کام انہی سے کراتے۔ ہم سے کوئی کام خراب ہوتا تو غصہ ایوب پر ہی نکلتا۔

ان کا گھر عزیزوں اور دوستوں کے لڑکوں کے لئے مسافر خانہ بنا رہتا۔ ہر شخص کو کھلانا پلانا اور سب کی ضرورتوں کا خیال رکھنا انہی کا کام تھا۔ یہ عجیب بات تھی کہ لوگوں کے دلوں میں جگہ بنانے اور ان کی خدمت میں پیش پیش رہنے کے باوجود وہ کسی سے اپنی خدمات کا صلہ پانے کا خیال دل میں نہیں لاتے تھے۔ اُن کے اعزہ کے بہت سے لڑکوں نے اُن کی مدد اور اُن کے خرچ سے تعلیم حاصل کی۔ دوستوں میں اگر کوئی بیمار پڑتا تو رات دن خدمت کرتے۔ پاؤں دبانا، سر کی مالش کرنا اور مریض کے چڑچڑے پن کی وجہ سے باتیں سننا ایوب کا ہی کام تھا۔ پرووسٹ کے دفتر میں ان کی ذمہ داری ایسی تھی کہ تمام قسم کے ملازمین کو اس سے واسطہ پڑتا۔ انہیں ہر ملازم اور ہر طالب العلم کے حال کا علم ہوتا۔ یونیورسٹی میں ہڑتال ہوتی تو وہ صلیب احمر کا کردار ادا کرتے۔ کبھی کبھار اپنے خاندانی معاملات، عزیزوں، رشتہ داروں کی سنگ دلی، خود غرضی اور بے رخی کا شکوہ کر کے دل کا بوجھ ہلکا کرتے۔ وہ اپنے بزرگوں اور دوستوں کو مجھ سے ضرور ملواتے۔

سردی کے موسم میں ایک روز ایوب عباسی دیگر دوستوں کے ساتھ ڈاکٹر عباد الرحمٰن کے ہاں موجود تھے کہ انہیں شدید بخار کی شکایت ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا گرم کوٹ اوڑھایا اور چائے پلائی لیکن افاقہ نہ ہوا انھیں اُن کے گھر پہنچایا گیا۔ دو تین ہفتے بیمار رہنے کے بعد وہ سب کو افسردہ چھوڑ کر اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ گھر کے باہر اساتذہ، طلبہ اور معززین شہر کے علاوہ یونیورسٹی کے نچلے درجے کے ملازمین بھی اشک بار اور غم زدہ تھے۔ کفن دفن کے بعد مولانا ابوبکر نے جب قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر ایوب کی طرف سے غلطیوں کی معافی مانگی تو بے اختیار لوگوں کی چیخیں نکل گئیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس پر ایوب عباسی کی خدمات کا احسان نہ ہو۔

-----2016-----

13۔ تشکیل پاکستان

مصنف کا نام: میاں بشیر احمد

ہندوستان میں اسلامی حکومت اٹھارہویں صدی کے وسط تک ختم ہو چکی تھی اور انیسویں صدی کے شروع میں مسلمانوں کا سیاسی تنزل مکمل ہو چکا تھا۔ ٹھیک اسی زمانے سے اسلامی ریاست کو برقرار رکھنے کے لئے بعض افراد کے دل میں مذہبی احیا اور معاشرتی اصلاح کا خیال پیدا ہو چکا تھا۔ ان میں سرفہرست شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز وغیرہ ہیں جنھوں نے مذہب کی صحیح واقفیت لوگوں میں پیدا کی لیکن عوام کی مذہبی حالت اتنی گری ہوئی تھی کہ ان پر ان کی کوششوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ 1816 سے 1831 تک سید احمد بریلویؒ نے مذہبی خرابیوں کی اصلاح کی کوششیں کیں۔ انھوں نے سکھوں کے خلاف مذہبی جہاد کی مہم بھی شروع کی لیکن بعض سرداروں کی غداری سے مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اسی زمانے میں بہار میں مسلمانوں میں فرائضی تحریک اٹھی۔ مقصد غریب مسلمانوں کی اصلاح تھا۔ 1857 میں مسلمانوں کی حالت اور بھی خراب ہو گئی۔ انگریز حکومت نے جو سو سال سے مسلمانوں کی ذلت کے درپے تھے، بتدریج مسلمانوں کی زمینیں اور عہدے چھین لئے۔ اسلامی تعلیم ختم کر دی گئی۔ فارسی کو جو سرکاری زبان تھی عدالتوں سے خارج کر دیا گیا۔ انگریز مسلمانوں کو غدر کا سبب سمجھتے تھے۔ مسلمان پس ماندہ ہو گئے۔ ایسے حالات میں سر سید احمد خان نے قوم کو امید، محنت اور ترقی کا پیغام دیا۔ گو ملک ہاتھوں سے گیا، ملت کی آنکھیں کھل گئیں۔ ان لوگوں کی مساعی سے مسلمانوں میں مذہب سے بیگانگی ختم ہو گئی۔ اقبال نے آ کر اپنا خاص اسلامی فلسفہ قوم کے سامنے پیش کیا کہ انسان اطاعت، ضبطِ نفس اور نیابتِ الٰہی کی منزلیں طے کر کے خودی کی بلندی تک پہنچ

ہوگیا۔ یعنی مایوسی کو ختم کرنے پر زور دیا۔ سکتا ہے۔ اقبال نے اول توحید، دوم رسول اکرم ﷺ سے محبت، سوم قرآن کے مطالعہ پر زور دیا اور چہارم رجائیت یعنی مایوسی کو ختم کرنے پر زور دیا۔
سکتا ہے۔ اقبال نے اول توحید، دوم رسول اکرم ﷺ سے محبت، سوم قرآن کے مطالعہ پر زور دیا۔ علی گڑھ کالج 1920 میں یونیورسٹی کے درجے
اقبال نے اپنی قوم کو اپنے افکار اور اشعار کے ذریعے جگایا۔ تعلیم، اردو ادب اور صحافت کو ترقی ہوئی۔ علی گڑھ کالج 1920 میں یونیورسٹی کے درجے
تک پہنچ گیا۔ حیدرآباد میں جامعہ عثمانیہ کا ادارہ قائم ہوا۔ ان ترقیوں کے باوجود قوم سیاسی حیثیت سے مضبوط اور متحد نہ تھی۔ انڈین نیشنل کانگرس کے
قیام کے بعد سرسید نے علی گڑھ میں مسلمانوں کے سیاسی تحفظ کے لئے قدم اٹھایا۔ بیسویں صدی کے شروع میں ایشیاء اور ہندوستان میں صورت حال
بدل گئی۔ ہندوستان کے ہندوؤں نے 1905ء میں تقسیم بنگال کے خلاف تحریک شروع کی۔ مسلمانوں نے اپنے تمدنی اور سیاسی حقوق کی حفاظت
کے لئے 1906 میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ 1909ء میں مسلمانوں نے جداگانہ انتخابات کا اہم حق حاصل کرلیا۔ تقسیم بنگال کی تنسیخ 1911 میں
ہوئی۔ اس سے مسلمانوں کو یقین ہوگیا کہ ان کے قومی حقوق محفوظ نہیں تو انھوں نے سیلف گورنمنٹ کا مطالبہ کردیا۔
سرسید نے اپنے رسالے "تہذیب الاخلاق" کے اجراء سے ثابت کردیا کہ اسلام عقل کے اصولوں پر مبنی ہے۔ ان کا قائم کردہ علی گڑھ کالج تیس برس تک
مسلمانوں کا واحد قومی مرکز بنا رہا۔ پنجاب کے زندہ دلان نے بھی سرسید کی حوصلہ افزائی کی اور لاہور میں انجمن حمایت اسلام کا ادارہ قائم کیا۔ آل انڈیا
محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس نے لوگوں کو ایک نئی زندگی بخشی۔ جب بنارس کے ہندوؤں نے اردو کو ختم کرکے بھاشا زبان قائم کرنے کے لئے کہا تو
سرسید کو قوی یقین ہوگیا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کا ایک ساتھ چلنا بہت مشکل ہے۔ جب 1885 میں انڈین نیشنل کانگرس کی بنیاد پڑی تو سرسید نے
مسلمانوں کو اس میں شرکت کرنے سے روکا۔ سرسید نے اپنی تصنیف "اسباب بغاوت ہند" لکھ کر انگریز حکومت کو توجہ دلائی کہ غدر کا سبب یہ تھا کہ
مسلمانوں کو ملک کی سیاسی کونسلوں میں شامل نہ کیا گیا تھا۔ سرسید نے خود کونسل کے ممبر نامزد ہوکر ملکی مفاد پر پے در پے تقریریں کیں۔ سرسید کے بعد ان
کے رفقا محسن الملک، وقار الملک، حالی، نذیر احمد، ذکاء اللہ اور شبلی وغیرہ نے سیاسی اور ادبی خدمات سرانجام دیں۔ سرسید اور امیر علی نے اسلام کو مغربی
علوم سے اس طرح ملایا کہ اسے ایک ترقی یافتہ مذہب ثابت کیا۔ شبلی نے لکھنو میں ندوۃ العلماء قائم کیا۔ جنگ عظیم 1914ء نے ہندوستانیوں کے دل
میں حرکت پیدا کی کہ وہ کانگرس اور لیگ میں فاصلہ ختم کردیں۔ 1916ء میں میثاق لکھنو ہوا۔ برطانیہ نے یہ اعلان کیا کہ ہندوستان کو خود اختیاری
حکومت دی جائے لیکن جنگ عظیم ختم ہوتے ہی برطانوی حکومت اپنے تمام وعدے بھول گئی۔ اس نے ترکی کے حصے بخرے کرنے شروع کردیے۔ علی
برادران کی تحریک عدم تعاون ختم ہوتے ہی ہندو لیڈروں نے شدھی اور سنگھٹن کی تحریک شروع کردی۔ اس سے ہندو مسلم تعلقات خراب ہوگئے۔
سائمن کمیشن کی آمد اور نہرو رپورٹ پر مسلمانوں نے مسٹر جناح کے چودہ نکات سے مطابقت رکھتا ہوا مطالبہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ گاندھی نے
1929 میں سول نافرمانی کی تحریک شروع کی۔ 1930 میں لندن میں گول میز کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ ہندوؤں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے کوئی سمجھوتہ نہ
ہوسکا۔ 1935 کے ایکٹ کے تحت فیڈریشن اور صوبوں میں خود اختیاری حکومت کا نفاذ طے پایا۔ 1937 کے انتخابات کے بعد کانگرس آٹھ صوبوں
پر حکومت کرنے لگی۔ اس نے اردو کو مٹایا اور ہندی کو ابھارا۔ ہندوستانی مسلمانوں کے تمدن کو ہندوانہ تمدن میں مدغم کرنے کی کوششیں کیں۔ یہ
مسلمانوں کے لئے بہت نازک وقت تھا۔ مسلم لیگ سرگرم عمل نہ تھی۔ جمعیۃ العلماء اور مجلس احرار کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ ایسے وقت میں قائداعظم
محمد علی جناح سیاسی بات چیت میں انگریزی حکومت اور کانگرسی لیڈروں کے ساتھ پورے اترے اور مسلمانوں کو قوم تسلیم کرانے میں کامیاب ہوئے۔
اکتوبر 1937 میں آل انڈیا مسلم لیگ کی سیاسی بیداری کا نیا دور شروع ہوا۔ 23 مارچ 1940 کو مسلم لیگ نے لاہور میں قرارداد منظور کی جس
میں پاکستان کی تجویز پیش کی۔ 1944 میں معاشی، تعلیمی اور دیگر مسائل کے حل کے لئے ایک کمیٹی بنی۔ 1944 اور 1945 میں کانگرس اور مسلم
لیگ اکٹھی ہوئیں مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ 46-1945 کے انتخابات میں ہندوؤں میں کانگرس اور مسلمانوں میں مسلم لیگ پوری طور پر کامیاب ہوگئی۔
1946 میں برطانوی حکومت نے پہلے ایک وفد اور پھر ایک کمیشن ہندوستان بھیجا لیکن مسلم لیگ نے اسے کانگرس نواز ہونے کی وجہ سے ٹھکرایا۔
بعد میں مسلم لیگ بھی عارضی حکومت میں شامل ہوگئی۔ کانگرس اور مسلم لیگ کے اختلافات کی وجہ سے ملک میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہوگئے۔
1945 میں برطانوی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ جون 1948 تک ہندوستان خالی کردے گی۔ جنوری 1947 میں مسلم لیگ کی ایک تحریک اٹھی۔
برطانوی حکومت اس سے متاثر ہوئی۔ پاکستان کے مخالفین نے فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ شروع کرکے آٹھ دس لاکھ بے گناہ مسلمانوں کو بے رحمی
سے مار دیا۔ آخر برطانیہ نے 3 جون کو ہندوستان اور پاکستان کی آزادی کا منصوبہ شائع کردیا۔ 15 اگست 1947 کو دو الگ الگ خودمختار حکومتیں قائم
ہوگئیں۔ پاکستان کے قیام سے ایشیاء اور تمام اسلامی دنیا میں ایک قوت نما تغیر رونما ہوگیا ہے۔ اب یہ امر واضح ہے کہ پاکستان کی حکومت اسلامی
جمہوریت کے اصولوں پر قائم ہوگی۔ مسلم اور غیر مسلموں سے یکساں سلوک کیا جائے گا۔
مسلمانوں کا نصب العین اسلام ہے۔ ایسا اسلام جس کا حاصل قرآن ہے، جس نے صرف ان دیکھے خدا کے آگے سر جھکانا سکھایا۔ ہمیں وہ اسلام
چاہئے جس کا نمونہ آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے عہد میں مسلمانوں کی زندگیوں میں نظر آتا ہے۔ پاکستان کے مسلمانوں کا نصب العین
سچائی، دلیری، خود اعتمادی سب کے حقوق کا تحفظ سب سے رواداری اور محبت ہونا چاہئے۔

اہم نظموں کے خلاصہ جات بورڈ پیپرز 2011-2019

1۔ حمد — **شاعر کا نام : مولانا ظفر علی خان**

اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہر شخص پر ہے۔ کوئی انسان اس کے فیض سے محروم نہیں۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے موجود ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ انسان گنہگار ہے جبکہ اللہ بخشنے والا اور عیبوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔ اللہ کی طرف سے مصیبت بھی انسان کے حق میں اس کی رحمت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے اللہ کا پیغام بہتر طور پر اس کے بندوں تک پہنچایا۔ کافروں کی کوشش تھی کہ ہدایت کے اس روشن دیئے کو پھونکوں سے بجھا دیں لیکن دشمن اس سچے دین کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ دینِ اسلام پوری دنیا میں پھیل رہا۔

2۔ نعت (دو مرتبہ) — **شاعر کا نام : حفیظ تائب**

آپ ﷺ اچھی عادات والے، اچھے خیالات والے اور عمدہ خبریں لانے والے بہترین انسان ہیں۔ آپ ﷺ اعلیٰ نسب اور اچھے خاندان سے ہیں۔ آپ ﷺ دلوں کو نوازنے والے، دلوں میں گھر کروانے والے اور کاموں کو سنوارنے والے ہیں۔ آپ ﷺ مجسمہ، مہر و محبت اور سراپا صدق و صفا ہیں۔ آپ ﷺ اعلیٰ اخلاق کے بلند مقام پر ہیں۔ آپ ﷺ پیکرِ لطف و کرم ہیں اور باعثِ رحمت ہیں۔ آپ ﷺ ہمارے لئے دنیا میں کامیابی کی علامت اور آخرت میں وسیلۂ نجات ہیں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! امتِ مسلمہ کے کھوئے ہوئے کمالات کے دوبارہ حصول اور اندھیروں کو روشنی میں بدلنے کے لئے مدد کی التجاء ہے۔ آپ تائب کے حال پر بھی نظرِ کرم کیجئے اور اسے اپنے در کی حاضری کا شرف عطا فرمایئے۔

3۔ خدا سر سبز رکھے اس چمن کو مہرباں ہو کر (5 مرتبہ) — **شاعر کا نام : اکبر الٰہ آبادی**

بہار کی آمد سے ہر طرف پھول کھل اُٹھے ہیں اور بلبلیں چہچہانے لگی ہیں۔ ہر طرف سبزے کا قالین بچھ گیا ہے اور خوشبو سے معطر بادِ صبا چلنے لگی ہے۔ شاخیں جھوم رہی ہیں اور باغ کے پرندے خوشی کے ترانے گا رہے ہیں۔ ہوا پھولوں پر فدا ہو رہی ہے جیسے پھولوں نے شبنم کے پانی سے وضو کیا ہو اور اس صورتحال میں بلبل کی مترنم آواز اذان کی مانند لگ رہی ہے، شاخیں جھک رہی ہیں۔ ہر پھول کی پتی اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کر رہی ہے اور اپنی زبان سے یہ دعا کر رہی ہے کہ اے اللہ! اس چمن کو ہمیشہ سر سبز و شاداب رکھنا۔

4۔ اسلامی مساوات (8 مرتبہ) — **شاعر کا نام: مولانا الطاف حسین حالی**

جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو سب سے پہلے امیر طبقہ بگڑتا ہے۔ یہ طبقہ اخلاقی کمالات سے عاری ہو جاتا ہے اس صورت میں نہ عقل اِن کی رہنمائی کرتی ہے اور نہ دین حتیٰ کہ آخرت کا تصور بھی اُن کے ذہن سے محو ہو جاتا ہے۔ نہ تو مظلوم کی آہ و زاری کو خاطر میں لاتے ہیں اور نہ مفلوک الحال لوگوں پر ترس کھاتے ہیں بلکہ اپنی خود غرضانہ زندگی میں اس حد تک سرکش ہو جاتے ہیں کہ سوائے اپنی عیش کی زندگی کے اُن کو کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا یہاں تک کہ انہیں موت آ جاتی ہے۔ حالی کہتے ہیں کہ امیر طبقے کا غریب آدمی سے کوئی موازنہ نہیں، یہ لوگ اپنے آپ کو انوکھی مخلوق سمجھتے ہیں جنہیں روٹی روزی کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔ یہ قیمتی لباس، محل نما مکانات، خدمت کے لیے درجنوں نوکر اور کنیزیں، قیمتی علاج معالجہ اور خوشبو سے معطر زندگی گزارتے ہیں۔ دوسری جانب عام آدمی کا حال یہ ہے کہ انہیں زندگی میں ایک لمحہ چین نہیں ملتا۔ روٹی، کپڑا اور مکان جیسی بنیادی ضروریات سے محروم ہوتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں واضح طور ارشاد فرمایا ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کنبہ ہے۔ وہی شخص اللہ کا دوست ہو سکتا ہے جو اس کی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ گویا مخلوقِ خدا کی خدمت ہی اصل عبادت ہے۔

5۔ سُراغِ راہرو (4 مرتبہ) — **شاعر کا نام : جوش ملیح آبادی**

جس طرح زمین پر لکیر کا نشان سانپ کے گزرنے کی علامت ہے اِسی طرح گھوڑوں کے سُموں کے نشان قافلوں کے گزرنے کی نشان دہی کرتے ہیں۔ کسی راستے میں اڑنے والا غبار قافلوں کی بھاگ دوڑ اور تگ و تاز کا گواہ ہے اور راستے میں قدموں کے نشان پیدل چلنے والوں کی نشان دہی کرتے ہیں جس طرح ایک بُت تراش کے بغیر بُت وجود میں نہیں آتا اسی طرح قدم کے بغیر نشانِ قدم کا تصور ممکن نہیں۔ ستارے جو زمین کا نور اور آسمان کی زینت بنے ہوئے ہیں، یہ بھی کسی خوش رفتار مسافر کے حسین قدموں کی علامت ہے۔

6۔ آدمی (9 مرتبہ) — **شاعر کا نام : سید ضمیر جعفری**

ایک زمانہ تھا کہ آدمی پیار، محبت اور علم و دانش کا پیکر ہوتا تھا۔ اب زمانہ بدل گیا ہے اب اچھی گاڑی، اچھا گھر اور مال و دولت آدمی کی پہچان ہے۔ آج کل آدمی تعداد میں بہت زیادہ ہیں مگر اُن میں انسانیت بہت کم پائی جاتی ہے۔ تمام تر وسائل کے باوجود لوگ اپنی صحت، اخلاقی اقدار اور سکون سے ہاتھ دھو لیتے ہیں۔ انسان نے زندگی کا معیار اس قدر بدل دیا ہے کہ انسانیت دم توڑتی نظر آتی ہے۔ آج کے دور کا آدمی مادیت پرست بن چکا ہے۔ اور کمزور ایمان کی وجہ سے بے راہ روی کا شکار ہے۔ حقیقت میں منافقت حد سے بڑھ گئی ہے اور لوگ اخلاقی زوال کا شکار ہیں۔ نت نئی سائنسی ایجادات نے جہاں بے پناہ سہولیات دی ہیں وہاں اُس نے آدمی کی موت کو بھی نئے انداز میں ڈھال دیا ہے۔

7۔ نوجوان سے خطاب (5 مرتبہ) — **شاعر کا نام: اسرار الحق مجاز لکھنوی**

اے نوجوان اپنے اندر ایسا رعب اور جلال پیدا کر کہ موت بھی تجھ سے خوف کھائے۔ محنت اور لگن کو اپنی زندگی کا شعار بنا کر آسمان کے ستارے بھی تجھے سلام کریں۔ تیری جوانی قوم کی امانت ہے اِس لئے قوم کی بھلائی کے لئے اسے وقف کر دے۔ تو اپنے کردار سے نفرتوں کے کانٹوں کو محبتوں کے حسین گلابوں میں بدل

ڈال۔ جمود کمزوری کی علامت ہے لہٰذا تو ہر لمحہ متحرک رہ کر زمانے میں انقلاب برپا کردے۔ اپنے وطن کی خاطر تجھے جان کا نذرانہ بھی دینا پڑے تو دریغ مت کر بلکہ خون سے آبیاری کر کے اس سرزمین کو گلابوں سے مہکا دے۔

2016

8۔ ایک کوہستانی سفر کے دوران میں (خلاصہ) (9مرتبہ) شاعر کا نام: مجید امجد

پہاڑوں کے اوپر بل کھاتے چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیوں کی صورت میں ادھر ادھر پھیلے ہوئے ہیں ایسی ہی ایک پگڈنڈی کے دونوں طرف نیچے گہرے غار تھے اور ان ڈھلوان پگڈنڈیوں کے آگے ایک تیز موڑ تھا اور موڑ کے پاس ایک بلند درخت اس طرح جھکا ہوا کھڑا تھا جیسے کوئی نورانی فرشتہ اڑنے کے لئے پر تولے کھڑا ہو اور گزرنے والے سب مسافر اس درخت کا سہارا لے کر موڑ سے آسانی کے ساتھ گزر جاتے تھے۔ اس موڑ پر مسافروں کے قافلے گزرتے تھے جن کے پاؤں تھکاوٹ اور خوف سے ڈگمگا رہے ہوتے تھے لیکن یہ سوکھا ہوا اور جھکا ہوا درخت ان کو سہارا دے کر اس جگہ سے گذار دیتا تھا۔ یہ درخت سینکڑوں لوگوں کا سہارا بن کر انہیں ان کی منزل کی طرف رواں دواں کرتا تھا لیکن افسوس کہ زمانے کے بلند و با اختیار لوگوں کی زندگی ایک جھکے ہوئے درخت کی اس ٹہنی جیسی بھی نہیں کیونکہ یہ لوگ کسی کو سہارا دے کر پار اتارنے کی کوشش نہیں کرتے۔

9۔ تغیر (4مرتبہ) شاعر کا نام: احسان دانش

زندگی اک تغیر کا نام ہے زندگی مسلسل تبدیلی کا نام ہے۔ رات کے بعد دن اور خزاں کے بعد بہار ضرور آئے گی۔ ہر پتے کا سکوت گویا ایک افسانہ ہے خوشبو پھیلنے کے لئے بے تاب ہے موسم بدلتے رہتے ہیں سورج اور چاند محو سفر ہیں تاکہ دن رات اور شام و سحر کا نقشہ بدلتا رہے۔ شہروں میں جنگلوں میں، محفلوں میں گویا ہر جگہ انقلاب کے نعرے لگ رہے ہیں۔ اس طرح ہر جگہ تغیر کا جادو چھایا ہوا ہے۔ اور قدرت کے اس کارخانے میں سکوت محال ہے بس حرکت و عمل اصل زندگی ہے۔

اہم مضامین بورڈ پیپرز 2019-2011

1۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ (14مرتبہ)

(مفکرِ پاکستان۔ میری پسندیدہ شخصیت۔ میرا پسندیدہ شاعر۔ نامور قومی راہنما اقبال کی ملی خدمات۔ اقبال اور نوجوان اسلام)

اوروں کا ہے پیام اور، میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا، طرزِ کلام اور ہے

اردو ادب کی خوش قسمتی ہے کہ اسے علامہ اقبال جیسا عالم اور فلسفی شاعر نصیب ہوا۔ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے غفلت میں سوئی ہوئی قوم کو بیدار کیا۔ آپ 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اور میٹرک کرنے کے بعد مرے کالج سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ ایف اے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور چلے آئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد یہیں پروفیسر مقرر ہوئے۔ 1905ء میں مزید تعلیم کے حصول کے لئے انگلستان چلے گئے۔ ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری کے علاوہ انہوں نے قانون کی تعلیم بھی حاصل کی۔ اس کے ساتھ عربی، فارسی، سنسکرت اور یورپین زبان و ادب کا مطالعہ بھی کیا۔ انہوں نے مشقِ سخن کا آغاز تو اردو سے کیا لیکن یورپ سے واپسی پر فارسی میں طبع آزمائی کی اور نت نئے افکار و خیالات پیش کر کے اپنی شاعری کا لوہا منوایا۔ بانگ درا کی اشاعت سے پہلے انہوں نے اسرارِ خودی، رموزِ بیخودی اور پیام مشرق تینوں کتابیں فارسی میں لکھیں۔ بانگ درا کے بعد زبور عجم جاوید نامہ بھی فارسی میں لکھیں۔ بال جبریل اردو کی وہ معرکۃ الآرا کتاب ہے جس میں انہوں نے مسلم قوم کو خودی سے آگاہ کیا۔

علامہ اقبالؒ ہمارے قومی شاعر ہیں جو بیک وقت عظیم شاعر، عظیم راہنما، عظیم قانون دان، عظیم ماہر تعلیم اور سب سے بڑھ کر عظیم انسان تھے جنہوں نے سوئی ہوئی قوم کو خواب غفلت سے جگایا اور غلامی کی زنجیریں کاٹ کر آزادی کے حصول کے جذبے سے آشنا کیا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

اقبال شاعر تھے لیکن ان کے سامنے شاعری کے ذریعے پیش کرنے کے لئے کچھ مقاصد تھے۔ انہوں نے اپنے مخصوص فلسفہ کو قوم کے سامنے پیش کرنے کے لئے شاعری اختیار کی اور اس مقصد میں کامیاب ہوئے۔ وہ خود کو شاعر کہلانے میں نہیں بلکہ ایک قلندر کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ بہر حال وہ ایک عظیم شاعر تھے اور شاعری میں فلسفہ پیش کرتے تھے۔ آپ کے کلام میں فلسفہ تو ہے ہی، اس کے علاوہ تغزل کا ایک خاص معیار بھی ملتا ہے۔ تغزل کی یہ خوبی صرف ان کی غزلوں میں ہی نہیں بلکہ ان کی نظموں میں بھی اس کا یہی رنگ جھلکتا ہے۔ جس کے ساتھ ترنم اور موسیقیت بھی ہے۔ ان کے اشعار میں ایک خاص قسم کا صوتی آہنگ ہے جو پڑھنے اور سننے والوں میں جوش پیدا کرتا ہے اور انہیں ان کے فلسفہ کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے ابھارتا ہے۔ مترنم اور مخصوص صوتی آہنگ کی مثالیں اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا میرا گریباں چاک یا دامنِ یزداں چاک

میں کہاں ہوں تو کہاں ہے وہ مکاں کہ لامکاں ہے
یہ جہاں مرا جہاں ہے کہ تیری کرشمہ سازی

ان اشعار میں صوتی آہنگ کے علاوہ بیان کا ایک خاص جرات مندانہ انداز ہے۔ انہوں نے جہاں اشعار میں شعری خوبیاں پیدا کی ہیں وہاں ان میں نئے نئے انداز بھی متعارف کرائے ہیں اور نئے نئے موضوع بھی شاعری میں شامل کئے ہیں۔ انہوں نے قوم کو بیدار کرنے اور کچھ کرنے کے لیے اکسانے کی

میں قومی رنگ اختیار کیا۔ انہوں نے اہل وطن کی حالت زار پر افسوس کا اظہار کیا۔ انہیں اسلاف کے کارناموں کی یاد دلائی اور آئندہ روشن مستقبل کی پیش گوئی کر کے قوم کی حوصلہ افزائی بھی کی۔ اہل وطن کی حالت پر آنسو بہاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

رلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستان مجھ کو — کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں

اہل وطن کی حالت زار کو محسوس کرتے ہیں تو انہیں خبردار کرتے ہیں کہ اگر ان کی یہی حالت رہی تو زمانہ بہت جلد انہیں مٹا کے رکھ دے گا۔ کہتے ہیں۔۔۔۔

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے — عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں
وطن کی فکر کر ناداں قیامت آنے والی ہے — تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو — تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

ان کے پیش نظر صرف مسلم قوم ہی نہیں تھی۔ ان کے پیش نظر تمام اہل ہند تھے۔ اسی لیے وہ "اے ہندوستاں والو!" کہہ کر خطاب کرتے ہیں۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ اور تمام اہل وطن کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے تھے لیکن جب انہوں نے محسوس کیا کہ ہندو مسلم اتحاد ہندوؤں کے تعصب کے سبب ممکن نہیں اور ہندو بہرحال پہلے ہندو کے بارے میں سوچتا ہے اور اسی کے مفاد کو ترجیح دیتا ہے بلکہ آزادی کے بعد ہندو راج قائم کرنے کے منصوبے بناتا ہے تو انہوں نے صرف مسلمانوں کے لئے لکھنا اور کام کرنا شروع کر دیا۔ اب وہ مخاطب ہوئے تو "ہندوستاں والوں" سے نہیں بلکہ صرف مسلمانوں سے اور "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" کی بجائے۔

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا

اور

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو

کی بجائے

مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو

کا رنگ اختیار کرتے ہیں اور اپنی شاعری مسلمانوں ہی کو بیدار کرنے کے لئے وقف کر دیتے ہیں، مسلم خوابیدہ کو اسلاف کی یاد تازہ کرانے کے لئے کہتے ہیں۔

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے؟ — وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں — کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سر دارا

اور پھر مسلمان نوجوانوں کو سمجھاتے ہیں کہ ترقی پذیر قوموں کے انداز کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔ وہ نوجوان مسلمان کو موجودہ حالت کا اس کے اسلاف سے مقابلہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی — کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت، وہ سیارا

اقبال نوجوانوں کو سمجھاتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کے اندر خاص اوصاف تھے جن کی بناء پر وہ دنیا پر حکمرانی کرتے تھے اور جس طرف جاتے تھے کامرانی و کامیابی ان کا مقدر ہوتی تھی لیکن جب ہم نے اسلاف کے کارنامے بھلا دیے اور اسلاف کی خوبیاں اپنے اندر پیدا نہ کیں تو کیا حشر ہوا۔

ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

بحیثیت قوم کے ابھرنے کے لئے اقبال ضروری سمجھتے ہیں کہ مسلمان قوم کی حیثیت سے کام کریں، انفرادی ترقی کے ساتھ ساتھ اجتماعی ترقی کا خیال رکھیں اور اجتماعی مفاد کی خاطر انفرادی مفاد قربان بھی کرنا پڑے تو اس سے گریز نہ کیا جائے۔ وہ اتحاد و اتفاق کا درس دیتے ہیں اور مختلف مثالوں سے اسے واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں — موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

وہ اپنی قوم کے افراد کو جو اس وقت غلام تھے سمجھاتے ہیں کہ وہ لوگ جو قوم کو غلامی کی حالت میں دیکھ کر اس کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور انفرادی ترقی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اس بات کے حقدار نہیں ٹھہرتے کہ جب قوم آزاد ہو جائے تو وہ اس آزادی میں خود کو حصہ دار قرار دے سکیں۔ اسے ایک مثال سے واضح کرتے ہیں کہ جو شاخ درخت کو خزاں کے موسم میں خشک ہوتا ہوا دیکھ کر ٹوٹ کر علیحدہ ہو جاتی ہے وہ بہار کے موسم میں جب درخت ہرا ہوتا ہے تو ہری نہیں ہو سکتی۔ درخت اور ڈالی کی اس مثال کی توضیح کو اس شعر کے ساتھ ختم کرتے ہیں اور افراد قوم سے یوں خطاب کرتے ہیں۔

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ — پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

خودی اقبال کا خاص درس ہے جسے وہ اپنے کلام میں جگہ جگہ پیش کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنے اندر خودی کا احساس پیدا کرنا چاہیے کہ خودی انسان کو انسان بناتی ہے اور پھر جو شخص اپنے اندر خودی کی قوت پیدا کرتا ہے وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے۔ وہ اس نکتہ کو یوں پیش کرتے ہیں۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی — تو اگر میرا نہیں بنتا، نہ بن، اپنا تو بن

خودی کی تعمیر کے لئے ضروری ہے کہ انسان سوائے خدا کے کسی کے آگے نہ جھکے۔ جو انسان انسان کے آگے جھک جاتا ہے اس کی خودی مر جاتی ہے اور انسان کی خودی مر جائے تو وہ کہیں کا نہیں رہتا۔ خودی پیدا کرنے اور اسے پیدا کر کے قائم رکھنے کے لیے بادشاہت کو بھی ٹھکرا دینا پڑے تو ٹھکرا دینا چاہیے۔ اس لیے کہ۔۔۔

خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے

علامہ اقبالؒ قوم کو بیدار کرتے ہیں اور خودی کا درس دیتے ہیں تو ساتھ ہی ساتھ واضح کر دیتے ہیں کہ قوم ترقی تب ہی کر سکتی ہے جب فرقہ پرستی سے بلند تر ہو جائے اور اجتماعی ترقی کے لیے کوشاں رہے۔ فرقہ بندی قوم کو بناتی نہیں، تباہ کرتی ہے۔ اقبال کے کلام میں امید اور کامیابی کا درس ہے۔ وہ یقین دلاتے ہیں کہ اگر قوم کے اندر خودی پیدا ہو گئی اور اس نے فرقہ بندی سے بالاتر ہو کر کام کیا تو قوم کی آزادی کا خواب ضرور حقیقت بن کر رہے گا اور واقعی اقبال کا خواب حقیقت بنا اور ملک نے آزادی حاصل کر لی اور ایک نئی اسلامی ریاست وجود میں آ گئی۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح و قلم تیرے ہیں

2۔ سائنس کے کرشمے

(3 مرتبہ)

وجود میں آئی اور زمانے کے ساتھ ساتھ بڑھنے اور پھلنے پھولنے لگی۔
سائنس کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ انسانیت۔ ادھر انسانیت نے جنم لیا ادھر سائنس
جونہی انسان اس عالم رنگ و بو میں داخل ہوا اس نے اپنے اردگرد غور و خوض شروع کیا۔ ایسا کرنے کی خواہش اس کی فطرت میں ہی ڈال دی گئی ہے کیونکہ وہ صاحب عقل ہے۔ اس لئے فکر کی باگ ڈور سنبھالے اس نے سینہ گیتی کو ایسے چیرا کہ وہاں تاابد حقائق کے چشمے ابلنے لگے۔ یوں گویا اس نے اس کے تار حیات کو چھیڑ کر ایک نغمہ خوابیدہ کو جگا دیا جو گوہر حقیقت کو بکھیرنے لگا۔ انقباض قلب کی سیاہیاں ڈھلنے لگیں تو گویا شناسی کا راز کھلا اور اس سے حقیقت کے نشے میں سرشار اسے علم حقیقت سائنس و نغمہ ضمیر سے نوازنے لگا۔ سرمستی کے اس راز کو سینے میں دبائے خیال کے دشت و جبل میں دنیا و مافیہا سے بے خبر بادہ پیمائیاں کرتا رہا۔ پھولوں سے مسکراتا، کانٹوں سے اپنے دامن کو بچاتا ساز ہستی کے تاروں سے کھیلتا رہا اور اس نغمے پر نغمہ بہ نغمہ کا رنگ چڑھاتا رہا۔ تاہ ایک دھماکے نے اس کی خاموش کائنات میں فتور ڈالا اور انسانیت کی مہیب آہوں سے فلک کانپ گیا۔

گو سائنس ہر زمانے میں موجود تھی مگر ہر زمانے میں اس کی صورتیں مختلف تھیں۔ ابتدائی منازل کو طے کرتی ہوئی ہر قوم سے خیرات حاصل کرنے کے لئے پہنچتی رہی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ہر قوم کے در دولت پر صدا لگاتی پہنچی خواہ وہ کتنی ہی پسماندہ کیوں نہ تھی۔ اس نے اس کے توشہ خانے میں ضرور کچھ نہ کچھ ڈال دیا۔ لیکن جب یہ فقیر مسلمانوں یعنی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے ہاں پہنچی تو انہوں نے اس کی ایسی غریب نوازی کی کہ یہ آج بھی جب کہ شباب کے مزے لوٹ رہی ہے اپنے ان قدیم مربیوں کو خراج تحسین کرتی رہتی ہے۔ اس کے بعد بھی اس کی تعمیر و ترقی بڑی سرگرمی سے ہوتی رہی لیکن اس کی حقیقت نظریات کے دبیز پردوں سے زیادہ نہ تھی۔

آخر وہ زمانہ آ گیا جبکہ یہ اپنا ذخیرہ اگلنے لگی۔ اس کی سرزمین سے حکماء اور سائنس دانوں کے خون جگر سے چشمے اُبلنے لگے اور اس نے افادے کی شکل و صورت اختیار کی۔ اب وہ وقت آ گیا جس میں ابتدائے آفرینش سے انسان کے ہاتھوں لگا ہوا پودا بار آور ہوا۔ مہک چھوڑنے لگا اور دنیا اس کی معجز نمائیوں کی داد دینے لگی۔ ریل گاڑی اور کاریں صبا رفتاری سے بھاگنے لگیں۔ بحر بسیط کی ناپید کناری آب دوزوں اور بحری جہازوں کے قدموں میں سمٹ آئی۔ خلاؤں کا غرور توڑا۔ طائران جدید نے اپنی برق رفتاری سے مشرق و مغرب کی طنابیں کھینچ لیں۔ ہوا کے شانوں پر سواری ہونے لگی خلائی لہروں سے پیغام رسانی کا کام لیا جانے لگا۔ چاند اور ستاروں پر کمندیں ڈالی جانے لگیں۔ زمیں سے خزانے حاصل کیے جانے لگے۔ جوہروں کی حقیقت کھلنے لگی۔ غرض آج سائنس نے اس قدر سہولتیں مہیا کر دی ہیں کہ دنیا بہشت کا کوئی ٹکڑا معلوم ہوتی ہے۔

لیکن اس تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ یقیناً نیکی بدی سے جان چھڑا نہیں سکتی۔ حق باطل سے رہا نہیں ہو سکتا، جوانی بڑھاپے کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کے نقصانات اور ہولناکیاں بھی اس کے فائدے کے ساتھ ایسے ہی منسلک ہیں جیسے دھوپ کے ساتھ چھاؤں۔ اس کی بین اور زندہ دلیل ہمارے سامنے گزشتہ دو عظیم جنگوں کی کیفیت ہے۔ ان جنگوں کی ہولناکیاں صرف سائنس کی پیدا کردہ تھیں۔ ورنہ کس نے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم جیسے مہلک ہتھیار سنے یا دیکھے تھے میزائل کی تباہ کاریاں کسی کے ذہن میں بھی نہ سما سکتی تھیں جو چند منٹوں میں ہی دشمن کو غارت کر کے چلا آتا ہے۔ ایک کروڑ ستر لاکھ کی جان کھونے والی اور ایک کروڑ اسی لاکھ افراد کی چیخوں کا سبب سائنس ہی تھی جس نے انسانیت کو چونکا دیا اور وحشت و بربریت کو جنم دیا۔ وہ بھی سائنس ہی تو تھی۔ خیر اس تباہی کا پیمانہ تو وسیع تھا ہی لیکن اب ایسے آلات اور بم ایجاد ہو چکے ہیں جو انسانیت کے وجود کو ہستی سے مٹا سکتے ہیں۔

موجودہ دور میں تو سائنس طاقت کا معیار بن چکی ہے۔ روس اور امریکہ اگر طاقتیں کہلاتی ہیں تو صرف اس لئے کہ سائنس اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے اور وہ اس سے ہر ممکن فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ ایشیاء اور افریقہ کے اکثر ممالک پسماندہ تصور کیے جاتے ہیں تو محض اس لئے کہ ان کے وسائل محدود ہیں اور وہ سائنس کے افادات سے محروم ہیں۔ سائنس کی ترقی سے قومیں اپنا معیار زندگی بلند کر رہی ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر سائنس کو تخریبی کاموں کی بجائے تعمیری مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے تو انسان کو بے حد فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ مثلاً بے تار برقی کو ہی لے لیجیے۔ لاسلکی نے دور دراز کے ممالک کو ایک بستی کی شکل دے دی ہے۔ دنیائے بسیط کی پُر افتاد صعوبتوں سے بچنے کے لئے ہوائی جہاز موجود ہیں۔ جہازوں نے فضاؤں کا غرور خاک میں ملا دیا اور اب تو بحرِ بے کراں کے سینے کو بھی جہاز بے خطر چیرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ بقائے انسانیت کے واسطے صرف اسی قسم کی ایجادات کی ضرورت ہے تاکہ انسان کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں میسر آ سکیں اور زندگی پُر سکون بن سکے۔

3۔ پابندی وقت

(4 مرتبہ)

ہماری حیات مستعار لمحات کا مجموعہ ہے۔ یہ زندگی دن، ہفتے اور سال پر مشتمل ہے اور وقت انہی کا مجموعہ ہے۔ انسانی زندگی بڑی ہی قیمتی چیز ہے اور وقت اس سے بھی زیادہ قیمتی اگر وقت اچھا گزر رہا ہو تو زندگی بخیر و خوبی رواں دواں ہے اور اگر وقت برا ہے تو زندگی بھی اچھی نہیں۔ زندگی کا ہر لمحہ وقت ہے اور یہ وقت زمانے کا ایک حصہ ہے، کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ بھی۔ ایک لمحہ بھی وقت ہے اور ایک سال بھی وقت، ایک لمحہ قیمتی ہے اگر اسے قیمتی سمجھ کر گزارا جائے اور ایک سال بھی رائیگاں ہے اگر اسے کوتاہی، تساہل اور تغافل کی نذر کر دیا جائے۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں۔

وقت کیا ہے؟ اس کائنات کی ماہیت کیا ہے؟ فلسفیوں، سائنسدانوں، شاعروں اور مفکروں کا یہ ایک مشترک موضوع رہا ہے۔ جب انسان نے اس دھرتی پر قدم رکھا، اس وقت سے اب تک ایک تسلسل کے ساتھ کائنات اس کے موجودات اس کائنات میں خود اس انسان کے مقام پر غور و فکر جاری ہے۔ وقت

وقت زندگی کا دوسرا نام ہے۔ زندگی لمحات کا مجموعہ ہے سیکنڈوں کی سوئی پر نظر جمائیے آپ گزرتے وقت کی جھلک دیکھیں گے وقت تیزی سے بہتے ہوئے دریا ہے جسے نہ روکا جا سکتا ہے نہ واپس لایا جا سکتا ہے یہ برف کی مانند غیر محسوس انداز میں پگھلتا جا رہا ہے۔

فراغت سے دنیا میں دم بھر نہ بیٹھو
اگر چاہتے ہو فراغت زیادہ

چاند اور سورج کا طلوع و غروب، موسموں کی تبدیلی، سیاروں کی گردش، سمندر کا مد و جزر، غرض کائنات کا پورا نظام وقت کا پابند ہے۔ ذرا تصور کیجیے اگر ان میں سے کسی ایک کے معمولات میں فرق آ جائے تو کائنات تباہ ہو جائے گی۔ اس نظام کائنات میں افراد و قوموں کے لئے ایک بڑا سبق ہے کہ جو وقت کی اہمیت کو سمجھ لیتے ہیں وہ وقت کی پابندی کر کے نظام کائنات کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتے ہیں، اور کامیابی ان کے قدم چومتی ہے اور جو قومیں وقت کے دھارے کا ساتھ نہیں دے سکتیں، مدار سے ہٹ کر تباہ ہو جاتی ہیں اور گردش زمانہ میں گم ہو جاتی ہیں۔ ان کا سراغ بھی نہیں ملتا۔

اٹھو ورنہ حشر نہیں ہوگا، پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال، قیامت کی چل گیا

اللہ تعالیٰ نے نظام کائنات چلانے کے لئے مختلف انسانوں کو مختلف صلاحیتوں سے نوازا ہے اگر ایک شخص ذہین ہے تو دوسرا ذہین تر۔ انسانی زندگی کے ہر پہلو میں مثلاً شکل و صورت، رنگ روپ، افتاد طبع، نزاکت و جفاکشی یعنی کئی اعتبار سے انسان ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ وقت ایک ایسی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بلا تفریق ہر ایک کو یکساں طور پر عطا کی ہے اگر وقت کی اکائی کے حوالے سے بات کی جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ امیر غریب اور چھوٹے بڑے کو اللہ تعالیٰ نے چوبیس گھنٹے دیے ہیں اور یہ سب کیلئے یکساں ہیں۔۔۔ پاکستانی قوم ہو یا جاپان، ایک فرد افریقہ میں ہو یا امریکہ میں، مسلمان ہو یا غیر مسلم یہ لمحے سب کے لئے ایک جیسے ہی ہیں اور اہمیت اور قدر و قیمت کے لحاظ سے بھی یکساں ہیں۔ آپ کی ترقی یا تنزلی کا انحصار اس پر ہے کہ آپ ان سے استفادہ کرتے ہیں یا وقت جیسی نادر اور قیمتی دولت کو ضائع کر دیتے ہیں۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹا دی

دور حاضر میں بعض قومیں ترقی یافتہ، بعض ترقی پذیر اور کچھ غیر ترقی یافتہ نظر آتی ہیں۔ ان قوموں کی تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ترقی اور یہ عروج بہت سے دوسرے عناصر کے علاوہ زیادہ تر وقت کی قدر و قیمت کے ادراک کی وجہ سے ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ فلاں قوم ہم سے سو سال آگے ہے تو اس کا سادہ سا مطلب یہی ہے کہ انہوں نے ہم سے سو سال پہلے وقت سے فائدہ اٹھانا شروع کیا تھا۔ ترقی پذیر یا غیر ترقی یافتہ اقوام کے دفاتر، اداروں، گلی کوچوں اور بازاروں میں لوگ زیادہ وقت فضول بحث مباحثے میں ضائع کرتے رہتے ہیں۔ کاہلی اور ضیاع وقت کے طفیل یہ لوگ پسماندگی ہی کے گرداب میں اسیر رہتے ہیں۔ جو لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ جاپان کی ترقی کا راز کیا ہے؟ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس قوم نے وقت کی اہمیت اور قدر و قیمت کا ادراک اس کا صحیح ترین استعمال سیکھ لیا ہے۔

ہم خود تراشتے ہیں منزل کے سنگ راہ
ہم وہ نہیں ہیں جن کو زمانہ بنا گیا

خالق کائنات کے مبعوث کردہ تمام پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ضابطے کے مطابق زندگی بسر کرنے (دوسرے لفظوں میں وقت کے صحیح استعمال) پر زور دیا۔ نماز کے اوقات مقرر ہیں سحر و افطار اور حج کے لئے وقت معین ہے عیدین، قربانی اور حقوق و فرائض پورے کرنے کے سارے نظام میں وقت کی اہمیت مسلم ہے۔ گویا دین فطرت دن میں پانچ وقت مسلمانوں کو وقت کی پابندی کی طرف متوجہ کرتا ہے اسی پابندی کو اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی ہے۔

تاریخ وقت کا اہم ترین ریکارڈ ہے جو عبرت انگیز بھی ہے اور سبق آموز بھی۔ جس نے وقت سے فائدہ اٹھایا وہ فرد ہو یا قوم، اسے تاریخ میں ایک مقام مل گیا اور جس نے اس سے استفادہ نہ کیا، تاریخ میں عبرت کا نشان بن گیا۔ وقت کی قدر و قیمت سے صرف نظر کرنے کا نتیجہ صرف پسماندگی ہی نہیں ہے بلکہ نسل در نسل غلامی ہے جس نے تاریخ سے سبق نہ سیکھا، تاریخ اسے ضرور سکھاتی ہے قومیں لمحوں کی غفلت سے منزل کھو دیتی ہیں۔ وقت ہمارے معاملات کا بہترین حل ہے بعض دفعہ ہم جیسی الجھنوں میں پھنس جاتے ہیں۔ جنہیں سلجھانا مشکل ہوتا ہے۔ ایسے معاملات کہ نیند اور دن کا چین حرام کر دیتے ہیں اور اکثر سوچتے رہتے ہیں کہ نتائج کیا ہوں گے۔ ہم کوئی قطعی رائے قائم نہیں کر سکتے کیونکہ پردہ غیب میں مخفی اسرار ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں اگر ہم ان الجھنوں کو وقت کے سپرد کر دیں اور ان کا فیصلہ اسی پر چھوڑ دیں تو ہم بہت سی مشکلات سے بچ سکتے ہیں۔

ہر ایک چیز ہے نشانی اس کے ہونے کی
جس نے خاک کے پتلے کو سرفراز کیا
پھر اک چیز میں سو سو طرح کے بھید رکھے
پھر ان سب کو اپنا شریک راز کیا

وقت بہت سی چیزوں کو ہمارے ذہن و فکر کے پردوں سے محو کر دیتا ہے یہ ہماری گزشتہ تکالیف کو دھندلا دیتا ہے۔ یہ ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کی پردہ پوشی کرتا ہے وقت ایک امن کا دیوتا ہے۔ یہ ہماری قدیم رقابتوں، دشمنیوں اور کوتاہیوں کو ہمارے دلوں سے فراموش کر دیتا ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ وقت زخموں پر تسکین کا پھاہا رکھتا ہے۔ اس وقت جب موت کا بے رحم ہاتھ ہمارے کسی محبوب کو ہم سے چھین لیتا ہے اور محبوب مسکراہٹوں کی زندگی کے لبوں سے نوچ لیتا ہے تو ہمارے لیے دنیا اندھیرا ہو جاتی ہے اور ہمارا دل حسرتوں اور افسردگیوں کا ایک ماتم کدہ بن جاتا ہے اس وقت تسکین کا کوئی لفظ، ہمدردی کا کوئی کلمہ اور فلسفہ کی کوئی حقیقت ہمارے بوجھ کو ہلکا نہیں کر پاتی سوائے "وقت" کے کوئی اور طاقت ہماری مدد نہیں کر سکتی اور دھیرے دھیرے ہمارے زخموں کے اندمال کا سامان ہوتا رہتا ہے۔ وقت ہمیں تازہ معاملات میں الجھا دیتا ہے ہم میں قوت برداشت آ جاتی ہے اور آہستہ آہستہ ہم اس غم کو بھول جاتے ہیں۔

ہمیں وقت کو بے مصرف گنوانا نہیں چاہیے بلکہ اس کی قدر کرنی چاہیے جو زمانہ گزر گیا ہے وہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے جو آنے والا ہے اس پر ہمارا کوئی اختیار نہیں۔ صرف حال ایک ایسا زمانہ ہے جو ہمارے اختیار میں ہے۔ اس لئے ہمیں حال کی قدر کرنی چاہیے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس کا آج کل سے اچھا ہے وہ اچھا ہے۔ جس کا آج کل سے برا ہے اس نے وہ سب کچھ گنوا دیا جو ل نہیں سکتا۔" ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارا حال کل سے بہتر ہو۔

جو ہر کام کرتا ہے وقت پر   ملے اس کو آرام شام و سحر
گنوائے گا عاقل نہ بے کار دن   کہ انساں کی ہے زندگی چار دن

ہم وقت کو غفلت میں گنواتے رہتے ہیں اور وقت ہے کہ تیز رفتار پرندے کے مانند اڑتا چلا جا رہا ہے وقت کو ہماری پروا نہیں، ہمیں اس کی پروا کرنی ہوگی۔ وقت ہمارے لئے اپنی رفتار کو نہیں بدل سکتا اور نہ اس کی رفتار روکی جا سکتی ہے وقت ایک ناگزیر عمل ہے جو خود بخود انجام پاتا رہتا ہے جو فرد یا قوم وقت کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے وقت اس سے وفا کرتا ہے۔ جب کوئی قوم وقت کے معیار پر پوری نہیں اترتی، وہ "حرف غلط" کی طرح مٹ جاتی ہے جو اس معیار پر پورا اترا وقت اس کے لیے فتح و نصرت کی تمام آسانیاں مہیا کر دیں جس نے جدوجہد کی جگہ کنج عافیت کو انتخاب کیا۔ وقت نے پہلو بدل لیا۔ وقت ایک نعمت ہے، ایک دولت ہے ایک سرمایہ ہے۔ سرمایہ گم ہو جائے تو مل سکتا ہے وقت ہاتھ سے نکل جائے تو کبھی واپس نہیں آتا۔

کام ہے اپنا صبح و شام چلنا   چلنا چلنا مدام چلنا
چلنے والے نکل گئے ہیں   جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں

کسی دانا کا قول ہے کہ "اگر تم وقت کی پابندی کرو گے تو ایک دن وقت تمہارا پابند ہو جائے گا"

پابندی وقت کا مطلب ہے کہ کسی کام کو مقررہ وقت پر انجام دینا۔ سیکنڈ، گھنٹے، دن، مہینے، سال، صدیاں اسی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں۔ وقت ایک ایسا گھوڑا ہے جو چلتا نہیں، دوڑتا ہے۔ کبھی کسی کا انتظار نہیں کرتا کبھی واپس نہیں آتا لہٰذا جو کامیابی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ ابتداء ہی سے وقت کی لگامیں تھام لے۔ لیکن اگر کوئی غفلت کی نیند سو رہا ہو یا پھر اس نے دیر کر دی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وقت کی لگامیں اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئیں۔ یہ بات تصدیق شدہ ہے کہ جس کے ہاتھ سے ایک مرتبہ وقت کی لگامیں چھوٹ گئیں وہ دوبارہ کبھی نہیں تھام سکتا۔ چاہے وہ اس کے اندھا دھند دوڑتا رہے۔ نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے قدموں میں الجھ کر رہ جائے گا اور منہ کے بل گر جائے گا یا افسوس سے ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔ اس بحث سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وقت بڑا خودسر ہے جو کسی کو خاطر میں نہیں لاتا بڑے بڑے لوگوں کی بھی گرفت میں نہیں آتا یہ جس کے ہاتھ سے نکل جائے لوٹ کر نہیں آتا۔ غور سے دیکھا جائے تو وقت کی تین صفات سامنے آتی ہیں۔ اقبال ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا جدا رسم و راہ میری   کسی کا مرکب، کسی کا راکب، کسی کو عبرت کا تازیانہ

مراد یہ ہے کہ وقت یا تو انسان کا راکب "آقا" ہوتا ہے "غلام" یا تاریخ بن کر عبرت سکھاتا ہے۔ وقت "آقا" ان لوگوں کا جو وقت کی قدر کرتے ہیں یعنی ان لوگوں کا جو کام کرتے وقت تفریح اور مشغلوں میں وقت صرف کرتے ہیں اور غلام ان لوگوں کا جو وقت کے ایک ایک لمحہ کو درست طریقے سے صرف کرتے ہیں اور وقت کی صحیح قدر و قیمت سے آگاہ ہوتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ دودھ پیتا بچہ بغیر سہارے کے زندہ نہیں رہ سکتا وہ ہر لمحے میں اپنی ماں کا محتاج ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ لڑکپن کی حدود میں داخل ہوتا ہے۔ اسے اب بھی کسی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اگرچہ وہ اپنی مرضی سے ہاتھ پاؤں ہلا سکتا ہے۔ لیکن زندگی کے کئی معاملات میں سے کسی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے پھر وہ جوانی اور بڑھاپے کی عمر میں داخل ہوتا ہے۔ جو ازل سے ابد تک جاری رہے گا اس میں ذرا برابر بھی فرق نہیں آئے گا۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے   عمر یونہی تمام ہوتی ہے

فلسفیوں نے وقت کے کئی نام رکھے ہیں مگر حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ کسی باشعور فرد یا قوم نے وقت کی اہمیت سے انکار نہیں کیا نہ مستقبل پر بھروسہ رکھ کر اپنے کام کو ضائع کیا۔ وقت کی پابندی ہی دراصل وقت کی قدر ہے۔ پابندی وقت ہر انسان کے لئے لازم ہے تو میں اس دولت کی قدر کرتی ہیں وہ فلاح پاتی ہیں اور جو قومیں اس خزانے کی قدر نہیں کرتی وہ ناکام ہوتی ہیں اور زوال ان کا مقدر بن جاتا ہے وقت کی پابندی سے ہی اقوام ترقی کر سکتی ہیں۔ پابندی وقت کسی مرد و ملت کے تہذیب یافتہ ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ جس شخص نے وقت کی قدر کی وہ کامیاب ہوا جس نے سستی سے کام لیا اس کی قدر نہ کی وہ ناکام و نامراد ہو گیا۔ صرف وہی شخص منزل مقصود سے واقف ہو سکتا ہے جو اپنے فرائض وقت پر ادا کر سکتا ہے۔

نپولین بوناپارٹ سے کون واقف نہیں اس کی بہادری اور اولوالعزمی کا سکہ دور دور تک بیٹھا ہوا تھا بڑے بڑے بہادر اس کی عظمت و شان و شوکت کا اعتراف کرتے تھے کہ افسوس اس کے ایک جرنیل کی ذرا سی غلطی سے اسے ایسی شکست کا سامنا کرنا پڑا جس نے نہ صرف اسے موت کی نیند سلا دیا بلکہ فرانسیسی ایک مدت تک اٹھنے کے قابل نہ رہے۔

نپولین نے اپنی خداداد صلاحیت سے کام لے کر چال چلی اور اپنے جرنیل کو حکم دیا کہ میں واٹرلو کے میدان میں پہنچ کر سامنے کی طرف دشمن پر حملہ کروں گا اور تم فلاں وقت پیچھے سے حملہ کر دینا دشمن بوکھلا جائے گا اور مقابلے کی تاب نہ لا کر ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہو جائے گا۔ نپولین نے عین اسی وقت دشمن پر ایسے زور سے حملہ کیا اور مارتا دھاڑتا قلب تک جا پہنچا لیکن پیچھے سے کوئی حملہ نہ ہوا نپولین دشمن کے گھیرے میں آ گیا اور اسی طرح لڑتے لڑتے شکست کھا کر قید ہو گیا اور تھوڑے عرصے بعد مر گیا اس کے جرنیل نے سستی سے کام لیا اور مقررہ وقت کے بعد پہنچا جس کے نتیجے میں اسے زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

خود ہماری ہی تاریخ میں جھانک لیجیے ہماری مغلیہ سلطنت کو زوال اس وقت ملا کہ وقت ایک ایسی قیمتی دولت ہے جس کے برابر اور کوئی دولت نہیں

کوئی اگر ہم کسی چیز کو حاصل نہ کر سکتے تو قوت بازو یا مسلسل کوشش سے حاصل کر لیتے ہیں لیکن وقت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اسے ایک دفعہ گنوا بیٹھے تو پھر واپس نہ آئیں گے۔ ایک مفکر کا قول ہے کہ:

دولت گئی تو کچھ نہ گیا لیکن وقت گیا تو سب کچھ چلا گیا

پابندی وقت انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بھی بہت اہمیت رکھتے ہیں دنیا میں وہی افراد اور قومیں کامیاب و کامران نظر آتی ہیں جو وقت کی قدر کرتی ہیں اور ہر کام پابندی وقت کے ساتھ سرانجام دیتی ہیں کام چاہے کتنا ہی بڑا اور پیچیدہ کیوں نہ ہو لیکن اگر اسے وقت پر کیا جائے تو ضرور کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ۔

اگر تھوڑا تھوڑا کرو صبح و شام
بڑے سے بڑا کام بھی ہو تمام

وقت یہ نہیں دیکھتا کہ کوئی کتنا بڑا ہے اور کوئی کتنا غریب ہے بلکہ چپ چاپ گزر جاتا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی کرے گا گزرے وقت کو کوئی کسی قیمت پر واپس نہیں لا سکتا اور نہ ہی کوئی بھاری رقم سے خرید سکتا ہے بہتری یہی ہے کہ وقت کی قدر کی جائے۔ جب بادشاہ اور امراء عیش پرستی میں پڑ گئے اور یہی سوچتے رہے کہ ابھی وقت ہمارے ہاتھ میں ہے ابھی تو ہماری ہی حکومت ہے اس کا نتیجہ نکلا کہ برصغیر پر بہت جلد انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔

ہم دیکھتے ہیں کائنات کا نظام پابندی وقت کی بدولت ہی قائم ہے۔ سورج وقت پر مشرق سے نکل کر کائنات کو روشن کرتا ہے پھر سارا دن آسمان کے سینے پر رینگتا ہوا مغرب کی وادیوں میں چھپ جاتا ہے رات کا اندھیرا ہر طرف چھا جاتا ہے اور آسمان کی چادر تلے ننھے ننھے تارے نہایت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے بعد مشرق سے چاند طلوع ہوتا ہے جو اپنی نورانی کرنوں سے تمام عالم کو بقعہ نور بنا دیتا ہے۔ سورج ہو یا چاند، ستارے ہوں یا دن رات کا پیدا ہونا سبھی ہمیں وقت کی پابندی کا درس دیتی ہیں اگر سورج وقت پر نہ نکلے تو کائنات کا سارا نظام بدل جائے گا۔ موسم مقررہ وقت پر آتے ہیں درختوں پر شگوفے اور کونپلیں مقررہ وقت پر ہی آتے ہیں۔ خوبصورت پھول مقررہ وقت پر ہی کھلتے ہیں غرضیکہ ہر شے پابندی وقت ہی کی مرہونِ منت ہے۔ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کو بھی وقت کی پابندی بے حد پسند ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ "وقت خدا کی امانت ہے جسکا ایک لمحہ ضائع کرنا مجرمانہ خیانت ہے"۔ وقت ایک بیش بہا قیمتی خزانہ ہے جس طرح ہوا کا گزرا ہوا جھونکا، منہ سے نکلی ہوئی بات، کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آ سکتا اس طرح گزرے ہوئے وقت کا واپس لانا بھی ممکن نہیں۔ کھوئی ہوئی دولت واپس مل سکتی ہے لیکن گزرے ہوئے وقت کا واپس لانا ممکن نہیں۔ اسلام کے تمام ارکان نماز، روزہ اور حج وغیرہ بھی ہمیں وقت کی پابندی کا درس دیتے ہیں۔ موذن مقررہ وقت پر آذان دے کر نماز کی طرف بلاتا ہے اور ہم وقت پر نماز ادا کرتے ہیں اسی طرح روزہ اور حج کے لیے بھی مقررہ اوقات ہیں۔

وقت کی پابندی ہر فرد پر لازم ہے کوئی شخص اس کرۂ ارض پر ایسا نہ مل سکے گا جو اس اصول سے گریزاں ہو۔ کسان ہی کو دیکھیے تاروں کی چھاؤں میں کھیت کی طرف جاتا ہے ہل چلاتا ہے بیج بوتا ہے پانی دیتا ہے اور مقررہ وقت پر فصل کاٹ کر منڈیوں تک پہنچاتا ہے جہاں ہزاروں اس غلے کے منتظر ہیں۔ کیا کسان وقت کی پابندی کے بغیر یہ ثمر حاصل کر سکے گا۔ یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔ تاجر ہی کو دیکھیے وہ وقت کی پابندی کا کس قدر خیال رکھتا ہے۔ مقررہ وقت پر مال سپلائی کرتا ہے ہر روز کے بھاؤ کا دھیان رکھتا ہے اور وقت کی پابندی کی بدولت نفع حاصل کرتا ہے۔ ڈاک کا نظام بھی پابندی وقت کی بدولت صحیح طریقے سے چل رہا ہے اور ان کاموں میں وقت کی پابندی نہ کی جائے تو یقیناً نقصان ہی نقصان ہاتھ آئے گا کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

وقت پر کافی ہے قطرۂ آبِ خوش ہنگام کا
جل گیا جب کھیت مینہ برسا تو پھر کس کام کا

وقت کی ناقدری کرنے والے طالب علم کبھی کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوتے ایک طالب علم مقررہ وقت پر سکول جاتا ہے اور توجہ سے تمام اسباق تیار کرتا ہے اور پھر مقررہ دنوں میں اپنی محنت کا ثمر وصول کرنے کے لیے امتحان دینا پابندیٔ وقت کی روشن دلیل ہے۔ طلباء ملت و قوم کا قیمتی سرمایہ ہیں اسی لیے انہیں تلقین کی جاتی ہے کہ وقت کی قدر کریں وقت پر کھیلیں وقت پر پڑھیں۔

وقت کسی دولت سے کم نہیں۔ اگرچہ علم ایک بہت بڑی دولت ہے لیکن ہم اسے محنت اور لگن سے کسی بھی قیمت پر حاصل کر سکتے ہیں۔ جبکہ وقت کو کسی صورت بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ وقت بڑا بے حس ہے یہ کسی کا ساتھ نہیں دیتا بلکہ ہمیں اس کا ساتھ دینا ہوتا ہے اگر ذرا سی بھی کوتاہی ہو جائے تو ہم ناکام ہو سکتے ہیں آج کا کام آج ہی کرتا ہے۔ جیسا کہ انگریزی کا ایک مشہور مقولہ ہے۔

"Do not put off till tomorrow what you can do today"

اس لیے ہمیں وقت کی قدر کرتے ہوئے اس کے ایک ایک لمحے کو قیمتی جاننا ہے۔

کھا کھا کے طلب کا تازیانہ
ہے دوڑتا اشہبِ زمانہ

سرسید احمد خان نے اپنی کتاب میں ایک لڑکے کی کہانی بیان کی ہے وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ بوڑھا ہو گیا ہے اس کے پاس نہ عزیز و اقارب ہیں نہ لاٹھی ہے نہ مال، نہ نیک اعمال چنانچہ روتے روتے اس کا برا حال ہو جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ہائے میں نے خود کو کیوں نہ خدا کی یاد کی طرف مائل کیا میں کیوں عیش و عشرت میں پڑا رہا۔ روتے روتے اس کی آنکھ کھل جاتی ہے تو اس کی ماں سرہانے کھڑی ہوتی ہے اور اس سے رونے کی وجہ پوچھتی ہے جب بچے کی آنکھ کھلی تو صد شکر ادا کرتا ہے کہ ابھی وقت اس کے ہاتھ میں ہے جب وہ تمام خواب اپنی ماں کو سناتا ہے تو ماں سے نصیحت کرتی ہے کہ تو وقت کو کبھی بھی اس بوڑھے کی طرح نہ گنوائے گا۔

وقت کو زر و جواہر سے تشبیہ دی جاتی ہے لیکن یہ دولت سے بھی زیادہ قیمتی شے ہے دولت ہر کسی میں یکساں تقسیم نہیں ہوتی لیکن وقت کی 24 گھنٹوں پر مشتمل تھیلی سب میں یکساں طور پر تقسیم کی جاتی ہے اور جو اس تھیلی کو قیمتی جانتا اور اس کی قدر کرتا ہے وہ ترقی و عروج کو پہنچتا ہے لیکن جو اس تھیلی کو فضول کاموں میں ضائع کر دیتا ہے وہ کبھی بھی ترقی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا بلکہ تنزلی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ "وقت سونا ہے" اس طرح بعض کہتے ہیں "وقت زندگی ہے" دراصل یہ حقیقت ہے پابندی وقت کو ملحوظ نہ رکھنا سب سے بڑا خسارا ہے ایک ساعت کی بربادی سے جو نقصان پہنچتا ہے اس کی تلافی زندگی بھر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے

نہ کر عمر کی اک بھی ضائع گھڑی
کہ ٹوٹی لڑی جیسے پھوٹی کڑی

فرینکلن نہایت ہی محنتی اور وقت کا پابند تھا وہ اپنا کام وقت کے مطابق کرتا اور ایک منٹ بھی ضائع نہیں کرتا تھا۔ جب وہ بچہ ہی تھا تو اس کے والد کھانا کھانے کے بعد دیر تک بیٹھے رہے اور ایک ایک پیالے پر دعا کرتے رہتے ایک دن فرینکلن نے اکتاتے ہوئے اپنے باپ سے کہا "ابا جان! آپ اپنی سب دولت اور ہمیشہ کی خوشحالی کے لیے ایک دفعہ کیوں نہیں مانگ لیتے اس طرح بہت سا وقت بچ جائے گا۔"

نہ تو کل کے افسوس میں آج رو
کہ کل رونے بیٹھے گا پھر آج کو

جارج واشنگٹن کے سیکرٹری نے ایک دن دفتر میں دیر سے پہنچنے کا عذر یہ پیش کیا کہ اس کی گھڑی خراب تھی، واشنگٹن نے کہا "یا تو اپنی گھڑی بدل لو ورنہ مجھے اپنا سیکرٹری بدلنا پڑے گا" ایسے لوگ جو وقت کی قدر کرتے ہیں ان سے وقت کی قدر سیکھنی چاہیے ہماری زندگی بہت مختصر ہے کام زیادہ ہیں اوزار اور وقت بہت کم اگر ہم اپنے روزمرہ کے کاموں میں پابندی کریں تو اپنی تھوڑی سی زندگی میں زیادہ سے زیادہ کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس زندگی سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں اور وقت کی قدر و قیمت کو سمجھیں اور اس وقت سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

4۔ کالج کا پہلا دن (تین مرتبہ)

میٹرک کا امتحان دیتے ہی میں نے کالج کے خواب دیکھنے شروع کر دیے لیکن والد صاحب کی طرف سے صاف جواب مل چکا تھا کہ بیٹا فرسٹ ڈویژن نہ آئی تو کالج میں داخلہ نہیں کراؤں گا۔ ان کے اس نظریے کا مجھے پہلے ہی علم تھا۔ وہ بار بار کہہ چکے تھے کہ کالج میں صرف اچھے طالب علموں کو بھیجنا چاہیے۔ وہ طالب علم جو اچھا نہ ہو وہ اس بات کا حقدار نہیں ہوتا کہ اسے کالج کے نسبتاً آزاد ماحول میں رہنے کا موقع دیا جائے۔ پھر وہ اپنی کہانی سنایا کرتے کہ انہوں نے کس طرح میٹرک میں اعلیٰ نمبر حاصل کیے اور کالج میں داخل ہوئے۔ ان سب باتوں کو بار بار سن لینے کے بعد میں نے دل ہی دل میں یہ تہیہ کر لیا تھا کہ جیسے بھی ہوگا امتحان میں فرسٹ ڈویژن تو ضرور لوں گا ہی۔ میں رات رات بھر مطالعہ میں گزار دیتا۔ دن کو کھیل وغیرہ چھوڑ کر مطالعہ ہی میں لگا رہتا۔ میں نے سال بھر خوب محنت کی اور شدت سے نتیجے کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ فرسٹ ڈویژن تو آ ہی جائے گی۔

بہرحال وہ دن بھی آیا جب میٹرک کے نتیجے کا اعلان ہونے والا تھا۔ میں نے اخبار میں نتیجہ دیکھا۔ میں نے نہ صرف فسٹ ڈویژن حاصل کی تھی بلکہ سکول بھر میں اول رہا تھا اور وظیفہ ملنے کے قوی امکان تھے۔ والد صاحب جب نتیجہ دیکھا تو بہت خوش ہوئے اسی وقت مجھے بازار بھیجا، مٹھائی منگوائی اور سب کو کھلائی۔ اور پھر بغیر میرے کہے انہوں نے کالج میں داخل ہونے کا کہہ دیا۔ میں تو تیار تھا انہوں نے شام تک بہت عمدہ سی قمیض اور پتلون تیار کروا دی اور میری پسند کا جوتا بھی لے دیا اور نقد انعام بھی دیا۔

جب کالج میں داخلہ شروع ہوا تو میں پہلے ہی دن اپنے والد صاحب کے ہمراہ کالج پہنچ گیا۔ کالج کے دروازے کے اردگرد جس قدر بھی لڑکے کھڑے تھے بہت خندہ پیشانی سے آنے جانے والوں سے ملتے تھے۔ ہمیں بھی نہایت تپاک سے ملے۔ والد صاحب ان کے اس عمدہ رویہ سے بہت متاثر ہوئے انہیں دفتر بھی جانا تھا۔ اتنے خوش اخلاق ساتھی دیکھ کر مجھ میں اور بھی اعتماد پیدا ہو گیا۔ میں نے والد صاحب سے کہہ دیا کہ آپ بیشک دفتر تشریف لے جائیں اب میں داخلے کا کام نمٹا لوں گا۔ سب لڑکوں نے میری ہاں میں ہاں ملائی اور والد صاحب کو مطمئن کر کے بھجوا دیا۔

والد صاحب چلے گئے تو شور کا قہقہہ بلند ہوا۔ میں ایک سیکنڈ کے لیے گھبرایا کہ ان لوگوں نے قہقہہ کیوں لگایا۔ میرے قریب کھڑے لڑکے نے مجھ سے بغل گیر ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "یار کالج میں تمہیں کوئی مشکل پیش نہ آئے گی بس اسے گھر ہی سمجھو اور ہمیں اپنا بھائی" بھائی صاحب نے بغل گیر ہوتے ہوئے دو چار چٹکیاں لیں تو معلوم ہوا کہ جسے میں پیار کا انداز سمجھا تھا وہ تو کالج میں میرے استقبال کا پہلا مرحلہ تھا۔ "فسٹ ایئر فول" کی مہریں میری پشت پر لگ چکی تھیں۔ اب قہقہہ بلند ہوا تو میں نے سوچا کہ واپس ہی بھاگ جاؤں۔ کالج کے در و دیوار میرا مذاق اڑا رہے تھے۔ اب میں نے بھائی صاحب سے کہا کہ مہریں تو آپ لوگوں نے لگا ہی لی ہیں اب ساتھ چل کر داخل تو کروا دیجیے کیونکہ میں کالج کے ماحول سے واقف نہیں ہوں۔ انہوں نے طوطا چشمی کا مظاہرہ کیا اور کہنے لگے۔ "جاؤ بھائی اپنا کام کرو اگر یوں ہر ایک کے ساتھ جا جا کر داخل کرانا شروع کر دیں تو ہمارا دن ضائع ہو جائے"۔ میں منہ بسورے کالج کے احاطہ میں داخل ہوا اور ایک طالب علم سے داخل ہونے کا طریقہ کار دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ پہلے تو فلاں کمرہ سے داخلہ فارم لینا ہوتا ہے۔ انٹرویو ہوتا ہے اور داخلہ کی رقم جمع کرا کے رول نمبر لیا جاتا ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ جلدی جلدی فارم لے آؤ تاکہ انٹرویو کے لیے وقت پر دفتر جا سکو۔ میں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اس کمرے میں داخل ہوا۔ پیچھے سے دروازہ خود بند ہو گیا۔ یہ کمرہ بیت الخلاء تھا اور دروازہ اسی لڑکے نے بند کیا تھا۔ مجھے غصہ تو بہت آیا مگر پی کر رہ گیا۔ خاصی دیر بعد دروازہ کھلا تو کوئی پروفیسر صاحب اندر داخل ہوئے۔ میں بہت شرمندہ ہوا لیکن انہوں نے معاملے کو سمجھ لیا اور چپڑاسی کو بلا کر کہا کہ مجھے ساتھ لے جائے اور داخلہ فارم دلوا دے۔ میری جان میں جان آئی۔ چپڑاسی نے مجھے داخلہ فارم لے دیا اور کہا کہ اسے پُر کر لوں اور فلاں کمرے میں انٹرویو ہو رہا ہے وہاں سیدھے چلے جانا۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا کہ فارم پُر کر لوں تو جیب سے قلم غائب تھا۔ اب میں برآمدے میں کھڑا تھا۔ فارم ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا اور حیران تھا کہ کیا کروں۔ پہلے تو خیال آیا کہ پروفیسر صاحب کے پاس جاتا ہوں مگر پھر فوراً ہی سوجھ گئی کہ انہیں تو تلاش کرنا بہت مشکل ہے اور مجھے تو ان کا نام بھی معلوم نہیں اور گھبراہٹ میں ان کی شکل بھی بغور نہ دیکھ پایا تھا۔ اسی گومگو کی کیفیت میں مبتلا کھڑا تھا کہ ایک موٹا تازہ نوجوان میرے پاس آیا۔ وہ بظاہر خوش پوش اور بہت خوش

اخلاق تھا۔اس نے مسکرا کر کہا کہ میں اس کالج کا سینئر طالب علم ہوں۔میں سینئر طالب علم کا نام سن کر چکرا گیا کہ اب پھر کوئی نئی مصیبت آنے والی ہے۔

اس لڑکے نے فارم داخلہ میرے ہاتھ سے لیا اور مجھے کہا کہ چلو کالج کینٹین میں بیٹھ کر تسلی آرام سے پُر کرتے ہیں۔میں اس کے ساتھ چل پڑا۔مجھے یقین تھا کہ ضرور کوئی شرارت ہوگی۔راستے میں لڑکوں کی ٹولیاں میری طرف بڑھیں مگر اس نے کہہ دیا کہ یہ میرا دوست ہے اور لڑکوں نے مجھے کچھ نہ کہا۔مگر میں بدستور گھبرا رہا تھا کیونکہ میں اس لڑکے کو نہیں جانتا تھا جو مجھے اپنا دوست کہہ رہا تھا۔بہرحال ہم کالج کینٹین میں چلے گئے۔دونوں نے خوب چائے پی۔اس نے فارم پُر کرایا اور میرے نمبروں کے بارے میں جان کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا۔"مجھے اپنا دوست سمجھو۔جو کچھ اب تک ہو چکا اب نہیں ہو سکے گا۔میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا"۔مجھے تسلی ہوئی مگر دل میں شبہ موجود رہا۔کیونکہ میں سوچ رہا تھا کہ شاید ان کی خوش اخلاقی محض چائے کے لئے ہیں مگر میں بڑا حیران ہوا کہ جب بل آیا تو اس نے بڑے اصرار کے ساتھ خود ہی ادا کیا اور مجھے ساتھ لے کر باہر گیا اور خود ہی مجھے انٹرویو کے کمرہ میں لے گیا اور انٹرویو کے بعد خود ہی مجھے پرنسپل صاحب کے کمرے کا راستہ بتایا۔میں پرنسپل صاحب سے مل کر باہر نکلا تو وہ دفتر کے سامنے کھڑا تھا۔اب اس نے مجھے ساتھ لیا اور فیس داخلہ جمع کرانے کے لئے مجھ سے پیسے مانگے۔میں ایک دفعہ پھر گھبرایا مگر جیب سے داخلے کی رقم نکال کر اسے تھما دی۔اس نے خود ہی فیس داخلہ وغیرہ جمع کرائی اور باقی پیسے اور رول نمبر کی سلپ مجھے دے دی۔میں اس سے اتنا متاثر ہوا کہ بیان نہیں کر سکتا۔اس نے مجھے اور بھی دو تین سینئر طالب علموں سے متعارف کرایا اور پھر سب نے ہر معاملے میں میری مدد کی۔انہوں نے خود ہی دیکھ کر مجھے ٹائم ٹیبل لکھوا دیا اور معمول کے بارے میں بھی بہت کچھ سمجھا دیا۔دوپہر کے قریب فارغ ہوئے تو اس نے سب کو چائے کے لیے کہا۔وہ بخوشی کالج کینٹین کی طرف پڑے۔چائے پینے کے بعد ان میں سے ایک نے خود ہی بل ادا کر دیا۔میں نے انہیں منع کیا تو کہنے لگے "آج آپ ہمارے مہمان ہیں"میں شروع کے استقبال سے جتنا گھبرایا ہوا تھا اس خوش اخلاقی کو دیکھ کر اتنا ہی خوش بھی ہوا۔وہ کالج کے گیٹ تک مجھے خود چھوڑنے کے لیے بھی آئے۔میں گھر واپس آ گیا تو مہریں دیکھ کر گھر والوں نے اندازہ لگا لیا کہ کالج میں خوب استقبال ہوا ہے مگر میں نے جب ساری واردات سنائی تو مطمئن ہو گئے۔وہ لڑکے اب تک میرے دوست ہیں۔میں اس روز یہی سوچتا رہا کہ اگر سبھی لڑکے اسی طرح خوش اخلاق ہوں تو کالج کے پہلے دن کے تجربات کتنے مختلف ہوں۔

5۔ قائداعظمؒ (دومرتبہ)

(میری پسندیدہ شخصیت۔میرا پسندیدہ قائد۔قائداعظم عظیم لیڈر، قائداعظم کے اوصاف۔بانی پاکستان، عظیم شخصیت، تشکیل پاکستان اور قائداعظم)

مت سہل ہمیں جانو تو پھرتا ہے فلک برسوں تب خاک کے پردے سے اک انسان نکلتا ہے

عظیم انسان روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ایسے انسانوں کے لیے تاریخ مدتوں منتظر رہنا پڑتا ہے۔زمانے کی کتنی ہی گردشوں، وقت کی کتنی ہی کروٹوں اور انسانیت کی کتنی ہی دعاوں کے بعد کوئی ایسا انسان پیدا ہوتا ہے جو عظمت ہی کے معیار پر پورا نہیں اترتا بلکہ اسے دیکھ کر خود عظمت کا معیار قائم کیا جاتا ہے۔ایسا ہی انسان "امیر کارواں" کا کردار ادا کرتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

میری پسندیدہ شخصیت قائداعظم محمد علی جناح ہیں۔ان کے والد پونجا جناح راج کوٹ کے ایک معزز خاندان کے فرد تھے مگر کاروباری مصلحتوں کے پیش نظر مستقل رہائش کراچی میں اختیار کر چکے تھے۔محمد علی جناح ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔کراچی کے ایک مکتب میں ابتدائی تعلیم پانے کے بعد سندھ مدرسہ ہائی سکول میں داخلہ لیا اور میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ان کی ذہانت بلا کی تھی۔اس ذہانت اور قابلیت کو دیکھتے ہوئے پونجا جناح کے بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ وہ اپنے بیٹے کو اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر بھیج دیں۔چنانچہ انہیں ۱۶ برس کی عمر ہی میں انگلستان بھیج دیا گیا جہاں انہیں قانون کی تعلیم حاصل کرنا مقصود تھی۔ان کی رہائش کا انتظام لندن کے ایک انگریز خاندان میں کیا گیا۔اس خاندان سے جو بڑا شریف اور معیاری گھرانہ تھا ان کے والد کے بڑے پرانے تعلقات تھے اور یہی تعلقات اس نئے تعلق کا سنگ بنیاد بنے۔

لندن کی فضا آج بھی آزاد خیال ہے۔تب بھی آزاد تھی۔آزاد فضا میں انسان چاہے تو آزادی کا جائز فائدہ اٹھائے اور نسبتاً تنگ نظری کے ماحول سے زیادہ نمایاں ترقی کرے۔ایسے لوگ کم ہوتے ہیں۔آزادی کی فضا عموماً نوجوانوں پر برا اثر ڈالتی ہے اور وہ اس ماحول میں ایسا گم ہو جاتے ہیں کہ اپنے مقصد کا بالائے طاق رکھ کر کسی اور ہی جانب چل پڑتے ہیں۔اور ایسی راہ پر گامزن ہو جاتے ہیں جس پر ہر لمحہ اور ہر گام پر وہ منزل سے بہت دور نکل جاتے ہیں اور جب انسان ایک بار بھٹک جاتا ہے تو اس کا راہِ راست پر آنا قریب قریب ناممکن ہو جاتا ہے۔جب ایک انسان بچپن ہی میں یکسر آزاد ماحول میں تن تنہا گھر جائے تو اس کے سنبھلے رہنے کے مواقع نسبتاً کم اور بگڑنے کے مقابلتاً زیادہ ہوتے ہیں۔۱۶ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قائداعظمؒ جو اس وقت صرف محمد علی جناح تھے بالکل نوعمری میں آزاد فضا میں جاتے ہیں تو کیا اثر قبول کرتے ہیں۔

مخلص تھا بے ریا تھا محمد علی جناحؒ ملت کا ناخدا تھا محمد علی جناحؒ
الفت تھی اس کو رحمت عالمؐ کے نام سے اسلام پہ فدا تھا محمد علی جناحؒ
اسلامیان ہند کی خدمت کے واسطے اللہ نے دیا تھا محمد علی جناحؒ

لندن کے آزاد ماحول میں انہوں نے آزادی کا تصور سمجھنے کی کوشش کی۔انہوں نے ایک آزاد قوم کے درمیان رہ کر اس کی عادات واطوار کا مشاہدہ کیا۔انگریزوں کی قومی اور انفرادی زندگی کا گہرا اثر جائزہ لیا۔اس کے ذاتی اور قومی کردار کا عمیق مطالعہ کیا۔انگریزوں کی خوبیوں کا مشاہدہ کیا اور ساتھ ساتھ اس

کی کمزوریوں پر بھی لگا رکھی۔ ہر خوبی کو ساتھ ہی ساتھ اپناتے چلے گئے اور ان کی ہر کمزوری سے اپنی ذات کو بچا کر نکل گئے۔ انہوں نے انگریز کے طرزِ عمل، انداز فکر کا مطالعہ کیا اور اس حد تک قوم کا مطالعہ کیا کہ اس کی رگ رگ سے واقف ہو گئے۔ انگریز کی سیاسی، قومی، معاشی، تمدنی، سماجی، انفرادی، مذہبی، مجلسی غرض زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہ رہا جو ان کی نظر سے پوشیدہ رہا۔ ابتدائی حصہ عمر کے ان مشاہدات نے ان کے کردار کی تعمیر کی اور بالآخر محمد علی سے قائداعظم بنایا۔ دادا بھائی نوروجی برطانوی پارلیمنٹ کے امیدوار کی حیثیت سے کھڑے ہوئے تو مسٹر جناح کے دل میں بھی حب الوطنی کا احساس جاگا اور دادا بھائی کی راہنمائی میں قوم کی بہتری کے لیے جدوجہد کرنے کی ٹھان لی۔ ان کی قابلیت نے دادا بھائی نوروجی کو بہت متاثر کیا اور انہوں نے ہر کام پر ان کی مناسب توصلہ افزائی کی اور قدم قدم پر انہیں مفید مشورے دیے۔ دادا بھائی نوروجی نے اس نوجوان کے قومی جذبہ کو خوب جلا دی اور قومی احساسات کو جوان میں پیدا ہو رہے تھے ایک مناسب راہ پر لگا دیا۔

کیوں بڑا دن نہ کہیں یوم ولادت کو ترے   اک نئے عہد کا آغاز اسی دن سے کیا

۱۸۹۶ء میں ۲۰ برس کی عمر میں وہ قانون کی ڈگری لے کر ہندوستان آئے۔ وطن کی سرزمین پر آتے ہی انہیں ایک روح فرسا خبر سننا پڑی۔ یہ خبر ان کی والدہ کی موت کی تھی جو ان کے بعد ہی واقع ہوئی مگر ان کے والد نے ان سے پوشیدہ رکھی کہ مبادا اس سے ان کی تعلیم پر برا اثر پڑے۔ اس کے علاوہ ان کے گھریلو حالات بہت حد تک بگڑ چکے تھے مگر انہیں ان باتوں کا کوئی علم نہ ہونے دیا گیا تھا۔ دور دیس میں ایسی خبر پہنچانا ان کی تعلیم کے لیے خطرناک ہو سکتا تھا اور اسی خطرے کو بھانپ کر ان کے دور اندیش والد نے انہیں کاروبار کی تباہی اور دو تین مقدموں کا بھی جن میں وہ بری طرح گھرے ہوئے تھے کوئی علم نہ ہونے دیا تھا۔ جب یہ سب کچھ مسٹر جناح کو وطن آتے ہی معلوم ہوا تو انہیں بہت دکھ ہوا مگر ان کا حوصلہ بلند تھا۔ اس لیے انہوں نے برا اثر قبول کرنے کی بجائے زیادہ محنت کی ٹھان لی، اپنے والد کے مقدموں کی پیروی کی اور کامیابی حاصل کی۔ پھر گھر کے اخراجات چلانے کا مسئلہ تھا۔ کئی فرموں نے انہیں ملازمت پیش کی اور قانونی مشیر کی حیثیت سے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔ نوکری انہیں پسند نہ تھی۔

دنیا کی تاریخ کے لب پر تیری سیاست کے چرچے ہیں   تیرے تدبر کی باتیں تیری فراست کے چرچے ہیں
تیری صداقت کا شہرہ ہے تیری دیانت کے چرچے ہیں   اپنوں بیگانوں میں تیری دانش و حکمت کے چرچے ہیں

۱۸۹۷ء میں انہوں نے بمبئی کا رخ کیا۔ پہلے تین چار سال بڑے صبر آزما تھے انہیں بہت مشکلات پیش آئیں لیکن بالآخر ایڈووکیٹ جنرل کے ہاں ریڈر کی جگہ مل گئی۔ اس آسامی پر اس سے قبل کوئی کوئی دیسی شخص متعین نہ ہوا تھا۔ تین سال بعد انہیں پریذیڈنسی مجسٹریٹ کی جگہ مل گئی۔ اس کے بعد انہوں نے یکے بعد دیگرے کئی عارضی آسامیوں پر کام کیا اور جلد ہی ایک قانون دان کی حیثیت سے نام پیدا کر لیا اور باقاعدہ پریکٹس شروع کر دی۔ کردار، اخلاق جرات، محنت اور مستقل مزاجی نے مل کر انہیں بلند مقام پر پہنچانے میں حصہ لیا۔

اسی دوران وہ آگ بھڑکنے لگی جسے دادا بھائی نوروجی نے لندن میں روشن کیا تھا اور جسے ہوا دینے کے لیے ہندوستان میں بہترین حالات تھے۔ ملک کی سیاسی فضا مکدر ہو گئی تھی۔ ہر سیاست دان اپنے اپنے انداز فکر کے مطابق عوام کی راہنمائی کر رہا تھا۔ فیروز شاہ مہتہ، بدرالدین طیب جی، گوکھلے اور بیزجی آئینی ترقی کی کوششوں میں مصروف تھے۔ یہ انڈین نیشنل کانگریس کمیٹی تھی اور دادا بھائی نوروجی ہی کی قیادت میں کام کر رہی تھی۔ مسٹر جناح بھی اس میں شریک ہو گئے۔

ملت کو تیری ذات مکرم پہ ناز ہے   کیا کیا زمین کو عظمت آدم پہ ناز ہے

۱۹۱۱ء میں جب تقسیم بنگال کی تنسیخ کا اعلان ہوا تو ہندو مسلم اختلافات بڑھ گئے۔ مسلم لیگ اور کانگریس نے مل کر مصالحت کی تحریک چلائی۔ اس تحریک کے روح رواں جناح تھے۔ ان کوششوں کا نتیجہ الہ آباد کانفرنس کی صورت میں رونما ہوا۔ اس کانفرنس میں ان کے علاوہ سر سریندر ناتھ بیزجی، گھوکھلے، سریندو لال، پنڈت مدن موہن مالویہ، سرتیج بہادر سپرو، پنڈت موتی لال نہرو، لارڈ سنہا، مہاراجہ دربھنگ، سر آغا خان، نواب وقار الملک، سر ابراہیم رحمت اللہ، سر حسن امام، مولانا محمد علی اور حکیم اجمل خان نے شرکت کی۔

اس کانفرنس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ہندو مسلم مصالحت نہ ہو سکی اور مسلم لیگ نے فیصلہ کر لیا کہ مسلمانوں کو ہندوؤں سے الگ اپنی آزادی کی کوشش شروع کرنا چاہیے۔ اس ضمن میں باقاعدہ ریزولیشن ۱۹۱۲ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں پاس ہوا جو لکھنو میں سر محمد شفیع کی صدارت میں ہوا۔ دسمبر ۱۹۱۳ء میں کانگریس کا اجلاس ہوا تو اس میں مسلم لیگ کے حکومت خود مختاری کے ریزولیشن کی حمایت کی گئی۔

ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح   ملت ہے جسم جاں ہے محمد علی جناح"

پہلی جنگ عظیم کے بعد جب خلافت تحریک نے زور پکڑا تو ہندو مسلم اتحاد پھر سے جڑ پکڑنے لگا اور اس حد تک ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے قریب ہو گئے کہ کانگریس اور مسلم لیگ کے اجلاس بھی ساتھ ساتھ ہونے لگے اور کئی کانگریس کے مسلمان راہنما مسلم لیگ کے سرگرم رکن بن گئے۔ تعاون کی یہ فضا زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ قائداعظم ہندو مسلم اتحاد کی علامت بنے ہوئے تھے۔ وہ ہر دو قوموں میں یکساں طور پر قبول تھے۔ ان کی خدمات کے اعتراف کے لیے اہل بمبئی نے ایک فنڈ کھولنے کی تحریک چلائی تاکہ ٹاؤن ہال میں ان کا مجسمہ نصب کیا جائے۔ "جناح ہال" اس تحریک کا نتیجہ ہے جو آج بھی کانگریس ہاؤس بمبئی میں کانگریس کی یاد کے طور پر قائم ہے۔

لکھنو پیکٹ کے بعد ملک میں جگہ جگہ ہندو مسلم فسادات ہوئے مگر سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کی تحریک چلی تو قائداعظمؒ نے ۲۱ فروری ۱۹۲۸ء کو ممبران اسمبلی کے تعاون سے ایک بیان دیا کہ سب راہنما متحد ہو جائیں اور مشترکہ کنونشن کی بنیاد رکھی جائے لیکن نہرو رپورٹ کے بعد متحدہ کوشش کا نظریہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اس رپورٹ پر قائداعظم مسلمانوں کے حقوق کو بحال رکھنے اور انہیں مرکز میں ۳۳ فیصد نمائندگی دلانے کے لیے ۶ نکات پیش کر چکے تھے لیکن جب ۳۰

مارچ کو ان کی صدارت میں مجلس مضامین کا انعقاد ہوا اور وہ کچھ دیر کے مسلم اراکین کے ساتھ مشورہ کرنے کے لیے حکیم اجمل خاں کے مکان پر چلے گئے تو نہرو رپورٹ کے حامیوں کو موقع مل گیا انہوں نے حاضرین کی مخالفت کے باوجود ڈاکٹر عالم کو صدر بنا دیا اور اسی شور وغل کی کیفیت میں نہرو رپورٹ کی منظوری کا ریزولیشن پاس کر دیا اور ڈاکٹر عالم نے منظوری کا اعلان بھی کر دیا۔ قائد اعظم واپس آئے تو سازش کو بھانپ گئے۔

قائداعظمؒ نے اس کے بعد ایک اور ہی انداز میں سوچا اور بالآخر ۱۹۳۳ء میں کانگریس سے الگ ہو کر صرف مسلمانوں کی فلاح کا پروگرام بنالیا اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے رات دن مسلسل محنت کی اور ۱۹۴۷ء میں قوم کے الگ وجود کو بین الاقوامی طور پر منوایا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشہ پر ایک نئی اسلامی ریاست کا اضافہ ہوا۔ افسوس ہے کہ انہیں اس لگائے ہوئے پودے کو سینچنے کے لیے وقت نہ ملا اور وہ ایک ہی سال بعد ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ہم سے الگ ہو گئے۔ وہ ہم میں نہیں مگر ان کے یہ الفاظ ہم میں آج بھی موجود ہیں۔

"پاکستان مسلمانوں کی قربانیوں سے قائم ہوا ہے۔ میں واضح طور پر بتا دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں کسی ایک طبقے کو لوٹ کھسوٹ اور اجارہ داری کی اجازت نہیں ہوگی۔ پاکستان میں بسنے والے ہر شخص کو ترقی کے برابر مواقع میسر ہوں گے۔ پاکستان امیروں، سرمایہ داروں اور نوابوں کی لوٹ کھسوٹ کے لیے نہیں بنایا گیا۔ پاکستان غریبوں کا ملک ہے اور غریبوں ہی کو اس پر حکومت کا حق ہے۔"

تری دانش، تری حکمت، تیری ہمت، ترا ایماں　　نجات اہل ہندوستاں، حیات اہل پاکستان

6۔ کمپیوٹر

دنیا میں ہمیں انسان کی بنائی ہوئی جتنی عجیب وغریب چیزیں نظر آتی ہیں یہ سب سائنس کے ہی کرشمے ہیں۔ یعنی ان چیزوں کی معلومات اور علم کو سائنس تصور کیا جاتا ہے۔ ان معلومات اور علم کی روشنی میں جیسے جیسے انسان تحقیقات اور تجربے کی طرف مائل ہوتا گیا، نئی ایجادات وقوع پذیر ہوتی گئیں۔ ان ایجادوں میں کمپیوٹر اس صدی کی حیرت انگیز اور عجیب وغریب ایجاد ہے۔

موجودہ نسل کے وہ بچے جو اس وقت اسکولوں میں زیر تعلیم ہیں ان میں سے بعض کو یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ کمپیوٹر سے سکول کی تعلیم کے دوران واقف ہو جاتے ہیں اور آنے والے برسوں میں ہو سکتا ہے کہ یہ سہولت سکول میں پڑھنے والے ہر بچے کو حاصل ہو۔ آج کل ہر نوعیت کے چھوٹے بڑے دفتروں میں صنعت میں، زراعت میں، کاروباری ذرائع ابلاغ میں، خلاء، فضاء، زمین اور سمندر کی سواریوں میں غرض زندگی کا کون سا شعبہ ہے جہاں کمپیوٹر کارگزاری کار فرما نہیں ہے۔ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ مستقبل کمپیوٹر کا ہے۔

رفتار کو ہم عموماً وقت کے پیمانے سے ناپتے ہیں اور وقت کی سب سے چھوٹی اکائی سیکنڈ کہلاتی ہے۔ سیکنڈ کیا ہے؟ آنکھ کا جھپکنا، منہ سے ایک لفظ نکلا اور ایک سیکنڈ ختم ہو گیا۔ سائنس دان بتاتے ہیں کہ ہمارے دماغ کی لہریں ایک سیکنڈ میں تقریباً ایک سو چکر لگاتی ہیں لیکن جدید کمپیوٹر کی برقی لہریں ایک سیکنڈ میں ایک بلین (ایک ارب) چکر لگا سکتی ہیں۔

لفظ کمپیوٹر خود ہی اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے یہ لفظ انگریزی کے لفظ کمپیوٹ (Compute) سے نکلا ہے۔ جس کے لفظی معنی حساب لگانا کے ہیں گویا جو چیز حساب کتاب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، کمپیوٹر کہلانے کی حقدار ہے لیکن اس کی صلاحیتوں اور اس کے دائرہ کار کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آج کا کمپیوٹر بیس پچیس برس پرانے کمپیوٹر سے اتنا ہی مختلف ہے جتنا کہ بیسویں صدی کا انسان اور پتھر دھات کے زمانے کا انسان ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ کمپیوٹر نے تھوڑے ہی عرصے میں ارتقائی منازل طے کر لی ہیں اور اس کی صلاحیتوں میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔

کمپیوٹر کا شجرۂ نسب بہت پرانا ہے۔ مٹی کے دور میں جب انسان نے اشیاء کی تعداد ظاہر کرنے کے لیے زمین، لکڑی اور پتھر پر نشانات اور سنگریزے جمع کرنا شروع کر دیئے تھے یعنی انسان مادی اکائیوں سے اعداد کو ظاہر کرنے لگا تھا، کمپیوٹر کی بنیاد اسی فلسفہ پر رکھی گئی ہے۔ اشیاء کی گنتی کسی آسان طریقے سے کئے جانے کے لیے کسی طریقے کی تلاش بہت پرانے زمانے سے جاری ہے اور اس تلاش کی یادگار ابا کس (Abacus) جواب سے تقریباً اڑھائی ہزار برس قبل انسان نے جمع، ضرب اور تفریق کے حسابی عمل کے لیے بنایا تھا۔ آج بھی ہمارے ہاں نرسری اسکولوں میں دیکھا جا سکتا ہے یہ مستطیل لکڑی کا فریم ہوتا ہے جس میں متوازی بہت سی تاریں لگی ہوتی ہیں جن پر مختلف رنگوں کی بنی ہوئی گولیاں ایک دوسرے تک با آسانی حرکت کر سکتی ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اباکس کا استعمال سب سے پہلے چینی باشندوں نے کیا تھا۔ پھر کچھ مدت بعد 1624ء میں جان نیپئر نے لاگرتھم (Lagrtahme) ایجاد کیا۔

جس سے ریاضی کے طلبہ بخوبی واقف ہیں۔ اس کے بعد جان نیپئر نے ضرب دینے کا بھی ایک طریقہ ایجاد کیا جسے نیپئر بونز کا نام دیا گیا لیکن یہ تمام طریقے غیر مشینی تھے جبکہ انسان اس کوشش میں مصروف تھا کہ اپنا درد کسی مشین کو سونپ دے۔ چنانچہ انسان اس کوشش میں کامیاب ہوا اور فرانس کے ایک حساب دان پاسکل (pascal) نے گنتی کرنے کی پہلی مشین ایجاد کی۔ اس میں مختلف پہیوں پر صفر سے نو تک کے ہندسے لکھے ہوتے تھے۔ جب پہیہ اپنا ایک چکر پورا کرتا تو اس نے برابر والا پہیہ ایک ہندسہ آگے ہو جاتا۔ یہ مشین جمع اور تفریق براہ راست کر سکتی تھی جبکہ ضرب اور تقسیم کے لیے جمع اور تفریق کے عمل کو بار بار کیا جاتا تھا۔ یہ مشین آج بھی لندن کے سائنس میوزیم میں دیکھی جا سکتی ہے۔

پاسکل کے بعد ایک جرمنی لیبنز (Leibniz) کی اختراع کو خاصی شہرت ملی۔ اس نے ایک ایسی مشین ایجاد کی جو ضرب بھی دے سکتی تھی۔ گنتی کرنے کا جو طریقہ کمپیوٹر میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا خیال سب سے پہلے (Leibniz) لیبنز کے ذہن میں آیا اس طریقے کو بائنری نظام کہتے ہیں۔ گنتی کا جو عام طریقہ ہے اس میں صفر سے نو تک ہندسے استعمال ہوتے ہیں۔ نو تک عدد فرداً فرداً انہیں سے ظاہر کیے جاتے ہیں اور نو کے بعد کے مختلف اعداد بھی انہی ہندسوں سے ظاہر کیے جاتے ہیں۔ لیکن اس نظام میں صرف صفر اور ایک کا استعمال کئے جاتے ہیں اور یہ ہی دو ہندسے لاکھوں اور کروڑوں کے اعداد کو ظاہر کرتے

چارلس نے ایک بالکل نئی مشین کا خیال پیش کیا۔ اس مشین میں خاص
ہیں۔ یہ طریقہ برقی مشین کو بہتر بنانے کی کوشش جاری رہیں اور ایک برطانوی انجینئر چارلس نے ایک بالکل نئی مشین کا خیال پیش کیا۔ اس مشین میں خاص
...حالتوں میں معلومات محفوظ کرنے کے لیے یادداشت بھی موجود تھی۔ سائنسدان اس میدان میں کوششیں کرتے رہے چنانچہ 1890ء کی مردم شماری میں پہلی بار برقی کمپیوٹر استعمال کیا گیا جو ہرمن ہالرتھ کی ایجاد تھا۔ اس میں معلومات کی فراہمی کے لیے کارڈ استعمال کیے جاتے تھے۔ اس مشین کی مانگ کے پیش نظر ہرمن نے واشنگٹن میں کمپیوٹر بنانے کا ایک کارخانہ لگایا جو آج دنیا بھر میں (I.B.M) آئی بی ایم کہلاتا ہے۔

دنیا کا پہلا (Digital Computer) ڈیجیٹل کمپیوٹر جس نے کمپیوٹر سائنس میں ترقی کے لئے بے شمار راہیں کھول دیں۔ 1946ء میں مکمل ہوا۔ یہ بہت بڑا کمپیوٹر تھا جسے تقریباً 1500 مربع فٹ بڑے کمرے میں رکھا گیا اور اس کا وزن تیس ٹن تھا۔ ٹرانسسٹر کی ایجاد نے کمپیوٹر کی شکل ہی بدل کر رکھ دی اور اس کا سائز چھوٹے سے چھوٹا ہوتا چلا گیا اور اب اتنا مختصر ہو گیا ہے کہ میز پر با آسانی رکھا جا سکتا ہے۔ ٹرانسسٹر نے کمپیوٹر کا کارکردگی میں ناقابل یقین حد تک اضافہ کر دیا ہے۔ آج کل مائیکرو کمپیوٹر اور منی کمپیوٹر بہت عام ہیں جن کی صلاحیت پرانے کمپیوٹروں سے کہیں زیادہ ہے۔ ان کا سائز نہایت مختصر اور یادداشت کہیں زیادہ ہے۔ یہ سب کچھ صرف اس لئے ممکن ہو سکا کہ آئی سی بنانے کے لئے نئے اور جدید طریقے استعمال ہو رہے ہیں ان جدید طریقوں کی مدد سے صرف پانچ ملی میٹر کی آئی سی چوکور سلیکان چپ پر تقریباً ڈھائی لاکھ کے قریب ٹرانسسٹر کے سرکٹ کو بنایا جاتا ہے۔

کمپیوٹر کی افادیت اور اس کے روز افزوں استعمال کی بدولت پاکستان میں بھی اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔

پاکستان میں کمپیوٹر رواں صدی کی چھٹی دہائی میں متعارف ہوا جب آئی بی ایم نے ملک میں پہلا کمپیوٹر درآمد کر کے نصب کیا۔ گزشتہ تقریباً تیس برسوں میں کمپیوٹر کے شعبہ میں خاصی پیش رفت ہوئی ہے۔ کاروباری اور صنعتی زندگی میں کمپیوٹر کا استعمال مسلسل بڑھ رہا ہے۔ پاکستان میں کمپیوٹر کی تعلیم کا آغاز 1970ء کے عشرہ میں ہوا۔ اس وقت ملک کے مختلف حصوں میں سرٹیفکیٹ، ڈپلوما، بیچلرز اور ماسٹر ڈگری کے مختلف کورس مختلف یونیورسٹیوں اور اداروں میں ہو رہے ہیں۔ نجی شعبہ میں بھی بے شمار کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ قائم ہیں جہاں کمپیوٹر سے متعلقہ ایک سال، چھ ماہ اور تین ماہ کے شارٹ کورسز کروائے جاتے ہیں۔ عام طور پر یہ ادارے متعلقہ صوبے کے بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن سے منظور شدہ ہوتے ہیں۔

ان کورسز میں داخلے کے لیے بنیادی اہلیت میٹرک اور ایف اے ہی ہوتی ہے۔ کمپیوٹر کی تعلیم کے معیاری اداروں میں داخلے سے پہلے میلان طبع کا امتحان بھی ہوتا ہے اور صرف انہی امیدواروں کو داخلہ کا اہل قرار دیا جاتا ہے جنہوں نے یہ امتحان پاس کیا ہو۔

کمپیوٹر سے متعلق کسی بھی پیشے میں کام کرنے والے میں چند بنیادی صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے۔ کمپیوٹر کے طالب علم کو محنت کا عادی اور منطقی ذہن کا ہونا چاہیے۔ ان میں تخلیقی صلاحیت موجود ہوتا کہ وہ مستقبل کی ضروریات کا اندازہ کر کے پروگرام تیار کر سکیں۔ نئے نئے خیالات وضع کر سکیں۔ پیچیدہ مسائل کا ممکنہ حل تلاش کر سکیں۔ طالب علم ذہین اور بااخلاق ہوں۔ نظم و ضبط کے ساتھ کام کرنے کے عادی ہوں۔ اپنی بات دوسروں تک فہم طریقے سے پہنچا سکیں اور اپنے رفقاء کار سے درپیش مسائل اور متعلقہ موضوعات پر مکمل کر بات کر سکیں۔

کمپیوٹر جہاں بھی ہوگا اس جگہ کا ماحول لازماً بہت صاف ستھرا ہوگا۔ کمپیوٹر اور اس سے متعلقہ آلات کی بلا رکاوٹ کارکردگی کے لیے ضروری ہے کہ جہاں کمپیوٹر نصب ہوگا وہ جگہ ایئر کنڈیشنڈ ہو، گرد و غبار سے پاک ہو اور وہاں وافر روشنی موجود ہو۔ کمپیوٹر کے نازک اور حساس پرزوں کی موثر کارکردگی کے لیے یہ لوازمات انتہائی ضروری ہیں۔ جس جگہ ایسا ماحول فراہم کیا جائے وہاں خود بخود ایسی فضا بن جاتی ہے کہ کام کرنے والا تھکن محسوس کیے بغیر زیادہ دیر تک کام کر سکتا ہے۔ کمپیوٹر پر کام کرنے والے افراد پرسکون ماحول میں یکسوئی کے ساتھ کام کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ کمپیوٹر کسی بھی جگہ ہو۔ صاف ستھرا، خوشگوار ماحول اس کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس کی وجہ سے کمپیوٹر اور اس پر کام کرنے والے افراد کی کارکردگی بہتر سے بہتر رہتی ہے۔ جوں جوں لوگوں پر کمپیوٹر کی افادیت ظاہر ہو رہی ہے کمپیوٹر صنعت و تجارت، ذرائع ابلاغ اور مختلف کاروباری شعبوں میں تیزی سے داخل ہو رہا ہے۔

7۔ طلبا اور تعمیرِ وطن / طلبا اور تعمیرِ معاشرہ / طلبا کا تعمیرِ وطن میں کردار (4 مرتبہ)

علم لازوال دولت ہے اور اس کا حصول زندگی کا اعلیٰ مقصد ہے۔ علم کی دولت حاصل کر کے ایک باعلم شہری بن کر ہم اپنے لیے بھی، اپنے خاندان کے لیے بھی اور ملک و قوم کے لیے بھی مفید کارنامے سرانجام دے سکتے ہیں اور دین و دنیا کی کامیابیاں سمیٹ سکتے ہیں۔ علم حاصل کرنے کا مقصد ذاتی کامیابیوں کے ساتھ ساتھ قومی تعمیر بھی ہے۔ علم حاصل کر چکنے کے بعد جب ہم عملی زندگی میں داخل ہو جاتے ہیں تو قومی تعمیر میں بڑا اہم اور نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں مگر اس عظیم مقصد کی بنیاد طالب علمی ہی کے دور میں رکھی جا سکتی ہے اور رکھی جانی چاہیے۔ ہمارے طالب علم جو حصول علم کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں پڑھائی کے ساتھ ساتھ قومی تعمیر میں بھی مقدور بھر حصہ لے سکتے ہیں۔

جہالت ہمارا بہت پرانا روگ ہے۔ ہمارے عوام کی اکثریت ان پڑھ ہے۔ اگر طالب علم روزانہ ایک گھنٹہ بھی کسی ان پڑھ شخص کو پڑھانے میں صرف کر دیں تو ہر سال بے شمار ان پڑھ لوگ زیور تعلیم سے آراستہ ہو سکتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ یہ لوگ علوم و فنون تک رسائی حاصل کر لیں مگر اتنا تو ضروری ہے کہ وہ خط و کتابت کر سکیں، اخبار پڑھ سکیں اور روزمرہ کا حساب کتاب لکھ سکیں۔ ہمارے طالب علم بڑی آسانی سے یہ فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔ اگر قیام پاکستان کے ساتھ ہی اس سلسلے میں کوئی واضح پروگرام طے کر لیا جاتا اور یہ کام طلبہ کے سپرد کر دیا جاتا تو اب تک ہمارے معاشرے سے جہالت ختم ہو چکی ہوتی اور لوگ بے شمار توہمات اور تعصبات سے بھی پاک ہو چکے ہوتے۔

"اپنی مدد آپ" ایک سنہری اصول ہے مگر اس پر کماحقہ عمل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ لوگ یونہی احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنا کام آپ کرنے کو

ہتک محسوس کرتے ہیں۔ اگر طلبہ طے کرلیں تو وہ قوم کو اس احساس کمتری سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے کام نوکروں سے کرانے کی بجائے خود کرنا شروع کریں اور سفر کے دوران بھی اپنا سامان خود اٹھائیں اور اپنے کام خود کریں۔ اس سے نہ صرف ان کے اپنے اندر محنت کا جذبہ پیدا ہوگا بلکہ دیکھنے والوں کے لیے ان کی مثال قابل تقلید ہوگی۔

سال کے دوران چند ہفتے سماجی کاموں کے لیے وقف کردیے جائیں اور تمام تعلیمی اداروں کے طالب علم ان خاص ایام میں ایسے کام کریں جن سے اپنی مدد آپ کا جذبہ بیدار ہوتا ہو تو یہ بہت بڑی خدمت ہوگی۔ مثلاً طالب علم اپنے تعلیمی اداروں میں خود صفائی کریں، ٹوٹی ہوئی اشیا کی مرمت کریں، دیواروں کی سفیدی کریں، باغیچوں میں پودے لگائیں اور انہیں خود پانی دیں۔ سلائی کڑھائی کا کام کریں وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام کاموں میں طلبہ کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کی جائے اور اس کی تشہیر کا بندوبست بھی کیا جائے تو ایسی فضا پیدا کی جاسکتی ہے کہ طلبہ اپنے تمام کام خود کرنے کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی تحریک اور تقلید کا سبب بن سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں بے شمار ایسے کام ہیں جو طلبہ انجام دے کر قومی تعمیر میں حصہ لے سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں بہت سی سماجی برائیاں، توہمات اور تعصبات رائج ہیں، طلبہ لوگوں کے ساتھ گفتگو کے دوران بالواسطہ طریقے سے ان برائیوں، توہمات اور تعصبات کے خلاف نفرت پیدا کرسکتے ہیں اور ان کی بجائے صحت مند نظریات کی اشاعت کرسکتے ہیں۔ اسی طرح وہ ہسپتالوں میں جا کر بیماروں کی تیمارداری کرکے ڈاکٹر اور نرسوں کا ہاتھ بٹا سکتے ہیں اور دکھی انسانوں کی دعائیں لے سکتے ہیں۔

بہت سے قومی امور میں ہمیں مختلف سروے کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ طالب علم ان تمام امور سے متعلق سروے کرسکتے ہیں اور کسی خاص امر کے بارے میں اپنا جائزہ پیش کرسکتے ہیں جو مزید تحقیق کرنے والوں کے لیے مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

بہرحال طالب علم بے شمار طریقوں سے دوران طالب علمی ہی قومی تعمیر میں حصہ لے سکتے ہیں۔ انہیں ضرور ایسا کرنا چاہیے اور ان کے لیے مناسب ماحول پیدا کرنے کے سلسلے میں والدین اور اساتذہ کے علاوہ حکومت کو بھی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے۔ اگر والدین، اساتذہ اور حکومت طے کرلیں کہ ہمیں اپنے ہونہار طالب علموں سے تعلیم کے ساتھ ساتھ قومی تعمیر میں حصہ لینا ہے تو وہ ان کے دلوں میں اس کی لگن پیدا کرکے اور عملاً ان کی راہنمائی اور حوصلہ افزائی کرکے یہ عظیم مقصد حاصل کرسکتے ہیں، ہمارے نوجوان بڑے پرعزم، باہمت اور بے شمار صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ ان سے کام لے کر ملک و قوم کے لیے بہت بہتری پیدا کی جاسکتی ہے۔

8۔ تحریک پاکستان / نظریہ پاکستان

(تشکیل پاکستان، پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ، پاکستان اور ہم اسلامی نظریہ قومیت ۔ نظریہ پاکستان اور ہماری ذمہ داریاں)

ہر قوم کا ایک خاص مزاج اور زندگی بسر کرنے کا ایک نظام و اسلوب ہوتا ہے۔ صدیوں کے عمل کے بعد وہی نظام اس قوم کی نظریاتی اساس اور اس سے وابستگی اس کے لیے جذبہ ایمان بن جاتی ہے اور بالآخر وہ وقت بھی آجاتا ہے۔ جب اس کی حفاظت کے لیے وہ ہر ممکن قربانی دینے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ مگر مسلمان قوم کا معاملہ بہت مختلف ہے۔ مسلم قومیت بجائے خود ایک نظریے کی پیداوار ہے اور مسلمان اسی وقت تک مسلم قوم کہلانے کے مستحق ہیں۔ جب تک وہ اس خاص نظریے پر قائم ہیں۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی نظریاتی اساس کو ہر وقت زندہ رکھیں۔ چنانچہ ہمارے ہاں مسلم جذبہ قومیت کے تحفظ کی ضرورت کا نتیجہ ایک طویل جدوجہد کے بعد پاکستان کی صورت میں سامنے آیا۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر   خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
اُن کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار   قوت مذہب سے ہے مستحکم جمعیت تری

قیام پاکستان کی جدوجہد کے دوران مسلمانوں کو دو زبردست حریفوں یعنی ہندو اور انگریز سے ایک طویل جنگ لڑنا پڑی ہے۔ ہندو مسلمانوں سے آبادی کے لحاظ سے تین گنا بڑا ہونے کے علاوہ جملہ اقتصادی وسائل پر قابض تھا۔ یعنی میدان میں وہ مسلمانوں سے بہت آگے تھا اور تمام کلیدی اسامیاں اس کی گرفت میں تھیں۔ انگریز حکمران غاصب بھی تھا۔ یہ درست ہے کہ ہندو اور انگریز بھی مخالف مفادات اپنے سامنے رکھتے تھے اور مسلمانوں کو حرف غلط کی طرح ختم کرنے میں وہ بہرحال باہم متفق و متحد تھے۔ مگر مسلمانوں کا قافلہ سخت جان ہر قسم کے حملوں کو سہتا ہوا جانب منزل رواں دواں رہا۔

دنیا کی سب سے بڑی اور بنیادی حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس مخلوق میں سے انسان اعلیٰ ترین مخلوق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انا هدينه السبيل اما شاكرا و ما كفورا

ترجمہ: بس انسان مجبور محض بھی نہیں اور شتر بے مہار بھی نہیں بلکہ انسان کو نیک و بد کرنے کا اختیار دیا ہے۔

اگر اپنے خالق و مالک کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرے تو بہترین مخلوق ہے۔ اگر اس کی ہدایت سے منہ موڑے تو رذیل ترین۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت انبیاء علیہم السلام کے ذریعے انسان کو ملتی ہیں اور دراصل یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ جہاں اس نے انسان کی تمام مادی ضروریات پوری کرنے کا اہتمام کیا۔ وہاں زندگی کے صحیح طریقے سمجھانے کا بھی انتظام کیا۔

اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات میں حاکم مطلق ہے اور اس نے جو دین دیا ہے وہ انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ وہی اپنی مخلوق کی فطرت سے آگاہ ہے اور جہاں کہیں بھی اس کی دی ہوئی ہدایت سے منہ موڑ کر انسان نے اپنے لیے خود نظام تعلیم تجویز کیا۔ ایک دوسرے کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا گیا۔ انبیاء

نے دین فطرت کو بار بار قائم کیا۔ لیکن ہر مرتبہ کچھ لوگوں نے دوسروں پر زیادتی کرنے کے لیے اس دین حق سے اختلاف کیا یا اس میں اختلاف پیدا کیا اللہ تعالیٰ کی طرف تنبیہہ و یاد دہانی کے لیے انبیا آتے رہے۔ اسی سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمدؐ ہیں۔ تمام انبیاء جو ہدایت لے کر آئے وہ اسلام ہی کے مختلف ایڈیشن ہیں اور الکتاب کیا کامل و اکمل اور محفوظ شکل وہ ہے جو نبی آخر الزماں کے ذریعے دی گئی ہے۔ گویا اسلام بنیادی طور پر ایک تحریک ہے۔ جس کا مقصد خدا کی مخلوق کو خدا ہی کا تابع فرماں بنانا ہے۔

الا لہ الخلق و الامر

حضرت محمدؐ نے شروع ہی سے واضح کر دیا کہ بس یہ ایک کلمہ ہے۔ اسے اگر مجھ سے قبول کر لو تو اس کے ذریعے سارے عرب کو زیر نگین کر لو گے اور سارا عجم تمہارے پیچھے چلے گا۔ گویا یہ دعوت شروع ہی سے عرب و عجم میں انقلاب کی دعوت تھی۔ جو نہ صرف نظریات کی دنیا میں انقلاب تھا بلکہ معاشرت و معیشت میں انقلاب تھا اور ایک سیاسی بھی۔ چنانچہ اس نظریہ کی بنیاد پر قائم ہونے والی اسلامی ریاست ایک ایسے عالمگیر انقلاب کی داعی تھی جس کا مقصد انسان کو انسان کے استحصال سے نجات دلانا نیز معاشرتی عدل و انصاف اور مساوات کا قیام تھا اس انقلابی طاقت نے عوام کو بادشاہوں، مذہبی پروہتوں، جاگیرداروں کی لی بھگت سے نجات دلائی اور دنیا بھر کے انسانوں کو دین فطرت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دعوت دی۔ اس انقلابی دعوت کی وجہ سے اس زمانے کی عظیم طاقتیں روم و ایران اس نوخیز قوت سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں۔ مسلمانوں نے نہ صرف وسیع و عریض علاقے فتح کیے بلکہ وہاں بسنے والے انسانوں کے دل بھی مسخر کر لیے۔ تاریخ گواہ ہے۔ اسلامی قلمرو میں داخل ہونے والے علاقے اسلامی تعلیمات کے مراکز بنے اور نو مسلم قوتوں میں عظیم محدث فقیہ علماء اور مورخ پیدا ہوئے۔ جو خود اسلام کے داعی تھے۔

گویا اسلام اس دعوت یا تحریک کا نام ہے جس کا مقصد خدا تعالیٰ کی مخلوق کو کتاب و سنت کا تابع فرمان بنانا ہے۔ لہذا اس نظریہ کی بنیاد پر قائم ہونے والی اسلامی مملکت ایک عالمگیر انقلاب کی داعی ہے۔ جس کا مقصد انسان کو انسانیت کی محکومیت سے نجات دلانا ہے آج پاکستان میں جب نظریہ پاکستان کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ قیام پاکستان کی تحریک صرف احیائے اسلام کی کاوش تھی یعنی کہ پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ

نظریہ پاکستان:

لفظ نظریہ پاکستان آئیڈیالوجی کو مغربی مفکرین نے جن معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس کا بنیادی مفہوم یہ ہے

1. اس نظریہ سے قوم کے زیادہ سے زیادہ افراد متفق ہوں۔
2. وہ نظریہ اس قوم کے جذبات۔ احساس۔ روایات۔ عقائد و اقدار سے ہم آہنگ ہو۔
3. اس نظریہ کے حصول میں درکار وسائل افراد کے پاس موجود ہوں۔ یعنی کافی افرادی قوت موجود ہو۔
4. یہ نظریہ اجتماعی کوششوں سے حاصل بھی ہو سکے۔
5. اس نظریے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے قائدین کی ایک جماعت موجود ہو۔

ظاہر ہے پاکستان کا حصول ہند کے مسلمانوں کا مقصد بن چکا تھا اس نظریہ کی اس طرح انہوں نے مندرجہ ذیل اقدامات کیے۔

1. لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور مسلم لیگ جیسی ایک سیاسی تنظیم قائم کر دی۔
2. قائداعظم محمد علی جناحؒ، علامہ اقبالؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ نے تحریک میں اہم کردار ادا کیا۔
3. لوگوں نے آزادی کے حصول کے لیے اپنی جانی و مالی قربانیاں پیش کیں۔

ان اقدامات سے نظریہ پاکستان مضبوط بنیادوں پر قائم ہو گیا اور لوگوں کے سینوں میں جاگزیں ہوا۔

مطالبہ پاکستان کا جواز:

اسلام جس طرح کا معاشرہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ وہ نہ متحد ہندوستان میں قائم کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی مغربی جمہوری حکومت قائم کر کے اس کی تکمیل کی جا سکتی تھی۔ کیونکہ مغربی نظام میں مذہب ہر شخص کا ذاتی مسئلہ ہے۔ وہ ذاتی زندگی کے اصول تو دے سکتا ہے۔ اجتماعی زندگی کے لیے ہدایات نہیں دے سکتا۔ اس کے برعکس اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں اصول وضع کرتا ہے۔ لہذا اسلامی معاشرہ کی تکمیل کے لیے ضروری تھا کہ علیحدہ مملکت حاصل کی جائے۔ جہاں مسلمان بستے ہوں اور وہ اپنی زندگی کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھالنے کے خواہاں ہوں اور وہ اپنی زندگی صحیح طریقے سے گزار سکیں۔

پاکستان کے مطالبے کے جواز کے طور پر مندرجہ ذیل امور کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔

نظریہ پاکستان ہند کے مسلمانوں کی اقدار۔ عقائد۔ احساسات اور جذبات سے وابستگی کا نام تھا اور اس کو عملی جامہ پہنا کر مسلمانوں نے پاکستان حاصل کیا۔ پس نظریہ پاکستان روح ہے اپنے جسم پاکستان کی۔

پاکستان چونکہ ایک نظریاتی مملکت ہے اور اس لیے اس کی بقا و سلامتی اس کے نظریے کی بقا میں ہے۔ دنیا کے تمام معاشرے ٹھوس مادی حقائق پر قائم ہیں لیکن صرف پاکستان ایک ایسا معاشرہ ہے جس کا وجود عقائد و تصورات پر قائم ہے جو غیر مادی ہے۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

نظریہ پاکستان

قائداعظم نے فرمایا تھا۔۔۔۔۔۔ "پاکستان اسی روز معرض وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان کے پہلے ہندو نے اسلام قبول کر لیا۔"۔۔۔۔۔۔ آپ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ پاکستان ایک نظریئے کا نام ہے اور وہ نظریہ اسلام ہے جو ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اپنے ماننے والوں کے لئے ضروری قرار دیتا ہے کہ وہ اپنے لیے ایک آزاد ریاست کے مالک ہوں تا کہ وہ وہاں اپنے ضابطہ حیات کو عملاً نافذ کر سکیں۔

سر سید احمد خان:

1857ء کے بعد جب ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت مستحکم ہو گئی تو اس وقت مسلمانوں پر سخت ظلم ڈھائے گئے۔ تاہم ان میں اپنے حقوق کے تحفظ کا جذبہ ماند نہ ہونے پایا۔ سرسید احمد خان نے مسلمانوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور انہیں جدید علوم و فنون کے حصول کی طرف مائل کیا۔ اس طرح انہیں علوم و فنون کے میدان میں دوسری اقوام کے ہم پایہ کر دیا اور پھر حکومتی اداروں میں نمائندگی کے سلسلہ میں مسلمانوں کے لئے جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا۔ گویا سرسید احمد خان نے انگریزی حکومت کے سامنے پہلی بار سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کے الگ قوم ہونے کا تصور پیش کیا۔

مسلم لیگ کا قیام:

1906ء میں مسلمانوں نے ایک الگ قومی تشخص کو منوانے اور اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے اپنی الگ جماعت قائم کر لی جس کی جدوجہد سے 1909ء میں انگریزی حکومت نے مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کا مطالبہ مان لیا۔ 1916ء کے میثاق لکھنؤ میں کانگرس نے بھی اسے تسلیم کر لیا لیکن بعد میں 1929ء کی نہرو رپورٹ میں اس سے انحراف کر لیا۔

علامہ اقبال کا خطبہ الہٰ آباد:

نہرو رپورٹ کے بعد ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد کی کوششیں ہمیشہ کے لیے ناکام ہو گئیں۔ ان حالات میں علامہ اقبال نے 1930 میں الہٰ آباد میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں صدارتی خطبہ میں بڑے مدلل انداز میں یہ واضح کیا کہ ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا واحد حل یہ ہے کہ اکثریت کے علاقوں پنجاب، کشمیر، سرحد، بلوچستان اور سندھ کو ملا کر ایک الگ ریاست بنائی جائے۔ گویا پاکستان کا تصور تھا جو پہلی بار علامہ اقبال نے پیش کیا۔

کانگریسی وزارتوں کے مظالم:

1937ء میں ہندوستان کے تمام صوبوں میں اسمبلیوں کے الیکشن ہوئے۔ ان انتخابات میں کانگریس چھ صوبوں میں الیکشن جیت کر حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئی تو اس نے وہاں ہندو راج قائم کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں پر مظالم ڈھانے شروع کر دیے۔ سکولوں میں بندے ماترم کا گیت گایا جاتا۔ گاندھی اور نہرو کی مورتیوں کی پوجا تمام لوگوں کے لئے لازمی کر دی گئی۔ مسلمانوں پر ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے گئے۔ گاؤ کشی پر پابندی عائد کر دی گئی۔ ہندی کو سرکاری اور دفتری زبان قرار دیا گیا۔ غرض ہر لحاظ سے مسلمانوں کے حقوق کا استحصال کیا گیا۔ اور ان سے انتہائی ناروا سلوک کیا گیا۔ جب یہ وزارتیں ختم ہوئیں تو مسلمانوں نے شکرانے کے نفل ادا کئے اور یوم راست اقدام منایا۔

مطالبہ پاکستان کا جواز:

اسلام جس طرح کا معاشرہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ وہ نہ متحد ہندوستان میں قائم کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی مغربی جمہوری حکومت قائم کر کے اس کی تکمیل کی جا سکتی تھی۔ کیونکہ مغربی نظام میں مذہب ہر شخص کا ذاتی مسئلہ ہے۔ وہ ذاتی زندگی کے اصول تو دے سکتا ہے۔ اجتماعی زندگی کے لیے ہدایات نہیں دے سکتا۔ اس کے برعکس اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں اصول وضع کرتا ہے۔ لہٰذا اسلامی معاشرہ کی تکمیل کے لیے ضروری تھا کہ علیحدہ مملکت حاصل کی جائے۔ جہاں مسلمان بستے ہوں اور وہ اپنی زندگی کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھالنے کے خواہاں ہوں اور وہ اپنی زندگی صحیح طریقے سے گزار سکیں۔

پاکستان کے مطالبے کے جواز کے طور پر مندرجہ ذیل امور کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔

جداگانہ تشخص کا تحفظ	ہندو قوم کا تعصب
حصول آزادی	اسلامی حکومت کا قیام
آزادی	اسلامی ثقافت
قومی جذبات و احساسات	سیاسی بیداری

قرارداد پاکستان:

23 مارچ 1940ء کو لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس ہوا۔ جس میں قائداعظم نے اپنے صدارتی خطبہ میں واضح کیا کہ ہندو اور مسلمان ہر لحاظ سے دو الگ قومیں ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کا یہ مطالبہ برحق ہے کہ ان کی اپنی مملکت ہو جہاں وہ پوری طرح آزاد اور خود مختار ہوں۔ اسی اجلاس میں 23 مارچ 1940ء مولوی فضل الحق نے یہ قرارداد پیش کی کہ برصغیر کے جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے انہیں ملا کر ایک الگ ریاست قائم کی جائے۔ یہی قرارداد لاہور مطالبہ پاکستان بنی۔ اب انگریز حکومت نے سیاسی مسائل کے حل کے لیے مختلف کوششیں کیں۔

کرپس مشن:

1942ء میں کرپس مشن نے مسلم لیگ اور کانگریس کے قائدین سے ملاقاتیں کیں اور تجویز پیش کی کہ جنگ عظیم کے اختتام پر ہندوستان کو آزادی

دے دی جائے۔ ایک دستور ساز اسمبلی بنائی جائے جو وفاقی نوعیت کا دستور بنائے۔ اس دستور میں یہ بات شامل ہو کہ اگر کوئی صوبہ دس سال کے اندر الگ ہونا چاہے تو علیحدہ ہو سکے۔

شملہ مذاکرات:

مسلم لیگ نے کرپس مشن کی تجاویز کو مسترد کر دیا۔ 1945ء میں ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ویول نے ہندوستانی لیڈروں سے شملہ میں مذاکرات کیے لیکن یہ مذاکرات کامیاب نہ رہے۔

1946 کے انتخاب:

1946 میں ہندوستان کے تمام صوبوں میں انتخابات کرائے گئے جن میں مسلمانوں کی نشستوں پر مسلم لیگ کو بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل ہوئی اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

کابینہ مشن:

نئے حالات کے پیش نظر ہندوستان کے نئے آئینی و سیاسی مسائل کے حل کے لئے حکومت برطانیہ نے فروری 1946 میں ایک کابینہ مشن تشکیل دیا۔ اس مشن نے تفصیلی مذاکرات کے بعد تجویز کیا۔

1. مرکز میں فوری طور پر ایک عبوری حکومت قائم کی جائے جس کے تمام نمائندے ہندوستانی باشندے ہوں۔
2. صوبوں اور ریاستوں کو تین گروپوں میں تقسیم کیا جائے۔

(الف) پنجاب　(ب) بنگال اور آسام　(ج) بقیہ تمام صوبے اور ریاستیں

3. ہر گروپ اپنے لئے ایک آئین بنائے گا۔ نئے آئین کے تحت پہلے انتخابات کے بعد کسی بھی صوبے کی نئی قانون ساز اسمبلی کو گروپ سے باہر نکلنے کا اختیار ہو گا۔

مسلم لیگ نے ان تجاویز کو تسلیم کر لیا کیونکہ ان میں الف اور ب گروپ مسلم اکثریت کے صوبے تھے اور انہیں یونین سے الگ ہونے کے اختیارات بھی حاصل تھے۔ اس طرح عملاً پاکستان کے قیام کی صورت پیدا ہو گئی۔ لیکن کانگریس نے پہلے تو اس منصوبہ کو تسلیم کر لیا مگر بعد میں من مانی وتاویلات شروع کر دیں۔ جس سے اس منصوبہ کی روح ختم ہو جاتی تھی۔ کانگریس کی اس ہٹ دھرمی کے باعث مسلم لیگ نے بھی اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔

عبوری حکومت کا قیام:

1947ء میں عبوری حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ لیکن اس سے معاملات کو سنبھالا نہ جا سکا۔ ملک کے حالات روز بروز دگرگوں ہوتے چلے گئے۔ ہندو مسلم کشیدگی بڑھتی گئی۔

3 جون کا منصوبہ اور قیام پاکستان:

بالآخر حکومت برطانیہ نے لارڈ مونٹ بیٹن کو ہندوستان کا وائسرائے بنا کر بھیجا جس نے مسلم لیگ اور کانگریس کے ساتھ مذاکرات کے بعد تقسیم ہند کا منصوبہ پیش کیا۔ جس کے مطابق۔ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں ان کی آزاد ریاست قائم کر دی جائے گی۔

بنگال اور پنجاب کو مسلم اکثریت اور غیر مسلم اکثریت کی بنیاد پر تقسیم کر دیا جائے گا۔

صوبہ سرحد اور آسام کے ضلع سلہٹ میں استصواب رائے کے ذریعے فیصلہ کیا جائے گا کہ انہیں پاکستان میں شامل ہونا ہے یا ہندوستان میں۔ اس منصوبہ کے تحت پاکستان کا قیام پاکستان کی طویل جدوجہد اور ان گنت جانی و مالی قربانیوں سے 14 اگست 1947ء کو عمل میں آیا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے　نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

9۔ رحمت اللعالمین ﷺ　(6 مرتبہ)

(سیرت النبیؐ۔۔۔ انسان کامل پیغمبر اعظم و آخر۔ پسندیدہ شخصیت ہمارے نبیؐ۔ وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے حب نبیؐ سراپائے رحمت۔ رہبر اعظمؐ۔ اخلاق نبویؐ محسن انسانیتؐ)

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا　کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

جب سے یہ کائنات ظہور میں آئی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اصلاح اور انہیں سیدھی راہ پر چلانے کے لیے مختلف زمانوں میں مختلف علاقوں اور قوموں کے لیے انبیائے اکرام کو بھیجتا رہا ہے۔ انسان جب گردش زمانہ اور اپنی فطری کمزوریوں کے باعث اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے سے بھٹک جائے، تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بھیجتا ہے جو قوم کو سیدھی راہ پر چلنے کی تلقین کرتا ہے۔ عام طور پر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ تو ان تعلیمات کو مان لیتے ہیں لیکن بدقسمتی سے اکثر قوموں نے اپنے انبیاء کی نافرمانی کی۔ چنانچہ ایک نبی کی لائی ہوئی کتاب کی تبلیغ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئی کئی انبیاء کو مامور کیا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ تورایت کی تبلیغ کے لیے چار ہزار انبیاء بھیجے گئے۔ انبیاء کی بعثت کا یہ سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہو کر حضرت عیسیٰؑ تک ہزاروں سال تک چلتا رہا۔ ہر نبی اپنی قوم کو یہ خبر دیتا رہا کہ وہ محدود زمانے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ ایک عالمگیر دعوت لے کر ایک ایسا پیغمبر آئے گا جو تمام انبیاء کی دعوت کی تکمیل کرے گا اور اپنے سے پہلے سچے بادلوں کی تصدیق کرے گا۔ وہ ہادی انسان کامل ہو گا اور اس کی کتاب زندہ رہے گی۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر　وہی قرآں وہی فرقاں وہی یسیں وہی طٰہٰ

ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالتِ انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔ اگر دولت مند ہو تو مکہ کے تاجروں اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو۔ اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو۔ اگر بادشاہ ہو تو سلطانِ عرب کا حال پڑھو۔ اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو۔ اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر ایک نگاہ دوڑاؤ۔ اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکۂ احد سے عبرت حاصل کرو۔ اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درس گاہ کے معلم قدس کو دیکھو۔ اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے کے سامنے نظر جماؤ۔ اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پہ کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو۔ اگر تنہائی و بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہو۔ اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو۔ اگر اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد کا نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار کو اور نظم و نسق کو دیکھو۔ اگر یتیم ہو تو عبداللہ و آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو۔ اگر بچے ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے بچے کو دیکھو۔ اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک چرواہے کی سیرت پڑھو۔ اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصرہ کے کارواں کی مثالیں ڈھونڈو۔ اگر عدالت کے قاضی اور پنچائتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نورِ آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجرِ اسود کو کعبہ کے ایک گوشے میں کھڑا کر رہا ہے۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے　　غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا۔

مدینہ کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظرِ انصاف میں شاہ و گدا اور امیر غریب سب برابر تھے۔ اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہ اور عائشہ کے مقدس شوہر کی حیات پاک کا مطالعہ کرو۔ اگر اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسنؓ حسینؓ کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کچھ بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو، تمہاری زندگی کے لیے نمونہ، تمہاری سیرت کی اصلاح کے لیے تمہارے ظلمت خانہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور راہنمائی کا نور محمد کی جامعیتِ کبریٰ کے خزانہ میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔ اس لیے طبقہ انسانی کے ہر طالب اور نورِ ہدایت کا چراغ اور راہنمائی کا نور ایمانی کے ہر متلاشی کے لیے صرف محمد کی سیرت ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔ جس کی نگاہ کے سامنے محمد رسول اللہ کی سیرت ہے اس کے سامنے نوحؑ و ابراہیمؑ ایوبؑ و یونسؑ موسیٰ سب کی سیرتیں موجود ہیں۔ گو تمام دوسرے انبیاء کرام کی سیرتیں صرف ایک ہی جنس کی اشیاء کی دکانیں ہیں اور محمد رسول اللہ کی سیرت اخلاق و اعمال کی دنیا کا سب سے بڑا بازار (مارکیٹ) ہے جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شے کے طلب گار کے لیے بہترین سامان موجود ہے۔

حضورؐ آئے تو سرِ آفرینش پا گئی دنیا　　اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آ گئی دنیا

بجھے چہروں کا رنگ اترا تھے چہروں پہ نور آیا　　حضورؐ آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا

ان کی زندگی میں بیک وقت اس قدر متضاد اور متنوع اوصاف نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یکجا کر کے نہیں دکھائے۔ بادشاہ ایسا کہ ایک پورا ملک اس کی مٹھی میں بند ہو اور بے بس ایسا کہ خود کو اپنے قبضے میں نہ جانتا ہو بلکہ خدا کے قبضے میں۔ دولت مند ایسا کہ خزانے کے خزانے اونٹوں پر لدے ہوئے اس کے دارالحکومت میں آ رہے ہوں اور محتاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر میں چولہا نہ جلتا ہو اور کئی دن اس پر فاقے گزر جاتے ہوں۔ سپہ سالار ایسا کہ مٹھی بھر نہتے آدمیوں کو لے کر ہزاروں غرق آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی لڑا ہو اور صلح پسند ایسا کہ ہزاروں پر جوش جانثاروں کی ہم رکابی کے باوجود صلح کے کاغذ پر بے چون و چرا دستخط کر دیتا ہو۔

شجاع اور بہادر ایسا کہ ہزاروں کے مقابلے میں تن تنہا کھڑا ہو اور نرم دل ایسا کہ کبھی اس نے انسانی خون کا قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو۔ باتعلق ایسا کہ عرب کے ذرہ ذرہ کی اس کو فکر، بیوی بچوں کی اس کو فکر، مسلمانوں کی اس کو فکر، خدا کی بھولی ہوئی دنیا کو سدھارنے کی اس کو فکر غرض سارے سنسار کی اس کو فکر ہو اور بے تعلق ایسا کہ اپنے خدا کے سوا کسی کی یاد اس کو نہ ہو اور اس کے سوا ہر چیز اس کو فراموش ہو۔ اس نے کبھی اپنی ذات کے لیے اپنے برا کہنے والوں سے بدلہ نہیں لیا۔ اور اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں دعائے خیر کی اور ان کا بھلا چاہا لیکن خدا کے دشمنوں کو اس نے کبھی معاف نہیں کیا۔ وہ حق کا راستہ روکنے والوں کو جہنم کی دھمکی دیتا اور عذابِ الٰہی سے ڈراتا رہا۔ عین اس وقت جب اس پر ایک تیغ زن سپاہی کا دھوکا ہوتا وہ ایک شب زندہ دار زاہد کی صورت میں جلوہ نما ہو جاتا۔ عین اس وقت جب اس پر کشور کشا فاتح کا شبہ ہو وہ پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔ عین اس وقت جب اس کو شاہ عرب کہہ کر پکارنا چاہتے ہیں تو وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا درویش نظر آتا ہے۔ عین اس دن جب عرب کے اطراف سے آ آ کر اس کے صحنِ مسجد میں مال و اسباب کا انبار لگا ہوتا ہے اس کے گھر میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہے۔ عین اس عہد میں جب لڑائیوں کے قیدی مسلمانوں کے گھروں میں غلام اور لونڈیاں بنا کر بھیجے جاتے ہیں فاطمہؓ بنتِ رسولؐ جا کر اپنے ہاتھوں کے چھالے اور سینے کے داغ باپ کو دکھاتی ہیں جو چکی پیسے اور مشکیزہ بھرتے بھرتے ہاتھ اور سینے پر پڑ گئے تھے۔ عین اسی وقت جب آدھا عرب اس کے زیرِ نگین ہوتا ہے حضرت عمرؓ حاضرِ دربار ہوتے ہیں۔ ادھر ادھر نظر اٹھا کر شانہ نبوت کے سامان کا جائزہ لیتے ہیں۔ آپ ایک کھری چارپائی یا چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں۔ جسم مبارک پر بانوں کے نشان پڑ گئے ہیں۔ ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں۔ ایک کھونٹی میں خشک مشکیزہ لٹک رہا ہے۔ سرورِ کائناتؐ کے گھر کی یہ حالت دیکھ کر حضرت عمرؓ رو پڑتے ہیں، سبب دریافت ہوتا ہے عرض کرتے ہیں۔ "یا رسول اللہؐ! اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہوگا کہ قیصر و کسریٰ باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ پیغمبر ہو کر اس حالت میں ہیں" ارشاد ہوتا ہے۔ "عمرؓ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت"۔

جس کی آمد کو صدیاں ترستی رہیں　　اے خوشا وہ ہمیں مہرباں مل گیا

[illegible] تھے فتح مکہ کے دن [illegible] سے ہو کر اسلامی لشکر
ابو سفیان جو آنحضرت ﷺ کے سب سے بڑے [illegible] قبائل [illegible] جوش مارتی ہوئی بڑھتی آرہی
تماشا دیکھ رہے ہیں۔ رنگ رنگ کی [illegible] اور جھنڈیوں کے سایہ [illegible] آرہا ہے۔ [illegible] تمہارا بھتیجا تو بڑا بادشاہ بن گیا" [illegible] کی آنکھیں [illegible] دیکھ رہی
ہیں۔ ابو سفیان کی آنکھیں اب بھی [illegible] جاتی ہیں۔ [illegible] سے کہتے ہیں۔ [illegible] مشہور حاتم طائی کے [illegible] زندہ تھے اور [illegible] عیسائی تھے۔ وہ حضور کے دربار
میں [illegible] فرمایا۔ "ابو سفیان! یہ بادشاہی نہیں نبوت ہے" عدی بن حاتم قبیلہ طے کے رئیس [illegible] بادشاہ ہیں یا پیغمبر۔ [illegible] آکر کوئی
میں آتے ہیں۔ صحابہ عقیدت مندوں اور جہاد کا ساز و سامان دیکھ کر ان کو فیصلہ میں دقت ہوتی [illegible] محمد بادشاہ ہیں یا پیغمبر۔ [illegible]
ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ حضور سے کچھ عرض کرنا ہے۔ فرماتے ہیں "اے کچھ دیر نے کسی گلی میں بیٹھ تمہاری باتیں سن سکتا ہوں" یہ کہہ کر اٹھ [illegible] ہوتے ہیں
اور اس کی ضرورت پوری کر دیتے ہیں۔ اس ظاہری جاہ و جلال کے پردہ میں یہ عجز یہ انکساری، یہ تواضع دیکھ کر عدی کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ جاتا
ہے اور دل میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یقیناً یہ پیغمبرانہ شان ہے۔ فوراً گلے سے صلیب اتار دیتے ہیں اور محمد ﷺ کا حلقۂ اطاعت اپنی گردن میں ڈال لیتے
ہیں۔ محدث خطیب بغدادی کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ کے وقت یہ صدا آئی کہ محمد کو ملکوں ملکوں پھراؤ اور سمندر کی تہوں میں لے جاؤ کہ تمام دنیا ان
کے نام و نشان کو پہچان لے، جن انس، چرند پرند بلکہ ہر جاندار کے سامنے ان کو لے جاؤ۔ ان کو آدمؑ کا خلق شعیبؑ کی معرفت، نوحؑ کی شجاعت، ابراہیمؑ کی
دوستی، اسماعیلؑ کی زبان، اسحاقؑ کی رضا، صالحؑ کی فصاحت، لوطؑ کی حکومت، موسیٰ کی سختی، ایوبؑ کا صبر، یونسؑ کی اطاعت، داؤدؑ کی آواز، دانیالؑ کی
محبت، الیاسؑ کو وقار، یحییٰؑ کی پاک دامنی اور عیسیٰؑ کا زہد عطا کرو اور تمام پیغمبروں کے اخلاق میں غوطہ دو۔ جن علما نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے ان
کی منشا در حقیقت یہی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی صفت جامعیت کو نمایاں کریں کہ جو کچھ اور انبیاؑ کو عطا ہوا تھا وہ سب مجموعی طور سے آنحضرتؐ کو عنایت ہوا۔

مکہ کی سرزمیں جو ہے عالم میں انتخاب   چھایا ہوا تھا کفر کا اس پر گھنی سحاب
بجلی کی طرح کوندتا تھا خنجر ستم   روپوش ہو گیا تھا صداقت کا آفتاب

آنحضرت گو آپ ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں دیکھو۔ یہ جامعیت کی صفت کاملہ پورے طور پر نمایاں ہو جائیگی۔ مکہ کے پیغمبر کو جب مکہ سے
یثرب جاتے دیکھو تو کیا وہ پیغمبر یاد نہ آئے گا جو مصر سے مدین جاتا نظر آتا ہے۔ کوہ حرا کے غار نشین اور کوہ سینا کے تماشائی میں ایک حیثیت سے کیسی یکسانیت
نظر آتی ہے مگر جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی آنکھیں کھلی تھیں اور آنحضرتؐ کی بند۔ حضرت موسیٰ باہر دیکھ رہے تھے اور آنحضرتؐ اندر کوہ زیتون پر
وعظ کہنے والے پیغمبر (حضرت عیسیٰ) اور کوہ صفا پر چڑھ کر یا معشر قریش! کہہ کر پکارنے والے میں کتنی مشابہت ہے۔ بدر و حنین اور احزاب و تبوک والے سپہ
سالار اور عمونیوں اور اموریوں سے نبرد آزما پیغمبر (موسیٰ) میں کتنی مماثلت ہے۔ آنحضرت نے مکہ کے سات سرداروں کے حق میں بددعا کی تو آپ کی زندگی
حضرت موسیٰ کے مثل تھی۔ جب انہوں نے ان فرعونیوں پر بددعا کی جو معجزات پر معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لائے اور جب آپؐ نے احد میں قاتلوں
اور دشمنوں کے حق میں دعا کی تو اس وقت گویا آپ حضرت عیسیٰ کے قالب تھے جنہوں نے اپنے دشمنوں کا برا نہیں چاہا۔ جب محمد کو تم مسجد نبوی کی عدالت گاہوں
اور پنچایتوں میں یا غزوات اور لڑائیوں میں دیکھو تو حضرت موسیٰ کی سیرت کا نقشہ کھنچ جائے گا لیکن جب آپ کو مکانوں کے حجروں میں، پہاڑوں کے غاروں
میں، رات کی تنہائیوں اور تاریکیوں میں دیکھو تو حضرت عیسیٰ کا جلوہ نظر آئے گا۔ شب و روز کے ۲۴ گھنٹوں میں آپ کی زبان مبارک کی دعاؤں اور مناجاتوں کو
سنو تو زبور والے داؤد کا تم کو دھوکا ہو گا۔ فتح مکہ کے خدم و حشم اور بیرق و علم کے سایہ میں آپ کو دیکھو تو تزک و احتشام اور فوجوں والے سلیمانؑ کا پیغام ہو گا۔ اگر
شعب ابی طالب میں آپ کو تین برس اس طرح محصور دیکھو کہ کھانے کا سامان تک وہاں نہ پہنچ سکے تو مصری قید خانے میں پیغمبر یوسفؑ کا علوم دکھائی دے گا۔

اب سیرت محمدؐ کا ایک اور پہلو دیکھو، دنیا میں دو قسم کی تعلیم گاہیں ہیں۔ ایک وہ جہاں صرف ایک فن سکھایا جاتا ہے اور ہر فن کے لیے الگ الگ مستقل
تعلیم گاہیں ہیں۔ جیسے کوئی میڈیکل کالج ہے، کوئی انجینئرنگ کالج ہے، ایک آرٹ سکول ہے، ایک تجارت کا مدرسہ ہے، ایک زراعت کی تعلیم گاہ ہے، ایک
قانون کی درس گاہ، ایک فوجی تعلیم کے لیے مدرسۂ حربیہ ہے۔ ان میں سے ہر مدرسہ اور تعلیم گاہ صرف ایک ہی قسم کے طالب علموں کی تعلیم کا انتظام کر سکتی
ہے۔ میڈیکل کالج سے صرف ڈاکٹر بنیں گے۔ زراعت کے کالج سے صرف زراعت کے ماہر پیدا ہوں گے۔ قانون کے مدرسہ سے صرف قانون دان تیار
ہوں گے۔ تجارت کے مدرسہ سے صرف تجارت کے واقف کار پیدا ہوں گے۔ علم و فن کے مدرسہ کی خاک سے صرف اہل علم اور اہل فن اٹھیں گے۔ علی
ہذا القیاس کہیں کہیں بڑی بڑی یونیورسٹیاں ہوتی ہیں۔ یہ دوسری قسم کی تعلیم گاہیں ہیں جو اپنی وسعت کے مطابق ہر قسم کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرتی ہیں۔ ان
کے احاطہ میں ڈاکٹری کا کالج بھی ہوتا ہے اور صنعت و حرفت کا مدرسہ بھی، زراعت اور انجینئرنگ کی تعلیم گاہ بھی ہوتی ہے اور فوجی تعلیم کا اصول بھی۔ طلبہ مختلف
اطراف و دیار سے آتے ہیں اور اپنے اپنے ذوق، مناسب طبع اور استعداد کے مطابق ایک کالج یا مدرسہ کا انتخاب کر لیتے ہیں۔ پھر وہاں فوجوں کے جنرل اور
سپاہی، عدالتوں کے قاضی اور قانون دان، کاروبار کے تاجر اور مہندس، شفاخانوں کے حکیم اور ڈاکٹر پیشوں اور صنعتوں کے واقف کار اور ماہر سب ہی پیدا ہوتے
ہیں۔

غور کرو تو معلوم ہو گا کہ صرف ایک ہی تعلیم، ایک ہی پیشہ اور ایک ہی علم کے جاننے والوں سے انسانی سوسائٹی کی تکمیل نہیں ہو سکتی بلکہ ان سب کے
مجموعہ سے وہ کمال کو پہنچتی ہے اور پہنچ سکتی ہے۔ اگر صرف ایک ہی علم اور ایک ہی پیشہ کے ماہرین سے تمام دنیا معمور ہو جائے تو اس تمدن تہذیب کی مشین فوراً بند
ہو جائے اور انسانی کاروبار یک قلم مسدود ہو جائے۔ یہاں تک کہ اگر تمام دنیا صرف زہد پیشہ خلوت نشینوں سے بھر جائے تو بھی وہ اپنی تکمیل کے درجہ کو نہیں پہنچ
سکتی۔ اب آؤ اس معیار سے مختلف انبیائے کرام کی سیرتوں پر غور کریں۔ بقول حضرت مسیحؑ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا تھا۔ درس گاہیں اپنے معنوی
فرزندوں اور شاگردوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ تعلیم انسانی کی ان درسگاہوں کا جن کے اساتذہ انبیاءؑ ہیں جائزہ لو تو پہلے تو کہیں دس بیس ہزار طالب علم آپ کو

تھا کہ لیکن جب مدرسۂ نبوت کی آخری تعلیم گاہ کو دیکھو گے تو تم ایک لاکھ سے زیادہ طالب علم بیک وقت نظر آئیں گے۔

تمدن آفرین، خلاق آئین، جہاں داری وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارہ

اب آئیں ذرا عرب کے اس امی معلم کی درس گاہ کا مطالعہ کریں۔ یہ کون طالب علم ہیں؟ یہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر وغیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مکہ کے قریش طالب علم ہیں۔ یہ کون ہیں؟ ابوذر اور انس ہیں۔ یہ مکہ کے باہر تہامہ کے غفاری قبیلہ کے ہیں۔ یہ کون ہیں؟ یہ ابوہریرہ اور طفیل بن عمرو ہیں۔ یمن سے آئے ہیں اور دوسرے قبیلوں کے ہیں۔ یہ خباب ابن الارت قبیلہ تمیم کے ہیں۔ یہ معقد بن حبان اور منذر بن عائذ ہیں اور بحرین سے آئے تھے۔ یہ جیفر و جعفر عمان کالے کون ہیں؟ یہ بلالؓ ہیں ملک حبش والے۔ یہ کون ہیں؟ یہ صہیب رومی کہلاتے ہیں۔ یہ کون ہیں؟ یہ ایران کے سلمان فارسیؓ ہیں یہ فیروز دیلمی ہیں۔

ایک طرف عقلائے روزگار اسرارِ فطرت کے محرم، دنیا کے جہان بان اور ملکوں کے فرمانروا اس درسگاہ سے تعلیم پا کر نکلے ہیں؟ ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ عمر فاروقؓ ہیں، عثمان غنیؓ ہیں، علی مرتضیٰؓ ہیں، معاویہؓ بن ابی سفیان ہیں، جنہوں نے مشرق سے مغرب تک افریقہ سے ہندوستان تک فرمانروائی کی اور ایسی فرمانروائی جو دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہوں اور حکمرانوں کی سیاست و تدبر اور نظم و نسق کے کارناموں کو منسوخ کر دیتی ہے۔ ان کے عدل و انصاف کے فیصلے ایرانی دستور اور رومی قانون کو بے اثر کر دیتے ہیں، جن کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔

دوسری طرف خالدؓ بن ولید، سعدؓ بن ابی وقاص، ابوعبیدہؓ بن جراح، عمرؓ بن العاص پیدا ہوتے ہیں جو شرق و مغرب کے دو ظالم و تنگ نظر اور انسانیت کے لیے لعنت سلطنتوں کا چند سال میں مرقع الٹ دیتے ہیں اور دنیا کے وہ فاتحِ اعظم اور سپہ سالار کبیر ثابت ہوتے ہیں۔ جن کے فاتحانہ کارناموں کی دھاک آج بھی دنیا میں بیٹھی ہوئی ہے۔ سعد بن ابی وقاص نے عراق و ایران کا تاج شہنشاہی اتار کر اسلام کے قدموں میں ڈال دیا۔

خالدؓ اور ابوعبیدہؓ نے رومیوں کو شام سے نکال کر ابراہیم کی زمین کی امانت مسلمانوں کے سپرد کر دی۔ عمروؓ بن العاص نے فرعون کی سرزمین، وادی نیل، رومن شہنشاہی کے ہاتھوں سے زبردستی چھین لی۔ عبداللہ بن زبیر اور ابی سرحؓ نے افریقہ کے میدان دشمنوں سے جیت لیا۔ یہ وہ مشہور فاتح اور سپہ سالار ہیں جن کی قابلیتوں کو زمانہ نے تسلیم کیا ہے۔ ان کی بزرگی کی شہادت دی ہے۔

تیسری طرف باذان بن سامان (یمن) خالد بن ولید (صنعا) مہاجر بن امیہ (کندہ) زیاد بن لبید (بخران) یزید بن ابی سفیان (تیماء) علا بن حضرمی (بحرین) وغیرہ بیسیوں وہ صحابہؓ ہیں جنہوں نے صوبوں اور شہروں کی کامیاب حکومت کی اور خلقِ خدا کو آرام پہنچایا۔

چوتھی طرف علما اور فقہا کی صف ہے۔ عمرؓ بن خطاب، علیؓ ابن طالب، عبداللہؓ بن عباس، عبداللہؓ بن مسعود، عمروؓ بن العاص، حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، ابن زبیرؓ وغیرہ ہیں جنہوں نے اسلام کے فقہ و قانون کی بنیاد ڈالی اور دنیا کے مقننین میں خاص درجہ پایا۔

پانچویں صف عام اربابِ روایت و تاریخ کی ہے مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت عبادہؓ بن صامت، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت براء بن عازب وغیرہ سیکڑوں صحابہ ہیں جو احکام و وقائع کے ناقل اور راوی ہیں۔ ایک چھٹی جماعت ان ستر صحابہ (اہلِ صفہ) کی ہے۔ جن کے پاس سر رکھنے کے لیے مسجد نبویؐ کے سوا کوئی جگہ نہیں، بدن پر کپڑوں کے سوا ان کے پاس دنیا کی کوئی ملکیت نہیں تھی۔ وہ دن کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور ان کو بیچ کر خود کھاتے، کچھ خدا کی راہ میں دیتے اور رات کو اطاعت و عبادت میں بسر کرتے تھے۔ ساتواں رخ دیکھو! ابوذرؓ ہیں جن کے مانند آسمان کے نیچے ان سے زیادہ حق گو پیدا ہی نہیں ہوا۔ ان کے نزدیک آج کا کھانا کل کے لیے رکھنا بھی شانِ توکل کے خلاف تھا۔ ان کو دربارِ رسالت نے مسیح الاسلام کا خطاب عطا کیا تھا۔ سلمان فارسیؓ ہیں جو زہد و تقویٰ کی تصویر ہیں۔ عبداللہؓ بن عمر ہیں جنہوں نے تیس برس کامل اطاعت و عبادت میں گزارے اور جب ان کے سامنے خلافت پیش کی گئی تو فرمایا کہ اگر اس میں کسی مسلمان کا ایک قطرہ گرے تو مجھے منظور نہیں۔ مصعبؓ بن عمیر ہیں جو اسلام سے پہلے قاقم و حریر کے کپڑے پہنتے اور ناز و نعمت میں پلے تھے اور جب اسلام لائے تو ٹاٹ اوڑھتے تھے اور جب شہادت پائی تو کفن کے لیے پورا کپڑا نہ ملا۔ پاؤں پر گھاس ڈال کر دفن کر دیے گئے۔ عثمان بن مظعون ہیں جو اسلام کے پہلے صوفی کہلاتے ہیں۔ محمد بن سلمہؓ جو فتنہ کے زمانے میں کہتے تھے کہ اگر کوئی مسلمان تلوار لے کر میرے حجرے میں مجھے قتل کرنے کے لیے داخل ہو جائے تو میں اس کی پروا نہیں کروں گا۔ ابوذرؓ ہیں جن کی رات نمازوں میں اور دن روزوں میں گزرتے تھے۔

محمد کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اول ہے اسی میں ہو اگر خامی تو ایماں نامکمل ہے

تلوار کی دھار ہو کہ برچھی کی انی یا سولی کی لکڑی بہرحال یہ ایک آنی تکلیف ہے۔ اس سے زیادہ استقلال اور اس سے زیادہ صبر و آزمائش کی وہ زندگیاں تھیں جو سال ہا سال حق کی مصیبتوں میں گرفتار رہیں۔ جنہوں نے آگ کے شعلے اور گرم ریت کے فرش پر آرام کیا اور پتھر کی سلوں کو اپنے سینے پر رکھا۔ جن کے گلوں میں رسیاں ڈال کر گھسیٹی گئیں۔ جب پوچھا گیا تو وہی کلمہ محمدیؐ ان کی زبانوں پر تھا۔ شعب ابی طالب کی قید میں تین برس تک جنہوں نے طلح (ایک درخت) کے پتے کھائے۔ سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ بھوک کی شدت سے ایک سوکھا چمڑا مل گیا تو اس کو دھو کر آگ پر بھون کر اور پانی میں ملا کر کھایا۔ عتبہؓ بن غزوان کہتے ہیں کہ ہم سات مسلمان تھے۔ ان غیر فطری غذاؤں کو کھا کھا کر ہمارے منہ زخمی ہو گئے۔ خباب جب اسلام لائے تو کافروں نے ان کو دہکتے کوئلوں پر لٹایا، یہاں تک کہ یہ دہکتے کوئلے انہی کی پیٹھ کے نیچے ٹھنڈے ہو گئے۔ بلالؓ دوپہر کی جلتی ریت پر لٹائے جاتے اور سینہ پر پتھر کی سل رکھ دی جاتی۔ ان کے گلے میں رسی ڈال کر گلی گلی ان کو گھسیٹا جاتا۔ ابوفکیہ کو ان کے پاؤں میں رسی ڈال کر گھسیٹا گیا۔ ان کا گلا دبایا گیا۔ ان کے سینے پر بھاری پتھر رکھا گیا کہ ان کی زبان نکل پڑی۔ عمارؓ جلتی ریت کے فرش پر لٹائے جاتے اور مارے جاتے۔ حضرت زبیر کو ان کے چچا چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیتا۔

سعیدؓ بن زید رسیوں میں باندھ کر پیٹے جاتے۔ حضرت عثمانؓ کا ان کے چچا نے رسی باندھ کر مارا۔ یہ سب کچھ تھا مگر نشہ چڑھ چکا تھا جو اترتا نہ تھا۔ یہ کیسا نشہ تھا؟ یہ ساقی کوثر کے میخانہ جاوید کا نشہ تھا۔

ہزار مرتبہ بہتر ہے بادشاہی سے　　اگر نصیب ترے کوچے کی گدائی ہو

محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات انسانی کمالات اور صفات حسنہ کا ایک کامل مجموعہ تھی اور یہ سب انہی کی جامعیت کی نیرنگیاں اور جلوہ آرائیاں تھیں جو کبھی صدیق و فاروق ہو کر چمکتی تھیں، کبھی ذوالنورینؓ اور مرتضیٰؓ ہو کر نمایاں ہوتی تھیں۔ کبھی خالدؓ اور ابوعبیدہؓ اور کبھی سعدؓ و جعفر طیارؓ ہو کر سامنے آتی تھیں۔ کبھی ابن عمرؓ اور ابوذرؓ اور سلمان اور ابوالدردا ہو کر مسجد و محراب میں نظر آتی تھیں۔ کبھی ابن عباسؓ ابی بن کعب، زیدؓ بن ثابت اور عبداللہؓ بن مسعود کی صورت میں علم و فن کی درس گاہ اور عقل و حکمت کا دبستان بن جاتی تھیں اور کبھی بلالؓ و صہیبؓ اور عمارؓ و خبیب کی امتحان گاہوں میں تسلی روح اور تسکین کا پیغام بن جاتی تھی۔

نبی کا نام بھی آئے تو باوضو ہو جائے　　یہ افتخار، یہ اعزاز چشم نم کا ہے

رسول پاکؐ اپنے حیرت انگیز کارناموں کی بنا پر دنیا کے عظیم ترین انسان ہیں۔ آپ کی عظمت کے متعدد پہلو اور بے شمار رخ ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ　(الاحزاب۔۲۱) (ترجمہ: درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے) آج اگر تمام انسان تعلیمات محمدیؐ پر عمل پیرا ہو جائیں تو یہ دنیا ہی جنت بن سکتی ہے۔

تاریخ اگر ڈھونڈے گی ثانی محمدؐ　　ثانی تو بڑی چیز ہے سایہ نہ ملے گا

گویا محمد رسول اللہؐ کا وجود مبارک آفتاب عالم تاب تھا جس سے اونچے پہاڑ، ریتلے میدان، بہتی نہریں اور سرسبز کھیت اپنی اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تابش اور نور حاصل کرتے تھے یا ابر باراں تھا جو پہاڑوں اور جنگل، میدان، کھیت، ریگستان اور باغ ہر جگہ برستا تھا اور ہر ٹکڑا اپنی اپنی استعداد کے مطابق سیراب ہو رہا تھا اور قسم قسم کے درخت اور رنگارنگ پھول اور پتے جھوم رہے تھے اور گا رہے تھے۔

دوستو! اگر آپ یقین رکھتے ہیں کہ یہ دنیا انسانی مزاجوں اور انسانی صلاحیتوں اور استعداد کے اختلاف کا نام ہے تو یقین کرو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی جامع شخصیت کے سوا اس کا کوئی آخری اور دائمی اور عالمگیر راہنما نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اعلان فرمایا۔

اگر تم کو خدا کی محبت کا دعویٰ ہے تو میری پیروی کرو۔ اگر تم بادشاہ ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر تم رعایا ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر تم استاد اور معلم ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر تم سپہ سالار اور سپاہی ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر دولت مند ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر غریب ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر بے کس اور مظلوم ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر قوم کے خادم ہو تو میری پیروی کرو۔ غرض کہ جس نیک راہ پر بھی ہو اور اس کے لیے بلند سے بلند اور عمدہ نمونہ چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔
اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین.

10۔ تعلیمِ نسواں　(9 مرتبہ)

نہ پردہ نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی　　نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد
اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش　　مجبور نہیں، معذور نہیں، مردان خردمند

جدید دور میں کوئی باشعور انسان عورتوں کی تعلیم کا مخالف نہیں کیونکہ جدید زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں نے طے کر دیا کہ تعلیم عورتوں کے لیے بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی مردوں کے لیے۔ ہاں اب سوچنا یہ ہے کہ عورتوں کو کیسی تعلیم دی جائے؟ کیا عورتوں کو وہی نصاب پڑھایا جائے جو مردوں کو پڑھایا جاتا ہے، یا ان کے لیے الگ نصاب مقرر ہونا چاہیے۔ یقیناً پرائمری کے ابتدائی دو تین درجوں کے بعد لڑکیوں کا نصاب لڑکوں سے مختلف ہو جانا چاہیے تاکہ جس مقصد کے پیش نظر ہم لڑکیوں کو تعلیم دینا چاہتے ہیں وہ پورا ہو سکے۔

مسلمان ہوتے ہوئے رسول اکرمؐ کی ذات پاک سے بڑھ کر مقدس ذات ہمارے نزدیک کوئی نہیں۔ اور آپؐ کے فرمان سے بڑھ کر قابلِ احترام بات ہو ہی نہیں سکتی۔ تعلیم کے بارے میں آپؐ نے فرمایا ہے۔۔

اطلبو اللعلم من المھد الی اللحد. یعنی علم حاصل کرو گہوارے سے لے کر قبر تک۔

گویا رسول اکرمؐ نے صریحاً تعلیم حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے اور یہ حد نہیں کہ ایف اے۔ بی۔ اے یا ایم اے کر
چکنے کے بعد مطالعہ بند کر دو بلکہ آپ تو فرماتے ہیں کہ تمام زندگی علم حاصل کرتے رہو۔ تمام زندگی علم کی جستجو میں گزارنے کا حکم دیتے ہوئے آپؐ نے اس بات کی
تخصیص نہیں فرمائی کہ مرد تو گہوارے سے لحد تک یعنی ساری عمر تعلیم حاصل کرتے رہیں مگر عورتیں محروم ہی رہیں۔ رسول اکرمؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ۔۔۔
"علم حاصل کرنے کے لیے اگر تمہیں چین بھی جانا پڑے تو جاؤ"۔ یہاں آپؐ نے علم کے حصول کے لیے جغرافیائی قید بھی اڑا دی ہے اور تاکید فرمائی ہے کہ علم
حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرو۔ اس مقصد کے لیے تمہیں دور دراز ممالک تک بھی جانا پڑے تو جاؤ مگر علم کے زیور کو خود سے محروم نہ رکھو۔ یہاں پر آپؐ نے
تخصیص نہیں فرمائی کہ کون سا گروہ یا طبقہ دنیا بھر میں گھوم کر علم حاصل کرے اور کون سا گروہ یا طبقہ علم سے محروم رہے۔ دونوں فرمانوں سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے
ہیں کہ ہر مسلمان کو قطع نظر اس کے کہ وہ مرد ہے یا عورت علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور واضح کر دیا گیا ہے کہ زندگی بھر علم حاصل کرتے رہو اور علم کی تلاش
میں جہاں بھی جانا پڑے جاؤ۔ ایک اور واضح فرمان ہے جو اس قدر واضح ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی مزید تائید کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ فرماتے
ہیں۔۔۔

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ یعنی علم کی طلب ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

یہاں آپؐ نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے کہ تعلیم حاصل کرنا مرد کے لیے ہی نہیں عورت کے لیے بھی فرض ہے۔ ان ارشادات کی روشنی میں یہ کہنا کسی صورت بھی زیب نہیں دیتا کہ عورتوں کو تعلیم حاصل نہیں کرنی چاہیے۔ نہ ہی یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس قدر علم حاصل کر سکتی ہیں جس قدر مرد علم حاصل کریں گے۔ اب اگر دنیاوی اعتبار سے غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ معاشرے کی ترقی کے لیے معاشرے کے ہر فرد کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے کہ اس کا ہر فرد چاہے وہ عورت ہو یا مرد تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو تا کہ ہر فرد اپنے برے بھلے کی تمیز کر سکے، سچ اور جھوٹ میں تمیز کر سکے، صحیح اور غلط بات میں امتیاز کر سکے، اپنا ذاتی اور قومی نفع اور نقصان سوچ سکے اور ذاتی مستقبل کے لیے کچھ کر سکے اور قومی بھلائی کے منصوبوں میں بھی حصہ لے سکے۔ معاشرے کے وہ افراد جو تعلیم حاصل نہیں کر سکتے سچ جھوٹ میں تمیز نہیں کر سکتے، اپنا یا اپنی قوم کا نفع اور نقصان نہیں سوچ سکتے، وہ ذاتی مستقبل کی بہتری کے لیے منصوبے نہیں بنا سکتے تو قومی بھلائی کے کاموں میں کیا حصہ لے سکتے ہیں۔ اسی لیے غیر تعلیم یافتہ انسان کو گدھے سے تشبیہ دی جاتی ہے جو اپنا برا بھلا نہیں سوچ سکتا۔

عورتوں کی تعلیم میں اس بات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ ابتدا ہی سے وہ اخلاق و کردار کا اعلیٰ نمونہ بنیں۔ انہیں مذہب اور اخلاقیات کی تعلیم دی جائے۔ دنیا کی عظیم عورتوں کے کارنامے ان کے نصاب میں شامل ہوں۔ اس کے علاوہ امور خانہ داری کی تعلیم سب کے لیے لازمی ہو کیونکہ عورت جب تک گھر گرہستی کے کاموں سے واقف نہیں ہوتی وہ کامیاب بیوی نہیں بن سکتی۔ امور خانہ داری اور مختلف کھانے پکانے کی عملی تعلیم بچیوں کے لیے لازمی ہونی چاہیے تا کہ وہ اپنی درسگاہوں سے ہی ہر طرح کے کام سیکھ کر نکلیں۔

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر خاتون خانہ ہو وہ صبا کی پری نہ ہو

(اکبر)

بچے کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ ماں کی تربیت کا اثر بچے کی زندگی پر بہت گہرا ہوتا ہے۔ ماں کے اثرات اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ زندگی بھر بچہ ان سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اس لیے لڑکیوں کی تعلیم میں اس پہلو کو بھی شامل کرنا ضروری ہے تا کہ جب وہ مائیں بنیں تو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت ایک مثالی طریقے سے کر سکیں۔ اگر ماں کی گود سے کسی کو اچھی تربیت نہیں ملتی تو زندگی بھر اس کی تعلیم اس کی بنیادی اخلاقی خامیوں کو دور نہیں کر سکتی۔ اگر ہم اچھی قوم اور اچھی نسل کی امید رکھتے ہیں تو عورت کے ذہن اور اخلاق و کردار کو بلند کرنا ضروری ہے۔ اسے اعلیٰ تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنا لازمی ہے۔ پھر وہ خود ہی اپنی اولاد کا خیال رکھے گی انہیں بری عادتوں اور ناپسندیدہ حرکات سے محفوظ رکھے گی۔

نپولین نے کہا تھا۔ "مجھے تم اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا"

عورت کے لیے ڈاکٹری اور نرسنگ کی تعلیم بھی ضروری ہے تا کہ عورتوں کی ہر قسم کی بیماریوں کا علاج ڈاکٹر ہی کر سکیں۔ بچوں کے ہسپتالوں میں عورتوں کو ڈاکٹر مقرر کیا جا سکتا ہے تا کہ وہ ایک ماں کے پیار بھرے دل اور نرمی سے ان کا علاج معالجہ کر سکیں۔ جو شفقت اور ہمدردی عورت میں ہو سکتی ہے وہ مرد میں نسبتاً کم ہوتی ہے۔ اسی طرح جنگ کے زمانے میں عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کر سکتی ہیں اور ملک اور قوم کی خدمت انجام دے سکتی ہیں۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت

بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسہ زن ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت

تعلیم کے میدان میں بھی عورتیں اعلیٰ خدمات انجام دے سکتی ہیں۔ لڑکیوں کی درس گاہوں میں عورتوں کو استاد ہونا چاہیے تا کہ وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کو عملی زندگی کے بعض دوسرے امور بھی سکھا سکیں اور آنے والے زمانے کے لیے اچھی تربیت دے سکیں اور خاص طور سے سکولوں اور کالجوں کے مختلف درجوں میں عورتوں کا نصاب بڑی احتیاط سے مرتب کر سکیں۔

عورتوں کو ایسی تعلیم دی جانی چاہیے جو ان کے ذہن، اخلاق، کردار، عادات و خصائل کو حسن عطا کرے اور وہ عملی زندگی میں بہترین مثالی کردار ثابت ہوں۔ لڑکیوں کو سادگی کی تعلیم دینا اور سادہ زندگی کے ڈھب سکھانا بھی ضروری ہے کیونکہ عورت فطرتاً نمائش پسند ہوتی ہے اور وہ نمائش پسندی میں اپنے مالی حالات کو بھول جاتی ہے۔ نتیجے کے طور پر یا تو گھر کا دیوالیہ نکل جاتا ہے یا والدین یا شوہر سے کھٹ پٹ ہو جاتی ہے۔ اگر یہ دونوں نہ بھی ہوں تو اولاد پر اس فیشن پرستی اور نمائش پسندی کا اثر پڑتا ہے اور آئندہ وہ اپنے راستے پر ہی چل نکلتے ہیں اور ہوتے ہوتے یہ وبا معاشرے میں پھیل کر قومی نقصان کا سبب بنتی ہے۔

دہشت گردی/دہشت گردی کے اسباب، واقعات اور روک تھام کی تدابیر/دہشت گردی ایک ناسور

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

(ساغر صدیقی)

زندگی کے بارے میں انسان کا اپنا اپنا نظریہ ہے، کوئی زندگی کو غموں کے مجموعے کا نام دیتا ہے۔ کسی کی نظر میں زندگی سے زیادہ حسین چیز اور کوئی نہیں ہے۔ کوئی زندگی کو فانی سمجھتا ہے اور کوئی اسے سدا بہار شے سمجھ بیٹھا ہے، غرض ہر انسان زندگی کے بارے میں مختلف آرا رکھتا ہے۔ مگر یہ بات حقیقت ہے کہ زیادہ تر لوگ حسین بات پر متفق ہیں زندگی کا حسن اور خوبصورتی ہے اس کو خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے نعمت جانا جاتا ہے۔ اس کی مثال ایک سدا بہار گلشن سے دی جاتی ہے۔ اس کو سیم و زر کا پیمانہ سمجھا جاتا ہے۔

ختم ہوتا ہی نہیں دور زمان زندگی طول محشر بھی ہے جز و داستان زندگی

مگر آج کے دور میں زندگی نہ تو حسن ہے اور نہ ہی خوبصورتی، نہ سدا بہار گلشن ہے اور نہ ہی سیم و زر کا پیمانہ آج کی زندگی موت کے مترادف ہے

دردناک موت، وحشت ہے، طوفان ہے اور ایک دہشت گردی ہے۔ آج کا انسان یہی پکارتا اور سنائی دیتا ہے۔

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

(درد)

دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد اقوام متحدہ کے قیام کا ایک بڑا مقصد کرۂ ارض سے جنگ کے خطرات کا خاتمہ کرنا تھا۔ جس کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ ایک ایسا بین الاقوامی ماحول پیدا ہو گیا کہ اقوام متحدہ کے چارٹر میں جنگی پابندیوں کی وجہ سے ریاستیں براہ راست جنگ سے گریز کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف ریاستوں نے ایسی جنگی دفاعی صلاحیتیں حاصل کر لیں ہیں کہ براہ راست ہتھیار کا استعمال کرنے سے گریزاں ہیں۔

مگر اس کا ایک نتیجہ دہشت گردی کی صورت میں بھی نکلا ہے۔ پچھلے پچاس سالوں سے دہشت گردی کا خطرہ پوری دنیا میں محسوس کیا جا رہا ہے۔ اگرچہ دہشت گردی کی اصطلاح کچھ نئی نہیں ہے۔ فاتح اور انقلاب پسند اسے کئی سالوں سے عوام اور حکومت دونوں کو دبانے کے لیے استعمال کرتے رہتے ہیں لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد دہشت گردی کے لیے نئے طریقے استعمال کیے جا رہے ہیں اور یہ ایک نئے روپ میں ظاہر ہو رہی ہے۔ انسان کو انسان سے لڑایا جا رہا ہے۔ انسان ہی انسان کا دشمن بن چکا ہے۔ بلکہ دہشت نے تو انسانیت کا جذبہ ہی ختم کر دیا ہے اور انسان کے قاتل کو جوازی، بے رحم اور بے حس بنا دیا ہے، اور اس کو آدمیت کے مقام سے گرا دیا ہے۔

بے خودی کیا ہے آگہی کیا ہے تیرگی کیا ہے روشنی کیا ہے؟

آدمی نے سمجھ لیا سب کچھ یہ نہ سمجھا کہ آدمی کیا ہے؟

دہشت گردی نے آدمی کو خود سے بیگانہ مادیت کی شمع کا پروانہ، انسانی عظمت سے بے نیاز عالم ایثار میں حسد و بود کا دیوانہ بنا دیا ہے۔

شوق دنیائے بے ثبات میں گم ذوق تسخیر کائنات میں گم

ارتقاء اس کو کس طرح کہیے روشنی دن کی اور رات میں گم

مختلف حکومتیں، تاریخ دان، سوشیالوجسٹ اور نفسیات دان اپنے انداز میں اور اپنے اپنے نظریات کے مطابق اس کی تعریف کرتے ہیں اور یقیناً ان کی تعریفوں میں کوئی ہم آہنگی نہیں ہے کہ کون سا عمل حقیقت میں دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے جو ایک مہذب سوسائٹی کے لیے ناقابل قبول ہے۔ دہشت گرد عام طور پر سیاسی گروپوں کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے چھوٹے چھوٹے سازشی گروہوں کی شکل میں دہشت گردی کا مقصد مادی مفاد سے زیادہ نفسیاتی اور سیاسی ہوتا ہے جیسا کہ ہارڈ لاسول نے لکھا ہے۔ "دہشت گردوں کا سیاسی عمل میں حصہ لینے کا مقصد بے چینی پیدا کر کے سیاسی نتائج کا حصول ہوتا ہے"۔

دہشت گردی کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

1. دہشت گردی کا عمل پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ہوتا ہے۔
2. اس کا مقصد زیادہ سے زیادہ لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کرنا ہوتا ہے۔
3. دہشت گردی میں عموماً سوچے سمجھے اہداف کو نشانہ بنایا جاتا ہے
4. اس کا مقصد معاشرے میں بے چینی پیدا کر کے مفادات کا حصول ہوتا ہے

امریکی کانگریس نے بھی دہشت گردی کے مندرجہ بالا عناصر کو تسلیم کیا ہے۔ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد دہشت گردی کے واقعات میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ لیکن مقاصد کے لحاظ سے ایسے واقعات کو تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1. سامراجی نظام سے آزادی کے حصول کی کوشش۔
2. کسی ریاست کے اندر موجود نظام میں انقلابی تبدیلی کے لیے کوشش۔
3. دہشت گردی کی مجرمانہ سرگرمیاں۔

پہلی دو اقسام جمہوریت کا حصہ ہیں اور یہ عوام کے لیے ایک بہت بڑے گروپ کے سیاسی اور معاشی حقوق کے متعلق ہیں۔ لیکن کیا جدوجہد انصاف پر مبنی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر ایسی کوشش دہشت گردی کا حصہ ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد الجزائر سے لے کر فلسطین تک سامراجی نظام کے خلاف جدوجہد کو غیر جانبدار محققین نے جائز قرار دیا ہے۔ اگرچہ اس کے مخالفین نے اس جائز جدوجہد کو دہشت گردی کا نام دینے کی کوشش کی، لیکن یہ کوشش رہی کیونکہ ایک آدمی کے لیے جو دہشت گرد ہے وہ دوسرے کے لیے حقوق و آزادی کی جدوجہد کی حیثیت رکھتی ہے۔

شہری آبادیوں میں اضافہ بھی دہشت گردی کی کاروائیوں کا باعث ہے۔ دہشت گرد بعض اوقات حکومتی تحویل میں اپنے ساتھیوں کی رہائی، اپنے ساتھیوں کے خلاف کئی کاروائیوں کا بدلہ لینے، عوام میں حکومت کے خلاف نفرت پیدا کرنے یا مختلف فرقوں کے درمیان نفرت پھیلانے کے لیے بھی کاروائیاں کرتے ہیں۔ دہشت گرد گروپ دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک حصہ ملک کی سیاست میں حصہ لیتا ہے جبکہ دوسرا دہشت گردی کی کاروائیوں میں ملوث ہوتا ہے۔ جیسا کہ فلسطین میں حماس گروپ طالبان، القاعدہ اور سری لنکا میں تامل ٹائیگرز (اب یہ تنظیم ختم کر دی گئی ہے) وغیرہ۔

دہشت گردی کی کاروائیاں دو طرح ہوتی ہیں، ایک ملکی سطح پر اور دوسری ریاستوں کے سیاسی، معاشرتی اور معاشی نظام کو اپنے مخصوص مفادات کی خاطر تباہ کرنے کے لیے دوسری ریاستوں میں دہشت گردوں کی سرپرستی کرتی ہیں۔ اس کی بڑی مثال بھارتی ایجنسی "را" اور اسرائیل "موساد" قابل ذکر ہیں۔

وہ فکر گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو اسی کی بے تاب بجلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ

دہشت گردی کا مقصد لوگوں یا حکومت کے خلاف طاقت کا استعمال ہے یہ طاقت کا استعمال مجموعی، سڑکوں اور گھروں میں لوگوں کا قتل اغواء برائے تاوان ڈاکہ زنی اور پرائیویٹ یا پبلک جائیداد کو کسی طریقے سے نقصان پہنچانا ہے۔

دوسرے ملکوں کی طرح ہمارے ملک میں بھی دہشت گردی کے واقعات میں پچھلے تیس سالوں سے اضافہ ہوا۔ سماج دشمن عناصر کی سرگرمیوں کی وجہ سے لوگوں میں بے چینی پھیلی، معاشرے میں انصاف کی کمی، بیروزگاری اور ناانصافی جیسے عناصر بعض ہمارے نوجوانوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ تخریب کار بن سکتے ہیں یا بن جاتے ہیں۔ سندھ اور کراچی میں ایسے تخریب کاروں کی کافی تعداد موجود ہے جو کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔

ہمارے ملک کا معاشرتی نظام بھی دہشت گردی میں اضافہ کا باعث ہے امیر انتہائی امیر ہیں اور غریب انتہائی غریب ہیں۔ زمینداروں، صنعت کاروں، تاجروں اور سرمایہ داروں کے درمیان وسیع معاشرتی اختلافات ہیں۔ جب غریبوں پر ظلم میں اضافہ ہوتا ہے یا وہ اپنے جائز حقوق سے محروم کر دیے جاتے ہیں تو وہ

تخریب کاری جیسی سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔

ناکافی تعلیمی مواقع، آبادی میں اضافہ، جمہوریت کی ناکامی وغیرہ بھی ایسے عناصر ہیں جو کہ دہشت گردی میں اضافے کا باعث ہیں اس کے علاوہ کشمیر اور افغانستان کی صورتحال نے بھی ایسی سرگرمیوں میں اضافہ کیا۔ "را" جیسی بدنام زمانہ ایجنسیوں نے ایسے مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پاکستان میں اپنے تخریب کار عناصر بھیج کر ہمیشہ صورتحال سے فائدہ اٹھایا ہے۔ پچھلے دنوں گلف نیوز کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں 35 ہزار را کے ایجنٹ موجود ہیں۔

تخریب کاری کی ایک نئی لہر اس وقت پاکستان میں شروع ہوئی جب روس نے افغانستان پر قبضہ کیا۔ پاکستان بدقسمتی سے فرقہ وارانہ دہشت گردی کی لپیٹ میں آ چکا ہے۔ اسلحہ کی بھرمار نے اس صورتحال کو مزید خراب کیا ہے۔ فرقہ وارانہ تقسیم نے معاشرہ میں مختلف چھوٹے چھوٹے مذہبی گروہوں کو جنم دیا ہے۔ یہ مذہبی گروپ اپنی بالادستی اور اپنے نظریات کے فروغ کے لیے ہر قسم کی دہشت گردی میں ملوث پائے جاتے ہیں انہوں نے اپنی دہشت گرد تنظیمیں بنا رکھی ہیں۔ پاکستان جیسی مذہبی ریاستیں فرقہ وارانہ دہشت گردی کا اس لیے بھی شکار ہوتی ہیں کہ سیاستدان جس بھی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ اپنے اعتقادات کی وجہ سے کم مصلحت کی بناء پر زیادہ دوسرے فرقے کے خلاف واضح طور پر تشدد کی کارروائیوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ مذہبی تعصاب کی وجہ سے ایک فرقے کے لوگ دوسرے فرقے کے لوگوں اور راہنماؤں کے قتل سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

ابھی تک آدمی صید زبون شہریاری ہے   قیامت ہے کہ انساں نوع انساں کا شکاری ہے

مذہبی مدرسوں کو خاص طور پر دہشت گردی کے طور پر ملوث کیا جا رہا ہے۔ فرقہ وارانہ تعلیم غیر ملکی عناصر کو بھی صورتحال سے فائدہ اٹھانے کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ انتہا پسندی مذہبی عناصر دانستگی میں یا نادانستگی غیر ملکی عناصر کے ہاتھوں آلہ کار بن کر کھیلتے ہیں۔ دہشت گردی کا خوف ہمارے شہروں، ہمارے گھروں حتیٰ کہ ہمارے ذہنوں میں بھی بسا ہوا ہے۔ پاکستان کا اٹیمی ریاست ہونا دوسرے دشمن ملک عناصر کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ اس لئے وہ تخریب کاری کے ذریعے اسے ہر لحاظ سے نہ صرف جمہوری بلکہ فوجی حکومتوں کے دور میں بھی سرگرم ہیں۔

معاشرتی انصاف، دولت کی منصفانہ تقسیم اس دہشت گردی کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو کر رہ گئی ہے۔ انصاف پرستی کا کہا تو جاتا ہے مگر عمل نہیں کیا جاتا۔ لوگ اس بے انصاف معاشرے سے تنگ آ چکے ہیں۔

پتھر تو نہیں ہوں کہ لب اپنے نہ کھولوں   گر منہ میں زباں ہے تو بتا کیسے نہ بولوں

مہنگا ہے بہت شہر میں انصاف کا سودا!   میں سچ کے ترازو میں کہاں تک اسے تولوں

جمہوریت کا مفاد سیاسی استحکام اور فوری انصاف میں ہے۔ گورنمنٹ کی نرم اور کمزور پالیسیاں اور منصوبہ کا فقدان، ملک و قوم کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا آبادی پر قابو پانا ضروری ہے۔ عوام کو اس سلسلے میں اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔ دہشت گردی کا بروقت حکومتی ایجنسیوں کو اطلاع دینا ان کے اپنے مفاد میں ہوگا۔

ذرائع ابلاغ دہشت گردی کی روک تھام میں اہم کردار ادا کرتے ہیں خاص طور پر اسلحہ کی بے جا نمائش جو کہ میڈیا کے ذریعے کی جاتی ہے تو خاتمہ ضروری ہے ایسی پالیسیاں اختیار کی جائیں جو اس رجحان کو ختم کرنے کا باعث ہیں۔ حکومت کی معاشرہ کو اسلحہ سے پاک کرنے کی کوشش قابل تعریف ہیں۔

اہل ہوس میں گرم ہے پھر جنگ اقتدار   شعلوں کی زد میں سارا گلستاں ہے دوستو

11۔ میری پسندیدہ کتاب (2 مرتبہ)

آں کتاب زندہ قرآن حکیم   حکمت اولایزال است وقدیم

نوع انسان را پیام آخریں   حامل او رحمۃ للعلمین

خالق کائنات نے مخلوق کی رشد و ہدایت کے لیے آسمان سے کتب اور صحیفے نازل فرمائے۔ حضرت جبرائیل کی وحی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر احکام الٰہیہ لاتے رہے۔ قرآن حکیم اللہ عزوجل کی آخری الہامی کتاب ہے۔ اس بابرکت کتاب کے کل پارے 30، سورتیں 114، رکوع 540، تعداد

آیات 6666، کاتبان وحی 40 صاحبین تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کا یہ آخری کلام آخر الزماں پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ پر 22 سال، 2 ماہ اور 22 ایام میں بتدریج نازل ہوتا رہا۔ 28 سورتیں مکی ہیں اور 86 سورتیں مدنی جو کہ نبی اکرمؐ پر مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔

ارشاد ربانی ہے۔

انا نزلنا علیک القرآن تنزیلاً

ترجمہ: "بے شک ہم نے آپ پر قرآن کریم آہستہ آہستہ نازل کیا"۔

انسان کی معنوی اور روحانی ترقی اور دینوی معاملات میں ان کی راہنمائی کے لیے کسی نہ کسی کتاب ہدایت کی ضرورت تھی اور آئندہ بھی رہے گی۔ دوسری کتب کی طرح اس کتاب میں کوئی کمی یا بیشی نہیں ہو سکے گی کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدائے لم یزل نے لے رکھی ہے۔ اور خود ارشاد فرمایا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ط (الحجر: ۹)

ترجمہ: "ہم نے اس ذکر کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے۔ اس وعدہ کو ایک دوسری آیت میں ان الفاظ میں دہرایا گیا ہے۔

انا علینا جمعہ وقرانہ فاذا قرانہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ (القیامہ: ۱۷-۱۹)

ترجمہ: "بے شک اس (قرآن) کو جمع کرنا ہمارے ذمے ہے پھر جب ہم اس کو پڑھا کریں تو تم (اس کو سنا کرو) پھر اسی طرح پڑھا کرو۔ پھر اس کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے"

یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی یہ مبارک کتاب اپنے حروف، اعراب، حرکات، الفاظ، ترکیب آیات، تحریم و تعظیم اور تفسیر کے انداز میں وہی مقام رکھتی ہے جو عہد رسالت میں تھا، جو عہد خلافت میں تھا۔

یہ نبض تقدیس، یہ روح حرم | ازل کے مصور کا نقش قلم
یہ فطرت کے ماتھے کا خط جمیل | یہ نجم و ثریا کی بانگ اصیل
یہ کوثر کا دھارا، یہ جنت کا پھول | چمکتا ہوا زندگی کا اصول
محراب یہ آئینۂ آفاق کا! | سنہرا سا اک نقش ہے طاق کا

قرآن پاک وہ عظیم ترین کتاب ہے جو ہر لحاظ سے بے مثل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"کہہ دے کہ اگر انس و جن جمع ہو جائیں اور کوشش کریں کہ اس قرآن کی مثل بنالائیں تو ہرگز اس کی مثل نہ بنا سکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں"۔

تاریخ شاہد ہے کہ پورا قرآن مجید بنا کر لانا تو بہت دور کی بات ہے قرآن پاک کی سورۃ البقرہ میں ایک آیت کی مانند کلام پیش کرنے کا بھی چیلنج پورا نہ ہو سکا اور نہ ہی سکے گا۔ قرآن پاک کن کن پہلوؤں کے لحاظ سے ایک معجزہ ہے اس کا احاطہ کرنا کم از کم انسانی عقل سے بالاتر ہے۔ قرآن مجید صرف حقائق عملیہ ایک بیش بہا خزانہ ہے بلکہ روحانی برکات کے لحاظ سے کسی معجزہ سے کم نہیں اس کی فصاحت و بلاغت کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن | نیست ممکن جز بقرآں زیستن

قرآن مجید کی تعلیمات علم کا سرچشمہ اور دلوں کی بہار ہیں۔ یہ واحد ایسی کتاب ہے جو حق و باطل، خیر و شر اور اچھے برے کے درمیان تمیز پیدا کرنے کا ایک زریں نسخہ ہے۔ یہ وہ الہامی کتاب ہے جس کی برکات کو غیر مسلم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے قرآن مجید فرقان حمید کی قرأت ہی کافی نہیں اس کو سمجھنا اور اس پر عمل پیرا ہونا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں | اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

قرآن مجید ازل سے ابد تک تمام کائنات کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے۔ دنیا کی اصلاح فلاح کے کلیات اس میں موجود ہیں۔ انسانیت کو عروج ان کلیات کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ انسانی تہذیب و تمدن، رہن سہن، طرز معاشرت اور انسانی انجام کی کامیاب راہیں بتادی گئی ہیں۔ یہ مقدس کتاب اپنے دامن میں ہر نوع کا علم لئے ہوئے ہے۔ انسان قیامت تک ہر میدان میں اس سے راہنمائی لیتا رہے گا۔ انسانی حقوق فرائض ہوں یا اللہ عزوجل کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریاں، سائنس کا ارتقاء ہو یا فلسفہ کی باتیں، ادب کے سلسلے ہوں یا ادب کے قرینے، تصوف کی پاکیزگیاں ہوں یا حقیقت کے کرشمے، غرض زندگی کا کوئی پہلو کیوں نہ ہو قرآن اس کے لیے نسخہ کیمیا ہے۔

دنیا کی محفلوں کے دیے سارے بجھ گئے | روشن جب ان کی بزم کی قندیل ہو گئی

قرآن مجید وہ الہامی کتاب ہے جس کا نزول اس دنیا و مافیہا میں انقلاب کا باعث بنا۔ یہ وہی معجزہ ہے جس نے جہان خاکستر سے ایک نیا جہاں تعمیر کرنے کا اقدام کیا ہے۔ ایک نیا آدم خاکی طلوع کرنے کا اعلان ازلی ہے اور زندگی کی شب تار کی صبح نور میں تبدیل کرنے کا فرمان خداوندی ہے۔ یہ وہ انقلابی

ظہور ہے جس کو چشم فلک نے کبھی دیکھا ہے۔ جو نبی رحمت کی قیادت میں اہل خون ریزی سے برپا ہوا۔ جو نیک تمام جہاں پر ... ظلمات کا چھایا ہوا تھا
آفاق و انفس پر اپنی تجلیات کی تابانیاں بکھیرتا چلا گیا۔ کوہ بیاباں، دشت و دمن، نشیب و فراز، اسود و احمر، آقا و غلام اس سے فیضان سے جھلملا اٹھے۔ اس "پارس علم" کو جس نے چھوا خود پارس بن گیا۔ اس مینار نور سے جس نے اکتساب نور کیا خود مینار نور میں تبدیل ہو گیا۔ اس سلسبیل ہدایت سے جو سیراب ہوا خود سلسبیل رشد و ہدایت بن گیا۔ جس سے کروڑوں تشنگان دشت ضلالت سیراب ہوئے اس آفتاب ہدایت کی سنہری کرنوں نے جہاں جہاں ضو فشانی کی شیاطین جن و انس کی چیرہ دستیاں دم دبا کر بھاگ گئیں اور زمین ان کے شر سے محفوظ ہو کر مطلع انوار بن گئی۔

پنہاں نظر سے روئے شب تار ہو گیا　　عالم تمام مطلع انوار ہو گیا

قرآن پاک کی تعلیمات کوئی عام تعلیمات نہیں اس کی تعلیمات کا لب لباب توحید حق کا پیام ازلی ہے اور اسی توحید ازلی کے ضم خانہ لم یزلی سے انقلاب برآمد ہوا جس نے تمام ارباب من دون اللہ کے بت پاش پاش کر کے رکھ دیے۔ جس نے بندوں کی خدائی ختم کر کے وحدت الٰہ وحدت قوم اور وحدت نسب جیسی کا دو دل پذیر عقیدہ دیا جس نے اسود و احمر کے امتیازات ختم کر دیے عربی اور غیر عربی کے امتیازات ختم کر ڈالے نسلی، لسانی اور وطنی عصبیتیں دم توڑ گئیں اور انسانیت کا ایک کلمہ جامعہ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر خدا کی زمین پر خدا کا قانون جاری کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو گئی اور قرآن ہمیں یہی صدا دیتا ہوا سنائی دیتا ہے۔

قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كل ذهوقا

ترجمہ: "کہہ حق آیا اور باطل فرار ہو گیا، بے شک باطل کے مقدر میں شکست کے سوا کچھ نہیں"۔

قرآن حکیم نے انسان کی سوچ و فکر میں بھی انقلاب برپا کیا اور انسان کے اندر عمل کا جذبہ پیدا کیا۔ ذوق تسخیر کائنات، جد و جہد، پیغام عمل، تلاش رزق، رفعتوں اور وسعتوں کی حقیقتوں کو بیان کرتا ہے۔ قدیم قوموں کے عروج و زوال تاریخ کے ماضی، حال اور مستقبل کے تقاضوں کو واضح کرنے والی پہلی عظیم کتاب یہی ہے۔ اس نے ایمانی قدروں، توحید و رسالت، حقوق اللہ و حقوق العباد، فرائض انسانیت کو عیاں کر دیا ہے صالحین اور منکرین کے انجام کو بھی واضح کر دیا۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا　　وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئے دکان فلسفہ سے　　ڈھونڈنے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآن کے سیپاروں میں

قرآن پاک کا حرف حرف انمول و بے مثل و بے مثال ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے حضور نبی اکرمؐ فرماتے ہیں:

"تم میں سے بہتر ہے وہ شخص جو قرآن خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے"۔

کیونکہ اس کا ایک ایک حرف تلاوت کرنے سے دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اسے پاک صاف ہو کر پڑھنا چاہیے۔ یہ کتاب ایسی کتاب ہے جو با آسانی حفظ ہو جاتی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو اربوں سینوں میں پوشیدہ ہے۔ اہل اسلام نے اس کتاب کی تعلیمات پر عمل کیا اس کے اصول و قوانین اپنے آپ نافذ کیے تو اس دنیا میں بھی سکون کی زندگی بسر کی اور آخرت میں بھی سرخرو ہوئے۔ عہد رسالت اور عہد خلافت کے کارنامے ہمارے سامنے ہیں۔ ان زمانوں کے بعد بھی کئی مسلمان بادشاہوں نے اپنے ممالک میں قرآنی قوانین کا نفاذ کیا اور سکون کی زندگی بسر کی۔

محبوب کبریاؐ کی تمام تر زندگی عین قرآن ہے۔ جہاں تک کہ عام سزائیں بھی دیتے تو وہ بھی قرآن کے مطابق ہوتیں اسی وجہ سے آپ کو "ناطق القرآن" یعنی بولتا ہوا قرآن کہا جاتا ہے۔

عمل جن کا ہے اس کلام متیں پر　　وہ سرسبز ہیں آج روئے زمیں پر

قرآنی تعلیمات سے دنیا جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گھری ہوئی تھی مگر نزول قرآن سے جہالت کے اندھیرے چھٹ گئے، دنیا بدل گئی، عقائد بدل گئے، افکار بدل گئے، اخلاق بدل گئے، سوچنے کے زاویے اور فکر کی جولانیاں تبدیل ہو گئیں زندگی کی قدریں تبدیل ہو گئیں اور قوانین حیات نے راہ راست کو اختیار کر لیا تہذیب و تمدن کی پریشان زلفیں قرآن حکیم کی تدبیر سے سلجھیں معاشرت بدل گئی، سیاست خدمت کا روپ دھار گئی غرض پوری کی پوری زندگی کی روایات عفت آب عروس دلبریا کی صورت ہو گئی۔ قرآن حکیم کی تعلیمات سے درندہ صفت انسان باہم شیر و شکر ہو کر رہنے لگے، راہزنوں نے پاسبانی کے فرائض سرانجام دیے عصمتوں کے چراغ بجھانے والے عصمتوں کے محافظ بن گئے۔ عورت لونڈی سے گھر کی ملکہ بنی، سرمایہ داری کی جڑیں کاٹ کر بندہ مزدور کے تلخ اوقات شیریں بنا دیے گئے غلام اور آقا ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز　　نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

یوں ایک دور سعید خدا کی سرزمین پر اپنی رحمتوں کی بارشیں برساتا اور بنجر زمینوں میں پھول اگاتا نمودار ہوا۔ یہ قرآن مجید ہی کا عظیم معجزہ ہے کہ دنیا کی صورت ہی بدل گئی۔ اس کی تعلیمات نے دنیا کی ہر چیز کو بدل ڈالا برائی کو اچھائی میں بدل لیا مگر خود اس میں کسی صورت تبدیلی ممکن نہیں۔ بظاہر یہ کتاب اپنے اندر معجزات کا خزینہ لیے ہوئے ہے۔ ازل سے ابد تک اس کی صورت مخصوص رہے گی ہزار ہا کوششوں کے باوجود اس میں زبر زیر کی تبدیلی بھی ممکن نہیں۔ یہ جیسا آسمان سے اترا قیامت تک ویسا ہی رہے گا۔ اس کی تعلیمات محدود نہیں لامحدود ہیں۔

بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائے گا　　یہ قول محمدؐ قول خدا فرمان نہ بدلا جائے گا

12۔ طلبا اور سیاست

آج کے طالب علم کل کے راہنما اور سیاستدان ہیں۔ انہی کو آئندہ ملک کا نظم و نسق سنبھالنا ہے۔ اس لیے ملکی معاملات اور کاروبار سے انہیں بے خبر رکھنا مناسب نہیں۔ سیاست سے ان کی واقفیت ضروری ہے۔ مختلف سیاسی نظریات اور سیاسی جماعتوں سے بھی ان کا تھوڑا بہت واقف ہونا لازمی ہے تاکہ ان میں سیاسی شعور حاصل ہو۔ سیاست کے بنیادی امور سے واقفیت ہو اور وہ بدلتے ہوئے سیاسی حالات سے اچھی طرح آگاہ رہ سکیں۔ انہیں اس قابل بھی ہونا چاہیے کہ اچھے برے سیاسی نظریات اور اچھے برے سیاست دانوں میں تمیز کر سکیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ اساتذہ ان میں مناسب حد تک شعور پیدا کرنے میں مدد دیں۔ تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ طلبا اپنی تعلیمی سرگرمیوں کو نظر انداز کر دیں اور سیاست کے میدان میں اتر آئیں یا مختلف سیاسی جماعتوں میں شریک ہو کر عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیں۔ طلبا کی اولین ترجیح اپنی تعلیم کی طرف خاطر خواہ توجہ دینا ہی ہونا چاہیے۔ جدید دور میں ہماری معاشرتی اور تمدنی زندگی میں بے شمار تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں وہاں تعلیمی نظریات بھی بڑی حد تک بدل چکے ہیں۔ اس دور میں ہم طلبہ سے پوری توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے تعلیمی نصاب کے علاوہ واقفیت عامہ بھی رکھتے ہوں۔ اس سے ان کے ذہن کی نشوونما بہتر طریقے سے ہوتی ہے ان کی دماغی صلاحیتیں نکھرتی ہیں اور ذہنی طور پر ان میں وسعت خیال پیدا ہوتی ہے۔ ان کے سوچنے کے انداز محدود دائروں سے نکل کر کھلی فضا میں فروغ پاتے ہیں۔ اس لئے جہاں ان کے لیے تعمیر کی تکمیل ضروری ہے واقفیت عامہ بھی لازمی ہے

تعلیمی زندگی کے دوران طلبہ اپنی شخصیت اور کردار کو بنانے اور سنوارنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے ورنہ وہ اپنے تعلیمی مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکیں گے اور ان کی زندگی ناکام رہے گی۔ ان کے سیاسی مشغلے ان کی شخصیت کی تکمیل میں حائل نہیں ہونے ہونے چاہیے ورنہ ان کی علمی زندگی ادھوری رہ جائے گی اور ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔ غیر علمی مشغلے ان کے لیے نہایت مہلک ثابت ہوں گے۔

ہمارے خیال میں طلبہ کا سیاست میں حصہ لینا ان کے لیے نہایت نقصان دہ ہے۔ اس لیے کہ طلبہ عموماً ذہنی طور پر ناپختہ ہوتے ہیں اور مزاج کے اعتبار سے جذباتی ہوتے ہیں۔ وہ سیاسی چالوں کی باریکیوں کو اچھی طرح سے سمجھ نہیں پاتے۔ ان کی فکر دوررس نہیں ہوتی اور ان کی نگاہوں میں وہ گہرائی اور وسعت بھی نہیں ہوتی جو ایک پختہ کار انسان کی شخصیت میں ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے فیصلے محض جذباتی، وقتی اور جانب داری پر مبنی ہوتے ہیں جو عملی طور پر ملک کے لیے بھی سودمند ثابت نہیں ہو سکتے۔ بعض اوقات خود غرض اور ابن الوقت سیاست دان سیاست کے شوقین سادہ لوح طلبہ کو اپنی ذاتی اغراض کے لیے اپنا آلہ کار بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ طلبہ چونکہ ان کی سیاسی مکاری سے ناواقف ہوتے ہیں اس لیے ان کی باتوں میں آ جاتے ہیں اور شاندار سیاسی مستقبل کا خواب دیکھتے دیکھتے اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ وہ اپنی تعلیم کو چھوڑ کر بازاروں میں نکل آتے ہیں اور جذبات سے مشتعل ہو کر جوشیلے نعرے لگانے لگتے ہیں۔ نتیجتاً تمام معاشرے میں انتشار پھیل جاتا ہے۔ روک تھام کے لیے حکومت کو سخت اقدامات کرنے پڑتے ہیں۔ چنانچہ طلبہ اور حکومت کی آپس میں ٹھن جاتی ہے۔ خود غرض سیاست دان درمیان سے الگ ہو جاتے ہیں اور نقصان طلبہ کو اٹھانا پڑتا ہے۔ اس لیے انہیں سیاست میں حصہ لیتے وقت بہت محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ طلبہ کا سیاست میں حصہ لینا حکومت وقت کے مفاد میں نہیں ہوتا اور برسر اقتدار جماعت ہی طلبہ کو سیاست میں حصہ لینے سے باز رکھنے کی کوشش کرتی ہیں تاکہ مجموعی طور پر معاشرے اور قوم میں صحیح سیاسی شعور پیدا نہ ہو سکے اور وہ حکمران جماعت کی کمزوریوں اور کوتاہیوں سے آشنا ہو جائیں۔ گویا حکمران سیاسی جماعت کا فائدہ اسی میں ہے کہ کم از کم لوگ سیاسی معاملات میں دخل دیں اور خاص طور پر طلبہ تو کسی طرح بھی سیاست میں حصہ نہ لیں۔ کیونکہ طلبہ سب سیاسی جماعتوں سے زیادہ طاقتور، وسیع اور نڈر جماعت ہوتی ہے۔ ان کا حلقہ زیادہ وسیع ہوتا ہے اور قوم کی ہمدردیاں طلبہ کے ساتھ شامل ہوتی ہیں جو انہی کی اولاد ہوتے ہیں۔

صحیح طرز عمل تو یہ ہے کہ طلبہ کو سیاست سے اتنا دور بھی نہیں رکھنا چاہیے کہ وہ سیاسی معاملات سے بالکل بے بہرہ رہیں اور نہ ہی انہیں اس قدر عملی سیاست میں کود پڑنا چاہیے کہ ان کے تعلیمی مقاصد پورے نہ ہو سکیں۔ متوازن اور مناسب حد تک طلبہ کو سیاست میں ضرور حصہ لینا چاہیے۔ ملکوں اور قوموں کی زندگی میں بعض ایسے دور بھی آ جاتے ہیں جب طلبہ کو سیاسی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا پڑتا ہے۔ مثلاً جب ہمارے ملک میں انگریزی اقتدار سے آزادی حاصل کرنے کی تحریک شروع ہوئی تو طلبہ نے اس میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ قائداعظم جیسے باشعور سیاسی راہنما نے اپنی صحیح قیادت میں طلبہ سے بہت مفید کام لیے طلبہ نے آزادی کی تحریک میں وہ زندگی اور گرمی پیدا کر دی جو دوسرے عوام نہیں کر سکتے تھے۔ نوجوانوں میں کام کرنے کی صلاحیت ویسے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ وہ ان تھک کوشش کرتے ہیں۔ ان کے عزائم کو کوئی طاقت کمزور نہیں بنا سکتی۔ طلبہ میں چونکہ تحریر اور تقریر کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اس لیے وہ معاشرے کے ہر طبقہ کو متاثر کر سکتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ کہا گیا ہے طلبہ کو سیاست میں نہایت احتیاط سے حصہ لینا چاہیے۔ انہیں خود ٹھنڈے دل سے معاملات کو سوچنا چاہیے اور خود غرض سیاست دانوں کے ہتھکنڈوں سے بچنا چاہیے۔ ان کا جو کام بھی ہو وہ کسی خاص سیاسی جماعت کی بہتری کے لیے نہ ہو۔ بلکہ ملک و قوم کے مجموعی مفاد میں ہو۔ اس سلسلے میں اساتذہ بھی طلبہ کی سیاسی راہنمائی کر سکتے ہیں۔ ان کے تعمیری مشورے ملک و قوم کی بہتری کے لیے بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

اساتذہ اگر چاہیں تو طلبہ کے اشتراک سے چند سالوں میں قوم اور معاشرے کی غلط قدروں کو ختم کر کے ایک صحت مند معاشرے کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ قوم کی ایک بہت بڑی تعداد ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ طلبہ ذہنی اور دلی طور پر استادوں سے بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ وہ ان کی باتوں سے دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اگر وہ صحت مند سیاسی نظریات کو فروغ دینا چاہیں تو طلبہ اس سلسلہ میں بڑے معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ ملک اور عوام کی عظیم خدمت ہوگی جو کسی بھی طرح دوسرے اصلاحی اور تعمیری کاموں سے کم نہ ہوگی۔

13۔ اردو بحیثیت قومی زبان (3 مرتبہ)

مختلف زبانوں کے ہونے کے باوجود پاکستان کے لوگ جہاں ایک مذہب کے تار میں پروئے ہوئے ہیں۔ وہاں ایک اور رشتہ زبان کا بھی ہے۔ زبان کا یہ رشتہ یہاں کی مختلف زبانوں کے اشتراک سے پیدا ہوا ہے۔ اردو کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اردو جہاں رابطے کی زبان کی حیثیت رکھتی ہے وہاں یہ قومی تشخص کی علامت بھی ہے۔

اب کا نہیں یہ ساتھ یہ صدیوں کا ساتھ ہے تشکیل ارضِ پاک میں اردو کا ہاتھ ہے

اردو ترکی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ جب جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی حکومت مضبوط ہوئی تو انہوں نے اپنے لشکروں میں مختلف علاقوں کے لوگ بھرتی کیے۔ ان میں عرب، ایرانی، ترک، ہندوستانی، پنجابی، سندھی، پٹھان، بنگالی اور بلوچی وغیرہ شامل تھے۔ ظاہر ہے یہ لوگ مختلف زبانیں ہی بولتے تھے۔ ان کے میل جول سے ایک نئی زبان پیدا ہوئی چونکہ یہ زبان لشکر (اردو) سے وابستہ لوگ بولا کرتے تھے، اس لیے اسے اُردو کا نام دیا گیا۔
اُردو نے مختلف ادوار میں اپنے کئی نام تبدیل کیے۔ شروع میں اسے ہندوی، ہندی اور ہندوستانی کہا جاتا تھا۔ بعدازاں یہ ریختہ بنی۔ اس کے بعد اردوئے معلّی اور اب صرف اُردو کے نام سے موسوم ہے۔

مختلف ادوار میں ناموں کی طرح اس کا ادبی آہنگ بھی بدلتا رہا مثلاً امیر خسرو (وفات ۱۳۲۵ء) ہندی یا ہندوی کے قدیم شاعر گردانے جاتے ہیں۔ ریختہ کے دور میں مصحفی وغیرہ اُردوئے معلّی کے دور میں مرزا غالب اور ذوق وغیرہ مشہور ہیں۔

پاکستان ایک آزاد ملک ہے اور آزاد ملک کی آزاد قوم کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کا اپنا قانون ہو۔ ایک الگ ثقافت اور ایک علیحدہ زبان ہو۔ یہ سب باتیں مل کر ہی کسی قوم کی پہچان کرواتی ہیں اور اس قوم کو دوسری اقوام عالم سے ممتاز کرتی ہیں۔

ایک آزاد قوم کی ترقی میں جو بات سب سے اہم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس قوم کی ایک زبان ہو جس کو ساری قوم کے افراد بول سکتے ہوں۔ اس زبان کو قومی زبان کہتے ہیں۔ قومی زبان کی وجہ سے مختلف نسلوں، قبیلوں اور علاقوں کے رہنے والے ایک ہی سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔ سید ابو تمیم فرید آبادی کے خیال میں "جس قوم کی کوئی زبان نہیں، وہ قوم نہیں اور جس ملک کی کوئی ایک زبان نہیں وہ مملکت نہیں"۔

ہمارا ملک پاکستان انہیں بنیادوں پر آزاد ہوا تھا کہ ہم ایک الگ قوم ہیں۔ ہمارا الگ مذہب ہے۔ ہماری ثقافت الگ ہے۔ ہمارے رسم و رواج مختلف ہیں اور ہماری الگ زبان اردو ہے چنانچہ قیام پاکستان کے بعد اردو کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیا گیا۔

اُردو کے چاند کے ہیں اجالے کرن کرن مہکے ہیں اس کے عنبریں گیسو شکن شکن
پھرتی رہی ہے مثلِ صبا یہ دمن دمن اردو نے اپنا خون دیا ہے چمن چمن

پاکستان کے مختلف علاقوں میں مختلف مقامی زبانیں بولی جاتی ہیں جن کی اپنی جگہ ایک اپنی حیثیت، اہمیت ضرورت ہے۔ لیکن پوری قوم اور پورے ملک کی زبان صرف اور صرف اُردو ہے اور اردو زبان ہی ایک ایسی زبان ہے جو پاکستان کے تمام چھوٹے اور بڑے شہروں اور دیہاتوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ جب کسی ملک میں ایک سے زیادہ زبانیں موجود ہوں تو ان میں سے ایک وہی زبان قومی زبان قرار پاتی ہے جس کو ملک کے تمام علاقوں کے باشندے بول سکتے ہوں اور سمجھ سکتے ہوں۔ یہی نہیں بلکہ اُردو زبان کا ذخیرہ الفاظ اور سرمایہ عالم دوسری تمام علاقائی اور مقامی زبانوں سے بہت وسیع ہے اور بیرونی ممالک میں بھی بولی جاتی ہے بلکہ یورپ، امریکہ اور دوسرے ممالک کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی بھی جاتی ہیں۔ عالمی اعتبار سے دیکھا جائے تو اردو دنیا میں چوتھے نمبر پر بولی جانے والی اور سمجھی جانے والی زبان ہے چنانچہ قیام پاکستان کے وقت قائداعظم نے یہ بات صاف طور بتادی تھی کہ "پاکستان کی سرکاری اور قومی زبان صرف اُردو ہی ہوسکتی ہے" اس سلسلہ میں انہوں نے ۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "ایک مشترکہ سرکاری زبان کے بغیر قوم باہم متحد نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی کام کرسکتی ہے جہاں تک پاکستان کی سرکاری زبان کا تعلق ہے وہ اُردو ہوگی"۔
ایک اور موقعے پر ڈھاکہ ہی میں ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو یہ ارشاد فرمایا کہ "اگر پاکستان کے مختلف حصوں کا باہم متحد ہوکر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونا ہے تو اس کی سرکاری زبان ایک ہی ہوسکتی ہے اور میری ذاتی رائے میں اُردو اور صرف اردو ہے"۔

کیا مٹائے گا کوئی اس کو مٹانے والا دل میں، آنکھوں میں، چٹانوں میں نہاں ہے اُردو

حضرت قائداعظمؒ کے مندرجہ بالا ارشادات سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہے اور واضح ہے کہ پاکستان کی قومی زبان صرف اُردو ہے اور اُردو ہی میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے وہ پاکستان کے تمام علاقوں کے رہنے والے لوگوں کو ایک ہی دھاگے میں پرو سکتی ہے۔

پھول ہونٹوں سے جھڑیں باتوں سے خوشبو آئے ایسی بولی وہی بولے جسے اردو آئے

ذیل میں ہم معاشرتی، ثقافتی، مذہبی، تعلیمی اور قانونی نقطہ نظر سے اردو زبان کی اہمیت کا جائزہ لیتے ہیں۔
ثقافتی اور معاشرتی نقطہ نظر سے اردو زبان کی اہمیت بھی دوسری تمام علاقائی زبانوں سے زیادہ ہے، سندھی، پنجابی، پشتو اور بلوچی زبانوں کی طرف دیکھا جائے تو ان زبانوں کا ادب صرف ایک مخصوص علاقے کے مخصوص باشندوں کے مخصوص رسم و رواج اور شادی غم کی ترجمانی کرتا ہے لیکن صرف اردو زبان ہی میں وہ وسعت اور تنوع پایا جاتا ہے کہ اس زبان کا ادب پاکستان کے تمام علاقوں کی ثقافت اور معاشرت کے مختلف رنگوں کو ایک ہی رنگ میں رنگ دے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اردو زبان ہی اس ضرورت کو پورا کرتی ہوئی نظر آتی ہے اور اردو ادب پورے پاکستان کی ثقافت کا ترجمان ہے

گھر میں تہذیب کا چارہ زندہ ہے — جب تک ہندوستان میں اردو زندہ ہے۔

مذہبی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اردو ہی قومی زبان کی حیثیت سے ملک کے باشندوں کی مذہبی ضروریات کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ پاکستان کا سرکاری اور قومی مذہب اسلام ہے۔ قرآن، حدیث اور فقہ کی اصل زبان عربی ہے چنانچہ یہ ضرورت پیش آتی ہے کہ اسلامی تعلیم کو کسی ایک زبان میں ملک کے تمام باشندوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ جس میں اتنی وسعت ہو کہ اس میں تمام مذہبی علوم بیان کیے جا سکتے ہوں اور جو تمام لوگ اس کو سمجھ بھی سکتے ہوں۔ اس اعتبار سے بھی اردو ہی قومی زبان کا درجہ رکھتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اردو زبان ہماری مذہبی تعلیمات کے ابلاغ کا پورا پورا حق ادا کر رہی ہے۔ اردو زبان میں بلند پایہ تفاسیر قرآن و حدیث اور فقہ موجود ہیں۔

میری گھٹی میں پڑی تھی ہو کے حل اردو زبان — جو بھی میں کہتا گیا حسن بیاں بنتا گیا

تعلیمی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ایک ملک کے لیے ایک ایسی قومی زبان کی ضرورت ہوتی ہے جو ذریعہ تعلیم بن سکے اور جدید علوم سائنس، ٹیکنالوجی، فلسفہ، اقتصادیات اور طبیعات وغیرہ کی اصطلاحات کو صحیح معنوں میں ادا کر سکے تو اس اعتبار سے بھی اردو کا دامن بہت وسیع ہے اور تمام علوم کی کتابیں اردو میں لکھی جا رہی ہیں۔ اس کام کی ابتدا آج سے بہت پہلے ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے ہاتھوں دکن میں ہو چکی تھی چنانچہ اس وقت ملک میں اردو کے ذریعے تقریباً تمام علوم کی تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔

قانونی اعتبار سے قومی زبان کی ضرورت اور اہمیت اس طرح ہوتی ہے کہ انصاف اور عدل کے لیے ضروری ہے کہ ملک میں ایک ایسی زبان رائج ہو جس کی مدعی، وکیل، جج اور ملزم تمام لوگ سمجھ سکتے ہوں اور بول سکتے ہوں تاکہ مقدمات کے فیصلہ میں کوئی غلطی باقی نہ رہے۔ چنانچہ ہماری اس ضرورت کو بھی صرف اردو زبان پورا کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ "اردو زبان" میں قانون اور آئین کی کتابیں بھی چھپ رہی ہیں۔

دو زبانوں میں ہے قدیم بہت، یہ ادب اور پھر ادیب کا رشتہ — اردو، فارسی ہیں ماں بیٹی، کس قدر ہے قریب کا رشتہ

درج بالا تمام باتوں کو پیش نظر رکھ کر دیکھا جائے تو اردو زبان قومی زبان کی حیثیت سے پاکستان اور پاکستانی باشندوں کی تمام تر ضروریات کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ تاہم ہمارے ملک میں ابھی ایک بات کی کمی ہے کہ ابھی تک اردو کو مکمل طور پر دفتری زبان کے طور نہیں اپنایا گیا۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ سول سروس کے امتحانات میں انگریزی کی جگہ اردو کو بنیادی حیثیت دی جائے تاکہ غلامانہ ذہنیت کی افسر شاہی کا سحر ٹوٹے اور اردو کا بول بالا ہو ہمارا ملک صحیح معنوں میں ترقی کر سکے۔ نیز بی اے میں انگریزی کی جگہ اردو کو لازمی مضمون قرار دیا جائے تاکہ عوام کے دل میں اردو پڑھنے کا شوق اور جذبہ پیدا ہو۔ ایک بات خاص طور پر خوش آئند ہے کہ حکومت نے اردو زبان کی ترقی اور نشوونما کے لئے کئی ایک بہتر اقدامات کیے ہیں جن میں خاص طور پر "مقتدرہ قومی زبان" کے ادارہ کا قیام ہے۔ یہ ادارہ اردو زبان کی ترقی کے لیے عملاً جدوجہد کر رہا ہے۔ انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب پاکستان کا ہر فرد فخریہ طور پر یہ بات کہتا ہوا نظر آئے گا۔

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ — سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

یہ مصرع اول علامہ اقبال ہے۔ جس میں انہوں نے مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت پیدا ہونے کی خواہش کی ہے، مکمل شعر اس طرح سے ہے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے — نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

اس شعر میں علامہ اقبال کے مسلمانوں کے لیے فکر، ایک سوچ ظاہر ہوتی ہے۔ وہ مسلمانوں کے باہمی اتحاد کے بہت زیادہ خواہش مند تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان آپس کی نفرتوں کو مٹا کر ایک ہو جائیں۔ ان میں نفاق کی بجائے اتفاق ہونا چاہیے۔ ان کی دنیا میں عزت و آبرو، جان، مال غرض ہر قسم کی چیز ہونی چاہیے۔ دوسرے مصرعے میں نیل سے کاشغر تک سے مراد ساری دنیا کے مسلمان ہیں کیونکہ علامہ اقبال کے دور میں مسلمان قرآنی تعلیمات کو بھلا چکے تھے اور ہر طرف ذلالت اور تاریکی مسلمانوں کا مقدر بن چکی تھی۔ مسلمان سیاسی، مذہبی، معاشرتی، اقتصادی میدانوں میں پیچھے رہ گئے تھے۔ زوال اور ناکامی ان کا مقدر بن چکی تھی۔ قرون اولیٰ میں مسلمان تعداد میں بہت کم تھے مگر اپنی ایمانی قوت سے پوری دنیا پر غالب ہو گئے۔ اپنی بقا اور عالم اسلامی کی سربلندی کے لئے ہمارے پاس یہی ایک راستہ ہے کہ ہم اپنے مذہبی، علاقائی اور سیاسی اختلافات کو ختم کر کے اسلام کے دشمنوں کے خلاف متحد ہو کر دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں — موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

دنیا کا کوئی شخص یا محقق یا علم معرفت الانسان کا ماہر نہیں بتا سکتا کہ انسان کی پیدائش کو کتنا عرصہ گزرا ہے۔ محض تخمینے ہی ہیں جن سے حتمی فیصلہ نکلنا مشکل کام ہے۔ ابتداء میں انسان غاروں میں، درختوں یا دشوار گزار جگہوں پر بسیرا کرتا تھا، یہ مدنی زندگی سے ناواقف تھا۔ رفتہ رفتہ انسان گروہوں کی صورت میں رہنے لگا، کیونکہ تحفظ اجتماعیت میں ہوتا ہے، رفتہ رفتہ گاؤں اور شہر وجود میں آئے جن میں مختلف نسلوں کے لوگ رہنے لگے۔ نسلی تفاخر یا قبیلے اپنی زیادہ تعداد کے سبب سے چھوٹے قبیلوں کو مطیع کر کے ان پر حکومت کرتے۔ ایک وسیع تر اجتماعیت کا پیدا ہونا مشکل کام تھا، پھر پیغمبروں نے الہامی احکامات کے مطابق مختلف قوموں کو یکجا کر دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جغرافیائی، لسانی برتری اور اپنی تعداد پر ناز کسی ایک امت کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور جغرافیائی حدود کے ناتے سے اپنا تشخص مختلف انداز میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ قومیت اور وطن کے بتوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ قومیت دراصل انسانوں کی غیر انسانی تفریق کا نام ہے۔ کیونکہ قومیت دوسروں سے نفرت کرنے کا درس دیتی ہے۔ دوسروں کے لیے محبت پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔

پروفیسر کوہن لکھتا ہے۔ "قومیت پرستی کے شجر کی جڑیں نفرت کی زمین سے نکلتی ہیں اور عداوت میں پروان چڑھتی ہیں"

ہم ان الفاظ کی روشنی میں جب تاریخ عالم کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں متعدد واقعات نظر آتے ہیں۔ ہٹلر نے قومیت و نسل کا سہارا لے کر تباہی پھیلائی تھی اور ان کے مدمقابل بھی قومیت کے پرستار تھے۔ وطنیت کا جذبہ اتحاد انسان کے لیے انتہائی مہلک ہے۔ چالاک سیاستدان قومیت و مذہب کی شکل دے دیتے ہیں

لوگ اس کے ساتھ جذباتی وابستگی رکھیں۔ اس طرح عہد قدیم میں مذہب کا سہارا لے کر انسانوں کا خون بہایا جاتا تھا۔ اس طرح عہد میں قومیت اور وطن کو رب سمجھ کر اس کی خاطر انسانوں کو ہلاک کیا جاتا ہے اور پھر مرنے والوں کو شہید کو رتبہ دیتے ہیں۔ دراصل معاملہ یہ ہے کہ جب انسان کے دل سے خدا کا عقیدہ ہجرت کر جاتا ہے تو اس خالی جگہ میں نیشنلزم کا شیطان قدم جمالیتا ہے اور شیطان کے کار ہیشہ سے کون واقف نہیں۔

اسلام اور رسالت مآب کا دین متین ان برائیوں کا سدِ باب کرنے کے لیے آیا۔ قرآن حکیم کا سرچشمہ خدا نہ صرف انسان کو شعور ذات سے ہی آشنا نہیں کرتا بلکہ اردگرد پھیلی ہوئی دنیا اور انسانوں کے اعمال و اخلاق کا ادراک بھی عطا کرتا ہے کائناتی شعور حاصل کر کے عظیم انسان بن جاتا ہے۔ قرآن نے مسلمانوں کے لیے ماضی کے تجربات کو مستقبل کے فیصلوں کے لیے دلیل بنایا ہے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو اہل جہاں کو بہترین زندگی گزارنے کا لائحہ عمل عطا کیا۔ آنحضرتؐ کا آخری خطبہ قرآن حکیم کا نچوڑ ہے اور آپ کی تعلیمات کی روح ہے کہ گورے کو کالے پر، کالے کو گورے پر، عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر فوقیت حاصل نہیں۔ مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ سب سے وہی افضل ہے کہ جسکے اعمال اچھے ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے کسی نے حسب و نسب کے بارے میں سوال کیا تھا۔ تو آپؓ نے فرمایا "میں مسلمان ابن اسلام ہوں"۔ یہ ایک شخص کا جواب نہیں بلکہ ایک تہذیب کا جواب ہے۔ غرض اسلام نے تمام مسلمانوں کو خواہ وہ دنیا کے کسی خطے کے رہنے والے ہوں۔ ایک رشتہ میں پرو دیا ہے۔ "جمعیت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے"۔ (الحدیث)

اس عالمگیر اخوت کے سبب سے ہی مسلمانوں کا وجود قائم ہے۔ کیونکہ ملت سے بیگانگی ہمارے لیے فنا کا سبب بنتی ہے۔

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

جماعتی زندگی سے اسلامی اخوت کے بل بوتے پر ہم عالمگیر مقاصد حاصل کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ فرد کی بقاء "ربط ملت" سے ہے۔ مدینہ کے انصار اور مہاجرین کا ایک ہی کنبے میں تبدیل ہو جانا اخوت اسلامی کی روشن مثال ہے۔ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کو 1947ء کی عظیم ہجرت میں پاکستانیوں کا انہیں سینے سے لگانا اسی کا نام اسلام ہے۔ مسلمان کا خون مسلمان پر حرام ہے۔ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے ناراض نہیں رہ سکتا۔

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں جذب باہم جو نہیں، محفل انجم بھی نہیں۔

عہد حاضر میں دنیائے اسلام کی حالت:

بڑی طاقتیں ہمیشہ سے اپنی ذاتی منفعت کے لئے چھوٹے ممالک کا استحصال کرتی چلی آ رہی ہیں۔ ان کی خارجہ پالیسی کا زیادہ دارومدار اسی پر ہے کہ وہ چھوٹے ملکوں کو آپس میں لڑاتے رہیں اور وہ اپنے فوائد حاصل کرتے رہیں۔ جمال عبدالناصر سے پہلے مشرق وسطیٰ اور دوسرے بڑے اسلامی ممالک یا تو آزاد نہ تھے یا اپنی حالت میں مگن تھے بیشتر میں شہنشاہیت تھی یا ان کی حکومتیں محض دکھاوے کی تھیں اور ان کے پیچھے کوئی نہ کوئی بڑی طاقت ہوا کرتی تھی۔

جمال عبدالناصر نے مسلمان ملت کے چکر سے نکل کر قومیت کی بنیاد عربی زبان بولنے والوں پر رکھی۔ اس کی نظر میں عرب اور پھر مسلمان، وہ اپنی تقریر شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کی بجائے "بسم اتحاد العربیہ" کہا کرتے تھے۔ انہوں نے خواہ مخواہ دوسرے مسلمان ممالک سے مخاصمت مول لے لی اور جذباتی انداز سے ملک کا انتظام و انصرام قائم کیا۔ یہ فطری امر ہے کہ پُر جوش سربراہ یہی کوشش کرتا ہے کہ وہ جلدی جلدی ایسا کوئی کارنامہ سرانجام دے جس سے وہ پوری قوم کے ہیرو بن جائے چنانچہ اس نے جذبات میں آ کر وقت سے پہلے ہی اسرائیل سے جنگیں لڑ کر اپنے بہت سے علاقوں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

آج بھی بیشتر مسلمان ممالک ایسے ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف اپنی تمام تر توانائیاں ضائع کر رہے ہیں۔ ایران اور عراق کی جنگ لے لیں چونکہ یہ زیادہ تیل پیدا کرنے والے ممالک تھے اور ایران فوجی لحاظ سے اہل مغرب کے لئے خطرہ بنا ہوا تھا۔ بڑی طاقتوں نے ان دونوں ممالک کو ایسا جنگ میں الجھا یا کہ اپنے ملک کے تمام وسائل اور آمدنی وغیرہ اسلحہ پر خرچ کرتے رہے اور اہل عالم کے لیے تماشا بنے رہے۔ اسی طرح شام و لیبیا کی کشمکش سوڈان میں خلفشار، سعودی عرب اور ایران کی آویزش سب ایسے مسائل ہیں جس نے اسلامی اخوت کے قلعہ کی دیواروں میں ہر طرف شگاف پیدا کر دیے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ امریکہ کی پولیس چوکی جو اسرائیل کی شکل میں مشرق وسطیٰ میں ایک ناجائز بیٹے کی طرح پیدا ہوئی ہے اس نے پورے مشرق وسطیٰ کا امن تباہ کر کے رکھ دیا۔ لبنان میں جس طرح مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے تمام عالم اسلام ایک تماشائی کی صورت میں دیکھ رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک دو بیان داغ دیتے ہیں اس کے خلاف اور کچھ نہیں کر پاتے حالانکہ آج سے چند سال پہلے جب چند اسلامی ممالک نے یورپ کو تیل کی فراہمی بند کر دی تھی تو پورا یورپ تاریک ہو گیا تھا اور سردی سے ٹھٹھرنے لگا تھا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے اگر مشرق وسطیٰ کے تمام مسلمان صرف پیشاب کر دیں تو اسرائیل ڈوب جائے لیکن وہ بڑی طاقتوں کے کندھوں پر سوار ہو کر دراز قد عربوں کے منہ پر طمانچہ مار رہا ہے اور اسلامی ممالک اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں کیونکہ نہ تو ان میں اتفاق ہے نہ اخوت اسلامی کا وصف موجود ہے اور نہ عسکری صلاحیتیں موجود ہیں۔ جس قوم کا سپاہی ایئر کنڈیشنڈ کمرے کے بغیر نہ سو سکے وہ صحراؤں میں کیسے لڑ سکتا ہے۔ جب کہ اسرائیل کے کالجوں اور سکول کے طلبہ کو لازمی ہے کہ وہ فوجی تعلیم بھی حاصل کریں، فوج کے افسران جو انہیں تربیت دیتے ہیں وہ انہیں صحرا میں پانچ میل سے لے کر دس میل تک پیدل چلاتے ہیں اور انہیں ناپختہ عمر میں ہی مصائب جھیلنے کا عادی بنا دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے بیشتر عرب ممالک اپنے طلباء کو اس قدر وافر مقدار میں فنڈز مہیا کرتے ہیں کہ وہ تعلیم حاصل کرتے عیاش بھی بن جاتے ہیں۔ بہت سے اسلامی ممالک اکثر مارشل لاء کی زد میں رہتے ہیں جس سے ان ملکوں کی ترقی معکوس انداز اختیار کر لیتی ہے۔ دراصل یہ بیرونی ممالک کی خفیہ ایجنسیاں انقلاب وغیرہ برپا کرواتی ہیں۔ افغانستان اور پاکستان کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

اخوت اسلامی:

علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ افراد جلد مٹ جاتے ہیں لیکن قومیں اپنی آئندہ نسلوں کے ذریعہ اپنی زندگی کو دائمی بنا لیتی ہیں۔ اقبالؒ کے نزدیک دنیائے اسلام کے تمام مسلمان اپنے فروعی اختلافات رکھنے کے باوجود ایک ملت ہیں۔ ہمارے خدا اور رسولؐ ایک قرآن ایک، تو پھر ہم سب ایک کیوں نہ ہو

اپنے اندر ربط و تنظیم اایک مرکز و ے وفاداری کی بنیاد پر قائم کرسکتی جائیں۔ اس باہمی ہم آہنگی کے سبب ہی مسلمان دنیا میں انقلاب لا سکتے ہیں۔ ملت بیضا اپنے اندر ربط و تنظیم اایک مرکز و ے وفاداری کی بنیاد پر قائم کرسکتی ہے۔ کیونکہ مسلمانانِ عالم کی مذہبی اعتبار سے ایک مخصوص تکنیک اور طریق فکر و عمل ہے جو انہیں دوسری قوموں سے ممتاز کرتا ہے۔ غرض مسلمانوں کی یہ وحدت ایک ناقابلِ تسخیر چیز بن جائے جو بھی اس سے ٹکرائے وہ پاش پاش ہو جائے۔

تجاویز اور لائحہ عمل:

مسلمانوں کو اپنا جغرافیائی اور نسلی تفاخر بھول جانا چاہیے اور خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں گورے کو کالے پر یا کالے کو گورے پر، عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر فوقیت حاصل نہیں ہونی چاہیے بلکہ ایک ملت کا حصہ بن جانا چاہیے۔

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا — نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی!

یہ جغرافیائی حدود یا علاقائی حد بندیاں محض علاقے کے تعین کے لیے استعمال ہوں "السلام علیکم" ہمارا ویزا اور کلمہ طیبہ "ہمارا پاسپورٹ" ہونا چاہیے۔ تمام اسلامی ممالک میں اجتماعی طور پر ایک کمانڈر انچیف یا فیلڈ مارشل ہونا چاہیے۔ جب کبھی کوئی مسلمان ملک بیرونی جارحیت کا شکار ہو تو تمام اسلامی ممالک کی افواج اس کی تحویل میں ہوں۔ باہمی اشتراک سے بڑی بڑی صنعتی فیکٹریاں اور کارخانے قائم کرنے چاہئیں ہماری اپنی اسلحہ فیکٹریاں ہوں ہمیں مشرق و مغرب کی طرف نہ دیکھنا پڑے، نہ تو امریکہ کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑے، نہ روس کے سامنے! ہمارا اپنا ایک اسلامی بنک ہو جو ترقی پذیر ممالک کی ترقی، تعمیر میں بھرپور کردار ادا کرے۔ یو این او کی طرح ہماری تنظیم ہونی چاہیے۔ جس میں مختلف شعبے ہوں جو ربط اسلامی سے لے کر ہر قسم کے باہمی مسائل طے کرانے میں ممد و معاون ثابت ہو۔ یہی ادارہ اسلامی تعلیمات اور نفاذِ اسلام کے لیے ہمہ وقت مصروفِ کار رہے۔ کیوں کہ قوموں کی بقاء اعمالِ صالح کے باعث ہوتی ہے۔ اعمالِ صالح ہی تمدن آفرین ہوتے ہیں۔ ہم سب میں بھائی بھائی ہونے کا جذبہ ہو، خواہ انڈونیشیا اور ملائشیاء کے مسلمان ہوں یا مالی اور چاڈ کے ہم سب جب حرم کے پاسبان بن جائیں گے تو ہمیں کوئی شکست نہیں دے سکے گا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے — نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

----2016----

14۔ میرا وطن (2 مرتبہ)

پاکستان میرا وطن ہے۔ یہ 14 اگست 1947 کو دنیا کے نقشے پر ایک عظیم اسلامی مملکت کے طور پر ابھرا۔ اسے ایک طویل جدوجہد اور عظیم قربانیوں سے حاصل کیا گیا۔ 1857 کی ناکام جنگِ آزادی کے بعد جب برصغیر پاک و ہند کے مسلمان یہاں پر اپنا اقتدار کھو بیٹھے اور انگریزوں کی غلامی میں جکڑے گئے تو انہیں بڑی شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ ہندو قوم جس پر انہوں نے سینکڑوں سال حکمرانی کی تھی لیکن کبھی ان کو اپنے سے کمتر یا حقیر نہیں گردانا تھا، اب انگریزوں کے ساتھ مل کر انہیں ہر ممکن طریقے سے تنگ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ چنانچہ مسلمان نظریہ پاکستان اور دو قومی نظریے کی بنیاد پر اپنے لیے ایک علیحدہ خطہ زمین کے حصول کے لئے کوشاں ہو گئے۔ خوش قسمتی سے انہیں مصورِ پاکستان علامہ اقبال اور معمارِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح جیسے مخلص رہنما میسر آ گئے جنہوں نے منتشر مسلمان قوم کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کیا اور انگریزوں اور ہندوؤں پر یہ واضح کر دیا کہ مسلمان قوم مذہبی، ثقافتی اور معاشرتی اقدار اور روایات کے لحاظ سے ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے اس لئے ان کا ہندوؤں کے زیرِ سایہ رہنا ممکن نہیں۔ انگریز اور ہندو مسلمانوں کے علیحدہ اسلامی مملکت کے مطالبے کے سامنے مجبور ہو گئے۔ اس طرح مسلمانوں نے مسلم اکثریت کے علاقوں میں ایک الگ مسلمان مملکت جو مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان دو حصوں پر مشتمل تھی۔ قائم کر لی۔ مگر بعد میں 1971 میں مشرقی پاکستان بعض ناگزیر حالات کی بناء پر ہم سے الگ ہو گیا۔

پاکستان مملکتِ خداداد ہے اور قدرت کی طرف سے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے خاص عطیہ ہے۔ پاکستان سے مراد پاک لوگوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ اس کا یہ نام چودھری رحمت علی نے تجویز کیا۔ پ سے مراد پنجاب، ک سے مراد کشمیر، س سے مراد سرحد اور سندھ اور تان کے الفاظ بلوچستان سے لئے گئے ہیں۔ اس طرح میرا وطن چار صوبوں پر مشتمل ہے۔ جو پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے نام سے موسوم ہیں۔ جبکہ کشمیر کے دو حصے مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر ہیں۔ مقبوضہ کشمیر پر بھارت نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اور آزاد کشمیر اپنی آزاد حیثیت سے ایک خود مختار حکومت کے طور پر قائم ہے۔

پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد ہے۔ لاہور جو بادشاہوں کا مسکن اور ایک تاریخی شہر ہے۔ پنجاب کا دارالحکومت ہے۔ کراچی جو بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناحؒ کا جنم بھوم اور جائے مدفن ہے۔ سندھ کا دارالحکومت ہے۔ کوئٹہ بلوچستان کا دارالحکومت ہے اور غیور پختونوں کے دیس یعنی صوبہ سرحد کا دارالحکومت پشاور ہے۔ اس طرح مغرب میں درہ خیبر سے لے کر جنوب میں ساحل مکران اور بحیرہ عرب تک، شمال میں کشمیر سے لے کر چولستان، تھرپارکر اور گوادر تک کا علاقہ میرے وطن کی سرزمین ہے۔ پاکستان کے مشرق میں بھارت، مغرب میں افغانستان، جنوب مغرب میں ایران، شمال میں کشمیر اور جنوب میں بحیرہ عرب ہے۔ پاکستان کا کل رقبہ تقریباً سات لاکھ چھیانوے ہزار چھیانوے مربع کلومیٹر ہے۔

میرا وطن پاکستان قدرت کی نعمتوں سے مالا مال اور فطری رنگینیوں سے لبریز ہے۔ میدانی علاقوں میں سونا اگلنے والی زمین ہے۔ جہاں تمام فصلیں مثلاً گنا، کپاس، چاول، مکئی، گندم اور دالیں وافر مقدار میں اگائی جاتی ہیں۔ فصلوں کی آبپاشی کے لئے یہاں پر دنیا کا بہترین نہری نظام موجود ہے۔ پہاڑی علاقوں میں معدنیات کے بیش بہا ذخیرے موجود ہیں۔ کھیوڑہ میں نمک کی کان دنیا کی بڑی بڑی کانوں میں سے ایک ہے۔ اس طرح قدرتی گیس، کوئلہ، مختلف دھاتیں خصوصاً ایٹمی دھات یعنی یورینیم کی کانیں بھی موجود ہیں۔ سوات میں زمرد کی کانیں اور بلوچستان میں سنگِ مرمر غرضیکہ بہت سی معدنیات نے قدرت سے ہمیں

رکھا ہے۔ شمالی علاقہ جات میں قدرتی حسن نے اپنے لنگر ڈال رکھے ہیں جنہیں دیکھنے کے لئے غیر ملکی سیاح یہاں آتے رہتے ہیں۔ کے ٹو، نانگا پربت اور دیگر برف پوش چوٹیاں اپنا مخصوص حسن رکھتی ہیں جبکہ بل کھاتے پہاڑی سلسلے اور ان میں سے ندی نالوں کی شکل میں میدانی علاقوں کی طرف تیز رفتاری سے آنے والا پانی اور پھر سندھ، جہلم، چناب اور راوی جیسے دریا اپنا ہی رنگ جماتے ہیں۔ میرا وطن پاکستان دنیا کا واحد خطہ ہے جس میں قدرتی حسن اور دولت بے پایاں ہے۔ اس میں کہیں بلند و بالا پہاڑی سلسلے، کہیں میلوں تک پھیلے ہوئے صحرائی اور ریگستانی علاقے اور کہیں وسیع و زرخیز میدان اور لہلہاتے کھیت اور باغات ہیں۔

چاند میری زمیں پھول میرا وطن میرے کھیتوں کی مٹی میں لعل یمن

پاکستان دنیا کے بہت اہم خطے میں واقع ہے۔ اسے اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ اسی لئے پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ کہا جاتا ہے۔ یہ اسلام کا قلعہ ہے۔ پوری اسلامی دنیا میں اس کا ایک مقام اور مرتبہ ہے، خاص طور سے پاکستان نے جب ایٹمی صلاحیت حاصل کی ہے، پوری دنیا میں عموماً اور مسلم دنیا میں خصوصاً اس کی وقعت اور وقار میں اضافہ ہوا ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اس ملک کو یہاں پر خدا کے قانون کو لاگو کرنے اور اس کی سربلندی کے لئے حاصل کیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد بابائے قوم نے اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں''

گویا پاکستان جس نقطہ نظر سے حاصل کیا گیا وہ اسلام اور صرف اسلام ہے۔ اسے اسلامی فلاحی مملکت بنانے کے لئے جن اقدامات اور کوششوں کی ضرورت تھی افسوس کہ بعض سیاسی وجوہات کی بنا پر وہ کوششیں ابھی تک بھی نہیں کی جا سکیں حالانکہ پاکستان کو بنے ہوئے ساٹھ سال سے بھی زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ برصغیر کے مسلم عوام نے جس جذبے اور جوش و خروش کے تحت حصول پاکستان کے لئے کوششیں کی تھیں، ان کا مقصد یہی تھا کہ یہاں اسلامی فلاحی ریاست قائم کی جائے جہاں اسلامی نظام حیات نافذ کیا جائے، جہاں انسان کے بنائے ہوئے ضابطہ حیات کی بجائے خدا کے دیئے ہوئے ضابطہ حیات پر عمل کیا جا سکے۔ لا الہ الا اللہ کا نعرہ اسی حقیقت کا اظہار تھا کہ پاکستان میں قانون خداوندی نافذ ہو۔ سب کے لئے یکساں انصاف ہو، سب کو ترقی کے یکساں اور مناسب مواقع میسر ہوں۔ اس سلسلے میں خود قائداعظم کا فرمان ہے:

''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اسوہ حسنہ پر چلنے میں ہے جو قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلامؐ نے ہمارے لئے بنایا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں''

ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں جس قدر جلد ممکن ہو، اسلامی نظام کے نفاذ کا آغاز ہو جانا چاہئے۔ اس صورت میں پاکستان کی ترقی کی رفتار اور تیز ہو سکتی ہے اور دین، دنیا دونوں میں مزید بہتری ہو سکتی ہے۔

میرے وطن پاکستان کے باشندے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ تمام صلاحیتوں سے مالا مال ہیں۔ لوگ ذہین، محنت کش اور پرعزم ہیں سائنس دان، انجینئر اور پیشہ ور ماہرین کافی تعداد میں موجود ہیں اور اپنے اپنے شعبوں میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ نونہالان قوم بھی فنی تعلیم و تربیت کے حصول کے لئے روز و شب کوشاں ہیں۔ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے دنیا میں مختلف شعبوں میں اپنا نام پیدا کیا ہے۔ عمران خان، وسیم اکرم، جان شیر خان اور جہانگیر خاں کرکٹ اور سکوائش کی دنیا میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ پاکستانی سائنسدانوں نے ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کی سرکردگی میں ایٹم اور میزائل کے میدان میں ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں کہ دنیا بھر کے سائنس دان انگشت بدنداں ہیں۔ ان سائنس دانوں نے محدود وسائل کے اندر رہتے ہوئے پاکستان کو دنیا کی ساتویں ایٹمی قوت اور واحد مسلم ایٹمی قوت بنا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ پاکستان واقعی تمام مسلم امہ کی رہنمائی کا حق ادا کرنے کے قابل ہے۔

اس کے علاوہ میرے وطن پاکستان کے لائق اور محنتی استاد، ڈاکٹر اور انجینئر اور سب سے بڑھ کر شبانہ روز محنت کرنے والے کسان جن کی محنت کی بدولت ہمارے کھیت سونا اگلتے ہیں اور ہم گندم، کپاس، چاول اور شکر سازی میں نہ صرف خود کفیل ہو چکے ہیں۔ بلکہ یہ اجناس دوسرے ممالک کو برآمد کرنے کے قابل ہو چکے ہیں۔ یہاں کے عوام مہمان نواز، خوش اخلاق، وسیع الظرف اور باہمت ہیں۔ حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہیں۔ وقت آنے پر جان و مال کی قربانی سے کسی طرح بھی گریز نہیں کرتے۔ قیام پاکستان سے لے کر اب تک یہ اپنے ہمسایہ ملک بھارت سے اپنی سرحدوں کی حفاظت کے سلسلے میں تین خوفناک جنگیں لڑ چکے ہیں لیکن اس کی ملک گیری کی ہوس کا خواب پورا نہیں ہونے دیا۔

بین الاقوامی معاملات میں بھی میرا وطن پاکستان بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہے۔ نائن الیون کے حادثے کے بعد پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں سب سے آگے بڑھ کر حصہ لیا ہے اور عالمی برادری سے داد حاصل کی ہے۔ پاکستان اپنے تمام ہمسایہ ممالک سے دوستی کا خواہاں ہے۔ یہاں تک کہ بھارت سے مذاکرات کے ذریعے کشمیر اور دوسرے اہم مسائل حل کرنے کے لئے تیار ہے لیکن افسوس کہ بھارت اس سلسلے میں میں زیادہ سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کر رہا۔ بھارت کے علاوہ دوسرے تمام ہمسایہ ممالک سے پاکستان تجارتی اور ثقافتی معاہدے کر رہا ہے۔ اسلامی ممالک بھی ہمارے لئے جذبہ اخوت سے سرشار ہیں اور ہماری مشکلات میں ہمارے ساتھی ہیں۔ حال ہی میں پاکستان کے شمالی علاقوں اور آزاد کشمیر میں زلزلے کی تباہ کاریوں کے باعث پیدا ہونے والی صورت حال میں جس طرح برادر اسلامی ممالک خصوصاً سعودی عرب اور ترکی نے ہماری مدد کی ہے، اس کی آج تک کوئی مثال نہیں ملتی۔ ہمارا ہمسایہ ملک

...تعلقات، کتابت اور جو آنے والے وقت میں ہمارے کام آتا ہے۔ ہماری خارجہ پالیسی
چین جو ایک عظیم عالمی قوت بن کر ابھر رہا ہے ہمارے ساتھ بہت ہی اچھے تعلقات رکھتا ہے اور ہم بھی اس کے لئے کوشاں ہے کیونکہ ہم خود بھی امن دوست اور
بالکل آزادانہ خارجہ پالیسی پر گامزن ہے۔ ہم ہر اس ملک سے دست تعاون بڑھانے کے لئے تیار ہیں جو امن کے لئے کوشاں ہے
ملک کی ترقی کی طرف رکھنے کے خواہش مند ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لئے اپنی دفاعی قوت کو اس حد تک بڑھانے
ہیں کہ دشمن کو ہماری طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ ہو۔ میرا ملک اگرچہ ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں شامل نہیں لیکن اس کا شمار ترقی پذیر ملکوں
میں سب سے نمایاں ہے۔ ہم روز بروز ترقی کی منازل طے کر رہے ہیں۔ ہم آگے اور آگے بڑھتے جا رہے ہیں کہ جلد ہی منزل پر پہنچنے کی ضرورت ہے۔

چلتے رہو کہ چلنا ہی منزل کی شرط ہے　　　عارف کوئی سفر بھی رائیگاں نہیں

15- حب وطن (6 مرتبہ)

متبادل عنوان: وطن سے محبت

وطن پیدا ہے جو انسان ہے　　　کہ حب وطن جزو ایمان ہے

حب وطن سے مراد اپنے جنم دیس سے محبت ہے۔ جہاں انسان رہتا بستا ہے اس زمین اور گرد و پیش کی فضاؤں سے قدرتی طور پر انسان کو محبت ہو جاتی ہے۔ اور یہ محبت وقت کے ساتھ ساتھ اور بھی دائمی اور ابدی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ انسان اپنے جنم بھوم کو بے اختیار چاہنے لگتا ہے اور اس کی یہ محبت اسے دیوانہ وار اپنے وطن کے لئے جان تک قربان کرنے کے لئے آمادہ کر دیتی ہے۔ حضرت یوسفؑ اپنے وطن کنعان کے لئے انتہائی بے چین رہے اور وہ اس بادشاہت سے جو وطن سے دور ہو اپنے وطن کے گدا ہونے کو بہتر خیال کرتے تھے۔

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر

وطن کی محبت کا جذبہ سچا، مخلصانہ اور بے لوث ہوتا ہے جس سے انسان کسی طمع اور لالچ کے بغیر وطن کی خاطر ہر قسم کی مشکلات کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ اپنا عیش و آرام خوشی کر کے ملک کی بقا اور استحکام کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ لیکن محدود نظریہ وطنیت جو رنگ و نسل، لسانی تعصبات کی فضا پیدا کرتا ہے، کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ اس لئے علامہ اقبال جو پہلے محدود نظریہ وطنیت کے قائل تھے، بعد میں وسیع تر نظریہ کے قائل ہوئے اور انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ مسلمان بحیثیت قوم ایک ہیں اور دنیا میں جہاں کہیں بھی مسلمان ہے وہ دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن اور ایک کعبہ کے پیروکار ہونے کی بنا پر سب مسلمان ایک ہی بندھن میں بندھے ہوئے ہیں۔ اور انہیں رنگ و نسل سے بالاتر ہو کر وسیع تر نظریے کا قائل ہونا چاہئے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے　　　نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاک کاشغر

مسلمان جہاں کہیں بھی رہتے بستے ہیں، انہیں اس خطہ زمین سے والہانہ لگاؤ ہونا فطری امر ہے۔ چنانچہ حب الوطنی کا تقاضا ہے کہ وطن کی محبت کا اظہار صرف گفتار کی حد تک نہیں بلکہ کردار اور عمل کی صورت میں بھی ہونا چاہئے اور کسی بھی وطن کے باشندوں کو اپنے وطن عزیز کی خاطر عظیم تر قربانیوں سے بھی گریز نہیں کرنا چاہئے۔ وطن کی محبت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ انسان اپنے ہم وطنوں کے دکھ درد میں شریک ہو۔ ان کی خوشی غمی میں شامل ہو کر یکجہتی اور اتحاد کا مکمل ثبوت فراہم کرے۔ اتحاد و یگانگت اور حب الوطنی کا تقاضا ہے کہ امیر غریب، بڑے، چھوٹے سب ایک دوسرے کی عزت نفس کا خیال رکھیں۔ ایک دوسرے کو اچھی اور کارآمد باتیں بتائیں اور علم کی دولت کو دوسروں تک پہنچائیں۔ حاجت مندوں کی حاجت روا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔ جو کوئی جس شعبہ حیات سے تعلق رکھتا ہے محنت، جانفشانی اور لگن سے اپنے فرائض سرانجام دے۔ اگر کوئی استاد ہے تو وہ اپنے فرائض نہایت دیانتداری اور تندہی سے ادا کرے۔ اگر طالب علم ہے تو وہ اپنی تمام تر توجہ حصول علم پر مرکوز کرے۔ اگر محنت کش ہے تو وہ محنت سے اپنا کام سرانجام دے۔ اگر صنعت کار ہے تو وہ ملک و قوم کے لئے بہترین مصنوعات تیار کرے۔ اور اپنے ملکی وسائل کو کام میں لائے۔ ہر ملک کے رہنے والوں کو اپنے وطن کی تیار کردہ مصنوعات کو استعمال کرنا چاہئے۔ نہ یہ کہ وہ دوسرے ممالک کی تیار کردہ مصنوعات کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں۔ کیونکہ اپنے وطن کی مٹی ہی سب کی شناخت اور پہچان ہے۔

میری مٹی نے دیا تھا مجھ کو میرا رنگ و روپ　　　ڈھالتی جاتی ہے دنیا اپنی صورت پر مجھے

حب وطن کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم اپنے قومی رسم و رواج اور لباس کو اپنائیں اور غیر قوموں کی تقلید نہ کریں۔ کاروباری حضرات ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری اور مصنوعی قلت پیدا کرنے سے گریز کریں اور ہر حالت میں قومی اور ملکی فلاح کو ذاتی بھلائی پر ترجیح دیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری ملازمین کو بھی وطن کی محبت کے پیش نظر قومی خدمت کو اپنا شعار بنانا چاہئے کیونکہ وہی قومیں ترقی کی منازل تیزی سے طے کرتی ہیں جو ہمیشہ اپنے وطن کی بہتری کو پیش نظر رکھتی ہیں۔ اور پھر ہم نے تو اپنا وطن پاکستان ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں قربانیوں سے حاصل کیا ہے۔ اس کے لئے ہر طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد اور خواتین نے بیش بہا قربانیاں دے کر اور شب و روز ایک کر کے ایک آزاد وطن حاصل کیا۔ اس کے حصول کے لئے ہزاروں بیویوں کے سہاگ لٹے، ہزاروں ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی ردائیں تار تار ہوئیں، ہزاروں جوان خون میں نہائے، ہزاروں بزرگوں کے جوان سہارے چھنے۔ ہزاروں معصوم نیزوں کی نوک پر چڑھے تب جا کر یہ وطن حاصل ہوا۔

تیری بنیادوں میں ہے لاکھوں شہیدوں کا لہو　　　ہم تجھے گنج دو عالم سے گراں پاتے ہیں

جذبہ حب الوطنی وہ فطری جذبہ ہے جو انسان ہی میں نہیں بلکہ ہر جاندار میں بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے۔ جس طرح انسان وطن سے دور رہ کر بے چین اور مضطرب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پرندے اور جانور بھی وطن سے دوری پر بے چین اور مضطرب ہو جاتے ہیں۔ وطن سے محبت ایک روحانی جذبہ ہے۔ اسی جذبے سے سرشار ہو کر انسان اپنے وطن کی خاطر عظیم تر قربانی دینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ تاریخ شاہد ہے جب بھی کسی ملک پر دوسرے ملک نے چڑھائی کی تو وہ دشمن کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن گئے۔ جنگ عظیم دوم میں ہٹلر نے جذبہ حب الوطنی کی بنیاد پر ہی اپنی قوم کو متحد کیا۔ چنانچہ وہ دشمن کے خلاف عظیم قوت بن کر ابھری۔ افغانستان کی جنگ کے پیچھے بھی یہ جذبہ حب الوطنی کارفرما ہے۔ اہل کشمیر بھی نہتے ہونے کے باوجود عرصہ دراز سے دشمن کے خلاف نبرد آزما ہیں لہٰذا وہ اپنے وطن کو کسی بھی قیمت پر دشمن کے زیر اثر دیکھنے کے خواہش مند نہیں اور نہ ہی وطن کو چھوڑنے کے لئے آمادہ ہیں۔ اگرچہ وہاں آگ اور خون کا کھیل جاری ہے۔

دشمن کو بھی اللہ چھڑائے نہ وطن سے ۔۔۔ جانے وہی بلبل جو بچھڑ جائے چمن سے

آرام کی صورت نہیں مسکن سے بچھڑ کر ۔۔۔ طائر بھی پھڑکتا ہے نشیمن سے بچھڑ کر

یہ ایک مسلمہ صداقت ہے کہ حب وطن کے تقاضوں کے پیش نظر نوجوانان وطن نے اپنی جانیں نچھاور کر دیں۔ ان کے دلوں میں ایسی تڑپ اور لگن پیدا ہوئی کہ اسی جذبہ صادق کی بنیاد پر انہوں نے قومی دشمن پر غلبہ پایا۔ سرکار رسالت ﷺ نے بھی اسی فطری جذبہ حب الوطنی کے تحت مکے سے ہجرت کرتے وقت فرمایا تھا۔

"اے مکہ تو مجھے دنیا بھر کے دیاروں سے عزیز ہے مگر کیا کروں تیرے رہنے والے مجھے ہجرت پر مجبور کر رہے ہیں"

گویا انسان اپنے جنم دیس سے اس قدر مانوس ہو جاتا ہے کہ اپنے وطن کی روایات واقدار کا احساس اس کی روح میں سرایت کر جاتا ہے اور وہ اپنی دھرتی کو اپنی پہچان تصور کرتے ہوئے کبھی اس سے دور ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا:

میں کہ میری خاک کی لو سے ہوا میرا ظہور

کاش ڈھونڈے کوئی میری خاک کے اندر مجھے

ہماری ارض پاک پر بسنے والوں کو بھی یہ احساس ہونا چاہئے کہ وہ پکے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ سچے پاکستانی بھی بنیں اور ملکی فلاح و بہبود کو ذاتی مفاد پر ہر حال میں ترجیح دیں۔ ملکی صنعت وحرفت، تجارت، زراعت اور دیگر شعبہ جات کی ترقی اور فروغ کے لئے کوشاں رہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اتحاد یگانگت اور محبت واخوت کو اپنائیں۔ وطن دشمنوں، مفاد پرستوں، رشوت خوروں اور خود غرضوں کی حوصلہ شکنی کریں اور ایسے افراد کی نشان دہی کر کے وطن عزیز کو ان سے پاک کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں کیونکہ یہی حب وطن کا تقاضا ہے اور ہمیشہ ایسے ہی غداروں اور ملک کے دشمنوں نے مسلمانوں کی قوت کو نقصان پہنچایا ہے۔ علامہ اقبال نے سچ فرمایا:

جعفر از بنگال و صادق از دکن

ننگ ملت، ننگ دیں، ننگ وطن

16۔ میرا نصب العین (4 مرتبہ)

کچھ سمجھ کر ہی ہوا ہوں موج دریا کا حریف ۔۔۔ ورنہ میں بھی جانتا تھا عافیت ساحل میں ہے

بچپن اور نوجوانی میں سب کا کوئی نہ کوئی نصب العین ضرور ہوتا ہے۔ کوئی تاجر بن کر مال و دولت سمیٹنے کے خواب دیکھتا ہے۔ کوئی حکومت کا اعلیٰ افسر بننے کی خواہش لئے بیٹھا ہوتا ہے۔ کوئی ڈاکٹر، انجینئر یا وکیل بن کر دولت اور عزت حاصل کرنے کی آرزو رکھتا ہے لیکن میں نہ تو تاجر بننا چاہتا ہوں، نہ افسر، نہ ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں نہ وکیل کیونکہ میرا طبعی میلان ان کی طرف نہیں ہے۔ میں تو ایک استاد بن کر معاشرے کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

میرے نزدیک تعلیم وتدریس ایک پاکیزہ اور قابل احترام پیشہ ہے۔ تعلیم وتدریس کا ہمارے مذہب میں خاص مقام اور احترام ہے۔ ہمارے نبی پاک ﷺ نے پڑھنے اور پڑھانے والوں کو سعید کہا ہے۔ علم بذات خود ایسی سعادت ہے کہ اس کے حصول کے لئے رسول اکرم ﷺ نے بڑی تاکید فرمائی ہے اور ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے علم کا حصول فرض قرار دیا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون

ترجمہ: "کیا علم والے اور لاعلم برابر ہو سکتے ہیں"۔ میری نظر میں استاد صحیح معنوں میں معمار قوم ہوتا ہے کیونکہ ملک وقوم کی باگ ڈور کو سنبھالنے کے لئے نئی نسل کی تعلیم وتربیت استاد ہی کی مرہون منت ہوتی ہے۔ قومیں درسگاہوں میں ہی بنا کرتی ہیں۔ کوئی ملک جس طرح کی تعلیم وتربیت اپنی درسگاہوں میں مہیا کرتا ہے اسی طرح کی قوم معرض وجود میں آتی ہے۔ قوم کے کردار کی تشکیل میں استاد کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ ایک استاد کی بالغ نظری، اس کا علم وفضل اور اس کی بلند خیالی طالب علموں کی صلاحیتوں کو بیدار کر کے انہیں صیقل کر دیتی ہے اور افکار تازہ سے روشناس کراتی ہے، اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ۔۔۔۔۔۔

جہان تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود

کہ سنگ وخشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

چنانچہ درسگاہوں کے سنگ وخشت قوموں کو جنم نہیں دیتے بلکہ استاد کی زندہ و بیدار شخصیت ہی زندہ قوم پیدا کرتی ہے۔ میں بھی اساتذہ ہی کی صف

میں شامل ہو کر آنے والی نسل میں زندہ و بیدار شخصیت پیدا کرنا چاہتا ہوں۔
درس و تدریس بچپن ہی سے میرا پسندیدہ پیشہ رہا ہے۔ مجھے اپنے اساتذہ پر ہمیشہ رشک آتا ہے۔ ان کا احترام ہمیشہ میرے دل پر نقش رہا ہے۔ میں ہمیشہ ان کی عظمت کا معترف رہا ہوں اور ان جیسا بننے کا آرزومند رہا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو سکون قلب اور تقدس اس پیشے سے وابستہ ہو کر رہتا ہے وہ دنیا کے کسی اور پیشے میں نہیں مل سکتا۔ دنیا میں عزت خدا کی دین ہے اور تعلیم و تدریس کو خدا تعالیٰ نے یہ نعمت عظمیٰ بے حساب عطا کی ہے۔ اس پیشے میں رزق حلال ہے اور رزق حلال پر گزارہ کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں تمام انبیاء علیہم السلام اپنے مشن اور مقصد کے اعتبار سے معلم ہی تھے۔ پیغمبر اور نبی سب سے پہلے ایک معلم کا منصب ہی اختیار کرتے رہے ہیں کیونکہ قوم کی اصلاح کے لئے تعلیم و تبلیغ کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور انبیائے کرام نے یہ فریضہ ہمیشہ ادا کیا ہے۔ انھوں نے بغیر کسی مادی لالچ کے قوموں کو علم و فضل اور تقویٰ کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔

تعلیم انسانی شخصیت اور کردار کو جلا بخشتی ہے۔ تعلیم کے بغیر انسان محض حیوان ہی ہوتا ہے تعلیم کا نور ہی انسان کو انسان بناتا ہے۔ اگر تعلیم اہم ہے تو استاد کی عظمت اور فضیلت بھی مسلم ہے۔ شاگرد استاد کی معنوی اولاد ہوتے ہیں۔ شاگردوں کو زندگی میں بڑھتے اور پھلتے پھولتے دیکھ کر استاد ہمیشہ خوش ہوتا ہے۔ ہر استاد کی بڑی تمنا بھی یہی ہوتی ہے کہ اس کے شاگرد زندگی کے اعلیٰ مناصب پر پہنچیں اور ملک و ملت کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں۔

دنیا کا ہر ترقی یافتہ ملک اساتذہ کا بڑا خیال رکھتا ہے۔ دنیا بھر میں اساتذہ کی تنخواہیں معقول ہوا کرتی ہیں اور معاشرے میں ان کو بلند مقام حاصل ہوتا ہے۔ ان معاشروں میں استاد کو ہر مرحلے پر اولیت دی جاتی ہے۔ اس کے آرام و آسائش کا ہر ممکن خیال رکھا جاتا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی تعظیم و تکریم کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ پسماندہ اور نسبتاً کم ترقی یافتہ ممالک میں اساتذہ کی اہمیت اور ضرورت زیادہ ہونی چاہئے لیکن بدقسمتی سے اساتذہ کرام کو وہ مقام اور مراعات حاصل نہیں جوان کا حق ہے۔ ایسے ممالک کی بدبختی ہے کہ وہ اپنے ایک ایسے طبقے کو اپنے التفات سے محروم رکھتے ہیں جس کے ہاتھوں میں اس ملک و قوم کی تعمیر ہوتی ہے۔ تاہم اس سے استاد کی اہمیت اور عظمت کم نہیں ہوتی۔ مجھے تو ایک استاد ہی بننا ہے اور اپنے معاشرے کی خدمت کرنا ہے۔ میں استاد بن کر اپنے شاگردوں میں اسلام اور پاکستان کی محبت پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ میری تمنا ہے کہ ہمارے نوجوان پاکستان کی مضبوطی اور سالمیت کا سبب بنیں اور دنیا میں اپنے ملک اور قوم کا نام روشن کریں۔ میں زندگی کے ہر شعبے میں اپنے نوجوانوں کو ایک بلند مقام پر دیکھنے کا آرزومند ہوں اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں بھی اپنے نونہالوں کو ترقی یافتہ ملکوں کے دوش بدوش دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ اپنی ان آرزوؤں کو پورا کرنے کے لئے میں خود درس و تدریس کے پیشہ سے منسلک ہونا چاہتا ہوں تاکہ اپنے شاگردوں میں اپنے نظریات، اپنی سوچ اور آرزوؤں کو منتقل کر سکوں اور انھیں ملک و قوم کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنا سکوں۔

یارے دنیا میں رہو غم زدہ یا شاد رہو ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو

مجھے اس بات کا پورا پورا احساس ہے کہ درس و تدریس کی بعض ذمہ داریاں نازک ہوتی ہیں اور یہ پیشہ ایک خاص طرح کے ذہن اور دل کا متقاضی ہے۔ یہاں تو بے غرض قومی جذبے کے ساتھ قربانی و ایثار اور صبر و قناعت سے گزر بسر کرنا پڑتی ہے۔ مادی منفعت کو پس پشت ڈالنا پڑتا ہے اور زندگی کی اعلیٰ اقدار کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے۔ مجھے اپنے نصب العین کے تقاضوں کا پورا پورا علم اور احساس ہے۔ چنانچہ میں ابھی سے اپنے آپ کو ان کے سانچے میں ڈھال رہا ہوں اور مستقبل کا مثالی استاد بننے کے لئے تیار ہوں۔

میری تمنا ہے کہ پاکستان کو ایک ایسی نسل عطا کروں جو اپنے اسلاف کے کارناموں سے واقف ہو، جو اپنے حال اور مستقبل کے تقاضوں کو پورا کرنے کی اہل ہو، جو علم و فضل میں کسی بھی ترقی یافتہ قوم کی ہم پلہ ہو اور جو اپنے ملک و قوم کی سربلندی اور عظمت کی ضامن ہو۔ میں اپنے عزیز وطن کو دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں کے برابر دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی اقتصادی ترقی اور معاشرتی بہبود بہت عزیز ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں ایسے شاگرد پیدا کروں جو میری ہی طرح اپنے وطن، اپنے مذہب اور اپنی اقدار کو عزیز جانتے ہوں اور جن کے سینے ایمان سے منور ہوں اور جن کے دماغ علم سے روشن ہوں۔ میں اسی نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے تعلیم و تدریس کا پیشہ اپنانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری یہ نیک آرزو پوری کرے اور مجھے ایک مثالی استاد بن کر ملک و قوم کی یادگار خدمت انجام دینے کا موقع عطا فرمائے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی میں اسی لئے مسلماں، میں اسی لئے نمازی

17۔ محنت کی عظمت (4 مرتبہ)

محنت کرنے والے بازو آگ میں پھول کھلائیں محنت سے سب کنکر پتھر موتی بنتے جائیں

اس کارگہ ہستی میں انسان جب زمان و مکان کی مسافتوں پر گامزن ہوا تو گام گام اور قدم بہ قدم رکاوٹوں، جھگڑوں، مسائل اور مصیبتوں سے ٹکرایا۔ کبھی بنجر زمین کو زرخیز بنایا۔ کبھی پتھروں سے شکار کر کے لذت دہن کی سبیل پیدا کی۔ کبھی درخت اور گھاس پھوس کی جھونپڑیاں تعمیر کیں۔ کبھی مصر کے اہرام تراشے، کبھی طوفان نوح سے کشتی نوح بنا کر نبرد آزما ہوا۔ کبھی ابراہیم بنا اور کعبہ تعمیر ہوا۔ کبھی داؤد بن کر لوہے کو کام میں لایا اور کبھی محمد ﷺ بن کر داعی بنا اور پیٹ پر پتھر باندھ کر خندقیں کھودیں اور اکتساب حبیب اللہ کا درس دیا۔ پھر لیس للانسان الا ماسعی کے رموز کا شناور رہا۔

یہی انسان محنت کی عظمت کو پانے کے لئے مصر کی کالی زمین پر چاندی اور سیماب کی طرح لہریں مارتی اور نور کو منعکس کرتی نہروں کے جال بچھانے

کا موجب بنا۔ اسی انسان کی محنت نے بابل ونینوا، روم ومصر اور ایران میں اپنی عظمتوں کے لافانی نقوش چھوڑے۔ علم ہندسہ، الجبرا، جیومیٹری اور ان کے رشتے، معلق باغات اور دلفریب عمارات آج تک چشم فلک کے لئے باعث حیرت ہیں۔ محنت کیعظمت کا حسن کبھی فارابی، کبھی بوعلی سینا، کبھی ابن الہیشم، کبھی جابر بن حیان اور کبھی البیرونی کا روپ دھارتا رہا۔ کسی نے سمندری حیات کو سمجھا اور اجاگر کیا۔ کسی نے اجسام کے صحیفوں میں پوشیدہ رموز واسرار کی تلاوت کی، کسی نے زمین کے طول وعرض کو ماپا اور کسی نے آسمان کی وسعتوں کا کھوج لگایا۔ بقول شاعر

زمیں پہ جسم مگر نبض آسماں پہ ہاتھ نہیں ہے عظمت محنت کی انتہا کوئی

تاریخ عالم سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسان نے کبھی رم جھم کے ترنم سے کبھی نعرہ بہار سے اور کبھی شفق کی سرخی سے اس کائنات میں رنگ بھرے۔ گویا انسان نے اپنے زور بازو اور پیہم جدوجہد سے سنگلاخ کو چیرا۔ سمندروں میں غوطہ زن ہوا، کبھی آسمان کی وسعتوں میں محو پرواز رہا اور گردش افلاک کو پہچانا۔ دریاؤں کا رخ موڑ کر صحراؤں اور ریگستانوں کو گلزاروں اور سبزہ زاروں میں تبدیل کیا۔ بقول اقبال

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا

معلم اخلاق خیر البشر نبی پاک ﷺ کی حیات مبارکہ ہمارے سامنے ہے۔ آپ ﷺ نے زندگی بھر محنت کو اپنا اشعار بنایا اور سرور عالم، شہنشاہ کونین اور امام الانبیاء ہونے کے باوجود اپنے تمام کام اپنے دست مبارک سے سرانجام دیتے تھے۔ کپڑوں پر پیوند لگائے، بکریوں کا دودھ دوہتے، یہاں تک کہ جوتے کی خودمرمت فرمالیتے۔ آپ ﷺ نے ہر موقع پر صحابہ کرامؓ کی معاونت فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے روز میرے قریب وہ لوگ ہوں گے جو محنت کرتے تھے اور جن کے اعمال نیک تھے۔

آج ہمارے گرد وپیش جو بھی ترقی کا سامان دکھائی دیتا ہے۔ یہ سب محنت انسانی ہی کا نتیجہ ہے۔ گویا انسان کی محنت ناخن تدبیر بن کر بے شمار عقدوں کو کھول رہی ہے۔ خوردبینی بلکہ مائیکرو خوردبینی اجسام سے لے کر ہزاروں نوری سالوں کے فاصلے چشم انساں پر اپنے ابطان کو کھول کر دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔ اور کائنات کا ذرہ ذرہ انسان کے لئے تسخیر کا سامان بنا ہوا ہے۔ کائنات کی ہر چیز زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔

اے ذوق وشوق محنت انساں ادھر بھی دیکھ خالق نے ہم کو خلق کیا ہے ترے لئے

دنیا میں جتنے بھی بڑے بڑے لوگ ہوئے ان کی داستان حیات محنت ہی سے عبارت ہے۔ ابراہیم لنکن ایک غریب کسان کا بیٹا تھا۔ اپنے زور بازو پر اعتماد کرتے ہوئے اور اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کو جانچتے ہوئے اس نے سخت محنت کی، جس کی وجہ سے وہ امریکہ کا حکمران بنا۔ جبکہ اس کا بچپن انتہائی غربت میں گزرا اور وہ گلیوں کی روشنی میں مطالعہ کرتا اور کتابوں کے حصول کے لئے میلوں کا سفر پیدل طے کرتا۔ کسی شاعر نے سچ کہا ہے کہ:

بن محنت کچھ ہاتھ نہ آئے، ہاتھ آئے ناداری

محنت ایسا جادو جس سے ریت بنے پھلواری

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جن قوموں نے محنت کی وہی کامران وکامیاب ہوئیں۔ بادشاہت کا تاج انہیں کے سر پر سجایا گیا۔ جبکہ کاہل اور تساہل پسند قومیں زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئیں۔ زندگی کے ہر شعبے میں دوسروں کی مرہون منت بن کر رہ گئیں۔ محنت پیہم کو نظرانداز کرنے والے لوگ تاریخ کے چوراہے پر نشان عبرت بن گئے۔ آباؤ اجداد کی محنت کے انداز کو فراموش کرکے سہل انگاری کو اپنایا تو قعر زلت میں گر گئے۔ اس طرح محنت سے جی چرانے والے اور کوشش نہ کرنے والے افراد ناکامی اور نامرادی سے دوچار ہوئے۔

غرض کسی بھی شعبہ حیات سے تعلق رکھنے والا فرد بغیر محنت کے کامیاب نہیں ہوسکتا۔ کسان بھی محنت شاقہ سے کام لے کر کھیتوں اور کھلیانوں سے روزی حاصل کرتا ہے۔ اگر وہ زمین کو محنت سے تیار نہ کرے، وقت پر فصل کو سیراب نہ کرے تو اسے خاطر خواہ فصلات میسر نہ ہوں گی۔ اسی طرح ایک طالب علم جو محنت اور دلجمعی سے مصروف مطالعہ رہتا ہے اور وقت پر اپنا آموختہ یاد کرتا ہے تو کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔ انسان کی سیاروں اور ستاروں تک رسائی، چاند کی سطح پر انسان کی چہل قدمی، سمندروں کی تہہ کے سربستہ رزوں کو پانا، سطح آب پر تیرتے ہوئے شہر، کمپیوٹر کی حیرت انگیز معلومات یہ سب محنت انسانی کا بین ثبوت ہیں۔ گویا محنت ہی وہ جوہر ہے جو ایک عام انسان کو تحت الثریٰ کی گہرائیوں سے بام عرش کی بلندیوں تک پہنچا سکتا ہے اور جس قوم کے افراد محنت کے عادی ہیں وہ قوم کبھی ناکامی سے دوچار نہیں ہوسکتی۔

ہے قوت بازو میں تیری راز سعادت تو ڈھونڈتا پھرتا ہے اسے بال ہما میں

18- اپنی مدد آپ (2 مرتبہ)

یہ ہماری قوم کے لئے آج کا سب سے اہم موضوع ہے۔ ہم خود دوسروں کی طرف محتاجی کی نظروں سے دیکھتے ہیں تو ہمیں اس گرداب سے نکلنے کے لئے خود انحصاری اور اپنی مدد آپ کی بہترین پالیسی پر گامزن رہنا پڑے گا۔ اپنی مدد آپ بظاہر چھوٹا سا جملہ ہے مگر اس کے اندر انسانوں اور نسلوں کا تجربہ جمع ہے۔ اگر یہ جذبہ بہت سے انسانوں میں موجود ہو تو قوم کی ترقی طاقت، مضبوطی اور خوشحالی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

قرآن پاک ایک مکمل آئین زندگی ہے اس میں انسان کے لئے دائمی راہنمائی کے ابدی اصول ہیں قرآن پاک میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ

"لیس الانسان الا ما سعیٰ"

"انسان کے لئے کچھ نہیں ہے سوائے اس کے جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے"

کائنات کی ہر شے کسی نہ کسی مقصد کے لئے معروف عمل ہے۔ جب تک منزل متعین نہ ہو، سفر نہیں ہوسکتا سفر کوشش کا نام ہے اور منزل (کوشش) مقصد کو کہتے ہیں۔ منزل اور مقصد دلکش ہوگا تو انسان سفر کی صعوبتیں بھی ہنسی خوشی برداشت کرتا چلا جائے گا، خوبصورت منزل، خود مسافر پیدا کرتی ہے۔ اور یہ مسافروں کا استقبال خود منزلیں کیا کرتی ہیں۔

ہوئی جاتی ہے کیوں بے تاب منزل
مسلسل چل رہا ہوں آ رہا ہوں

گویا چلنے والے ہی منزل پاتے ہیں۔ وہ لوگ جو تن آساں ہیں جن کی نگاہیں دوسروں کے سہارے ڈھونڈتی ہیں۔ وہ خود اپنے لئے بوجھ بن جاتے ہیں اور جو لوگ اپنی دنیا آپ بناتے ہیں سانس عبادت بن جاتا ہے ان کا ہر عمل قبولیت کا شرف پاتا ہے نتیجہ یہ کہ ایسے ہی لوگوں پر تاریخ فخر کرتی ہے۔

بقا کی فکر کر خود ہی زندگی کے لئے زمانہ کچھ نہیں کرتا کبھی کسی کے لئے

اگر کوئی شخص یا قوم اپنی مدد آپ کی بجائے دوسروں کی امداد پر بھروسہ رکھتی ہے تو اس کے اپنے دل سے یہ جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس قوم کی غیرت اور عزت بھی جاتی رہتی ہے پھر یہ قوم دوسری قوموں کی نظروں میں ذلیل، بے عزت اور بے غیرت ہو جاتی ہے۔ ایسا بھروسہ تو اپنی حکومتوں پر بھی نہیں کرنا چاہیے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہمیں اپنی ہی حکومت کی طرف سے چند ایسی مراعات حاصل نہیں ہوتیں جنکی ہم توقع کر رہے ہوتے ہیں تو پھر یہ مایوسی غلبہ پاتی ہے اور اپنی مدد آپ کا جذبہ مفقود ہوتا چلا جاتا ہے آدمی جس قدر دوسرے پر بھروسہ کرتا جاتا ہے اسی قدر بے مراد اور بے عزت ہو کر چلا جاتا ہے۔

جب ہم اس دنیا پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کون اپنی مدد آپ کے تحت آگے نکل گیا اور کون اس جذبے سے عاری پیچھے رہ گیا اس براعظم ایشیاء میں جہاں ہم رہ رہے ہیں یہاں بسنے والی بہت سی قومیں یہ کہتی رہی ہیں کہ اچھا بادشاہ رعایا کی ترقی و خوشحالی کا ضامن ہوتا ہے اس مقابلے میں یورپ کی ترقی یافتہ اقوام یہ سمجھتی ہیں کہ ایک عمدہ انتظام قوم کی عزت، بھلائی، خوشی اور ترقی کا ذریعہ ہے وہ لوگ قانون ساز مجلسوں کو انسان کی ترقی کا بہت بڑا ذریعہ خیال کرکے ان کا درجہ سب سے اعلیٰ سمجھتے ہیں مگر حقیقت میں یہ سب غلط ہیں۔ فرض کریں کہ شخص پارلیمنٹ کا ممبر یا حکومت میں کوئی عہدہ حاصل کر لیتا ہے اور سال دو سال تک اس منصب جلیلہ پر فائز رہتا ہے تو بھلا اس سے قوم کی کیا بھلائی ہو سکتی ہے حکومت سے انسان کے برتاؤ کو کچھ مدد نہیں ملتی مگر عمدہ حکومت سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ آدمی آزادی سے اپنی شخصی حالت کی ترقی کر سکتا ہے۔ جس قدر حکومت عمدہ ہوتی ہے اتنا ہی ذاتی نقصان کم ہوتا ہے قانون کا عمل درآمد دانشمندی سے ہوتا ہے اتنا ہی ذاتی نقصان کم ہوتا ہے کوئی قانون چاہے وہ کتنا اعلیٰ کیوں نہ ہو آدمی کو محنتی، فضول خرچ کو کفایت شعار اور شراب خور کو تائب نہیں بنا سکتا بلکہ یہ باتیں شخصی محنت کفایت شعاری اور نفس کشی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ قومی، ترقی، عزت اور اصلاح حکومت میں بڑے بڑے حقوق اور اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے۔

زندگی میں امید و یاس ساتھ ساتھ چلتے ہیں جو شخص ناامیدی کے اندھیروں میں پرامید رہتا ہے کوشش کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا تو ایک وقت آتا ہے کہ اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور صبح روشن اس کے لئے اجالوں کی گود کھول دیتی ہے اور جو شخص خود ابھرنے، سنبھلنے اور نکھرنے کی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے۔ اندھیرے اس کی روح کی تابناکیوں تاریکیوں کو نگل جاتے ہیں۔ اور یہ ظلمتوں میں بھٹکتا رہ جاتا ہے۔

مانگے کی روشنی سے نہ پاؤ گے راستہ اس تیرگی میں لے کے خود اپنے کنول چلو

اللہ تعالیٰ ہر حال میں انسان کی مدد کرتے ہیں۔ ان کی نوازش ہم پر بے شمار ہیں مگر اللہ کی رحمت بھی اس امر کو دیکھتی ہے کہ کس دل میں ابھرنے اور سنورنے کی تمنا ہے تمنا کا نتیجہ کوشش ہوتا ہے۔ جیسے

"زندگی کا حسن کوشش میں پوشیدہ ہے"

اور جو کوشش کرتا ہے اللہ کی رحمت اس کا ساتھ دیتی ہے اور جو اپنی حالت بدلنے کی آرزو نہیں کرتا، وہ رحیم و کریم ذات بھی اسے اپنے حال پر چھوڑ دیتی ہے۔ صدق دل سے کی جانے والی کوشش، اللہ کی رحمت کو آواز دیا کرتی ہے۔ بقول مولانا ظفر علی خان

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

گویا سچے دل اور درست نیت کے ساتھ کوشش کی جائے تو اللہ کی رحمت اس کوشش کو مقبولیت سے نوازتی ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ ایسی کوشش آسانی سے تدبیر کو تقدیر بنا دیتی ہے، تقدیر پر آس لگا کر اور تن آسان ہو کر بیٹھ جانے کا نتیجہ حیرت و ناکامی ہے۔

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا انجام اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

ایک قدیم مقولہ ہے کہ

"جیسی حکومت ہو رعایا بھی ویسی ہی ہوتی ہے"

ہماری قوم کا مجموعی مزاج یہ بن چکا ہے کہ تمام امداد حکومت سے لو اور خود کچھ نہ کرو جبکہ یہی مزاج ہماری ہر نئی آنے والی حکومت کا بھی ہوتا ہے کہ بیرونی دنیا سے زیادہ سے زیادہ امداد حاصل کی جائے حکومت یا سربراہ حکومت کے بارے میں تو یہ مقولہ درست ہو سکتا ہے مگر مجموعی اعتبار سے یہ غلط ہے رعایا بھی حکومت کے رنگ میں نہیں رنگی جاتی بلکہ حکومت رعایا پر اپنے عوام کا عکس ہوتی ہے جو رنگ عوام کا ہوتا ہے حکومت اس کا عکس ہوتی ہے جو حکومت تہذیب اور شائستگی میں اپنی رعایا سے آگے بڑھی ہوتی ہے رعایا اسے پیچھے کھینچ لاتی ہے اور جو حکومت کمتر اور تہذیب و شائستگی میں پیچھے ہوتی ہے وہ ترقی کی دوڑ میں عوام کے ساتھ جا ملتی ہے۔

اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو برطانوی (حکومت) قوم تہذیبی اعتبار سے ایک صدی قبل حکومت سے آگے بڑھی ہوئی تھی لہٰذا اس نے حکومت کو آگے کھینچ لیا اس کے مقابلے میں ہندوستانی عوام اپنی حکومت سے کوسوں پیچھے پڑی ہوئی تھی۔ اسے موجودہ حکومت کو پیچھے کی طرف کھینچنے کا زور لگانا شروع کر دیا۔ یہ قدرت کا قاعدہ ہے کہ جیسا مجموعہ قوم کی چال چلن کا ہوتا ہے اس کے موافق اور مناسب حال قانون اور حکومت ہوتی ہے۔

قوم کی ترقی اس قوم کی ہر فرد کی محنت، عزت، ایمان داری اور ہمدردی کے مجموعے کا نام ہے اس طرح قوم کا زوال ہر فرد کی سستی، بے عزتی اور بے ایمانی، خود غرضی اور شخصی برائی کے مجموعے کا نام ہے اگر ہم چاہیں کہ بیرونی کوشش سے برائیوں کو اکھاڑ ڈالیں تو یہ برائیاں زیادہ زور و شور سے پیدا ہو جائیں گی اس لئے ضروری ہے کہ قوم کا ہر فرد ان برائیوں کو ختم کرنے کے لئے ذاتی زندگی، چال چلن اور عادات کو سدھارے۔

خود بخود تو نہ یہ دن رات بدل جائیں گے ہم ہی بدلیں گے تو حالات بدل جائیں گے

جو لوگ اپنی مدد آپ نہیں کرتے، تندرست ہوتے ہوئے بھی، چلنے کے لئے بیساکھیوں کے طلب گار رہتے ہیں۔ دوسروں کی طرف التماس بھری نظروں سے دیکھتے ہیں انہیں غیور اور معزز نہیں کہا جا سکتا۔ غیرت مند قومیں دوسروں سے مدد نہیں لیتیں بلکہ اپنی ہی خاکستر سے بال و پر پیدا کرتی ہیں ان کا عزم بلند ہوتا ہے، ان کی اڑان لاانتہا ہوتی ہے، وہ آسمان کی رفعتوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتیں، وہ صحراؤں میں باغبانی کی بنیاد رکھتی ہیں۔ نتیجہ اس کوشش کا یہ ہوتا ہے کہ صحرا انہیں راستے دے دیتے ہیں سمندر ان کا راستہ نہیں روک سکتے اور بلند و بالا پہاڑ ان کے قدموں تلے بند کے در رے نظر آتے ہیں۔ رکے جو لوگ تو اک آبجو بھی دریا تھی اتر گئے تو سمندر بھی تا کمر نکلے

ہم ترقی یافتہ قوموں پر رشک تو کرتے ہیں لیکن ان کی تقلید نہیں کرتے ان کی بے پناہ ترقی کی وجہ یہ ہے کہ ان قوموں میں ہمیشہ اپنی مدد آپ کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ ترقی قوم کے لئے قوم کے ہر فرد نے محنت کی ہے ان قوموں میں ایسے مشہور، اعلیٰ اور ذہین لوگ شامل ہیں جنہوں نے قومی ترقی کی تاریخ میں اپنا نام ہمیشہ کے لئے چھوڑا اگر غیر مشہور آدمیوں کا بھی ان قوموں کی تاریخ میں ذکر ہے ایک عاجز غریب آدمی جو ساتھیوں کو محنت، پرہیز گاری اور بے غرضی ایمانداری کی مثال بن کر دکھاتا ہے اس کا اس زمانے میں قوم کی بھلائی پر بڑا اثر ہوتا ہے جو قوم اپنی حالت بدلنے کی کوشش نہیں کرتی خدا بھی اس قوم کی حالت نہیں بدلتا آج کل ہمارے ملک میں اپنی مدد آپ کا بہت چرچا ہے حقیقتاً عوام نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ وہ اپنی مدد آپ کے تحت بہت کام کر سکتے ہیں اور دیہاتوں میں بہت لمبی لمبی سڑکیں بنائی گئی ہیں اور کئی چھوٹی موٹی نہریں بھی کھودی گئی ہیں اس کے علاوہ وہ شہروں اور دیہاتوں میں اکثر مقدمات کے فیصلے پنچائتوں کے ذریعے کر دیے جاتے ہیں اپنی مدد آپ پر اس لئے زیادہ زور دیا جا رہا ہے کہ یہاں انگریزوں کے عہد حکومت میں لوگوں کی ذہنیت غلامانہ ہو کر رہ گئی تھی اور غلام کی ایک بری علامت یہ بھی تھی کہ وہ محنتی بہت زیادہ ہوتا ہے لیکن پھر بھی ہر بات کہنے کے لئے اپنے آقا کی طرف دیکھتا ہے اس لئے وہ اپنے آپ کو ہر بات میں بے بس اور مجبور پاتا ہے یہی حال برصغیر کے لوگوں کا ہو گیا تھا۔

ہمارا ملک ترقی یافتہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود دولت کی کمی ہے جتنی خیال کی جاتی ہے ہمارے بہت سے کام ایسے ہیں جو کثیر مالی وسائل کا تقاضا کرتے ہیں اس کے لئے حکومت کی طرف دیکھنے کی بجائے امراء پر لازم آتا ہے جس ملک سے انہوں نے اتنی دولت کمائی ہے اور ابھی مزید دولت کمانے کی خواہشمند ہیں۔ اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

بعض اوقات بیرونی پابندیوں سے وہ باغی ہو جاتا ہے اور اپنی غلطیوں پر پختہ ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے دل سے آواز نکلے اور اس کا ضمیر بیدار ہو اور اللہ کا خوف اسے لغزشوں سے روکے تو اس کے اندر ایک انقلاب آ جائے گا۔ اگر دل کی آواز، گناہوں کے بوجھ تلے دب جائے، ضمیر کی کسک، نیکیوں کو لبیک نہ کہہ سکے اور خدا کا خوف، روح کو گداز نہ کر سکے تو پھر کون سا قانون ہے اور کون سی سختی ہے انسان کو انسان بنا سکتی؟ حقیقت یہ ہے کہ آخرت کے احساس سے ہی نیکیاں جاگتی ہیں اور برائیاں بھاگتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صلاحیتوں سے نوازا ہے فکر و عمل کی بہترین خوبیاں عطا کی ہیں۔ انسان کو شعور کی دولت اس لئے نہیں بخشی گئی کہ وہ دوسروں کی سوچ پر اپنے عمل کی عمارت استوار کرے۔

مشہور مقولہ ہے: "غیرت ہے بڑی چیز جہان تگ و دو میں"

انسان کو نگاہیں اس لئے نہیں دی گئی ہیں کہ وہ دوسرے کے سہارے کے طلب گار رہے ہاتھ اس لئے نہیں دیے گئے کہ وہ کاسہ گدائی پر فخر کرے۔ انسانی فکر کو بھی سربلند ہونا چاہئے اور اس کے ہاتھوں کو بھی غیور۔ غیرت کی ایسی آفاقی سربلندی کا دوسرا نام خودی ہے۔ خودی والا، خوددار بھی ہوتا ہے اور خداداد بھی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے دروازے کو چھوڑنے والا دربدر رسوا اور ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔ بقول شاعر

سہارا جو کسی کا ڈھونڈتے ہیں بحر ہستی میں سفینہ ایسے لوگوں کا ہمیشہ ڈوب جاتا ہے

19۔ تعمیر وطن میں خواتین کا کردار (دو مرتبہ)

زمانہ قدیم سے ہی عورت کو مرد سے کم تر مخلوق سمجھا جاتا رہا ہے۔ آدم کو جنت سے نکلوانے کا ذمہ دار اسے ٹھہرایا گیا۔ دنیا کے پہلے قتل کا موجب بھی اسے قرار دیا گیا۔ قوموں، ملکوں اور انسانوں کے مابین جنگ و جدل کا سبب بھی بعض اوقات اس کے حسن و جمال کو ٹھہرایا گیا۔ چنانچہ وہ عزت کی بجائے نفرت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ وہ لونڈیوں اور کنیزوں کے روپ میں سربازار نیلام ہوتی رہی۔ اسے چراغ خانہ کی بجائے شمع محفل بننے پر مجبور کیا گیا۔ یہاں تک کہ رومیوں نے عورت کو تمام گناہوں کی جڑ قرار دیا۔ یہودیوں میں بھی عورت سے نہایت تحقیر آمیز سلوک کیا جاتا تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ "عورت موت سے زیادہ تلخ ہے"۔ مسیحی تصورات کے مطابق عورت کو شیطان کے آنے کا دروازہ، شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی، قانون قدرت کو توڑنے والی اور

مرد کو غارت کرنے والی قرار دیا گیا۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق عورت تقدیر، موت، جہنم، زہر اور زہریلے سانپ سے بھی زیادہ بدتر گنی جاتی تھی۔ آفتاب اسلام کے طلوع ہونے سے قبل عرب معاشرے میں بھی عورت کو کوئی باعزت مقام حاصل نہ تھا۔ وہ مظلومیت کا پیکر تھی۔ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ لڑکی کی پیدائش کو باعث عار سمجھا جاتا تھا اور بعض اوقات اسے پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا۔ وہ کم سنی میں باپ کی، جوانی میں شوہر کی اور بڑھاپے میں بیٹوں کی خدمت کرتی تھی اور زندگی بھر خود مختار ہونے کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی۔

اسلام نے عورت کو معاشرے میں وہ مقام اور مرتبہ دیا جس کی وہ صحیح معنوں میں حق دار تھی اور یہ مقام و احترام اس سے پہلے اسے کسی مذہب، معاشرے، ملک اور تہذیب نے نہیں دیا تھا۔ اسلام میں عورت کی اہمیت اور احترام مرد کے برابر ہے۔ مرد اور عورت میں یہ مساوات احترام انسانی کی مساوات ہے۔ باہمی سلوک اور رواداری کی مساوات ہے، عزت و تکریم اور محبت و شفقت کی مساوات ہے تاکہ مرد عورت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے جیسا کہ وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے اور اسے اپنے سے کم تر اور اپنی محکوم نہ سمجھے۔ چنانچہ ماں کے روپ میں اس کے قدموں تلے جنت قرار دی گئی۔ بیوی کے روپ میں اسے مرد کا لباس قرار دیا۔ بیٹی کی صورت میں اس کی پرورش کرنے والے کو جنت کی بشارت دی گئی۔ عورت کو باپ کی جائیداد کا وارث ٹھہرایا گیا۔ اسے خاوند کی جائیداد میں سے حق دار قرار دیا گیا۔ اسے حق مہر کا مالک بنایا گیا۔ غرضیکہ وہ عورت جو کبھی ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ اب مالک بن گئی۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ حدیث اور فقہ کی عالم بنیں، دوسروں کو علم سکھا کر زمانے کی استاد قرار پائیں۔ ام عمارہ جیسی بہادر خواتین نے میدان جنگ میں زخمیوں کو پانی پلانے اور ان کی مرہم پٹی کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ وقت پڑنے پر اپنے ہاتھ میں تلوار پکڑ کر دشمنوں کا مردانہ وار مقابلہ بھی کیا اور کربلا کے میدان میں بھائی کی شہادت کے بعد زینب جیسی عظیم خاتون نے جابر و قاہر سلطان کے سامنے حق و صداقت کی آواز کو بلند کر کے یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان خواتین زندگی کے ہر شعبے میں اپنا کردار ادا کر سکتی ہیں۔

موجودہ زمانے میں مغربی تہذیب و تمدن، مغربی افکار اور مغربی تعلیم کے زیر اثر مشرقی ممالک میں یہ احساس پیدا کیا گیا کہ عورت کو گھر کی چار دیواری سے نکل کر دفتروں، بازاروں اور صنعت و حرفت کے مراکز میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنا چاہئے۔ چنانچہ آج کی پڑھی لکھی عورت کی سوچ کا رخ مرد کے ساتھ مکمل مساوات کی طرف ہو گیا ہے اور وہ ہر اس کام کو کرنا اپنا فطری حق سمجھنے لگی ہے جو اس سے پہلے روایتی طور پر مردوں کا حصہ رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت اور مرد انسان ہونے کے لحاظ سے بالکل برابر ہیں اور بہ لحاظ انسانیت یکساں عزت و احترام کے مستحق ہیں لیکن ان کی فطری صلاحیتیں اور قوتیں قطعی طور پر ایک جیسی نہیں۔ دونوں کا جسمانی نظام، جسمانی ساخت اور نفسیاتی ساخت ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ عورت کا پورا جسمانی نظام نرم و نازک ہے اور اسی بناء پر اس کے فرائض مرد کے فرائض سے بالکل مختلف ہیں۔ بچوں کی پیدائش اور پرورش اگر عورت کی ذمہ داری ہے تو معاشی وسائل کی فراہمی جو جسمانی لحاظ سے قدرے مشکل ہے، مرد کی ذمہ داری بنتا ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے قدرت نے دونوں میں مساوات ملحوظ نہیں رکھی۔ اگر ایسی مساوات ملحوظ رکھی جاتی تو پھر انسان کو دو اصناف یعنی مرد اور عورت میں تقسیم کرنا بے معنی ہو جاتا۔ چنانچہ فطری طور پر قدرت نے مرد اور عورت دونوں کی رفاقت کو معاشرتی زندگی کا حسن و کمال قرار دے کر دونوں کی فطری تقسیم کاری کر دی ہے۔ عورت اندرون خانہ کی ذمہ داریاں سنبھالتی ہے تو مرد کی سرگرمیوں کا دائرہ بیرون خانہ کی ذمہ داریاں قرار پاتی ہیں۔ اس تقسیم کار میں اگرچہ بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ عورت کو گھر کی چار دیواری کے اندر ایک چھوٹی سی دنیا میں محدود کر دیا گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ چھوٹی سی دنیا اسے اپنے اندر کئی دنیاؤں کی وسعتوں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ اگر اس چھوٹی سی دنیا کے احوال و معاملات درست ہوں گے تو باہر کی وسیع تر دنیا کے احوال و معاملات بھی درست ہوں گے۔ اور اگر اس چھوٹی سی دنیا میں بگاڑ پیدا ہوگا تو باہر کی وسیع تر دنیا کے بگاڑ کو روکنا بھی ممکن نہ ہوگا۔ پس ضروری ہے کہ اس عظیم اور مقدس فریضے کی انجام دہی کے لئے گھر کی چار دیواری ہی عورت کا دائرہ عمل ہو۔

گھر کی چار دیواری میں رہ کر عورت کا پہلا اور بنیادی کام اپنے بچوں کی صحیح اور اسلامی خطوط پر پرورش کرنا ہے۔ اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ عورت خود تعلیم یافتہ ہو۔ چنانچہ عورتوں کی تعلیم و تربیت خصوصاً ان کا دینی تعلیم سے بہرہ ور ہونا بہت ضروری ہے۔ اس سے ان کے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ دینی بنیادوں پر مستحکم ہو سکتے ہیں۔ کسی دانا کا قول ہے:

"اگر ہم ایک مرد کو تعلیم دیتے ہیں تو صرف ایک فرد کو ہی تعلیم دے رہے ہیں جبکہ ایک عورت کی تعلیم ایک خاندان کی تعلیم کے برابر ہے"

چنانچہ عورتوں کی ابتدائی تعلیم مذہبی ہونی چاہئے اور مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ امور خانہ داری اور مبادیات حفظان صحت جیسے علوم سے بھی انہیں آراستہ کیا جائے کیونکہ اس طرح وہ معاشرے کو صحت مند، توانا، اور تعلیم یافتہ بنا سکتی ہیں۔ اسلامی اصولوں سے واقف ہونے کی بناء پر وہ اپنے بچوں کی اور دوسرے الفاظ میں اپنی آنے والی نسل کی تعلیم و تربیت انہی خطوط پر کریں گی اور اس طرح معاشرے میں صحت مند رجحانات کو رواج دیں گی۔ معروف فاتح نپولین بوناپارٹ نے اس سلسلے میں کہا تھا: "مجھے تعلیم یافتہ مائیں دو، میں تمہیں بہترین قوم دوں گا"

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عورت گھر کی چار دیواری سے باہر نکل نہیں سکتی اور ملک اور معاشرے کی دوسری عملی، ثقافتی، معاشی، سیاسی یا سوشل سرگرمیوں میں بالکل حصہ نہیں لے سکتی۔ دراصل ہمارا معاشرہ مشرقی معاشرہ ہے اگر ہم مغرب کی اندھا دھند تقلید کی دھن میں مغربی معاشرے کی پیروی نہ کریں اور اپنی مشرقی روایات کی پاسداری کرتے ہوئے اپنی حدود میں رہتے ہوئے عورتوں کو زندگی کے دوسرے شعبوں میں کام کرنے دیں تو اس میں قطعی طور پر کوئی حرج نہیں لیکن یہ سب کچھ عورت کو اس احتیاط اور پیش بندی کے ساتھ کرنا چاہیے کہ اس کی یہ سرگرمیاں اس کے خاندانی نظام میں کسی قسم کی خلل اندازی کا باعث نہ بنیں اور وہ اپنے اولین بنیادی فریضے سے غافل نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ان حدود میں رہتے ہوئے معاشرے کے مختلف شعبہ ہائے حیات میں خواتین اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ مثلاً طب کے شعبے میں خواتین نہایت کامیابی سے اپنے فرائض سر انجام دے سکتی ہیں کیونکہ یہ پیشہ ان کے مزاج کے عین مطابق ہے۔ خلوص، نیک نیتی، محبت، ہمدردی عورت کے فطری جوہر ہیں اور اس کے یہ جوہر اس پیشے میں بے حد فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں۔ خواتین ڈاکٹر

... زون کی بیماریوں اور بچوں کے پیچیدہ امراض کا مردوں کی نسبت زیادہ بہتری سے علاج اور نگہداشت کر سکتی ہیں۔ نوبل پرائز حاصل کرنے والی "مدر ٹریسا" نے نرسنگ کے شعبے میں وہ خدمات سرانجام دی ہیں کہ انہیں تا زیست یاد رکھا جائے گا۔

خواتین کے لئے دوسرا اہم شعبہ تعلیم کا ہے۔ بڑے بڑے ماہرین تعلیم اور فلاسفر اس بات پر متفق ہیں کہ جس قدر بہتر انداز سے خواتین چھوٹے بچوں کو ابتدائی تعلیم دے سکتی ہیں اس قدر کوئی اور زیادہ کامیاب اور موثر طریقے سے تعلیم نہیں دے سکتا۔ اس طرح خواتین اساتذہ بچوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں اپنا کردار ادا کر کے ملکی تعمیر و ترقی میں نمایاں، اہم اور بنیادی کردار ادا کر سکتی ہیں۔ اسی طرح اگر بڑی کلاسوں میں لڑکیوں کو صرف اساتذہ ہی پڑھائیں تو بہت سے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ لڑکیوں کے بڑے سکولوں اور کالجوں میں بھی خواتین اساتذہ ہی فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہیں۔

سیاسی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اگر چہ سیاست مردوں کا خاص شعبہ ہے لیکن باصلاحیت خواتین بھی سیاست میں حصہ لے کر ملکی سیاست میں انقلاب پیدا کر سکتی ہیں۔ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، زبیدہ خاتون، چاند بی بی، رضیہ سلطانہ اور ملکہ نور جہاں نے سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا۔ تحریک آزادی ہو یا تحریک معاشرہ، ہر جگہ خواتین نے بہتر خدمات سے موثر اثرات پیدا کئے۔ تحریک پاکستان میں محترمہ فاطمہ جناح، بیگم رعنا لیاقت علی خاں، بیگم شائستہ اکرام اللہ اور بیگم سلمیٰ تصدق حسین نے اپنی اپنی جگہ نمایاں کردار ادا کئے۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی والدہ بی اماں نے اپنے بیٹوں کی تعلیم و تربیت اس طرح کی انہوں نے تحریک آزادی میں ناقابل فراموش کردار ادا کئے۔ تشکیل پاکستان کے بعد آئین پاکستان کی رو سے قومی و صوبائی اسمبلیوں میں خواتین کے لئے ایک تہائی نشستیں مخصوص کر دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اگر وہ عام انتخابات میں حصہ لینا چاہیں تو انہیں کوئی رکاوٹ نہیں۔ اس طرح باصلاحیت خواتین سیاست کے شعبے میں اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کے جوہر دکھا رہی ہیں۔

آج کے دور میں خواتین زندگی کے ہر شعبے سے منسلک ہیں اور نہایت کامیابی سے اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔ تجارت اور صنعتی میدان میں عورت مرد کے شانہ بشانہ کام کر رہی ہے۔ انتظامی امور میں، سائنسی تحقیقات میں، لٹریری اور آرٹ کے شعبوں میں عورت مرد کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہے۔ وہ پولیس اور ملٹری آفیسر بھی ہیں۔ جہاز بھی اڑا رہی ہیں سیلز گرلز بھی ہیں اور ائیر ہوسٹس بھی۔ کلرک، ٹائپسٹ اور پرسنل سیکرٹری کے عہدوں پر تو اب صرف خواتین کا ہی تقرر کیا جاتا ہے۔ ٹی وی پر بھی ان کی اجارہ داری ہے۔ برطانیہ، پاکستان اور بھارت میں تو خواتین وزیراعظم بھی رہ چکی ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف سماجی تنظیموں مثلاً اپوا، ٹی بی ایسوسی ایشن اور خاندانی منصوبہ بندی ہر جگہ خواتین نے اپنی خدمات کے اہم نقوش چھوڑے ہیں۔ زندگی کے بعض شعبے تو خواتین کی طبعی افتاد کے لئے بہت ہی موزوں اور مناسب ہیں جن میں نفسیات، سماجی بہبود، زباندانی، عمرانیات اور سماجی خدمات بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ خواتین کو صرف گھر کی چار دیواری تک محدود رکھا جائے بلکہ اب خواتین مختلف شعبوں سے متعلق ہو کر معاشرتی اور معاشی طور پر معاشرے کی اہم رکن بن کر اہم خدمات سرانجام دے رہی ہیں اور اس طرح نجی اور قومی ہر لحاظ سے معاشرے کے لئے معاون ثابت ہو رہی ہیں۔

اوپر کی گئی بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں اگر چہ عورت کا فطری مقام اس کا گھر ہے جہاں وہ اپنی چھوٹی سی ریاست کی ملکہ اور مالکہ ہوتی ہے۔ اپنے شوہر کی وفاشعار اور اطاعت گزار رفیقہ اور اپنے بچوں کی شفیق اور مہربان ماں ہوتی ہے۔ وہ اپنی اس گھریلو ریاست کے نظام کو درست اور خوشگوار رکھ کر پورے معاشرے کے لئے ایسے حالات پیدا کرتی ہے جن میں قومی ترقی اور پیش قدمی کی راہیں استوار کرتی ہیں۔ وہ زندگی کے اجتماعی معاملات کو سرانجام دینے کے لئے مرد کو ایسی اخلاقی اور روحانی قوت فراہم کرتی ہے جس کے بغیر وہ اپنی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو پوری طرح بروئے کار لانے کے قابل نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ وہ ملکی آبادی کے تقریباً نصف حصے پر مشتمل ہے اس لئے مناسب تعلیم و تربیت اور راہنمائی سے اسے معاشرے اور ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے نہایت مفید اور کارآمد بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ یہ سب کچھ اس احتیاط اور پیش بندی کے ساتھ سرانجام دے کہ اس کی گھر سے باہر کی سرگرمیاں گھر کے اندر کی سرگرمیوں کو متاثر نہ کریں۔ تاریخ شاہد ہے اور تجربے سے عیاں ہے کہ باصلاحیت، باکردار اور ہنرمند خواتین نے ہمیشہ اپنی گھریلو ذمہ داریاں نہایت کامیابی سے سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کے لئے بھی اہم خدمات سرانجام دی ہیں، معاشرے میں عورت کی اہمیت کے بارے میں علامہ اقبال کا شعر ہے:

مکالمات فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن　　اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطوں

-----2017-----

20۔ کمپیوٹر دور حاضر کی اہم ترین ایجاد　　(2 مرتبہ)

کمپیوٹر بلاشبہ موجودہ دور کی سب سے حیرت انگیز اور اہم ایجاد ہے۔ موجودہ دور کمپیوٹر کا دور ہے اور کمپیوٹر تقریباً ہر شخص کی روزمرہ زندگی کا جزو لازم بن چکا ہے۔ گزشتہ تین دہائیوں سے کمپیوٹر نے علم کے مختلف شعبوں میں تہلکہ مچا رکھا ہے، اور یہ انجینئرنگ طب سائنس، تجارت، اکاؤنٹس، معلمی اور دیگر شعبوں کی ضرورت بن چکا ہے۔ کمپیوٹر نے ان شعبوں کی کارکردگی کو حیرت انگیز طور پر کئی گنا بڑھا دیا ہے۔ وہی کام جو پہلے گھنٹوں میں ہوتے تھے اب کمپیوٹر کی مدد سے سیکنڈوں میں پہلے سے کہیں زیادہ بہتر انداز میں انجام دیے جا رہے ہیں۔

اگر ہم کمپیوٹر کی تاریخ کھنگالنا چاہیں تو نظر تاروں میں پروئے ہوئے چند دانوں پر مشتمل چھوٹے سے آلے گن تارا (ABACUS) پر پڑتی ہے جسے دو ہزار سال قبل چینیوں نے حساب کتاب اور گنتی کے لیے تیار کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ "ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔" چنانچہ جیسے جیسے اعداد و شمار سے متعلق ضروریات بڑھتی گئیں یہ آلہ بھی ترقی کرتے کرتے موجودہ کمپیوٹر کی شکل اختیار کرنے لگا۔ کمپیوٹر کا نظریہ سب سے پہلے ایک سائنس دان "مسٹر بریم ٹیوانگ" نے پیش کیا تھا اور پہلا برقی ڈیجیٹل کمپیوٹر 1944ء میں بنایا گیا جسے "مارک ا" کا نام دیا گیا۔ کمپیوٹر ترقی کرتے کرتے سپر کمپیوٹر کی شکلوں میں ہماری زندگیوں کو سہل بناتے چلے گئے۔

ابتدا میں کمپیوٹر کا سائز بڑا تھا مگر کام کی رفتار کم۔ آہستہ آہستہ کمپیوٹر کا سائز کم اور کارکردگی بہتر ہوتی چلی گئی۔ کمپیوٹر نے عمارت کے سائز سے لے کر بریف کیس کے حجم تک آنے میں مختلف شکلیں بدلی ہیں۔ چپ (CHIP) کی ایجاد نے کمپیوٹر کو نئی شکل اور نیا جنم عطا کیا ایک اونس کی یادداشتی چپ جو ایک مربع سینٹی میٹر حجم کی حامل ہوتی ہے اپنے اندر پورے کمپیوٹر کی ضرورت کے مطابق حافظہ رکھتی ہے۔ اب تو "پاکٹ سائز" کمپیوٹر بھی مارکیٹ میں آچکے ہیں۔

کمپیوٹر موجودہ دور کی ایک محیر العقول ایجاد ہے، جس نے انسانی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ کمپیوٹر کا لفظ کمپیوٹ (Compute) سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں "حساب کتاب کرنا" کمپیوٹر دراصل ایک الیکٹرانک آلہ ہے جو مشکل سے مشکل سوال کا جواب بھی پل بھر کی تاخیر کے بغیر دے سکتا ہے۔ آپ پیچیدہ سے پیچیدہ سوال اس کے حوالے کر دیں کمپیوٹر پلک جھپکنے میں اس کا انتہائی درست جواب دے کر آپ کو مطمئن کر دے گا۔ کمپیوٹر بالکل انسانی دماغ کے طرز عمل پر کام انجام دیتا ہے اور موجدوں نے اس کے تمام پرزے انسانی دماغ کے طرز پر تیار کیے ہیں۔ لیکن ذہین سے ذہین انسان کو بھی مشکل سوالات کے حل کیلئے کچھ وقت درکار ہوتا ہے جبکہ کمپیوٹر اس کا جواب اتنی تیزی اور حاضر جوابی سے دیتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

کمپیوٹر معلومات کو گڈمڈ نہیں ہونے دیتا اور جو چیز ایک مرتبہ کمپیوٹر کے حافظے میں ذخیرہ کر دی جائے وہ پھر کبھی اس کی یادداشت سے خارج نہیں ہوتی اور کمال تو یہ ہے کہ ان معلومات کو تلاش کرنے کیلئے نہ الماریاں کھنگالنے کی ضرورت پڑتی ہے نہ کتابوں کی ورق گردانی کی۔ ضرورت بس وقت پڑنے پر بٹن دبانے کی ہوتی ہے کہ پلک جھپکنے سے پہلے مطلوبہ معلومات نگاہوں کے سامنے آجاتی ہیں۔ کمپیوٹر کی یادداشت بہت وسیع ہوتی ہے، جن معلومات کو محفوظ رکھنے کے لیے عمارت کم پڑ جائے وہ ایک مختصر سے کمپیوٹر میں باآسانی سما سکتی ہیں۔ کمپیوٹر انسانی عقل کا شاہکار ہے۔

چھو لے نہ بندگی کہیں دامن خدائی کا
معراجِ ارتقائے بشر دیکھتا ہوں میں

کمپیوٹر کی بنیادی طور پر دو اقسام بیان کی جاتی ہیں۔ "اینالاگ (ANALOG) کمپیوٹر" اور "ڈیجیٹل (DIGITAL) کمپیوٹر" اینالاگ کمپیوٹر پیمائشی مقاصد کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ گھڑی، تھرمامیٹر اور سپیڈومیٹر جیسے مفید آلات اسی قسم کے زمرے میں آتے ہیں۔ ڈیجیٹل کمپیوٹر حسابی اور فنی مقاصد کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ یہ سائنسی اور مختلف پیشہ وارانہ میدانوں میں یکساں کارآمد ہیں۔ کیلکولیٹر، ڈیجیٹل گھڑی، موبائل اور جدید کمپیوٹر وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔ اجزاء کے لحاظ سے کمپیوٹر کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ (i) درآمدی یونٹ (Input) (ii) پروسیسنگ یونٹ (CPU) (iii) برآمدی یونٹ (Output) کی بورڈ اور ماؤس درآمدی آلات جبکہ مانیٹر (Monitor)، پرنٹر (Printer) وغیرہ برآمدی آلات کی مثالیں ہیں۔ کمپیوٹر درآمدی آلات کی مدد سے ہم سے ہدایات موصول کرتا ہے، پروسیسنگ یونٹ میں انتہائی برق رفتاری اور درستی کے ساتھ ان ہدایات پر عمل ہوتا ہے اور برآمدی یونٹ فوراً نتائج کو ظاہر کر دیتا ہے۔

کمپیوٹر کی دنیا اک طلسماتی دنیا ہے۔ جس کے ہوش رُبا اثرات جابجا ہر شعبہ زندگی میں بکھرے نظر آتے ہیں۔ جس شعبے کی جانب نظر دوڑاؤ وہیں کمپیوٹر فعال کردار ادا کرتا نظر آتا ہے۔

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

کمپیوٹر ایک مشینی دماغ ہے اور یہ ہر مشینی دماغ سائنسی تحقیقات میں انسانی دماغ کی بہت امداد کرتا ہے۔ ریاضی کے پیچیدہ مسائل اور لمبے چوڑے حساب کتاب کمپیوٹر نے انتہائی سہل بنا دیئے ہیں اور کمپیوٹر کی مدد سے غلطی کا امکان بھی بہت کم ہو گیا ہے۔ طب کے میدان میں بھی کمپیوٹر نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ بیماریوں کی تشخیص اور علاج میں اس ایجاد سے بہت مدد ملتی ہے۔ انجینئر جو بڑی بڑی بلند و بالا عمارتیں، پل، ڈیم اور سڑکیں بناتے ہیں، وہ ان کے نقشے کمپیوٹر ہی کی مدد سے تیار کرتے ہیں۔ کمپیوٹر نہ صرف کسی منصوبے کی کامیابی یا ناکامی کے بارے میں بتاتا ہے بلکہ اس کو بہتر بنانے کیلئے مفید مشورے بھی دیتا ہے۔

حکومتی سطح پر بھی کمپیوٹر سے مختلف اہم کام لیے جاتے ہیں۔ انکم ٹیکس کے گوشوارے کمپیوٹر کے ذریعے تیار کیے جاتے ہیں۔ ملازموں کی تنخواہوں کا حساب کتاب اسی کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ ٹریفک سگنلز کو کمپیوٹر کنٹرول کرتا ہے۔ پانی، بجلی، گیس وغیرہ کے بل کمپیوٹر ہی کے ذریعے تیار کیے جاتے ہیں۔ پولیس کے محکمے میں کمپیوٹر کے ذریعے مجرموں کے خاکے تیار کیے جاتے ہیں تاکہ مجرم کی شناخت کو آسان بنایا جا سکے۔

دفاتر میں بھی مختلف کھاتوں کا کام کمپیوٹر ہی کے سپرد ہے اور اکاؤنٹس کا محنت طلب کام اب چند لمحوں میں ہونے لگا ہے۔ مختلف دفتری ریکارڈز کی حفاظت کا کام بھی کمپیوٹر کی مدد سے آسان ہو گیا ہے۔ فیکٹریوں اور کارخانوں میں کمپیوٹر کا استعمال ضرورت بنتا جا رہا ہے۔ فیکٹریوں میں جہاں کوالٹی کنٹرول کی سخت ضرورت پڑتی ہے اگر کام معیار سے گرے تو کمپیوٹر فوری طور پر اس کی اطلاع فراہم کر دیتا ہے۔ تجارت و صنعت اور کاروباری میدانوں میں بھی کمپیوٹر انتہائی فعال کردار ادا کر رہا ہے۔

بنکنگ کے میدان میں تو کمپیوٹر جزو لازم بن چکا ہے۔ بنک اپنے ماہانہ اور سالانہ کھاتوں کا حساب اور گنتی کمپیوٹر ہی کے ذریعے کرتے ہیں۔ بنکوں میں لین دین کا جدید نظام کمپیوٹر ہی پر منحصر ہے۔ آپ کہیں بھی موجود ہوں متعلقہ بنک کی کسی بھی شاخ سے رقم نکلوا سکتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں زراعت کے کام میں بھی کمپیوٹر کے استعمال کی بدولت کافی ترقی ہوئی ہے۔ کپڑے کی صنعت میں کپڑوں کی ڈیزائننگ سے لے کر تیاری تک تمام مراحل کمپیوٹر ہی کے ذریعے طے کیے جاتے ہیں۔

اب تو ملکی دفاع میں بھی کمپیوٹر اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ کئی جنگی ہتھیار کمپیوٹرائزڈ ہیں، جو دشمن کے جہازوں وغیرہ کا نہ صرف کھوج لگاتے

جب بلندی میں ٹارگٹ پر نشانہ باندھ کر اس کو تباہ بھی کرتے ہیں۔ راکٹ اور خلائی جہاز بھی کمپیوٹر ہی سے اڑائے اور کنٹرول کیے جاتے ہیں اور چاند پر انسان کا قدم رکھنا بھی اس معجزہ نما ایجاد کے بغیر ناممکن تھا۔ مصنوعی سیارے اور سیٹلائٹ نظام بھی کمپیوٹر ہی کے تحت کام کرتے ہیں۔

چاند تارے اب تو گردِ راہ ہیں کم ہو گئے
کون سی منزل کے عازم ہیں الٰہی دیوانے ہم

کمپیوٹر، ہوائی جہاز کی اڑان، رفتار، بلندی اور سمت کے تعین میں پائلٹ کی مدد بھی کرتے ہیں۔ جہاز کی مشینری میں کسی قسم کی خرابی ہو جائے تو کمپیوٹر اس کی اطلاع بھی دیتا ہے اور خرابی کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ موسم کی پیشن گوئی بھی اب کمپیوٹر کی مدد سے زیادہ آسان اور موثر ہو گئی ہے۔ تعلیمی میدان میں بھی کمپیوٹر کا استعمال بڑے پیمانے پر ہونے لگا ہے کتابوں کی طباعت اور اشاعت وغیرہ کا کام اب کمپیوٹر کمپیوزنگ کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔ اور طباعت کی دنیا میں کمپیوٹر نے انقلاب برپا کر دیا ہے۔ کمپیوٹر میں استعمال ہونے والی مختصر سی یادداشتی پلیٹ (سیڈی، ڈسک وغیرہ) میں ہزار ہا صفحات کی کتابیں محفوظ کی جا سکتی ہیں۔ مختلف قسم کے تعلیمی نتائج بھی کمپیوٹر کی مدد سے مرتب کیے جا رہے ہیں۔ طالب علموں کے لیے کمپیوٹر اہم ضرورت بن چکا ہے۔ جس سے ان کو بے پناہ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ تدریسی طریقوں میں بھی کمپیوٹر کے استعمال سے خاصی جدت پیدا ہوئی ہے۔ اور اب اساتذہ لیکچر کے دوران پروجیکٹر کا استعمال کرتے ہیں جس کی بدولت وہ اپنی بات زیادہ بہتر دلچسپ اور موثر انداز میں طالب علموں تک پہنچا سکتے ہیں۔ کتب خانوں میں بھی اب کتب کا اندراج کمپیوٹر میں ہونے لگا ہے جس کی وجہ سے کسی بھی موضوع سے متعلقہ کتاب کی تلاش اب چنداں مشکل نہیں رہی۔

کمپیوٹر، کام کے ساتھ ساتھ تفریحِ طبع کا سامان بھی مہیا کرتا ہے۔ کمپیوٹر پر مختلف دلچسپ کھیل بھی کھیلے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ سی ڈیز کے ذریعے فلمیں اور دیگر دلچسپ پروگرام بھی کمپیوٹر پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ ٹی وی کی تمام تشریحات کمپیوٹر ہی کے ذریعے کمپوز کی جاتی ہیں۔ بچوں کیلئے پیش کیے جانے والے طرح طرح کے کارٹون بھی کمپیوٹر ہی تیار کرتا ہے۔ ہوائی محکمہ اور ریلوے کا محکمہ مختلف ہوٹلز اپنی بکنگ کمپیوٹر ہی کے ذریعے کرتے ہیں۔ فیکس (FAX) مشین بھی کمپیوٹر ہی سے منسلک ہوتی ہیں اور موبائل فون اور روبوٹ کی کارکردگی میں بھی کمپیوٹر ہی کارفرما ہے۔

"انٹرنیٹ" جو موجودہ دور کی اہم ضرورت بن چکا ہے اور جس نے معلومات کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے اور دنیا کو گلوبل ولیج میں تبدیل کر دیا ہے۔ اب دوسرے ممالک میں بسنے والے عزیزوں سے بات چیت کوئی مسئلہ ہی نہیں نہ صرف ان کی آواز سنی جا سکتی ہے بلکہ ساتھ ساتھ ان کی تصویر بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ انٹرنیٹ کی بدولت پوری دنیا کے لوگ ایک دوسرے کے قریب آ گئے ہیں۔ چیٹنگ کی بدولت دوستی اور سماجی تعلقات میں اضافہ ہو رہا ہے۔

انٹرنیٹ موجودہ دور میں معلومات کے حصول کا سب سے سستا اور موثر ترین ذریعہ ہے جہاں ایک لفظ لکھنے پر معلومات کا ڈھیر سامنے آ جاتا ہے۔ انٹرنیٹ پر آن لائن بہت سی سہولیات دستیاب ہیں، جن سے بوقتِ ضرورت استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ انٹرنیٹ کی مدد سے ایسے نئے موضوعات پر بھی معلومات مل جاتی ہیں جو ابھی کتابوں میں نہیں آئے ہوتے۔ آن لائن اخبار کی سہولت بھی میسر ہے۔ مختلف یونیورسٹیاں اور تحقیقی ادارے انٹرنیٹ کے ذریعے آپس میں منسلک رہتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر مختلف آن لائن کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔ کمپیوٹر پر قرآن سے متعلق معلومات کا بھی ایک عظیم ذخیرہ موجود ہے جس سے استفادہ کر کے قرآن فہمی میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

کاروباری میدان میں بھی انٹرنیٹ کے کارنامے کچھ کم نہیں۔ مختلف کاروباری کمپنیاں انٹرنیٹ کے ذریعے اپنی مصنوعات کی تشہیر کرتی ہیں جس سے مقابلہ بازی کے مثبت رجحان میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔ انٹرنیٹ کو بلاشبہ ایک بہت بڑی "کاروباری اور اشتہاری کمپنی" بھی کہا جا سکتا ہے۔ کئی کمپنیاں آن لائن کاروبار بھی کر رہی ہیں، جس سے لین دین میں خاصی آسانی ہو گئی ہے۔ بے روزگار افراد کو انٹرنیٹ کے ذریعے ملازمت کے حصول کے مختلف مواقع اور ذرائع سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ انٹرنیٹ کچھ آن لائن ملازمتیں بھی پیش کرتا ہے۔

ہر سائنسی ایجاد کی طرح جہاں کمپیوٹر کے بے شمار فوائد ہیں وہاں کچھ نقصانات بھی ہیں۔ مختلف شعبوں میں کمپیوٹر کے استعمال سے انسان آرام طلب اور کاہل ہوتا جا رہا ہے نیز دماغی صلاحیتوں کا استعمال کم سے کم ہوتا جا رہا ہے۔ کمپیوٹر بیک وقت کئی لوگوں کے حصے کا کام کر سکتا ہے جس سے مختلف شعبوں میں بے روزگاری کی شرح بڑھتی جا رہی ہے۔ ایک ننھا منا وائرس کمپیوٹر میں داخل ہو کر اس کے سارے نظام کو تہ و بالا کر سکتا ہے جس سے وسیع پیمانے پر نقصانات کا خدشہ رہتا ہے۔

انٹرنیٹ کے مضر اثرات کو بھی کمپیوٹر کے نقصانات میں ہی گردانا جا سکتا ہے۔ انٹرنیٹ پر جہاں مفید اور معلومات افزا "ویب سائٹس" بڑی تعداد میں موجود ہیں وہاں مخربِ اخلاق اور گھٹیا مواد پر مبنی ویب سائٹس کی بھی کمی نہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعے مذہبی تعصب کو بھی ہوا دی جا رہی ہے اس کے علاوہ اہم ملکی راز افشا ہونے کا خطرہ بھی موجود رہتا ہے۔ انٹرنیٹ پر دھوکا دہی عام اور (Hacking) کے ذریعے دوسروں کی معلومات چوری کرنا بھی عام ہے۔ بچوں اور بڑوں کی ایک بڑی تعداد کمپیوٹر اور انٹرنیٹ پر فضول گفتگو میں اپنا قیمتی وقت برباد کر رہی ہے۔ لیکن ان سب مضر اثرات کے باوجود کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے مثبت اثرات نسبتاً زیادہ ہیں اور کمپیوٹر بلاشبہ موجودہ صدی کی ایک بڑی نعمت ہے۔

الغرض کمپیوٹر ایک حیرت انگیز، عجیب مگر موثر، شاندار اور کرشماتی ایجاد ہے، جس پر عقل دنگ ہے۔ کمپیوٹر کی ایجاد انسانی دماغ ہی کا کرشمہ ہے۔ کمپیوٹر کی اپنی کوئی عقل نہیں ہوتی اور یہ انسانی عقل ہی سے ہدایات اخذ کرتا ہے۔ انسانی دماغ کا ایک ایک خلیہ اپنے اندر ایک مکمل کمپیوٹر آباد کیے ہوئے ہے اور "ننھا دماغ" اس کے آگے کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ ضرورت صرف انسانی دماغ کے صحیح استعمال کی ہے۔ تحقیق کے مطابق ابھی تک انسان نے اپنے دماغ کا انتہائی معمولی حصہ صرف کیا ہے اور اسی کی بدولت حیرت انگیز ایجادات کا ڈھیر لگا دیا ہے اور اب بھی عروج کی لاتعداد منازل طے کر رہا ہے۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

(4 مرتبہ)

21۔ "دہشت گردی اور ہمارا معاشرہ"

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّ وبیاں

کائنات کو تخلیق کیا گیا تو انسان کیلئے ایک شرف حاصل ہوا۔ انسان کو باقی تمام مخلوقات پر برتری دی گئی اور فرمادیا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ کائنات کی تخلیق کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگ آپس میں پیار، محبت، شفقت، خلوص جیسی صفات کو بڑھائیں۔ انسان میں شعور پیدا ہوا اور شعور بڑھنے کے ساتھ ساتھ مفادات میں اضافہ اور مفادات کے ساتھ ساتھ ضرورتوں میں اضافہ ہوا جبکہ انسان میں اخلاقی تقاضے بیدار نہ ہوئے۔ یہی وجہ تھی کہ اخلاقی طور پر مضبوط نہ ہونے کے باعث انسان کو خود غرضی نے گھیر لیا۔ انسان اپنے مفادات کے حصول کی خاطر ہر جائز ناجائز کام کرنے لگا۔ مفادات و ضروریات کیلئے دوسرے کی جان کا دشمن بن گیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

''خود غرضی جہاں انسان کا شیوہ بن جاتی ہے وہاں اخلاقی قدریں ماند پڑ جاتی ہیں۔''

بغض، حسد، خود غرضی، منافقت، ہوس پرستی، علاقائیت، ایسی برائیاں ہیں جو اخلاقیات کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔ ماضی میں نظر دوڑائیں تو معلوم پڑے گا کہ عرب کے لوگ ان برائیوں میں ملوث رہے ہیں۔ عرب کے لوگ گھوڑا آگے بڑھانے پر جھگڑا کرتے تھے۔ دوسروں کی ضروریات کو پس پشت ڈال کر صرف اپنے مفادات حاصل کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا تھا۔ اس کیلئے وہ قتل یا پھر خون ریزی کا سہارا لیتے تھے۔ عدم مساوات اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم بھی ان مسائل کو ہوا دیتی ہے۔ اس وجہ سے امیر طبقہ امیر تر اور غریب طبقہ غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

اپنے مفادات و ضروریات کی تکمیل کے لئے دوسروں کی جان لینا دہشت گردی کہلاتا ہے۔ مختلف برائیاں دہشت گردی میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔ لیکن دوسرے ممالک کی نسبت یہ صورتحال پاکستان میں گھمبیر تر ہوتی جارہی ہے۔ اس ملک میں ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس'' کا سارواج ہے یہی وجہ ہے کہ دہشت گردی موجودہ دور کا ناسور بن چکی ہے۔

اس مسئلے کو ایک گھر کی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے اگر گھر میں سربراہ کا مکمل کنٹرول ہوگا تو افرادِ خانہ ٹھیک رہیں گے۔ بالکل اسی طرح یہ دنیا اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہے۔ لہٰذا جس کا گھر ہو اسی کا حکم چلنا چاہیے۔

چاہے کوئی بھی پریشانی ہو مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم مذہب سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں بلکہ حقیقتاً ہمیں زندگی کے ہر مسئلے کے لئے مذہب کی رہنمائی درکار ہے۔

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں محفلِ انجم بھی نہیں

مذہب دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ قرآن اور سنت۔ ان کے بغور مطالعے سے معلوم پڑے گا کہ مذہب انسان کو امن و امان کی دعوت دیتا ہے۔

''اسلام امن و امان اور سلامتی کا گہوارہ ہے۔''

قرآن مجید میں اس کی مثال یوں دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! آپس میں صلح رکھو۔''

حضور اکرم ﷺ کے دور میں بھی ہمیں وہی امن و امان نظر آتا ہے جو اسلام نے دیا ہے۔ آپ ﷺ کے دور میں کسی کو کسی سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ سب میں کوئی فرقہ بندی، نسلی یا جغرافیائی تعصبات نہ تھے۔ دورِ رسالت میں آپ ﷺ فرماتے تھے کہ یہ دنیا اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس میں خلوص و ہمدردی پھیلانا چاہیے۔ آپ ﷺ نے تو ایک موقع پر یہ فرمایا تھا۔

''صنعا سے لے کر حضر موت تک ایک سوار آسانی سے گزر جائے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔''

نبی آخر الزمان ﷺ نے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے برابر ٹھہرایا، جبکہ مسلمانوں کو تعلیم دی کہ ان کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان بھائیوں کو امان ملنی چاہئے۔

حالی محبت اور بھائی چارے کا درس یوں دیتے ہیں۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

مسلم قوم کی حقیقت یہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی تکمیل کرے۔ وقت کے ساتھ ساتھ طبقاتی نظام بڑھتا گیا اور قوم غفلت میں پڑ گئی۔ درجہ بندی نے انسان کو اندھا کر دیا۔ یہاں تک کہ دہشت گردی میں بہت سے عظیم رہنما جاں بحق ہو گئے۔

سب برائیوں کی جڑ مذہب سے انحراف ہے۔ ہم جب تک مذہب کی پیروی کرتے رہے اور صراط مستقیم پر رہے ہم پوری دنیا پر حاکم رہے۔
ملت مسلماں کی تو تاریخ مثال دیتی ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اور پھر

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

لہٰذا مذہب سے رُوگردانی اور احکامات الٰہی کی نافرمانی قوم کی تباہی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔
قوم فرد سے بنتی ہے۔ قوم کو ٹھیک کرنے کیلئے فرد کو ٹھیک ہونا پڑے گا۔ فرد با کردار ہو ملت میں خودی ہو ایسی قومیں دنیا پر راج کرتی ہیں۔
اجتماعی برائی انفرادی برائی کی وجہ سے ہوتی ہے اور اسے ختم کرنے کیلئے انفرادی کاوشیں ہی کرنا پڑتی ہیں۔
اقبال کے مطابق:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

طبقاتی نظام، بیرونی ممالک کی مداخلت بھی اس ظلم کو ہوا دیتے ہیں۔
''ہمیں بحیثیت قوم اپنے اندر خودی اور خودداری کی صفات پیدا کرنا ہوں گی۔''
چین کی تاریخ میں ہمیں ایسی کوئی بھی چیز نظر نہیں آتی جو خودداری سے الگ ہو۔ چین کے مشہور لیڈر ماؤزے تنگ کے مطابق
''جب لوگ صرف ہجوم نہیں بلکہ ایک طاقت ہوں تو وہ قوم کہلانے کے قابل ہیں''
پاکستان میں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ پاکستان اس وقت اندرونی اور بیرونی سازشوں میں جکڑا ہوا ہے۔ 1974ء میں جب دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس میں یہ طے پایا کہ اسلامی بلاک بنے گا۔ ہم UNO کو نہیں مانتے تبھی ملت اسلامیہ کے خلاف سازشیں شروع ہوئیں۔ شاہ فیصل کا قتل، بھٹو کی پھانسی، لیبیا پر حملہ اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔
سرسید کے مطابق: ''بیرونی کوششوں سے اگر برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ برائیاں کسی نئی صورت میں اس سے بھی زیادہ زور و شور سے پیدا ہوتی ہیں۔''

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

بے شک ہم نے انگریز سے آزادی حاصل کر لی لیکن ہم ذہنی طور پر انگریز ہی کے غلام ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔

''یہود و نصاریٰ تمہارے کبھی دوست نہیں ہو سکتے''

(القرآن)

دیئے گئے مقولے میں انسانوں اور قوموں کا تجربہ جمع ہے۔ جو قوم اپنی مدد آپ کے جذبے کی بجائے دوسروں کی مدد قبول کرتی ہے اس کی غیرت و عزت جاتی رہتی ہے اور ایسی قوم ذلیل ہوتی ہے۔
دہشت گردی کے باعث پاکستان سمیت دوسرے ممالک میں بھی وحشیانہ تشدد ہو رہا ہے۔
اصل علم میں نور ہے، اخلاقیات ہے، فلسفہ ہے۔ علم کے نور ہی سے کم علمی، جہالت، گمراہی کے اندھیروں کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم عربی زبان نہیں جانتے جبکہ قرآن اور احادیث عربی میں ہیں، لوگ حفظ تو کر لیتے ہیں جس کا بہت بڑا درجہ ہے لیکن زبان نہ جاننے کی وجہ سے انہیں یہ علم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید میں زندگی گزارنے کیلئے کن اصولوں، قواعد، احکامات اور ہدایات کا پابند بنایا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرامین کا مفہوم کیا ہے؟ ان فرامین اور علوم پر عمل پیرا ہونے کی بجائے چند نام نہاد لوگ بیرونی سازشوں کا شکار ہو کر خودکش حملے اور دہشت گردی میں ملوث ہیں اور اسلام اور پاکستان کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

اسلام ایک وسیع مذہب ہے اس کو ان حضرات نے محدود کر دیا ہے۔ مذہب سے ڈراتے ہیں مذہب کے نام پر قتل کرواتے ہیں۔ فرقہ پرستی کا شکار یہ قوم دین اور انسانیت سے دور جا چکی ہے۔

تعلیمی ادارے فن اور زبانیں تو سکھاتے ہیں لیکن کردار کی تخلیق نہیں کر رہے با کردار انسان کو بھی مذہب کے نام پر بے کردار بنایا جا رہا ہے۔

ایک وہ بھی دور تھا جب اقبال کہا کرتے تھے:

تیرے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے ساز فطرت میں تجھ سے بڑھ کر نوا کوئی

دہشت گردی کی ایک اور سنگین وجہ مخلص قیادت کی کمی ہے۔

اس ملک کے سربراہان میں سیاست دان تو بہت آئے مگر لیڈر کوئی نہیں آیا۔ اس میں قوم کے اندر سیاسی شعور کا فقدان بھی کارفرما ہے۔ کسی سیاسی تبصرہ نگار نے کیا خوب لکھا ہے:

''اس قوم کے دو گناہ کبھی معاف نہیں ہوں گے جنرل ضیاء کا برسر اقتدار آنا اور جنرل مشرف کا اقتدار پر قبضہ کرنا''

ان دو امریکی تحفوں اور 71-1970 میں یحییٰ خان کی غداری نے اس ملک کی تباہی میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اور یہیں سے باضابطہ دہشت گردی کی بنیاد پڑی۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

''نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسا مجموعہ قوم کے چال چلن کا ہوگا اُسی کے موافق اور مناسب حال گورنمنٹ ہوگی۔''

دہشت گرد اور طالبان کا نام اکٹھا لیا جاتا ہے۔ اس کی تاریخ یہ ہے کہ یہی طالبان ماضی قریب میں مجاہدین کہلاتے تھے۔ امریکا اور جنرل ضیاء کی پیداوار انھی طالبان کا روس کو شکست دینے میں اہم کردار رہا تھا۔ بعد میں ان کو تنہا چھوڑ دیا گیا تو انہوں نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر افغانستان پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح امریکہ کو اس علاقے میں آنے کا جواز مل گیا۔ وہی مجاہدین جو کبھی امریکا کیلئے لڑتے تھے۔ آج امریکا انھی کو دہشت گرد ٹھہراتا ہے۔ حالانکہ خود امریکا کی پالیسیاں سب سے بڑی دہشت گردی ہیں۔ ہماری خارجہ اور داخلہ پالیسی کمزور اور امریکا زدہ ہونے کی بدولت اَب یہی جنگ ہمارے وطن میں داخل ہو چکی ہے۔

پاکستان کی صورتحال افغانستان سے مختلف ہے۔ افغان طالبان کا خیال ہے کہ وہ اپنے ملک کو امریکی تسلط سے آزاد کرانا چاہتے ہیں۔ جبکہ پاکستانی طالبان اپنے ہی ملک اور حکومت کے خلاف ہیں وہ ملک کو تسلیم کرتے ہیں نہ حکومت کو۔ بدقسمتی سے وہ اسے نام نہاد جہاد کا نام دیتے ہیں۔ جبکہ تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ اسلامی ریاست میں رہنے والے اپنے ہی ملک اور حکومت کیخلاف جہاد نہیں کر سکتے۔ تاریخی لحاظ سے جن علاقوں میں طالبان موجود ہیں وہ پہلے سمگلنگ کے روٹس تھے۔ افغانستان میں طالبان نے زور پکڑا تو یہاں بھی بہت سے گروہوں نے اسلام کو ایک حفاظتی شیلڈ بنا کر طالبان کا روپ اختیار کر لیا۔ جبکہ اصل طالبان کہیں گم ہو گئے۔ ان کی جہالت کی انتہا یہ ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم کو گناہ سمجھتے ہیں اور لڑکیوں کے سکول اور کالجوں کو تباہ کر دیتے ہیں۔

دہشت گرد مختلف تنظیموں کے زیر اثر کام کرتے ہیں۔ بیرونی ہاتھ، غربت اور فرقہ واریت بھی اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ غریب اور بے روزگار نوجوان ''را'' ''موساد'' ''سی۔ آئی۔ اے''، اور دوسری ایجنسیوں کے ایجنٹ بن کر بھاری رقم وصول کرتے ہیں اور بے گناہ عوام کی جان سے کھیلتے ہیں جس سے ملک میں افراتفری اور خوف وہراس کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ بعض اوقات دہشت گردی عوام کے احتجاج ور دِعمل کی ایک صورت بھی ہوتی ہے۔ آج کا اہم ترین مسئلہ سائنس کی برق رفتار ترقی بھی ہے۔ جس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دین و مذہب علیحدہ نہیں ہیں ہمارا مذہب ہمیں جدید تحقیق کی اجازت دیتا ہے۔ سائنسی ایجادات راحت فراہم کرتی ہیں، البتہ ان ایجادات کا غلط استعمال دہشت گردی کا باعث بنتا ہے۔ مذہب سائنس اور سیاست سب کو ملا کر چلنے میں ہماری نجات ہے اور اسی میں ہماری ترقی و خوشحالی ہے۔

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

دہشت گردی، تخریب کاری، بدعنوانی، دھونس اور دھاندلی، وہ معاشرتی برائیاں ہیں جن کی بنیاد ایک ہے اور وہ ہے راتوں رات امیر بننے کی خواہش۔

دہشت گردی سے نجات حاصل کرنے کیلئے ہمیں مکمل طور پر اسلامی نظام حکومت اپنانا ہوگا یہی وہ مکمل نظام ہے جس میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔

اس کے سدِ باب کیلئے انفرادی، اجتماعی اور حکومتی سطح پر کوششوں کی ضرورت ہے۔

ایک طالب علم کی حیثیت سے ہمیں یہ ذمہ داری لینی ہوگی کہ ہم اپنے آپ کی اصلاح کریں اور بیرونی ممالک کو اپنے ملک کے مفادات میں اور معاملات میں مداخلت سے روکنے کی کوشش کریں تاکہ ہمارا ملک امن کا گہوارہ بن جائے۔

(آمین)

کیونکہ:

"قومی ترقی شخصی غیرت، شخصی عزت، شخصی ایمان داری کا مجموعہ ہے۔"

گفتگو سے نہ یہ شاعری سے جائے گا
عصا اٹھاؤ کہ فرعون اسی سے جائے گا
اگر ہے فکرِ گریباں تو گھر میں جا بیٹھو
یہ وہ عذاب ہے دیوانگی سے جائے گا

حبیب جالب

-----2019-----

22۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دو آنکھوں سے نوازا ہے اور آنکھیں خواب دیکھتی ہیں۔ حال کیا ہے اور ماضی کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حال ہی ماضی ہوتا ہے کیونکہ جو وقت گزرتا جا رہا ہے، وہ ماضی کا حصہ بنتا جا رہا ہے۔ مورخین ماضی کا تجزیہ کرتے ہیں اور انسان کو اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے آگاہ کرتے ہیں۔

بیسویں صدی اختتام کو پہنچنے والی ہے۔ اگر ہم غور کریں کہ بیسویں صدی نے انسان کی جھولی میں کیا ڈالا ہے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ قتل و غارت، خوناک جنگوں، لسانی اور علاقائی فسادات کے علاوہ حیرت انگیز ایجادات انسان کے حصے میں آئی ہیں۔ بیسویں صدی انسانی ہلاکتوں کی صدی کے ساتھ ساتھ سائنس، ٹیکنالوجی اور صنعت و حرفت کے عروج کی صدی بھی ہے۔

بیسویں صدی میں نئے نئے نظریات نے جنم لیا، ہزاروں تحیر انگیز واقعات ہوئے اور ان گنت سیاسی، معاشی اور مذہبی تحریکیں ابھریں۔ بیسویں صدی عشق کی صدی تھی۔

عشق کی ایک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

بیسویں صدی حدود و قیود سے ماورا تھی۔ یہ آگے ہی آگے بڑھتی رہی۔ ٹیلی فون، ٹیلی گراف، ٹیلیکس اور فیکس نے انسانی عقل کو دنگ کر دیا۔ ریڈیو، ٹی وی، ڈش اور انٹرنیٹ نے پوری دنیا کو آپ کے ڈرائینگ روم کی زینت بنا دیا۔ بلٹ ٹرین اور سپر سانک طیاروں کے ذریعے ہزاروں میل کا سفر منٹوں میں طے ہونے لگا۔ بیسویں صدی کی برکات پر غور کیا جائے تو انٹی بائیوٹک ادویہ پنسلین اسی صدی میں تیار کی گئیں۔ پینسلین نے انسانیت کو ٹی بی جیسے موذی مرض سے چھٹکارا دلایا۔ پہلے انسان کی اوسط عمر 47 برس تھی، پھر 74 برس تک پہنچ گئی۔ بیسویں صدی نے زراعت کو اتنا عروج بخشا کہ سبز انقلاب آ گیا۔ آئن سٹائن نے تحقیق کے نئے آسمان فتح کیے۔ 1969 میں انسان نے چاند پر پہلا قدم ثبت کر دیا۔

پچھلی صدی کا ریکارڈ کتابوں میں محفوظ ہے اور اب اکیسویں صدی کی آمد آمد ہے۔ انسان سوچ رہا ہے کہ یہ صدی کیسی ہوگی؟ اس صدی میں کون کون سی ایجادات ہوں گی؟ کون کون سے آسمانی اور زمینی راز انسان پر منکشف ہوں گے؟ لوگوں کا رہن سہن اور طرز زندگی کیسی ہوگی؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اوزون کی تہہ میں سوراخ ہو چکے ہیں اس لئے زمین کے درجہ حرارت میں اضافہ ہو جائے گا۔ بعض دانشور فرماتے ہیں کہ آلودگی حد سے زیادہ پھیل جائے گی۔ کچھ صاحبان کا خیال ہے کہ انسان کے اعصاب شور، دھوئیں اور گندگی سے جواب دے جائیں گے اور وہ اتنا غصیلا ہو جائے گا کہ ناک پر بیٹھنے والی مکھی کو اینٹ پتھر سے مارنے کی کوشش کرے گا۔ اقدار اور روایات کا جنازہ نکل جائے گا۔

ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ اکیسویں صدی کے دوران انسانی زندگی میں اسلام کیا رول ادا کرے گا۔ بیسویں صدی کے دوران انسان نے بہت زیادہ تجربات کر لئے ہیں۔ انگریزی تہذیب اپنے خنجر سے خودکشی کر رہی ہے۔ مغربی اقوام کے اپنے بنائے ہوئے قوانین سانپوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں اور وہ انہیں ہر لحظہ ڈس رہے ہیں۔

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور یہ دین فطرت ہے۔ اسلام نے ہمیں جن باتوں پر عمل کرنے کی ہدایت کی ہے، ان پر عمل کرنے ہی میں ہماری فلاح کا دارومدار ہے۔ اسی طرح اسلام ہمیں جن چیزوں سے روکتا ہے ان سے باز رہنے ہی میں ہماری سلامتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک کے علاوہ انجیل، زبور اور تورات اور صحیفے اپنے پیغمبروں پر اتارے لیکن آج آپ کو انجیل، زبور اور تورات اپنی اصلی حالت میں نہیں ملتیں۔ یہ شرف صرف قرآن پاک کو حاصل ہے کہ اس کا ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ آج تک محفوظ ہے۔ ہم خوش بخت ہیں کہ ہمارے گھروں میں خدا کی عظیم ترین کتاب محفوظ ہے۔

یہ صراط مستقیم دکھانے والی کتاب ہے۔ یہ مایوسیوں سے نکالنے والی کتاب ہے۔ یہ اندھیروں سے روشنیوں کی طرف لے جانے والی کتاب ہے۔ اگر انسان خود کو قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق ڈھال لے تو اس کی زندگی کے شب و روز بدل جائیں گے۔

اسلام دن بدن انسانی قلوب واذہان میں سرایت کر چکا ہے۔ ایک مغربی سائنسدان
اسلام کے نزدیک صدیوں کی گنتی نہیں۔ یہ ازل سے ابد تک رہے گا۔ اب اس ملک میں لوگ نماز کے وقت بیدار ہو جاتے ہیں اور
میں صبح کی نماز پر ریسرچ ہوئی ہے کہ صبح کی نماز ادا کرنے سے انسان میں بے پناہ قوت آجاتی ہے۔ اب اس ملک میں لوگ نماز کے وقت بیدار ہو جاتے ہیں اور
مسلمانوں کی طرح رکوع و سجود کرتے ہیں۔ آج اگر مغربی لوگ نماز کو ایک اعلیٰ اور ارفع ایکسر سائز سمجھ رہے ہیں تو نئی صدی میں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت کی دولت
عطا فرمائے گا اور مشرف بہ اسلام ہو جائیں گے۔ اسی طرح روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو انسان کو روحانی طاقت فراہم کرنے کے علاوہ جسمانی قوت بھی
بخشتا ہے۔ غیر مسلم لوگ جب مسلمانوں کو سحری سے مغرب تک کھانے پینے سے احتراز کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ تو ان کے ذہن میں یہ بات ضرور آتی ہے کہ
آخر مسلمان اتنا طویل فاقہ کس مقصد کے لئے کرتے ہیں۔ امید ہے کہ نئی صدی میں غیر مسلم لوگ روزے کو اپنی جسمانی صحت کی خاطر اپنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ
اور اس کے پیارے رسولؐ پر ایمان لے آئیں گے۔

آئے روز دینی جماعتیں پورے دنیا کے دورے پر جاتی رہتی ہیں وہ اپنا پیسہ خرچ کر کے گھر بار اور بال بچوں کو چھوڑ کر صرف تبلیغ اسلام کے لئے جاتے
ہیں۔ آپ دیکھیں کہ ہر مذہب کے پیروکار دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ کوئی سکول بنواتا ہے اور کوئی ہسپتال تعمیر
کراتا ہے۔ کسی غریب کو اگر بیماری میں دوا مل جائے یا اس کے بچوں کو مفت تعلیم میسر آجائے تو دوا اور تعلیم دینے والا خواہ یہودی یا نصرانی ہی کیوں نہ ہو، اس
غریب کی نظر میں محترم و معتبر ہی ٹھہرے گا۔ بیسویں صدی نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے لیکن یہ صدی انسان کو حقیقی چین اور سکون نہ دے سکی۔ اب
اکیسویں صدی میں انسان کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہونا پڑے گا۔ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔

ہم آئے روز اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ فلاں سبزی سے کینسر جیسی موذی مرض کا علاج ممکن ہے یا فلاں پھل میں فلاں بیماری کے لئے تیر بہدف نسخہ
ہے۔ قرآن پاک میں انجیر کا ذکر آیا ہے اور شہد کو شفاء بخش کہا گیا ہے۔ اسی طرح نبی پاکؐ نے کلونجی کے بارے میں فرمایا ہے کہ موت کے علاوہ اس میں
ہر بیماری کا علاج موجود ہے۔

سعودی عرب کے ایک فرمانروا کی امریکی صدر سے ملاقات ہوئی۔ امریکی صدر نے ان سے پوچھا آپ کے قوانین بہت سخت ہیں یعنی آپ قاتل کا سر
قلم کروا دیتے ہیں اور چور کے ہاتھ کٹوا دیتے ہیں۔ سعودی فرمانروا نے جواب دیا۔ آپ امریکہ اور سعودی عرب میں جرائم کی تعداد دیکھ لیں۔ امریکی
صدر لاجواب ہو گیا۔ ہر مسلمان کو علم ہے کہ اس نے روز قیامت دنیا کے مالک اور خالق کے حضور پیش ہونا ہے۔ اس لئے وہ دنیا میں رہ کر تقویٰ اختیار کرتا ہے۔
اسے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ اس کے جسم کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ اس لئے وہ برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اکیسویں صدی کا انسان بھی
یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ انسان کی فلاح و بہبود کے محلات اللہ تعالیٰ اور پیارے نبیؐ کے بتائے ہوئے اصولوں پر تعمیر ہو سکیں گے۔ اب انسان پہلے سے
زیادہ باشعور ہو چکا ہے۔ اس لئے اسلام کی تفہیم میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

23 معاشرتی برائیاں اور ان کا سدباب

آج ہمارا معاشرہ بہت سی برائیوں کا شکار ہے۔ ہم مسلمان تمام امتوں سے افضل ہیں اس لیے ضروری ہے کہ ہر عزت اور شرف ہمارے لیے وقف
ہو۔ مگر آج یوں لگتا ہے کہ تمام قوموں کی برائیاں ہمارے اندر جمع ہو گئی ہیں۔ ہماری رسوائی کی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے گھر پیدا ہو گئے ہیں۔ اسلام کو ہم نے
سوچ سمجھ کر قبول کرنے کی کوشش ہی کب کی ہے۔ اگر آج ہمارا دل اسلام کو مان لے تو ہمارے گردو پیش کی ہر ظلمت، نور کا لباس پہن سکتی ہے۔
اسلام سے عملاً دوری کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر قسم کے روگ ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں۔ آج کا انسان بے راہ روی میں اس قدر آگے
نکل گیا ہے کہ واپسی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ بے دینی ہمارے ہر فعل پر چھائی ہوئی ہے۔ انسانیت کی عظمت دم توڑ گئی ہے۔ سائے باقی رہ گئے ہیں اور
انسان رخصت ہو گئے ہیں۔ کبھی انسان، انسان کا ہمدرد تھا، آج انسان، انسان کا گلا کاٹتا ہے۔ نفاق اور لالچ دوستی کا پیمانہ بن گئے ہیں اور خلوص ختم ہو گیا ہے۔

شاید کبھی خلوص کو منزل نہ مل سکے
وابستہ ہے مفاد ہر اک دوستی کے ساتھ

ہوس پرستی ایک لعنت ہے، جس نے دلوں سے قناعت کی دلکشی چھین لی ہے۔ ہر انسان داؤ پر ہے اس کے سامنے ایثار اور قربانی کا کوئی ساجذبہ بھی نہیں
ہے، وہ صرف ذاتی فائدہ دیکھتا ہے۔ منافقت کے ہاتھوں اتحاد و اتفاق کا حسن مرجھا گیا ہے۔ منافق ظاہر اور باطن کے تضاد کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کے
فرمان کے مطابق اس میں چار نشانیاں ہوتی ہیں۔ وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ وعدہ کرتا تو پورا نہیں کرتا وہ امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرتا ہے۔ وہ
لڑتا ہے تو گالی دیتا ہے۔ اس فرمان کے مطابق غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ یہی وہ ناسور ہیں جنہوں نے معاشرے کو بدحالی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ جب تک
منافقت ہماری رگوں میں گردش کرتی رہے گی اس وقت تک ہمارا معاشرہ فکر و نظر کی پستی اور اخلاق و کردار کے افلاس کا شکار رہے گا۔

اگر ہمیں احساس ہو کہ ہم اپنے ہر قول و فعل کے ذمہ دار اور جواب دہ ہیں۔ ایک ایسی ذات اقدس کے سامنے ہمیں پیش ہونا ہے جو علیم و خبیر ہے، جس کی آگہی اور جس کے علم کی کوئی انتہا نہیں جو ہمارے دل کے خیالوں سے بھی آشنا ہے۔ اور ایک چیونٹی کی رفتار کی آہٹ بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔ اگر ہمارے دل میں انفرادی طور پر آخرت کی جوابدہی کا تصور پیدا ہو جائے تو بہت سی برائیاں خود بخود مرجھا جائیں گی برائیوں کی پرمردہ جڑوں کو پانی بے دینی اور غیر ذمہ داری کے چشموں سے ملتا ہے۔ جب تک دل خدا کے خوف سے لبریز نہیں ہوں گے ہمارے اندر اخلاق کی شائستگی پیدا نہیں ہو سکتی۔

ایک اور بنیادی خرابی جو معاشرے میں ہر برائی کو جنم دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم سب دوسروں پر تنقید کرتے ہیں مگر اپنی اصلاح کی طرف کی توجہ نہیں دیتے۔ دوسروں کی برائیوں کو اچھالنا ہمارا روزمرہ ہے مگر اپنے نقائص اور اپنی اصلاح کی طرف سے ہماری آنکھیں بند ہیں۔

ہم نے ہر رخ کے مقابل آئینہ رکھا مگر ایک خود کو آئینے کی آنکھ سے دیکھا نہیں

اسی طرح ہم کوئی سی ذمہ داری بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ذمہ داری سے فرار کا نتیجہ یہ ہے کہ زندگی کا حسن ختم ہو گیا ہے اور زندگی ایک ویرانہ بن گئی ہے جہاں ببولوں کا راج اور کانٹوں کی حکمرانی ہے۔ ہر شخص دوسرے کو ذمہ دار سمجھتا ہے۔ اپنی ذمہ داری کو ٹالنا ہمارا معمول بن گیا ہے۔ آنکھیں بند کر لینے سے حقیقت میں کوئی فرق نہیں آتا وہ بہر کیف حقیقت ہی رہا کرتی ہے۔ ضرورت حقیقت سے آنکھیں چرانے کی نہیں بلکہ آنکھیں چار کرنے کی ہے۔ معاشرے میں اس وقت تک اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک انفرادی طور پر ہم سب اپنی اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کریں حکومت کے قوانین بھی اس وقت تک موثر نہیں ہوتے جب تک اصلاح کا جذبہ ہمارے دلوں سے نہ ابھرے۔

علامہ اقبال نے مسلمان نوجوان کو تدبر کا سبق دیتے ہوئے یہ احساس دلایا تھا کہ وہ اس عظیم قوم کا فرد ہے جس نے ایک دور کی تاریخ کو ہلایا اور حالات کا رخ بدلا تھا۔ گویا اسلام ایک انقلابی تحریک ہے اور مسلمان معاشرے کی برائیوں کے خلاف ہر لحہ جہاد کرنے والا کردار ہے۔ مگر آج ہمارے پاس صرف گفتار کا حسن ہے، کردار کی خوبی نہیں۔ نتیجہ یہی ہے کہ ہم لوگ ذلت و زوال سے دوچار ہیں۔ اقبال نے غلط نہیں کہا تھا

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیارا

ہم نے زوال پذیر قوموں کی سبھی نشانیاں قبول کر لی ہیں۔ ہم نے اپنے ماضی کو فراموش کر دیا ہے اور اپنے حال سے بے نیاز ہیں۔ ایسی قوموں سے مستقبل کی رعنائی روٹھ جایا کرتی ہے۔ جناب مختار مسعود کے الفاظ میں "جب مسجدیں بے رونق اور مدرسے بے چراغ ہو جائیں جہاد کی جگہ جمود اور حق کی جگہ حکایت کو مل جائے ملک کے بجائے مفاد اور ملت کے بجائے مصلحت عزیز ہو اور جب مسلمانوں کو موت سے خوف آئے اور زندگی سے محبت ہو جائے تو صدیاں گم ہو جاتی ہیں"

آج اپنے معاشرے کے کسی شعبے پر نظر ڈالئے ہر جگہ بدنظمی اپنے کمال پر نظر آئے گی۔ رشوت، اقربا پروری، دھوکا اور بے ایمانی اس قدر عام ہے کہ دوزخ کے لپکتے ہوئے شعلے بھی ہمیں اس خوئے بد سے روک نہیں رہے۔ ہم دوسرے کا حق غصب کرنے کے بھی حسن اخلاق کا ایک دل آویز زاویہ سمجھتے ہیں۔ ہماری نگاہوں سے حیا دلوں سے خوف خدا اور زبانوں سے ادب کے بول رخصت ہو گئے ہیں۔ برائیاں خوش نما لباس میں جلوہ گر ہیں۔ حالی نے مدتوں پہلے کہا تھا

ہوا کچھ اور عالم میں چلتی جاتی ہے ہنر کی عیب کی صورت بدلتی جاتی ہے
عجب نہیں کہ رہے نیک و بد میں کچھ نہ تمیز کہ جو بدی ہے وہ سانچے میں ڈھلتی جاتی ہے

ہمارے معاشرے کا ہر رخ داغدار اور ہر انداز افسوس ناک ہے۔ ہماری دنیا میں اس وقت تک معنوی حسن نہیں آ سکتا جب تک تمام افراد اپنے کردار کو اسلام کے سانچے میں نہ ڈھالیں۔ ہماری تاریخ صداقت، مروت اور اخوت کے کتنے ہی واقعات اپنے اندر محفوظ رکھتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ہر وقت اسلاف کے روشن نقوش قدم اپنے روبرو رکھیں۔ یہی وہ طریق کار ہے جس سے ہم گمراہی کی وادیوں سے باہر نکل سکتے ہیں اور یہی وہ روشنی ہے جس سے تب و تاب لے کر ہم اپنی زندگی سنوار سکتے ہیں۔

اخلاص عمل مانگ نیاگان کہن سے "شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را"

مجوزہ عنوان: ۱۔ معاشرے کی خرابیوں کی جڑ ۲۔ معاشرہ اور ہمارا کردار ۳۔ احساس ذمہ داری ۴۔ ہماری زندگی میں خوف خدا کی اہمیت

☆......☆......☆......☆......☆......☆

بورڈ پیپرز 2019

ساہیوال بورڈ

اُردو (گروپ۔ فرسٹ) (معروضی)

وقت: 20 منٹ　　(نیو کورس 2019 سالانہ)　　کل نمبر: 20

نوٹ: ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات C,B,A اور D دیے گئے ہیں۔ جوابی کاپی پر ہر سوال کے سامنے دیے گئے دائروں میں درست جواب کے مطابق متعلقہ دائرہ کو مارکر یا پین سے بھر دیجیے۔ ایک سے زیادہ دائروں کو پُر کرنے یا کاٹ کر پُر کرنے کی صورت میں مذکورہ جواب غلط تصور ہوگا۔

1۔ (الف) درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

1۔ بھوپال کی بیگم کا نام تھا۔
(A) اصغری بیگم　(B) اکبری بیگم　(C) خورشید بیگم　(D) بلقیس جہانی بیگم

2۔ سیرت العمرین کے مصنف ہیں۔
(A) شبلی نعمانی　(B) علامہ ابن جوزی　(C) سید سلیمان ندوی　(D) مولانا حالی

3۔ "ایوب عباسی" کا تعلق تھا۔
(A) پنجاب یونیورسٹی سے　(B) علی گڑھ یونیورسٹی سے　(C) کراچی یونیورسٹی سے　(D) پشاور یونیورسٹی

4۔ محنت پسند خردمند بیٹا تھا۔
(A) ہمت اور تحمل کا　(B) احتیاج اور افلاس کا　(C) تدبیر اور مشورہ کا　(D) حسد اور فریب کا

5۔ "ہوائی" ریاست ہے۔
(A) برطانیہ کی　(B) جاپان کی　(C) امریکہ کی　(D) ڈنمارک کی

(ب) مطابقت اور حروف کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

6۔ وہ میرا دوست ہی نہیں ______ بھائی ہے۔
(A) جبکہ　(B) بلکہ　(C) حالانکہ　(D) چنانچہ

7۔ ہجوم نعرے لگا ______۔
(A) رہا تھا　(B) رہے تھے　(C) رہی تھی　(D) رہیں تھیں

8۔ باپ اور بیٹا خیریت سے لاہور پہنچ ______
(A) گیا　(B) گئے　(C) گئیں　(D) گئی

9۔ مال، دولت، جائیداد کھو نہ ______۔
(A) رہا　(B) رہی　(C) رہے　(D) رہیں

10۔ ______ محنت کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔
(A) جب　(B) اگرچہ　(C) اگر　(D) جیسے

(ج) رموزِ اوقاف کے اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیا:

11۔ پاکستان کے درج ذیل صوبے ہیں۔ علامت استعمال ہوگی۔
(A) :　(B) ؟　(C) :-　(D) !

12۔ آپ کیا کھانا پسند کریں گے۔ علامت آئے گی۔
(A) سوالیہ　(B) ندائیہ　(C) فجائیہ　(D) سکتہ

13۔ سکتہ اور وقفہ سے زیادہ ٹھہراؤ کیلئے علامت استعمال ہوتی ہے۔
(A) قوسین　(B) سوالیہ　(C) رابطہ　(D) واوین

14۔ "اللہ ایک ہے" میں علامت آتی ہے۔
(A) وقفہ　(B) ختمہ　(C) سوالیہ　(D) تفصیلیہ

15۔ فجائیہ کی علامت استعمال ہوتی ہے۔
(A) پوچھنے کیلئے　(B) جذبات کے اظہار کیلئے　(C) مخاطب کیلئے　(D) پکارنے کیلئے

(د) امدادی افعال کے صحیح استعمال کو مدنظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

16۔ لینا:
(A) اس نے کھول لیا　(B) جلدی ناشتہ لے آؤ　(C) وہ اخبار پڑھ لیتا ہے　(D) وقت پر دوائی لینا

17۔ چاہنا:
(A) جب دل چاہے آجانا　(B) چاہے جو مرضی کر لو وہ لاہور جائے گا　(C) میں اسے بہت چاہتا ہوں　(D) نماز کا وقت ہوا چاہتا ہے

18۔ دینا:
(A) علامہ اقبال نے خودی کا درس دیا　(B) ذرا احمد کو آواز دو　(C) آپ کو یہ کتاب کس نے دی؟　(D) غرور انسان کو خاک میں ملا دیتا ہے

19۔ اٹھنا:
(A) وہ درد سے بلبلا اٹھا　(B) وہ صبح سویرے اٹھا　(C) اسے جا کے اٹھاؤ　(D) اب اٹھ بھی جاؤ

20۔ آنا:
(A) میرے پاس آؤ　(B) اکرم کو سکول چھوڑ آؤ　(C) صبح جلدی آنا　(D) وہ کالج دیر سے آیا

ساہیوال بورڈ

اردو (گروپ۔فرسٹ) (انشائیہ)

وقت: 2:40 منٹ (نیو کورس 2019 سالانہ) کل نمبر: 80

حصہ اول

2۔(الف) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجئے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

گواہی دے رہی ہے اس کی یکتائی پہ ذات اس کی ۔۔۔ دوئی کے نقش سب جھوٹے، ہے سچا ایک نام اس کا

ہر اک ذرہ فضا کا داستاں اس کی سناتا ہے ۔۔۔ ہر اک جھونکا ہوا کا آ کے دیتا ہے پیام اس کا

(ب) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجئے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

موت! کیا آ کے فقیروں سے تجھے لینا ہے ۔۔۔ مرنے سے آگے ہی، یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

ہم کسی راہ سے واقف نہیں، جوں نورِ نظر ۔۔۔ رہنما تو ہی تو ہوتا ہے، جدھر جاتے ہیں

آہ! معلوم نہیں، ساتھ سے اپنے شب و روز ۔۔۔ لوگ جاتے ہیں چلے، سو یہ کدھر جاتے ہیں

حصہ دوم

3۔ **سیاق و سباق کے حوالے سے کسی ایک جزو کی تشریح کیجئے۔ سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھئے۔**

(الف) ان کا ایک اور کارنامہ جو نہایت قابلِ قدر ہے، سلاطین بنی امیہ کی ناجائز کارروائیوں کا مٹانا تھا۔ سلاطین بنی امیہ نے ملک کا بڑا حصہ جو زمینداری کی حیثیت سے رعایا کے قبضے میں تھا، اپنے خاندان کے ممبروں کو جاگیر میں دے دیا تھا۔ جس طرح سلاطین تیموریہ کے زمانے میں بڑے بڑے صوبے شہزادوں کی جاگیر میں دے دیے جاتے تھے۔

(ب) ہم نے اکثر شاعروں کو دیکھا ہے کہ شعر کہنا چاہتے ہیں تو شفاء الملک حکیم فقیر محمد صاحب چشتی سے رجوع کرتے ہیں اور ہلتے بھر کا مسہل لے لیتے ہیں اور پھر فی یوم ایک شعر کے حساب سے کہتے چلے جاتے ہیں۔ یہ نہیں کرتے تو بیوی کو پیٹتے ہیں یا اس سے پٹتے ہیں، بچوں کو جھڑکتے ہیں، ذرا گھر میں شور ہوا اور دوسرے کے بال نوچنے لگے "ہائے ظالم! مضمون دام میں آ کے چلا گیا"۔

4۔ درج ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھئے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجئے۔

(I) نواب محسن الملک (II) ہوائی

5۔ مولانا الطاف حسین حالی کی نظم "اسلامی مساوات" کا خلاصہ تحریر کیجئے۔

6۔ درج ذیل میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل نوٹ تحریر کیجئے۔

(I) ماحولیاتی آلودگی، اسباب اور تدارک (II) معاشرے میں عورت کا مقام (III) اتحادِ عالمِ اسلام

7۔ اپنے دوست کے نام اس کے امتحان میں کامیابی پر مبارک باد کا خط تحریر کیجئے۔

ڈی۔ جی۔ کے۔ بورڈ

اُردو (گروپ۔ فرسٹ) (معروضی)

(نیو کورس 2019 سالانہ)

وقت: 20 منٹ　　کل نمبر: 20

نوٹ: ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات A، B، C اور D دیے گئے ہیں۔ جوابی کاپی پر ہر سوال کے سامنے دیے گئے دائروں میں درست جواب کے مطابق متعلقہ دائرہ کو مارکر یا پین سے بھر دیجیے۔ ایک سے زیادہ دائروں کو پُر کرنے یا کاٹ کر پُر کرنے کی صورت میں مذکورہ جواب غلط تصور ہوگا۔

1۔ (الف) درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

1۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب وفات پائی تو کتنے دینار چھوڑے؟
(A) پندرہ دینار　(B) سولہ دینار　(C) سترہ دینار　(D) بیس دینار

2۔ سر سید احمد خان کا انتقال ہوا؟
(A) 1857ء میں　(B) 1867ء میں　(C) 1888ء میں　(D) 1898ء میں

3۔ جحن نے اکبری کو کتنی لونگیں دیں؟
(A) ایک　(B) دو　(C) تین　(D) چار

4۔ "ہوائی" کے دارالحکومت کا نام ہے۔
(A) ٹوکیو　(B) ہونولولو　(C) ہانگ کانگ　(D) نیو یارک

5۔ مولانا ظفر علی خاں محروم تھے۔
(A) توندسے　(B) آنکھ سے　(C) بازو سے　(D) پاؤں سے

(ب) مطابقت اور حروف کے اصولوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

6۔ "مکتوبات اقبال" چھپ ______۔
(A) گیا　(B) گئی　(C) گئے　(D) گئیں

7۔ اس ہفتے "اخبار جہاں" تا حال شائع نہیں ______۔
(A) ہوئی　(B) ہوا　(C) ہوئے　(D) ہوئیں

8۔ سفید عورتوں کو ______ کہا جا سکتا ہے۔
(A) گوری　(B) گوریاں　(C) گورا　(D) گورے

9۔ رضا غریب ہی نہیں ______ بیمار بھی ہے۔
(A) کیونکہ　(B) لیکن　(C) اس لیے　(D) بلکہ

10۔ عمیر محنتی ہے ______ ذہین نہیں۔
(A) تاکہ　(B) لیکن　(C) البتہ　(D) چونکہ

(ج) رموزِ اوقاف کے اصولوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیا:

11۔ ( ) کس کی علامت ہے۔
(A) قوسین　(B) ندائیہ　(C) تفصیلیہ　(D) سوالیہ

12۔ مناسب علامت لگائیں: تم کب آؤ گے۔
(A) ،　(B) ؟　(C) -　(D) -:

13۔ ندائیہ کی علامت یہ ہے:
(A) -:　(B) : :　(C) ـــ　(D) !

14۔ کسی قول یا اقتباس کو ہو بہو تحریر کرنا ہو تو علامت آئے گی۔
(A) ندائیہ　(B) ختمہ　(C) واوین　(D) رابطہ

15۔ استفہامیہ کی تعریف ہے۔
(A) سوال پوچھنا　(B) جواب دینا　(C) قول بیان کرنا　(D) مختصر ٹھہراؤ

(د) امدادی افعال کے صحیح استعمال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

16۔ اٹھنا:
(A) وہ صبح جلدی اٹھتا ہے　(B) یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے　(C) اٹھو! میرے ساتھ چلو　(D) آگ بھڑک اٹھی

17۔ رکھنا:
(A) قلم کہاں رکھا ہے　(B) کتابیں میز پر رکھ دو۔　(C) مجھے روزہ رکھنا ہے　(D) ہم نے اسے سر پر بٹھا رکھا ہے

18۔ چاہنا:
(A) چاہنا کوئی بری بات نہیں　(B) تم کیا چاہتے ہو　(C) بزرگوں کا ادب چاہیے۔　(D) وہ میرا ہوا چاہتا ہے

19۔ سکنا:
(A) تم جا سکتے ہو۔　(B) وہ سکتہ میں رہ گیا　(C) وہ سکتے میں چلا گیا　(D) حل سکتہ شریف پورہ میں رہتا ہے

20۔ ڈالنا:
(A) دودھ ٹب میں ڈالو　(B) اکرم نے ووٹ ڈال دیا۔　(C) شائستہ نے کھچڑی ڈالی۔　(D) ابا جان نے اخبار پڑھ ڈالا ہے

ڈی۔جی۔کے۔ بورڈ

اُردو (گروپ۔فرسٹ) (انشائیہ)

وقت: 2:40 منٹ (نیو کورس 2019 سالانہ) کل نمبر: 80

حصہ اول

2۔(الف) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

کلرکوں سے آگے بھی افسر ہیں کتنے — جو بے انتہا صاحب غور بھی ہیں

ابھی چند میزوں سے گزری ہے فائل — "مقامات آہ و فغاں اور بھی ہیں"

(ب) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

اداسی، بے دلی، آشفتہ حالی میں کمی کب تھی — ہماری زندگی یارو ہماری زندگی کب تھی

حیات چند روزہ بھی حیات جاوداں نکلی — جو کام آئی جہاں کے وہ متاع عارضی کب تھی

یہ دنیا کوئی پلٹا لینے ہی والی ہے اب شاید — حیات بے سکوں کے سر میں یہ شوریدگی کب تھی

حصہ دوم

3۔ سیاق و سباق کے حوالے سے کسی ایک جزو کی تشریح کیجئے۔ سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھئے۔

(الف) عالم صورت چند روز میں رنگ نکال لایا مگر نئے ڈھنگ سے یعنی ساری زمین شہر قصبوں اور گاؤں سے بھر گئی۔ کھیت اناج سے اور باغ میووں سے مالا مال ہو گئے۔ شہروں میں بازار لگ گئے۔ عمارتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں، گھر آباد ہو گئے۔ جدھر دیکھو، ڈالیوں اور گلزاریوں میں میوے دھرے، دسترخوان گھروں میں سجے، ذخیرے غلوں سے بھرے، کیا گھر، کیا باہر، اس کے سوا کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔

(ب) اس کی حسین حدود اور عمارات میں مغرب اور مشرق کے عالم مدعو کیے جاتے ہیں۔ جو سینئر سکالر کہلاتے ہیں، وہ مرکز کے خرچ پر آتے ہیں۔ ہزار بارہ سو ڈالر کا وظیفہ ہر مہینے پاتے ہیں۔ اس ننھے سے وظیفے میں ایک خاندان ٹھاٹ کر سکتا ہے۔ دس مہینے یا سال کورس کی میعاد ہوتی ہے۔ اس دوران جو مرضی آئے کیجئے، پڑھیے لکھیے، ریسرچ کیجئے، تاثرات قلمبند کیجئے، کوئی پابندی نہیں۔

4۔ درج ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھئے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجئے۔

(I) اکبری کی حماقتیں (II) ایوب عباسی

5۔ اسرار الحق مجازی کی نظم "نوجوان سے خطاب" کا خلاصہ تحریر کیجئے۔

6۔ درج ذیل میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل نوٹ تحریر کیجئے۔

(I) سماجی برائیاں اور سدِ باب (II) حب الوطنی (III) اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات

7۔ اپنے دوست کے نام خط لکھیے۔ جس میں کھانے پینے کی اشیاء میں ملاوٹ پر اپنے تاثرات کا اظہار کیجئے۔

فیصل آباد بورڈ

اُردو (گروپ۔فرسٹ) (معروضی)

وقت: 20 منٹ (نیو کورس 2019 سالانہ) کل نمبر: 20

نوٹ: ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات A، B، C اور D دیے گئے ہیں۔ جوابی کاپی پر ہر سوال کے سامنے دیے گئے دائروں میں درست جواب کے مطابق متعلقہ دائرہ کو مارکر یا پین سے بھر دیجیے۔ ایک سے زیادہ دائروں کو پُر کرنے یا کاٹ کر پُر کرنے کی صورت میں مذکورہ جواب غلط تصور ہوگا۔

-1 (الف) درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

-1 چنالال جوہری زبردستی کفن کے پلے باندھ دیتا تھا:
(A) دو سو روپے (B) پانچ سو روپے (C) پچاس روپے (D) ایک سو روپے

-2 مولوی نذیر احمد شادی کے وقت ملازم تھے:
(A) پندرہ روپے کے (B) دس روپے کے (C) بیس روپے (D) پچاس روپے

-3 نواب محسن الملک نے ریاست کا بجٹ نمونے پر مرتب کیا:
(A) مصر کے (B) ترکی کے (C) علی گڑھ کے (D) عراق کے

-4 مولانا ظفر علی خان محروم تھے۔
(A) توند سے (B) آنکھ سے (C) ہاتھ سے (D) پاؤں سے

-5 کابل ہوٹل میں روزانہ کا اچھا کرہ تھا:
(A) ایک ڈالر (B) سات ڈالر (C) دس ڈالر (D) چار ڈالر

(ب) مطابقت اور حروف کے اصولوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

-6 آج حمید کالج نہیں آسکا ______ اس کا بیٹا بیمار تھا۔
(A) اگرچہ (B) کہ (C) کیوں کہ (D) چنانچہ

-7 میں نے یہاں کے آم میٹھے ______۔
(A) پائیں (B) پائی (C) پائے (D) پایا

-8 یہ عورت بڑی ______۔
(A) لڑاکی (B) لڑاکو (C) لڑاکن (D) لڑاکا

-9 چوں کہ وہ بیمار ہے ______ کالج نہیں آیا۔
(A) اس لیے (B) لہٰذا (C) اگرچہ (D) تاکہ

-10 تم نے اخبار "جنگ" ______۔
(A) دیکھی (B) دیکھا (C) دیکھیں (D) دیکھے

(ج) رموزِ اوقاف کے اصولوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیا:

-11 تفصیلیہ کی علامت ہے:
(A) :- (B) ؛ (C) ! (D) :

-12 استفہامیہ کی علامت ہے:
(A) ؟ (B) ! (C) : (D) ؛

-13 جملہ معترضہ کے گرد علامت استعمال ہوگی:
(A) : (B) ( ) (C) ؟ (D) ؛

-14 ! علامت ہے:
(A) ندائیہ (B) تفصیلیہ (C) رابطہ (D) وقفہ

-15 مختصر ترین ٹھہراؤ کی علامت ہے:
(A) ، (B) ؛ (C) " " (D) ؟

(د) امدادی افعال کے صحیح استعمال کو مدِنظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

-16 لینا:
(A) میں نے یہ مکان خرید لیا (B) مجھے قلم لا دو (C) بازار سے کتاب لے آؤ (D) قسمت ہمیں کہاں لے آئی؟

-17 رہنا:
(A) علی کافی دیر تک پڑھتا رہا (B) اصولوں پر قائم رہو (C) ہنگامہ دیر تک جاری رہا (D) وہ گاؤں میں رہتا ہے

-18 لگنا:
(A) تیر نشانے پر جا لگا (B) میں کیسا لگ رہا ہوں؟ (C) وہ تمہارا کیا لگتا ہے؟ (D) کیا آپ کو میری بات بری لگی؟

-19 کرنا:
(A) طلبہ کام مت کریں (B) میں نے ذمہ کام کر لیا (C) کاش! وہ محنت کرتا (D) کھانا وقت پر کھایا کرو

-20 ڈالنا:
(A) چائے میں چینی ڈالنا (B) گلے میں پٹی ڈالو (C) بچے نے کتاب پھاڑ ڈالی (D) یہ خط ڈال آؤ

فیصل آباد بورڈ

اردو (گروپ۔فرسٹ) (انشائیہ)

وقت: 2:40 منٹ (نیو کورس 2019 سالانہ) کل نمبر: 80

حصہ اول

2۔(الف) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجئے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھئے۔

ترا شباب امانت ہے ساری دنیا کی — تو خارزار جہاں میں گلاب پیدا کر

سکون موت ہے بے دست و پا تسلی کا — تو اضطراب ہے خود اضطراب پیدا کر

(ب) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجئے، شاعر کا نام بھی لکھئے۔

کن بے دلوں میں پھینک دیا حادثات نے — آنکھوں میں جن کی نور نہ باتوں میں تازگی

بول اے میرے دیار کی سوئی ہوئی زمیں — میں جن کو ڈھونڈتا ہوں کہاں ہیں وہ آدمی

میٹھے تھے جن کے پھل، وہ شجر کٹ کٹا گئے — ٹھنڈی تھی جس کی چھاؤں وہ دیوار گر گئی

حصہ دوم

3۔ سیاق و سباق کے حوالے سے کسی ایک جزو کی تشریح کیجئے۔ سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھئے:

(الف) غرض بات گئی گزری ہوئی۔ محمد عاقل سے جو آج ایسی باتیں ہوتیں، لوگوں پر مزاج دار کا اعتقاد جم گیا۔ اگلے دن ذلفن کو بھیج جمن کو بلوایا اور آج مزاج دار بیٹی بنیں اور جمن کو ماں بنایا۔ رات کے وقت محمد عاقل سے پھر جمن کا ذکر آیا۔ محمد عاقل نے کہا: "دیکھو، ہوشیار رہنا۔ اس بھیس میں کٹنیاں اور ٹھگنیاں بہت ہوا کرتی ہیں۔" لیکن طمع نے خود محمد عاقل کی عقل پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ اتنی موٹی بات وہ نہ سمجھا کہ دو روپے کا مال چار آنے میں کوئی بے وجہ بھی دیتا ہے۔

(ب) آگے چل کر معلوم ہوا کہ انہیں صرف دوڑنے اور ڈنٹر پیلنے کا ہی شوق نہیں، مگدر بھی ہلاتے ہیں، نیزہ بازی اور شہسواری میں بھی برق ہیں، بنوٹ، پٹا، بیرا کی اور کشتی گیری میں بھی بند نہیں، نشانہ بھی اچھا لگاتے ہیں۔ حیدر آباد کی ملازمت کے زمانے میں کچھ دن فوج میں بھی رہے۔ یہ قصہ عجیب ہے، سپاہی نیزہ بازی کے کرتب دکھا رہے تھے ان کی بھی طبیعت لہرائی۔ گھوڑے پر سوار ہو کے نیزہ تانا اور آن کی آن میں میخ اکھاڑ لی۔ ہر طرف سے تحسین و آفرین کا غلغلہ ہوا اور ان کی خدمات فوج کے صیغے میں منتقل کر دی گئیں۔

4۔ درج ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھئے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجئے۔

(i) نواب محسن الملک (ii) ہوائی

5۔ اسرار الحق مجاز کی نظم "نوجوان سے خطاب" کا خلاصہ تحریر کیجئے۔

6۔ درج ذیل میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل مضمون تحریر کیجئے۔

(i) محسن انسانیت ﷺ (ii) رزق حلال عین عبادت ہے (iii) میرا پسندیدہ شاعر

7۔ اخبار کے ایڈیٹر کے نام خط لکھئے جس میں انہیں اپنے محلے میں منشیات فروشی کے اڈے کے بارے میں آگاہ کیجئے۔

سرگودھا بورڈ

اُردو (گروپ۔فرسٹ) (معروضی)

(نیوکورس 2019 سالانہ)

وقت: 20 منٹ — کل نمبر: 20

نوٹ: ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات A، B، C اور D دیئے گئے ہیں۔ جوابی کاپی پر ہر سوال کے سامنے دیئے گئے دائروں میں درست جواب کے مطابق متعلقہ دائرہ کو مارکر یا پین سے بھر دیجئے۔ ایک سے زیادہ دائروں کو پُر کرنے یا کاٹ کر پُر کرنے کی صورت میں مذکورہ جواب غلط تصور ہوگا۔

1۔ (الف) درست جواب کا انتخاب کیجئے۔

1۔ موبائل فون ایجاد ہوا:
(A) 1984ء (B) 1983ء (C) 1982ء (D) 1980ء

2۔ عیسائی نے کہا: میں فیصلہ چاہتا ہوں۔
(A) تورات کے مطابق (B) قرآن کے مطابق (C) انجیل کے مطابق (D) قانون کے مطابق

3۔ سرسید کے رسالے کا نام تھا۔
(A) تہذیب الاخلاق (B) رسالہ اسباب بغاوت ہند (C) مخزن (D) الہلال

4۔ احتیاج اور افلاس نے لباس پہنا۔
(A) عاجزانہ (B) عامیانہ (C) بزرگانہ (D) شاہانہ

5۔ اوکھلی میں سر دیا تو کیا ڈرنا۔
(A) دھکوں سے (B) دھمکیوں سے (C) طعنوں سے (D) لوگوں سے

(ب) مطابقت اور حروف کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجئے۔

6۔ امجد کامیاب ہو گیا ______ ارشد نا کام رہا۔
(A) کیونکہ (B) جبکہ (C) خواہ (D) مگر

7۔ لشکر شکست کھا کر بھاگ ______۔
(A) گئے (B) گیا (C) گئی (D) گئیں

8۔ "ادبی دنیا" بند ہو ______۔
(A) چکا ہے (B) چکی ہے (C) چکے ہیں (D) چکی ہیں

9۔ واہ املا تو ______۔
(A) اچھی ہے (B) اچھی ہیں (C) اچھا ہے (D) اچھے ہیں

10۔ دفتر جلدی آنا ______ کام مکمل ہو جائے۔
(A) اگرچہ (B) البتہ (C) اگر (D) تاکہ

(ج) رموزِ اوقاف کے اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیا:

11۔ قوسین کی علامت ہے:
(A) ! (B) ( ) (C) ؟ (D) " "

12۔ (!) یہ علامت ہے۔
(A) ندائیہ (B) فجائیہ (C) استفہامیہ (D) تینوں کی

13۔ قائداعظم نے فرمایا ______ کام، کام اور کام۔
(A) ______ (B) ! (C) : (D) :-

14۔ احمد ______ حسن اور بلال بھائی ہیں۔
(A) ! (B) ، (C) : (D) -

15۔ وقفِ خفیف کہتے ہیں۔
(A) سکتہ (B) وقفہ (C) ختمہ (D) خط

(د) امدادی افعال کے صحیح استعمال کو مدنظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجئے۔

16۔ رکھنا:
(A) چابی جیب میں رکھیں (B) قلم میز پر رکھنا (C) سامان کمرے میں رکھو (D) میں نے بستہ اٹھا رکھا ہے

17۔ آنا:
(A) آپ کب آؤ گے؟ (B) گھر جلدی آنا (C) اس کا دل بھر آیا (D) وہ کل آئے گا

18۔ اٹھنا:
(A) احمد درد سے چلا اٹھا (B) وہ اٹھ کر چلا گیا (C) ہال میں شور اٹھا (D) عمر جلدی اٹھتا ہے

19۔ پڑنا:
(A) پھول پر شبنم پڑی ہے (B) بچہ بیمار پڑا ہے (C) وہ صوفے میں پڑ گیا (D) وہ صبح سویرے جاگ پڑا

20۔ جانا:
(A) مجھے لاہور جانا ہے (B) وہ گھر نہیں گیا (C) تم کہاں جاؤ گے؟ (D) گھر جلدی آ جاؤ

سرگودھا بورڈ

اُردو (گروپ۔فرسٹ) (انشائیہ)

وقت: 2:40 منٹ (نیو کورس 2019 سالانہ) کل نمبر: 80

حصہ اول

2۔(الف) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجئے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا — کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

وہی دوست ہے خالقِ دوسرا کا — خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا

(ب) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجئے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل — یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الٰہ میں ہے

وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا — یہ سنگ و خشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے

مرے کدو کو غنیمت سمجھ کہ بادۂ ناب — نہ مدرسے میں ہے باقی نہ خانقاہ میں ہے

حصہ دوم

3۔ سیاق و سباق کے حوالے سے کسی ایک جزو کی تشریح کیجئے۔ سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھیے۔

(الف) سرسید نے قدامت پسند مسلمانوں کو نئے زمانے کی ضروریات سے آگاہ کیا اور ہزار دقتوں سے ان کو نئے علوم کے حصول اور نئی حکومت سے تعاون پر آمادہ کیا۔ اپنی مذہبی تصانیف اور رسالہ "تہذیب الاخلاق" کے اجرا سے انھوں نے ثابت کر دکھایا کہ اسلام عقل کے اصولوں پر مبنی ہے۔ ان کی تعلیمی مساعی 1877ء میں تکمیل کو پہنچیں جب علی گڑھ کالج کا افتتاح ہوا جو کم از کم تیس برس تک مسلمانانِ ہند کا واحد قومی مرکز رہا۔

(ب) ایک جوتا مارکیٹ ہم شہر اشہری میں نہیں گئے، ورنہ کون سی جگہ ہے جہاں سے ہم نے اپنے لیے کپڑے جمع نہیں کیے۔ ہمیں دراصل اوور کوٹ وغیرہ درکار تھے اور کوئی اونی زیرِ جامہ مل جاتا تو سبحان اللہ۔ لیکن ہماری شہرت ایسی خراب ہوئی کہ لوگوں نے قیاس کیا، ہم شاید فلسطین کے مہاجروں یا افغانستان کے پاوندوں کے لیے کپڑے جمع کر رہے ہیں۔ نتیجے سب نے اپنے پھٹے ہوئے، گھسے ہوئے کپڑے ہمارے سر منڈھنے کی کوشش کی۔

4۔ درج ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھیے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجئے۔

(I) دستک (II) ایوب عباسی

5۔ مولانا الطاف حسین حالی کی نظم ''اسلامی مساوات'' کا خلاصہ تحریر کیجئے۔

6۔ درج ذیل میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل نوٹ تحریر کیجئے۔

(I) ماحولیاتی آلودگی (II) میرا نصب العین (III) موبائل فون۔ فوائد و نقصانات

7۔ اخبار کے مدیر کے نام خط لکھ کر معاشرے کا بگڑتا ہوا ثقافتی رُخ واضح کریں اور اس کے مضر اثرات سے آگاہ کریں۔

گوجرانوالہ بورڈ

اُردو (گروپ۔فرسٹ) (معروضی)

(نیو کورس 2019 سالانہ)

وقت: 20 منٹ کل نمبر: 20

نوٹ: ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات A، B، C اور D دیے گئے ہیں۔ جوابی کاپی پر ہر سوال کے سامنے دیے گئے دائروں میں درست جواب کے مطابق متعلقہ دائرہ کو مارکر یا پین سے بھر دیجیے۔ ایک سے زیادہ دائروں کو پُر کرنے یا کاٹ کر پُر کرنے کی صورت میں مذکورہ جواب غلط تصور ہوگا۔

1۔ (الف) درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

1۔ مولوی نذیر احمد ______ سے فارغ التحصیل ہوئے۔
(A) علی گڑھ کالج (B) دلی کالج (C) امرتسر کالج (D) گورنمنٹ کالج

2۔ قرطبہ کے قاضی کا نام ______ تھا۔
(A) عبداللہ (B) منصور (C) علاوہ (D) یحییٰ

3۔ علی گڑھ کالج ______ میں یونیورسٹی کے درجے تک پہنچا۔
(A) 1920ء (B) 1921ء (C) 1922ء (D) 1923ء

4۔ مزاج دار بہو نے کہا: میرے پاس ______ روپے نہیں ہیں۔
(A) تیس (B) چالیس (C) پچاس (D) ساٹھ

5۔ دمشق سے روانگی کے وقت محمد بن قاسم کی فوج ______ ہزار تھی۔
(A) تین (B) چار (C) پانچ (D) چھ

(ب) مطابقت اور حروف کے اصولوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

6۔ وہ دیر سے آیا ______ کام مکمل کر کے لایا۔
(A) کہ (B) چونکہ (C) البتہ (D) تاکہ

7۔ میری تنخواہ بڑھا دو ______ کام چھوڑ دوں گا۔
(A) اگر (B) کہ (C) البتہ (D) ورنہ

8۔ علی نے کتاب، قلم اور کاپی ______۔
(A) خریدے (B) خریدی (C) خریدا (D) خریدیں

9۔ کمہاروں کی سلطنت ______۔
(A) ہوتا ہے (B) ہوتی ہے (C) ہوتے ہیں (D) ہوتی ہیں

10۔ اس کا پلاٹ، مکانات، دکانیں سب کچھ بک ______۔
(A) گئے (B) گئیں (C) گیا (D) گئی

(ج) رموزِ اوقاف کے اصولوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیا:

11۔ ندائیہ کی علامت ______ ہے۔
(A) ؟ (B) ! (C) : (D) !

12۔ سب سے مختصر ٹھہراؤ کی علامت ______ ہے۔
(A) سکتہ (B) وقفہ (C) واوین (D) خط

13۔ واہ ______ کتنا سہانا موسم ہے۔
(A) ! (B) ، (C) ۔ (D) :

14۔ "تم کہاں جا رہے ہو" جملے کے آخر میں ______ کی علامت آئے گی۔
(A) سکتہ (B) وقفہ (C) سوالیہ (D) ختمہ

15۔ (:-) یہ علامت ______ کہلاتی ہے۔
(A) خط (B) تفصیلیہ (C) رابطہ (D) قوسین

(د) امدادی افعال کے صحیح استعمال کو مدِنظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

16۔ رہنا:
(A) دن بھر شور رہا۔ (B) تم کہاں رہتے ہو؟ (C) اصولوں پر قائم رہو۔ (D) وہ آرام سے رو رہا ہے۔

17۔ اٹھنا:
(A) احمد دیر سے اٹھا۔ (B) اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ (C) آپ کب اٹھیں گے؟ (D) دیر سے اٹھنا بری بات ہے۔

18۔ پانا:
(A) وہ وقت پر نہ پہنچ پایا۔ (B) سوچا کیا کھویا، کیا پایا (C) محنت کا پھل پاؤ۔ (D) اچھے لوگ عزت پاتے ہیں

19۔ دینا:
(A) ادھار مت دو۔ (B) زکوٰۃ دیا کرو۔ (C) مجھے کتاب دے دو۔ (D) کھیتوں کو پانی دینا ہے۔

20۔ ہونا:
(A) تمہیں کیا ہوا ہے؟ (B) پتے بکھرے ہوئے تھے (C) کاش! آج بارش ہو۔ (D) یہ واقعہ کب ہوا؟

گوجرانوالہ بورڈ

اردو (گروپ۔فرسٹ) (انشائیہ)

وقت: 2:40 منٹ (نیو کورس 2019 سالانہ) کل نمبر: 80

حصہ اول

2۔(الف) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجئے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

ایک بوسیدہ، خمیدہ پیڑ کا کمزور ہاتھ — سیکڑوں گرتے ہوؤں کی دستگیری کا امیں

آہ! ان گردن فرازانِ جہاں کی زندگی — اک جھکی ٹہنی کا منصب بھی جنھیں حاصل نہیں!

(ب) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجئے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

اے ہم سخن وفا کا تقاضا ہے اب یہی — میں اپنے ہاتھ کاٹ لوں، تو اپنے ہونٹ سی

کن بے دلوں میں پھینک دیا حادثات نے — آنکھوں میں جن کی نور نہ باتوں میں تازگی

میٹھے تھے جن کے پھل، وہ شجر کٹ کٹا گئے — ٹھنڈی تھی جس کی چھاؤں وہ دیوار گر گئی

حصہ دوم

3۔ **سیاق و سباق کے حوالے سے کسی ایک جزو کی تشریح کیجئے۔ سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھئے۔**

(الف) ان کا ایک اور کارنامہ جو نہایت قابلِ قدر ہے، سلاطین بنی امیہ کی ناجائز کارروائیوں کا مٹانا تھا۔ سلاطین بنی امیہ نے ملک کا بڑا حصہ جو زمینداری کی حیثیت سے رعایا کے قبضے میں تھا، اپنے خاندان کے ممبروں کو جاگیر میں دے دیا تھا۔ جس طرح سلاطین تیموریہ کے زمانے میں بڑے بڑے صوبے شہزادوں کی جاگیر میں دے دیے جاتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ تختِ خلافت پر بیٹھے تو سب سے پہلے ان کو اس کا خیال ہوا، لیکن ایسا کرنا تمام خاندانِ خلافت کو دشمن بنا لینا تھا۔ تاہم انہوں ں نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔

(ب) ان دنوں "نئی دنیا" کا دفتر چونا گلی میں ہوا کرتا تھا۔ سڑک کے کنارے ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ باہر ایک طرف عصرِ جدید پریس، دوسری طرف حکیم غلام مصطفیٰ کا مطب۔ دروازے سے اندر گھسو تو دہنی طرف نئی دنیا آباد تھی اور بائیں طرف مولانا شائق احمد عثمانی نے پرانی دنیا بسا رکھی تھی، یعنی اپنے اہل و عیال اور عربی کی بھاری بھرکم کتابوں سمیت رہتے تھے۔ میں اس نئی دنیا کا کولمبس تھا اور مقالۂ افتتاحیہ کے جہاز کے ساتھ ساتھ لکاہات کی کشتی بھی چلاتا تھا۔ افسوس کہ یہ محفل سال بھر کے اندر اندر برہم ہو گئی، نہ نئی دنیا رہی نہ پرانی دنیا۔

4۔ درج ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھیے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجئے۔

(I) محنت پسند خردمند (II) قرطبہ کا قاضی

5۔ احسان دانش کی نظم "تغیر" کا خلاصہ تحریر کیجئے۔

6۔ درج ذیل میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل نوٹ تحریر کیجئے۔

(I) محسنِ انسانیت ﷺ (II) انٹرنیٹ کے فوائد و نقصانات (iii) اتحادِ عالمِ اسلام

7۔ دوست کے نام خط لکھیے جس میں اسے بتائیں کہ جسمانی ورزش بیماریوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔

بہاولپور بورڈ

اردو (گروپ۔فرسٹ) (معروضی)

(نیو کورس 2019 سالانہ)

وقت: 20 منٹ — کل نمبر: 20

نوٹ: ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات A،B،C اور D دیے گئے ہیں۔ جوابی کاپی پر ہر سوال کے سامنے دیے گئے دائروں میں درست جواب کے مطابق متعلقہ دائرہ کو مار کر یا پین سے بھر دیجیے۔ ایک سے زیادہ دائروں کو پُر کرنے یا کاٹ کر پُر کرنے کی صورت میں مذکورہ جواب غلط تصور ہوگا۔

1۔ (الف) درست جواب کا انتخاب کیجئے۔

1۔ "SAS" کس ملک کی ایئر لائن ہے۔
(A) ڈنمارک (B) ساؤتھ افریقہ (C) سوئٹزر لینڈ (D) جاپان

2۔ مولوی نذیر احمد پنجابی کٹڑے کی مسجد میں کہاں سے پڑھنے آتے تھے۔
(A) کلکتہ سے (B) لکھنؤ سے (C) بجنور سے (D) رانچی سے

3۔ بصری ریشے (Micro Links) کب ایجاد ہوئے:
(A) 1950ء (B) 1960ء (C) 1970ء (D) 1980ء

4۔ محمد بن ہارون کہاں کا گورنر تھا:
(A) دیبل (B) کوئٹہ (C) بصرہ (D) مکران

5۔ نواب محسن الملک نے کس ریاست کا بجٹ بنایا:
(A) جوناگڑھ (B) حیدر آباد (C) لوہارو (D) پٹیالہ

(ب) مطابقت اور حروف کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجئے۔

6۔ کامیابی اور ناکامی اللہ کے ہاتھ میں ______۔
(A) ہوتی ہیں (B) ہوتی ہے (C) ہوتے ہیں (D) ہوتا ہے

7۔ "کلیاتِ اقبال" چھپ ______۔
(A) گیا (B) گئے (C) گئی (D) گئیں

8۔ ریوڑ گھاس چر ______۔
(A) رہی ہے (B) رہا ہے (C) رہے ہیں (D) رہی ہیں

9۔ اگر چہ وہ غریب ہے ______ دیانت دار ہے۔
(A) بلکہ (B) کیونکہ (C) لیکن (D) تاکہ

10۔ جوں جوں اوپر جاتے گئے۔ ______ سردی بڑھتی گئی۔
(A) ویسے ویسے (B) جیسے جیسے (C) توں توں (D) ایسے ایسے

(ج) رموزِ اوقاف کے اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیا:

11۔ ان میں سے واوین کی علامت کون سی ہے:
(A) " " (B) ! (C) ( ) (D) ______

12۔ اقتباس یا قول کا حوالہ دینا مقصود ہو تو کون سی علامت لگاتے ہیں:
(A) خط (B) وقفہ (C) قوسین (D) واوین

13۔ (ا) کس کی علامت ہے۔
(A) قوسین (B) واوین (C) سکتہ (D) ندائیہ

14۔ "ایل ایل بی" ان الفاظ میں کون سی علامت آئے گی:
(A) ؛ (B) - (C) : (D) :-

15۔ سب سے کم ٹھہراؤ کے لیے کونسی علامت استعمال ہوتی ہے۔
(A) ؟ (B) " " (C) ! (D) ،

(د) امدادی افعال کے صحیح استعمال کو مدنظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجئے۔

16۔ پانا:
(A) جھوٹ سے تم نے کیا پایا (B) وہ وقت پر نہیں پہنچ پایا (C) ہم نے آم میٹھے پائے (D) ہم نے پتھروں کو کالا پایا

17۔ ہونا:
(A) بچہ رو دیا (B) کتاب پر نام لکھا ہوا ہے (C) گھنٹہ بارش ہوتی رہی (D) سخت سردی ہوگئی

18۔ پڑنا:
(A) میز پر کاغذ نہیں پڑا (B) سڑک پر چھلکا پڑا تھا (C) لڑکا گر پڑا (D) میں نے خط پڑھا

19۔ رکھنا:
(A) کتاب کہاں رکھی ہے (B) طلبہ نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے (C) اس کا نام اللہ رکھا ہے (D) یہاں قلم رکھا ہے۔

20۔ چکنا:
(A) تقریر شروع ہو چکی ہے (B) فرش چکنا ہے (C) آٹے کی چکی پر جاؤ (D) چکنی چپڑی باتیں نہ کرو

بہاولپور بورڈ

اُردو (گروپ۔فرسٹ) (انشائیہ)

وقت: 2:40 منٹ (نیو کورس 2019 سالانہ) کل نمبر: 80

حصہ اول

2۔(الف) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا — کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا کا — خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا

(ب) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

موت! کیا آ کے فقیروں سے تجھے لینا ہے — مرنے سے آگے ہی، یہ لوگ تو مرجاتے ہیں
دید و ادید جو ہو جائے، غنیمت سمجھو — جوں شرر ورنہ ہم اے اہل نظر جاتے ہیں
بے ہنر، دشمنی اہل ہنر سے، آ کر — منہ پہ چڑھتے تو ہیں، پر جی سے اتر جاتے ہیں

حصہ دوم

3۔ سیاق و سباق کے حوالے سے کسی ایک جزو کی تشریح کیجئے۔ سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھئے۔

(الف) یوں تو انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے نواب صاحب مرحوم کے احسانات حیدر آباد اور اہل حیدر آباد پر بے شمار تھے لیکن ریاست کے نظم و نسق میں چند چیزیں خاص ان کی یادگار ہیں۔ مثلاً: ریاست کا بجٹ نواب صاحب نے مرتب کیا اور مصر کے بجٹ کے نمونے پر تھا جو وہاں انگریزی نگرانی کے بعد پہلی بار تیار ہوا تھا۔ بندوبست کا محکمہ بھی انہی کا قائم کیا ہوا ہے جس نے اراضی کی پیائش کا کام کیا۔ اس کے علاوہ فنانس اور مال گزاری میں بہت سی اصلاحیں کیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ یہ ان کے سوانح نویس کا کام ہے۔

(ب) پاکستانیوں خصوصاً پشاور والوں کے یہ بہت معترف تھے کہ بڑے تپاک اور خلوص سے ملتے ہیں۔ پی۔آئی۔اے کی خاص طور پر تعریف کرتے تھے کہ اس کے آدمی بہت خلیق اور متواضع ہیں۔ ہاں اپنے پشاور والے ہوٹل کے نام سے بے مزا ہوتے تھے۔ کہتے تھے یہ نظر بٹو ہے تا کہ پاکستان کو نظر نہ لگ جائے۔ دیکھو کابل ہوٹل میں یہ چار ڈالر روزانہ کا کتنا اچھا کمرہ ہے۔ اسے گرم رکھنے کا مرکزی نظام بھی ہے۔ قالین، فرنیچر، سروس سبھی کچھ معقول۔ پشاور میں میں تین روز رہا اور اس بابا آدم کے زمانے کے کمرے کے تیرہ ڈالر روزانہ دیتا رہا۔ یہی نہیں ان لوگوں نے پانچ روپے روزانہ اس کی لکڑی کے بھی مجھ سے وصول کیے جو کمرہ گرم رکھنے یا اس میں دھواں پھیلانے کے لیے روزانہ جلانی پڑتی تھی۔

4۔ درج ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھیے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجیے۔

(i) جناب عمر بن عبدالعزیزؒ (ii) ہوائی

5۔ جوش ملیح آبادی کی نظم ''سراغ راہرو'' کا خلاصہ تحریر کیجیے۔

6۔ درج ذیل میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل نوٹ تحریر کیجیے۔

(i) حضور ﷺ بحیثیت محسن انسانیت (ii) جدید دور میں کمپیوٹر کی اہمیت (iii) میر انصب العین

7۔ اپنے بھائی کو خط لکھیے جس میں اسے مطالعے کی رغبت کے بارے میں تلقین کیجیے۔

ملتان بورڈ

اُردو (گروپ۔فرسٹ) (معروضی)

وقت: 20 منٹ (نیوکورس 2019 سالانہ) کل نمبر: 20

نوٹ: ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات C,B,A اور D دیے گئے ہیں۔ جوابی کاپی پر ہر سوال کے سامنے دیے گئے دائروں میں درست جواب کے مطابق متعلقہ دائرہ کو مارکر یا پین سے بھر دیجیے۔ ایک سے زیادہ دائروں کو پُر کرنے یا کاٹ کر پُر کرنے کی صورت میں مذکورہ جواب غلط تصور ہوگا۔

1۔ (الف) درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

1۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات ہوئی۔
(A) 1700ء میں (B) 1707ء میں (C) 1713ء میں (D) 1720ء میں

2۔ مولوی نذیر احمد نے ________ سے تعلیم حاصل کی۔
(A) دلی کالج (B) علی گڑھ کالج (C) اسلامیہ کالج لاہور (D) گورنمنٹ کالج لاہور

3۔ اکبری کے خاوند کا نام ________ تھا:
(A) محمد نافل (B) محمد فاضل (C) محمد عاقل (D) محمد عادل

4۔ جنگِ قادسیہ میں مسلمانوں کا مقابلہ ہوا۔
(A) قریش سے (B) ایرانیوں سے (C) رومیوں سے (D) شامیوں سے

5۔ اکبری کو سسرال میں ________ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔
(A) سلیقہ شعار بہو (B) تمیزدار بہو (C) مزاج دار بہو (D) اکبری

(ب) مطابقت اور حروف کے اصولوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

6۔ حسن نے بتایا ________ وہ لاہور جائے گا۔
(A) یا (B) تو (C) پھر (D) کہ

7۔ "قصصِ ہند" چھپ ________ ہے۔
(A) گئے (B) گیا (C) گئی (D) گئیں

8۔ اس کا گھر، دکانیں اور سامان سب کچھ بک ________۔
(A) گئے (B) گیا (C) گئی (D) گئیں

9۔ چچا اور بھتیجا ________۔
(A) لڑ اپڑا (B) لڑ پڑیں (C) لڑ پڑو (D) لڑ پڑے

10۔ ________ محنت کرو گے تو پاس ہو جاؤ گے۔
(A) کیوں کہ (B) چوں کہ (C) اگر (D) خواہ

(ج) رموزِ اوقاف کے اصولوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیا:

11۔ "سکتہ" کہتے ہیں:
(A) بہت زیادہ ٹھہراؤ کو (B) مختصر ترین ٹھہراؤ کو (C) سوال کرنے کو (D) جملے کے اختتام کو

12۔ جب تفصیل دینا مقصود ہو تو تمہیدی جملے کے بعد لگاتے ہیں:
(A) وقفہ (B) ندائیہ (C) تفصیلیہ (D) رابطہ

13۔ جب کوئی جملہ ختم ہو تو کون سی علامت لگاتے ہیں؟
(A) ختمہ (B) سکتہ (C) رابطہ (D) ندائیہ

14۔ "!" کس کی علامت ہے؟
(A) سوالیہ (B) ندائیہ (C) سکتہ (D) ختمہ

15۔ "استفہامیہ" کی تعریف ہے۔
(A) مختصر ٹھہراؤ (B) جواب دینا (C) سوال پوچھنا (D) قول بیان کرنا

(د) امدادی افعال کے صحیح استعمال کو مدِنظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

16۔ لگنا:
(A) مجھے چوٹ لگی (B) بچے کو سردی لگی (C) زاہد ہنسنے لگا (D) لڑکی کیسی لگی؟

17۔ رہنا:
(A) امتحان کیسا رہا؟ (B) بچہ روتا رہا (C) آج یہاں رہ جاؤ (D) رہنے دو، کوئی اور بات کرو

18۔ دینا:
(A) مجھے پیسے ادھار دینا (B) مجھے کتاب دینا (C) اس نے سب کو رلا دیا (D) مجھے امتحان دینا ہے

19۔ پڑنا:
(A) اسے کام پڑ گیا (B) وہ سکول پڑھتا ہے (C) وہ بے وجہ لڑ پڑا (D) ہاسٹل میں رہ کے پڑھنا چاہیے

20۔ نکلنا:
(A) چور بھاگ نکلا (B) میرا انعام نکلا (C) احمد کی کمیٹی نکلی (D) افسر پاگل نکلا

ملتان بورڈ

اُردو (گروپ ۔ فرسٹ) (انشائیہ)

وقت: 2:40 منٹ　(نیو کورس 2019 سالانہ)　کل نمبر: 80

حصہ اول

2۔ (الف) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

گواہی دے رہی ہے اس کی یکتائی پہ ذات اس کی　دوئی کے نقش سب جھوٹے، ہے سچا ایک نام اس کا

ہر اک ذرہ فضا کا داستاں اس کی سناتا ہے　ہر اک جھونکا ہوا کا آ کے دیتا ہے پیام اسکا

(ب) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

ہمدم جو دیکھتا ہوں تو پہلو میں دل نہیں　بیٹھا تھا اس کے پاس، مرا دل وہیں رہا

آخر کو ہو کے لالہ اُگا تو بہار میں　خونِ شہیدِ عشق نہ زیرِ زمیں رہا

دی جان ایسے ہوش سے اپنی کہ خلق کو　جینے کا میرے تا دمِ آخر یقیں رہا

حصہ دوم

3۔ سیاق و سباق کے حوالے سے کسی ایک جزو کی تشریح کیجئے۔ سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھئے۔

(الف) "نواب صاحب کو ان کی طرف مطلق التفات نہ تھا، شاید اولاد نہ ہونے کے سبب محبت نہ کرتے ہوں، ورنہ بیگم صورت میں چندے آفتاب، چندے ماہتاب اور حسن و دولت پر مزاج ایسا سادہ کہ ہم جیسے ناچیزوں کو برابر بٹھانا اور پوچھنا۔"

(ب) آگے چل کر معلوم ہوا کہ انہیں صرف دوڑنے اور ڈنٹر پیلنے کا ہی شوق نہیں، مگدر بھی ہلاتے ہیں، نیزہ بازی اور شہسواری میں بھی برق ہیں، بیرا کی اور کشتی گیری میں بھی بند نہیں، نشانہ بھی اچھا لگاتے ہیں۔ حیدر آباد کی ملازمت کے زمانے میں کچھ دن فوج میں بھی رہے۔

4۔ درج ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھئے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجئے۔

(i) محنت پسند خردمند　(ii) ایوب عباسی

5۔ نصاب میں شامل سید ضمیر جعفری کی نظم "آدمی" کا خلاصہ تحریر کیجئے۔

6۔ درج ذیل میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل نوٹ تحریر کیجئے۔

(i) منشیات اور اس کی روک تھام　(ii) تعلیم نسواں　(iii) کھیلوں کی اہمیت

7۔ اپنے استاد کے نام کامیابی کی اطلاع دینے کے لیے خط لکھیں۔

راولپنڈی بورڈ

اُردو (گروپ۔فرسٹ) (معروضی)

(نیو کورس 2019 سالانہ)

وقت: 20 منٹ   کل نمبر: 20

نوٹ: ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات A، B، C اور D دیے گئے ہیں۔ جوابی کاپی پر ہر سوال کے سامنے دیے گئے دائروں میں درست جواب کے مطابق متعلقہ دائرہ کو مارکر یا پین سے بھر دیجیے۔ ایک سے زیادہ دائروں کو پُر کرنے یا کاٹ کر پُر کرنے کی صورت میں مذکورہ جواب غلط تصور ہوگا۔

1۔ (الف) درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

1۔ محمد بن قاسم کی فوج کی مجموعی تعداد کتنی تھی؟
(A) دس ہزار (B) گیارہ ہزار (C) بارہ ہزار (D) نو ہزار

2۔ کلکتہ کے حوالے سے سبق "ہوائی" میں کس شاعر کا نام آیا ہے؟
(A) میر تقی میر (B) مرزا غالب (C) مرزا سودا (D) علامہ اقبال

3۔ اکبری کے خاوند کا نام تھا:
(A) محمد عاقل (B) محمد فاضل (C) محمد کامل (D) محمد بخش

4۔ رسالہ "تہذیب الاخلاق" کس نے جاری کیا؟
(A) علامہ اقبال (B) سرسید احمد خان (C) حالی (D) نذیر احمد

5۔ سید احمد بریلوی کس مقام پر شہید ہوئے؟
(A) علی گڑھ (B) لاہور (C) بالاکوٹ (D) پشاور

(ب) مطابقت اور حروف کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

6۔ وہ حسین ہی نہیں بلکہ شوخ ________ ہے۔
(A) بھی (B) تو (C) مگر (D) بلکہ

7۔ کمرے میں استاد تھا ________ شاگرد۔
(A) یا (B) نہ (C) مگر (D) ہی

8۔ ہجوم نعرے لگا ________۔
(A) رہے ہیں (B) رہی ہے (C) رہا ہے (D) رہی ہیں

9۔ ماہنامہ "ادبی دنیا" بند ہو ________۔
(A) چکی ہے (B) چکا ہے (C) چکے ہیں (D) چکی ہیں

10۔ میاں بیوی ہنسی خوشی ________۔
(A) رہتے ہیں (B) رہتی ہے (C) رہتا ہے (D) رہتی ہیں

(ج) رموزِ اوقاف کے اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیا:

11۔ وقفہ سے زیادہ ٹھہراؤ کے لیے جو علامت استعمال ہوتی ہے، وہ ہے۔
(A) ختمہ (B) رابطہ (C) وقفہ (D) سکتہ

12۔ :- یہ علامت ہے:
(A) ندائیہ (B) واوین (C) سکتہ (D) تفصیلیہ

13۔ قوسین کی علامت ہے:
(A) ( ) (B) " " (C) ________ (D) !

14۔ حیرت اور خوشی کے اظہار کے لیے کونسی علامت استعمال ہوتی ہے؟
(A) فجائیہ (B) رابطہ (C) سکتہ (D) وقفہ

15۔ رابطہ کی علامت ہے۔
(A) " " (B) ؟ (C) : (D) !

(د) امدادی افعال کے صحیح استعمال کو مدنظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

16۔ پڑنا:
(A) وہ فرش پر پڑا رہا (B) کتے کو مار ڈالو (C) کاپی کہاں پڑی ہے (D) اسلم گر پڑا

17۔ لینا:
(A) میں نے کتاب پڑھ لی (B) اس نے کتاب ادھار لی (C) وہ خبر لایا ہے (D) میں نے دوا لی

18۔ اٹھنا:
(A) جلدی اٹھو (B) یہاں سے اٹھو (C) وہ چیخ اٹھا (D) وہ اٹھ گیا

19۔ آنا:
(A) وہ امتحان دے آیا (B) میرے پاس آؤ (C) وہ دیر سے آیا (D) تم کب آئے

20۔ دینا:
(A) اس نے مجھے خط دیا (B) بچہ رو دیا (C) خیرات دینا اچھی بات ہے (D) پڑھائی کو وقت دو

راولپنڈی بورڈ

اردو (گروپ۔فرسٹ) (انشائیہ)

وقت: 2:40 منٹ (نیو کورس 2019 سالانہ) کل نمبر: 80

حصہ اول

2۔(الف) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجئے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھئے۔

بلائیں شاخِ گل کی لیں نسیمِ صبح گاہی نے
ہوئیں کلیاں شگفتہ روئے رنگین بتاں ہو کر

کیا پھولوں نے شبنم سے وضو صحنِ گلستاں میں
صدائے نغمۂ بلبل اٹھی بانگِ اذاں ہو کر

(ب) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجئے، شاعر کا نام بھی لکھئے۔

کیا فرق داغ و گل میں کہ جس گل میں بو نہ ہو
کس کام کا وہ دل ہے جس دل میں تُو نہ ہو

ہووے نہ حول و قوت اگر تیری درمیاں
جو ہم سے ہو سکے ہے سو ہم سے کبھو نہ ہو

جو کچھ کہ ہم نے کی ہے تمنا ملی مگر
یہ آرزو رہی ہے کہ کچھ آرزو نہ ہو

حصہ دوم

3۔ سیاق و سباق کے حوالے سے کسی ایک جزو کی تشریح کیجئے۔ سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھئے۔

(الف) ہماری تاریخ میں آپ کو کوئی ایسا واقعہ نہیں ملے گا، جب سالار کی شہادت سے بددل ہو کر مجاہدوں نے ہتھیار ڈال دیے ہوں۔ ہم بادشاہوں اور سالاروں کے لیے نہیں لڑتے، ہم خدا کے لیے لڑتے ہیں۔ بادشاہوں اور سالاروں پر بھروسہ کرنے والے ان کی موت کے بعد مایوس ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہمارا خدا ہر وقت موجود ہے۔

(ب) ہم سب کی زندگیوں میں مرحوم کے گھل مل جانے کا راز یہ تھا کہ ان میں بظاہر کوئی بات غیر معمولی نہ تھی۔ وہ غیر معمولی قابلیت کے آدمی نہ تھے، دولت مند نہ تھے، کچھ بہت زیادہ ذہین بھی نہ تھے نہ انھیں توڑ جوڑ آتا تھا۔ نہ خوش پوشاک، نہ خوش گفتار، نہ خوش باش، نہ رنگین و رعنا، وہ معمولی آدمیوں سے بھی زیادہ معمولی تھے۔

4۔ درج ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھئے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجئے۔

(i) مناقب عمر بن عبدالعزیزؒ (ii) دستک

6۔ سید ضمیر جعفری کی نظم ''آدمی'' کا خلاصہ تحریر کیجئے۔

6۔ درج ذیل میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل نوٹ تحریر کیجئے۔

(i) تعلیم ۔۔۔ ضرورت و اہمیت (ii) میرا پسندیدہ شاعر (iii) ہمارے اہم قومی مسائل

7۔ چھوٹے بھائی کے نام خط لکھیے جس میں پڑھائی کے ساتھ ہم نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی تلقین کی گئی ہو۔

لاہور بورڈ

اُردو (گروپ۔فرسٹ) (معروضی)

(نیو کورس 2019 سالانہ)

وقت: 20 منٹ　　　　کل نمبر: 20

نوٹ: ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات A,B,C اور D دیے گئے ہیں۔ جوابی کاپی پر ہر سوال کے سامنے دیے گئے دائروں میں درست جواب کے مطابق متعلقہ دائرہ کو مارکر یا پین سے بھر دیجئے۔ ایک سے زیادہ دائروں کو پُر کرنے یا کاٹ کر پُر کرنے کی صورت میں مذکورہ جواب غلط تصور ہوگا۔

1۔ (الف) درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

1۔ سبق ''قرطبہ کا قاضی'' کے مصنف کون ہیں:
(A) آغا حشر　(B) میرزا ادیب　(C) امتیاز علی تاج　(D) اشفاق احمد

2۔ فقیر کی دعا سے بلقیس جہانی بیگم کے ہاں کتنے بچے پیدا ہوئے:
(A) 2　(B) 3　(C) 4　(D) 5

3۔ سپر مارکیٹ کتنے بازاروں کا مہا گرو ہے:
(A) 10　(B) 15　(C) 20　(D) 25

4۔ چراغ حسن حسرت نے کلکتہ چھوڑنے کے بعد کس شہر میں ملازمت کی۔
(A) لاہور　(B) کراچی　(C) دہلی　(D) لکھنؤ

5۔ محمد بن قاسم کی بیوی کا کیا نام تھا:
(A) فہمیدہ　(B) زبیدہ　(C) ناہیدہ　(D) زاہدہ

(ب) مطابقت اور حروف کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

6۔ معروف کتاب ''پطرس کے مضامین'' بہت دلچسپ ________:
(A) ہے　(B) ہیں　(C) تھے　(D) تھیں

7۔ ماں اور بیٹی چہ حرکات ________۔
(A) رہی ہے　(B) رہی ہیں　(C) رہے ہیں　(D) رہا ہے

8۔ وہ ضرور آئے گا ________ مجھے اس نے خود بتایا ہے۔
(A) جبکہ　(B) کیوں کہ　(C) خواہ　(D) ورنہ

9۔ تم نے کپڑے استری کر لیے ________ نہیں:
(A) کہ　(B) پھر　(C) ورنہ　(D) مگر

10۔ آپ یہاں تشریف ________:
(A) رکھو　(B) رکھ　(C) رکھا　(D) رکھیں

(ج) رموز اوقاف کے اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیا:

11۔ واوین کی علامت ہے:
(A) !　(B) " "　(C) ( )　(D) ----

12۔ ؛ کس کی علامت ہے:
(A) سکتہ　(B) وقفہ　(C) رابطہ　(D) علامت حذف

13۔ کسی کا قول ہو بہو تحریر کرنا ہو تو قول کے شروع اور آخر میں کون سی علامت لگاتے ہیں:
(A) قوسین　(B) ندائیہ　(C) واوین　(D) وقفہ

14۔ کوئی تفصیل دینے کے لئے علامت لگاتے ہیں:
(A) ختمہ　(B) تفصیلیہ　(C) رابطہ　(D) واوین

15۔ کسی جملے میں وقفہ سے زیادہ ٹھہراؤ کے لئے کون سی علامت لگاتے ہیں:
(A) سکتہ　(B) رابطہ　(C) فجائیہ　(D) واوین

(د) امدادی افعال کے صحیح استعمال کو مدنظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

16۔ نکلنا:
(A) فریدہ جھوٹی نکلی۔　(B) بات چل نکلی۔　(C) وہ دور نکل گئی۔　(D) خواب سچا نکلا۔

17۔ چاہنا:
(A) میں پاکستان کو چاہتا ہوں　(B) بڑوں کا ادب کرنا چاہیے۔　(C) میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔　(D) چاہنا نہ چاہنا کس کے بس میں ہے

18۔ رکھنا:
(A) کھیل میں کیا رکھا ہے۔　(B) مجھے فضول کیوں بٹھا رکھا ہے　(C) قلم کہاں رکھا ہے۔　(D) چیزیں نیچے رکھ دو۔

19۔ لگنا:
(A) بچے کو نیند آنے لگی۔　(B) نفیس کو گرمی لگی۔　(C) اسے ٹھوکر لگی۔　(D) اس کی آنکھ لگی۔

20۔ پانا:
(A) ایک پاؤ دہی لاؤ۔　(B) کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے۔　(C) اس نے اپنی منزل پالی۔　(D) وہ وقت پر نہ پہنچ پایا۔

لاہور بورڈ

اُردو (گروپ۔فرسٹ) (انشائیہ)

وقت: 2:40 منٹ (نیوکورس 2019 سالانہ) کل نمبر: 80

حصہ اول

2۔(الف) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجئے، شاعر کا نام اور نظم کا عنوان بھی لکھیے۔

شمس و قمر کو ضد ہے کہ گرم سفر رہیں
بے رنگیوں میں خالقِ شام و سحر رہیں

شہروں میں انقلاب، بیاباں میں انقلاب
محفل میں انقلاب، شبستاں میں انقلاب

(ب) مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجئے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔

وائے دیوانگیِ شوق کہ ہر دم مجھ کو
آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیران ہونا

عشرتِ قتل گہِ اہلِ تمنا مت پوچھ
عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

لے گئے خاک میں ہم داغِ تمنائے نشاط
تُو ہو اور آپ بہ صد رنگ گلستاں ہونا

حصہ دوم

3۔ **سیاق و سباق کے حوالے سے کسی ایک جزو کی تشریح کیجئے۔ سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھیے۔**

(الف) غرض پہلی ہی ملاقات میں مزاج دار نے جَن کے ساتھ ایسی بے تکلفی کی کہ اپنا حال جز و کل اس سے کہہ دیا اور جَن نے باتوں ہی باتوں میں تمام بھید معلوم کر لیا۔ ایک پہر کامل جَن بیٹھی رہی۔ رخصت ہونے لگی تو مزاج دار نے بہت منت کی کہ اچھی بی جَن، اب کب آؤ گی؟ جَن نے کہا: "میری بھانجی موم گروں کے محلے میں رہتی ہے اور بہت بیمار ہے۔ اسی کے علاج کے وسطے میں آگرے میں آئی ہوں۔ اس کے دوا معالجے سے فرصت کم ہوتی ہے۔ مگر ان شاء اللہ دوسرے تیسرے تم کو دیکھ جایا کروں گی۔"

(ب) مولوی نذیر نے علی گڑھ کے لیے چندا کا ہنے کے سلسلے میں بہت کار آمد آدمی تھے، اس لیے جہاں تک ممکن ہوتا سرسید انہیں اپنے دوروں میں ساتھ رکھتے اور ان سے تقریریں کراتے۔ نذیر احمد کی قوتِ تقریر کے متعلق کہا جاتا تھا کہ انگلستان کا مشہور مقرر برک بھی ان سے زیادہ موثر تقریر نہیں کر سکتا تھا۔ اب ابھی اگلے وقتوں کے لوگ، جنہوں نے مولوی صاحب کے لیکچر سنے ہیں، کہتے ہیں کہ یا تو ہم نے ڈپٹی صاحب کو دیکھا یا اب اخیر میں بہادر یار جنگ مرحوم کو دیکھا کہ سامعین پر جادو سا کر دیتے اور جو کام ان سے چاہتے لے لیتے۔ جب چاہا انہیں ہنسا دیا اور جب چاہا ان کی جیبیں خالی کرالیں اور عورتوں کے زیور تک اتروا لیا کرتے تھے۔

4۔ درج ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھیے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجئے۔

(i) پہلی تنخواہ (ii) ایوب عباسی

5۔ مجید امجد کی نظم "ایک کوہستانی سفر کے دوران میں" کا خلاصہ تحریر کیجئے۔

6۔ درج ذیل میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل نوٹ تحریر کیجئے۔

(i) میرا پسندیدہ مشغلہ (ii) اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات (iii) دہشت گردی: ایک ناسور

7۔ تاریخی مقام کی سیر کے احوال پر مبنی، اپنے دوست کے نام خط تحریر کیجئے۔

(ساہیوال بورڈ گروپ پہلا)

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20
D	B	B	B	C	B	A	B	A	C	C	A	C	D	B	C	D	D	A	B

(ڈی۔جی۔خان بورڈ گروپ پہلا)

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	1	15	16	17	18	19	20
C	D	B	B	A	B	B	D	D	B	A	B	D	C	A	D	D	D	A	D

(فیصل آباد بورڈ گروپ پہلا)

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20
A	A	A	A	D	C	C	D	A	B	A	A	B	A	A	A	A	A	D	C

(سرگودھا بورڈ گروپ پہلا)

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20
A	B	A	C	A	B	B	A	A	D	B	D	C	B	A	D	C	A	D	D

(گوجرانوالہ بورڈ گروپ پہلا)

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20
B	D	A	C	C	C	D	B	A	C	D	A	A	C	B	D	B	A	C	B

(بہاولپور بورڈ گروپ پہلا)

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20
A	C	B	D	B	B	C	B	C	C	A	D	D	B	D	B	B	C	B	A

(ملتان بورڈ گروپ پہلا)

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20
B	A	C	B	C	D	C	B	D	C	B	C	A	B	C	C	B	C	C	A

(راولپنڈی بورڈ گروپ پہلا)

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20
C	B	A	B	C	A	B	C	B	A	B	D	A	A	C	D	A	C	A	B

(لاہور بورڈ گروپ پہلا)

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20
C	C	A	A	B	A	B	B	A	D	B	B	C	B	B	B	B	B	A	D

☆☆☆☆☆☆